

UNIVERSAL
LIBRARY

OU_224762

UNIVERSAL
LIBRARY

OUP—391—29-4-72—10,000.

OSMANIA UNIVERSITY LIBRARY

Call No. 401

Accession No. 21388

Author ل بیوٹنی، ڈیوید

۱۳۸۸

Title ن ن و مطالعہ ن

This book should be returned on or before the date last marked below.

کسان و مطالعہ کسان

مصنفہ

پروفیسر قلیو - قی - هوتنی

مترجمہ

حمید اللہ خان یوسف زئی

پروفیسر اف پرشین - گورنمنٹ کالج - اجہیر

حصہ اول

مطبوعہ

مسلم یونیورسٹی پریس علی گڑھ

کتاب خانہ دانش محل امیر المومنین

ديباچہ

جہاں تک مجھے علم ہے اردو کا خزانہ لسانیات سے قریب قریب خالی ہے؛ صرف گزشتہ چند سال میں کچھ کتابیں تصنیف و تالیف ہوئی ہیں مگر بہت کچھ اصول لسانیات پر حاوی نہیں۔ ”علم اللسان“ مولوی سید احمد صاحب مصنف فرہنگ آصفیہ کی ایک سہ جزی تصنیف ہے اور ”سرگزشت الفاظ“ کا ماخذ پادری ٹرینچ صاحب کا ”مطالعہ الفاظ“۔ ان کے علاوہ تیسری کتاب خواجہ کمال الدین صاحب کی ”ام الاسنہ“ ہے۔ خواجہ صاحب کی کتاب بہت سے اصول لسانیاتی کی حامل ہے مگر موصوف کا مقصد یہہ تھا کہ عربی کو دنیا بھر کی زبانوں کا ماخذ ثابت کریں چنانچہ محض انہیں اصول کو معرض بحث میں لائے جو حصول مدعا میں اعانت کرتے تھے اور یہہ چند اصول بھی اسی تصنیف سے لئے گئے ہیں جس کا مکمل ترجمہ اب ہدیہ ناظرین ہے۔ یہہ سرمایہ کافی نہیں کہا جا سکتا اس لئے میں نے پروفیسر ہونٹی کی تصنیف کا ترجمہ پیش کرنے کی جرأت کی ہے۔ نہیں کہہ سکتا کہ یہہ اضافہ موجودہ کمی کو پورا کر دے گا لیکن کتاب کی جامعیت امید دلاتی ہے کہ ممکن ہے ایسا ہی ہو۔ بہر صورت اور کچھ نہیں تو اس میں بھی کلام نہیں کہ جو عمارت تیار کی جا رہی ہے اس کی تعمیر میں اسکی اعانت نظر انداز نہ کی جا سکے گی *

اس ترجمے پر ایک اعتراض وارد ہوتا ہے اور وہ یہہ کہ جو مثالیں دی گئی ہیں اور ان سے جو اصول اخذ کئے گئے ہیں ان کو اردو سے کوئی تعلق نہیں۔ یہہ اعتراض تمام و کمال صحیح نہیں۔ مثالیں بے شک انگریزی سے لی گئی ہیں لیکن چونکہ نیکالے گئے ہیں وہ ہمہ گیر و جامع ہیں۔ اس کے ثبوت کی ضرورت نہیں: کتاب کا مطالعہ اس رائے کی تصدیق و تائید کرتا ہے *

یہہ کہا جا سکتا ہے کہ جب اصول ہمہ گیر ہیں تو پھر مثالیں ہی کیوں نہ بدل دی گئیں کہ اس وقت جو غرابت و تناظر پایا جاتا ہے دور ہو جاتا مگر ترجمے کی نسبت میرا اصول جداگانہ ہے۔ میں اس کو خلاف دیانت سمجھتا ہوں کہ ترجمے میں دخل دے کر اصل کی صورت مسخ کر دی جائے۔ میرے نزدیک یہہ کام مولف کا ہے بلکہ اس کا بھی نہیں مصنف کا جو ان اصول کی جو بذریعہ ترجمہ اس تک پہنچے ہیں جرح و قدح کرینا اور اپنی زبان پر ان کا اطلاق و انطباق

کر کے دکھائے گا کہ آیا ان کی جامعیت اس کی زبان پر حاوی ہے یا نہیں۔ اس وقت اگر کسی بات کی ضرورت ہے تو اس کی کہ علمائے مغرب نے جو اصول لسانیات قائم کئے ہیں ان سے جہاں تک ہوسکے اردو خواں پبلک کو روشناس کیا جائے اور اس غرض کے لئے یہ ترجمہ کافی ہے۔

بہت سے نئے لفظ تراشے گئے ہیں۔ اس سے مفر بھی نہ تھا۔ ہندی میں بھی آج کل لسانیات پر زور دیا جا رہا ہے۔ ”مادھری“ اور ”سرسوتی“ میں جو چوتی کے رسالے ہیں اکثر اس پر مضمون نکلتے رہتے ہیں۔ سنسکرت سے وسیع زبان دست اعانت دراز کئے ہوئے ہے مگر نئے لفظ تراشنے یا قدیم لفظوں کو نئے معانی سے آراستہ کرنے کے سوا چارہ نہیں۔ acts ideas اور facts کے سے لفظوں کے لئے ایک قدیم لفظ چن لیا جاتا اور خطوط وحدانی کے درمیان انگریزی لفظ بھی فوراً لکھ دیا جاتا ہے تاکہ مطلب سمجھنے میں غلطی نہ ہو۔ نئے لفظ حتیٰ الامکان ”وضع اصطلاحات“ (مصنف مولوی وحید الدین صاحب سلیم) کے اصول مدنظر رکھ کر تراشے گئے ہیں۔ کچھ لفظ ”فرہنگ اصطلاحات علمیہ“ (مرتبہ انجمن ترقی اردو، - اورنگ آباد - دکن) اور اس فہرست الفاظ سے بھی لئے گئے ہیں جو ”جذبات“ (مولفہ جناب عبدالماجد صاحب) کے آخر میں درج ہیں *

جو فہرست اس ترجمے کے آخر میں درج ہے اس میں صرف وہی لفظ داخل ہیں جو نئے ہیں یا مخصوص معنی میں استعمال کئے گئے ہیں

طباعت میں کچھ غلطیاں رہ گئی ہیں مگر غلط نامہ میں وہی چند لفظ لکھے گئے ہیں جو معنی عبارت کو مسخ کرتے ہیں * اس ترجمے کی اشاعت میں مسٹر سلیم جعفر سے مدد ملی ہے ان کا تہ دل سے شاکر ہوں

حمید اللہ خاں یوسف زئی

گورنمنٹ کالج ہوسٹل - اجمیر

پہلا لیکچر

تاریخ لسانیات

جو لوگ کہ تحقیقات لسان میں مصروف ہیں انہوں نے تھوڑا ہی زمانہ ہوا کہ اپنے مطالعہ کی نسبت دعویٰ کیا ہے کہ وہ بھی ایک علم ہے اور اس خطاب کا مستحق ہے — اگرچہ پتا لگتا ہے کہ اس کے جراثیم بہت ہی قدیم زمانہ میں موجود تھے لیکن لسانیات کی نشو و نما کلیہ موجودہ صدی کا کار نامہ ہے — ارضیات، کیمیا اور نجوم وغیرہ کی طرح، جن کی بنیاد اختبارات و استدلال پر قائم ہے، در حقیقت اس کی بھی ایک تاریخ ہے جس کی بنیاد زمانہ حال کی دماغی بلند پروازی نے گذشتہ زمانے کے قلیل اختبارات اور ناقص استدلال پر رکھی ہے — انسان کم و بیش ہمیشہ زبانیں سیکھتا اور اپنی مادری زبان میں ہم سایہ قوموں کے مہاررات کا اضافہ کرنا رہتا ہے تاکہ ان سے بات چیت کر سکے اور ان کے علوم و خیال تک اُس کی رسائی ہو — ایسا زمانہ شاید کبھی نہیں گذرا جب کہ کچھ نہ کچھ لوگ زبانیں حاصل کرتے کرتے مطالعہ زبان کی طرف نہ مائل ہو گئے ہوں — انسان کی یہہ بیش بہا اور حیرت انگیز ملک یعنی زبان، جو کہ باقی ماندہ ذی روح سے اُس کے افضل ہونے کی علامت اور ذریعہ ہے، ہر زمانہ میں غور کرتے والوں اور فلسفیوں پر اپنا گہرا اثر ڈالتی اور اُن کو اُبھارتی رہتی ہے کہ وہ اُس کی نوعیت، تاریخ اور اصل پر غور کریں — الفاظ کے شجروں اور تعلقات کی تحقیقات نے بے انتہا نسلوں کے متجسس اور تیز دماغوں کی جودت کو مصروف کار رکھا ہے اور اس تحقیقات سے جو تاریخی نتائج حاصل اور قوموں کے مآخذ اور تعلق باہمی منکشف ہوئے زمانہ نے تسلیم کیئے ہیں — مطالعہ لسان کے عام مقاصد و طریقے اس قدر بین اور پر لطف ہیں کہ اُن کو کچھ نہ کچھ وقار اس وقت

سے حاصل ہے جبکہ انسان نے پہلے پہل اشیاء اور اُن کے اسباب و علل کی تحقیقات شروع کی تھیں۔

زمانہ ماضی میں اقلیم لسان میں جو تحقیقات ہوئی اگر وہ اس قابل نہیں کہ اس کو سائنس کے لقب سے ملقب کیا جائے تو علم کیمیا اور نجوم کی تحقیقات ماضیہ بھی اس قابل نہیں — عاجلانہ کلیات، بے بنیاد مفروضات، نامکمل استنباط، لسانیات میں بھی اُس وقت ایسے ہی مروج تھے جیسے کہ کیمیا اور نجوم میں — اُس زمانہ کے ہر علم میں ایک ہی سی دقت کا سامنا کرنا پڑتا ہے یعنی اختبارات کم اور محقق نے جو روش اختیار کی وہ غلط — نہ تو کافی اسباب و واقعات جمع کیے گئے اور نہ اُن کی تقسیم ہوئی کہ اُن سے صحیح طریقوں کے قائم کرنے اور سچے اصولوں کو وسعت دینے کے لیئے استدلال کیا جاسکتا — اس کے دوش بدوش اور کسی قدر انہیں وجوہ سے بجائے استدلال کے تعصب اور مفروضات کا دور دورہ تھا — مخالف کینیات نے تو لسانیات کے دائرہ تحقیقات کی حدود کو تنگ کیا ہی تھا مگر قومی تفاخر اور پشت ہا پشت کے تعصب نے بھی اس کا ہاتھ بتایا نتیجہ یہہ ہوا کہ وہ اُس فراخ دلی سے محروم ہو گیا جو کہ ہر عام کی ترقی کے لیئے ناگزیر ہے — قدیم قوموں میں سے ہر ایک کا یہی خیال تھا کہ میری زبان ہی اصلی زبان ہے اور دیگر زبانیں محض وحشیانہ و مہمل کلام جس کا مطالعہ فضول ہے — موجودہ قومیں اپنی تاریخ، تربیت اور عیسائیت کی بدولت اس قدر خودبین اور تنگ دل نہیں — یونانی اور لاطینی کے مکاترات اور عہد عتیق کی زبان یعنی عبرانی کے احترام نے اُن کے لسانی زاویہ نظر میں وسعت پیدا کر دی اور رفتہ رفتہ وہ تاریخ نوعیت نطق انسان کے ساتھ زیادہ انصاف اور فراخ دلی سے پیش آنے لگیں — اُنیسویں صدی کے بے چین اور تہ تک پہنچنے والے جوش تحقیقات نے جو واقعات پر مرتا، استدلال پر جان دیتا، انسانی مفاد کی وحدت کو ماننا، اور تسلیم کرتا ہے کہ وہ تمام

ذرائع پیش بہا ہیں جن سے انسانی کوائف و تاریخ کا علم ہو ، مطالعہ لسان کی رفتار نرفی میں اسی قدر تیزی پیدا کر دی جتنی کہ اُن علوم کے مطالعہ میں جن کا ذکر ہو چکا ہے ۔ جب اُس صداقت کو ایک دفعہ مان لیا گیا کہ کوئی بولی (dialect) خواہ کیسی ہی پیمردہ اور حقیر کیوں نہ ہو کچھ نہ کچھ قدر و قیمت ضرور رکھتی ہے اور شستہ سے شستہ اور تربیت یافتہ سے تربیت یافتہ زبانوں کے افہام و تفہیم سے اُس کا تعلق ہے تو پھر جو کچھ ظہور میں آیا اُس کا آنا ضروری تھا ۔ مواد لسان ہر گوشہ سے اکٹھا کیا گیا ۔ علم ، تجارت ، انسانی ہمدردی العرض و قسم کی جد و جہد نے اُس کے جمع کرنے اور اچھی طرح جانچنے اور پرتالنے میں آسانیاں بہم پہنچائیں ۔ قدیم تحریریں تاریکی سے روشنی میں لائی اور پڑھی گئیں ۔ نئی زبانیں گوشہ گمنامی سے نکالی گئیں اور ان کا مطالعہ دیا گیا *

جب ایک دفعہ صراطِ مستقیم کی جادہ پیمائی شروع ہو گئی تو اس کے تسلیم کرنے میں کیا توقف ہو سکتا تھا کہ یورپ کی پڑی پڑی زبانوں میں باہم تعلق ہے اور بہہ زبانیں جنوبی مشرقی ایشیا کی زبانوں سے بھی واسطہ رکھتی ہیں یعنی انڈو یورپین (Indo-European) زبانوں کے خاندان (family) کی بنیاد پڑی ۔ اس نے اُس کی تاریخ میں ایک نیا باب کھولا اور لسانیات کی حقیقی ابتدا ہوئی ۔ اُس خاندان کی بے انتہا بولیوں (dialects) نے ، جن کا ماخذ مشترک تھا اور چار ہزار سال سے دوش بدوش ترقی کر رہی تھیں ، وہ اسباب مہیا کر دئے جو اُس علم کی ترقی کے لئے ضروری تھے ۔ طریق عمل خود بخود پیدا ہو گئے ۔ مقاصد صاف نظر آنے لگے اور اُن کے حصول کے ذرائع ایجاد ہو گئے ۔ بار آور تحقیقات کا حقیقی طریقہ ہاتھ لگ گیا ۔ یہہ نظر آنے لگا کہ ہم جنس محاورات کا وسیع اور متجسسانہ تقابل ہی وہ طریقہ ہے کہ جس سے اُن کی تاریخ کا پکا لک سکتا ہے اور تاریخ زبان کے سوانح اور نمو واقعی طور سے سمجھ میں آسکتے ہیں ۔ تقابل لسانیات

(comparative philology) تاریخ اور قومیات * (Ethnology) کی خدمت پر کمر بستہ ہو گیا اور علم نطق انسانی کا ہادی و بانی بن گیا

اور کسی بات نے اس کی رفتار ترقی میں اتنی تیزی نہیں پیدا کی جتنی کہ مغربی علما کے تحصیل سنسکرت نے — اس کی بہت ہی طویل عمر ، اس کا قدیمی مصالح اور شکلوں کا حیرت انگیز تحفظ ، اس کی لسانی صاف نظر آنے والی ساخت اس میں بحث کی گنجائش نہیں چھوڑتی کہ انڈو یورپین زبانوں میں سنسکرت کرسی صدارت پر متمکن ہے — جب ان کا مقابلہ کیا گیا تو سنسکرت نے صاف صاف بتا دیا کہ انڈو یورپین زبانوں میں بدیہی تعلق ہے ، ان کے الفاظ کا ماخذ ایک ہی ہے ، ان کے مطالعہ کے ایسے تحقیقات کے فلاں فلاں قواعد مد نظر رکھنے چاہیئیں اور نیز یہ کہ ان اصول کی پابندی اور زبانوں کے مطالعہ کے وقت بھی لازمی ہے — اگر لسانیات کی بنیاد انڈو یورپین بولیوں پر نہ رکھی گئی ہوتی یا انڈو یورپین لسانیات کو سنسکرت کی اعانت نہ نصیب ہوتی تو لسانیات کی کیا حالت ہوتی اس پر غور کرنا فضول ہے — لیکن اس میں شک نہیں کہ یہ قواعد اس قدر جلد ترقی نہ کرنے اور ایک عرصہ تک عروج کی اُس منزل پر نہ پہنچتے جس پر ہم آج اون کو دیکھتے ہیں — یہ تاریخی حقیقت ہے کہ نطق انسان کا محققانہ مطالعہ انڈو یورپین زبانوں کے تقابل لسانیات کا مرہون منت ہے ، اِس سے یہ نہ سمجھئے کہ سنسکرت کی امداد و اعانت سے انکار ہے *

ترقی لسانیات کی ابتدا سے زمانہ حال تک کی مفصل تاریخ کا بیان کرنا ، اِس کے مدارج کا دکھانا ، اور جن علماء نے اس کی ترقی کا قدم آگے بڑھایا اُن کا ذکر کرنا ان لیکچروں کے مباحث سے خارج ہے — اس لیے چند لفظوں پر اکتفا کی جاتی ہے — جرمنی سب ملکوں سے بڑھکر مطالعہ لسانی کا گہوارہ و وطن ہے — اس صدی کے اوائل میں وہاں

ہ علم جس میں بنی نوع کے دماغی و جسمانی اختلافات اور ان کے اسباب سے بحث کی جاتی ہے *

بہت اہم و وسیع پیمانہ پر ابتدائی مواد اکٹھا کیا گیا یعنی بولیوں کے نمونے جمع کیئے گئے اور اُن کی تقسیم کی کوشش کی گئی۔ جیمب گزم (Jacob Grimm) نے جرمنی بولیوں کی ایک فواعد لکھی جس سے ہر بولی کی نوعیت و تاریخ سے دیگر تمام بولیوں کی نوعیت و تاریخ متکشف ہو جاتی تھی اور تمام بولیاں من حیث المجموع ہر ایک بولی کی نوعیت و تاریخ پر روشنی ڈالتی تھیں۔ یہ پہلا موقع تھا کہ جب یہ ظاہر ہوا کہ تحقیقات لسانی میں تقابل کو کس قدر دخل اور اس کی کیا قدر و قیمت ہے — وہیں سنہ ۱۸۱۹ء میں بوپ (Bopp) نے انڈو یورپین تقابل لسانیات کا سنگ بنیاد اپنی تصنیف ”جرمن فارسی لا طینی اور یونانی زبانوں کے طریق تصریف سے زبان سنسکرت کے طریق تصریف کا تقابل“ (Conjugation system of the Sanskrit Language as compared with the Greek, Latin, Persian and German) سے رکھا۔ اس کے بعد اس نے ایک اور کتاب لکھی جس کا نام ہے ”انڈو یورپین خاندان کی تمام خاص خاص زبانوں کے قواعد کا تقابل“۔ یہی وہ تصنیف ہے جس نے سب تصانیف سے زیادہ اس علم کو مدون و منظم کیا — یہیں شلیگل (Schlegel) پوت (Pott) اور ولہلم وان ہمبولٹ (Wilhelm Von Humboldt) جیسے علماء نے اس میں وسعت نظر پیدا کی اور اس کے اصولوں کے کلیات قائم کیئے جس کی بدولت یہ نطق انسانی کے ایک شعبہ کی تحقیقات تاریخ کے تنگ دائرہ سے نکل گیا اور اس میں ایک عالم گیر زبان کے مظاہر اور اُن کے اسباب وقوع سے باقاعدہ اور فلسفیانہ بحث ہونے لگی۔ لسانیات کے بانیوں میں راسک (Rask) اور بیورنوف (Burnouf) کا ذکر بھی ضرور ہے — اول الذکر باشندہ قنمارک، عالم و سیاح تھا اور آخر الذکر کا وطن فرانس ہے — علوم کے اس نئے شعبہ کے عرصہ وجود میں آنے کے لیئے زمانہ کس قدر مساعد تھا اور جس ماحول میں اس نے جنم لیا اُس کا یہ کس قدر ایک طبعی اور فطری نتیجہ یہ ہے اِس سے ظاہر ہوتا ہے کہ قریب قریب ایک ہی

زمانہ میں مختلف ممالک کے علماء نے بلا اعانت غیرے اس کے اہم اصول ایجاد کیئے اور اُن پر کچھ نہ کچھ عمل کیا

یورپ کے ہر حصہ میں اور امریکہ میں بھی اُن عالموں کے جن کا ہم نے ذکر کیا ہے ، بے شمار قابل حریف اور سعادت مند متبع پیدا ہوئے جنہوں نے اُن کے کام کو جاری رکھا۔ اُن کی دست گیری سے یہ علم اس عروج پر پہنچ چکا ہے کہ دیکھ کر حیرت ہوتی ہے کہ جمعہ جمعہ آٹھ دن کی پیدائش اور یہ ترقی - اگرچہ یہ علم ابھی ارتقاء کی ابتدائی منزلیں روز افزوں ترقی کے ساتھ طے کر رہا ہے اور اس فی قلمرو کی وسعت کے تعین کو تھوڑا ہی زمانہ گزرا اور اس وسعت کے تھوڑے ہی سے حصہ پر قبضہ ہوا ہے تاہم اس کی اساس میں کافی وسعت اور عمق موجود ہے ، اس کے طریقہ و قوانین محقق ہیں اور جو مقاصد کہ مدنظر ہیں اور جو نتائج کہ اس سے مترتب ہونے ہیں وہ بنفسہ اور اُس اثر کے خیال سے جو علم انسانی کے دیگر شعبوں پر پڑتا ہے ، اہم ہیں - اور ان کی بناء پر یہ صف علوم میں بجا طور سے جگہ پانے کا دعویٰ کر سکتا ہے - اگرچہ کم عمر ہے مگر حقیر ہم نشین نہیں - اس کے اوصاف ہر عالم اور اچھی تعلیم کے آدمی کی توجہ اپنی طرف منعطف کرنے کا حق رکھتے ہیں *

مواد و مقاصد لسانیات

لسانیات کا مواد و موضوع زبان من حیث المجموع ہے یعنی نطق انسانی (human speech) کی تمام اقسام مع اپنے کثیر التعداد اختلافات کے ، خواہ وہ انسان کے دماغ میں جلوہ افگن اور زبان پر جاری ہیں یا پارینہ تحریریں اُن کی محافظ ہیں یا پیتل اور پتھر کے کم یاب مگر دست برد زمانہ سے کم متاثر ہونے والے کتبوں میں منقوش ہیں - اس کا میدان و وسعت کسی خاص زمانہ کے دامن سے وابستہ نہیں اور نہ گروہ انسانی کے کسی خاص طبقہ اور حصہ سے مخصوص - گمنام سے گمنام اور نہایت کم عقل قوموں کی بولیاں اُسی طرح اس کے سایہ عاطفت میں

پناہ گزین ہیں جس طرح اُن اقوام کی بولیاں جو تاریخ عالم میں سر
 برآوردہ ہیں - جب اور جہاں کہیں اب انسان سے کوئی صدا اس
 غرض سے نکلی کہ وہ اس کی وجدانی کیفیت کو غیروں پر ظاہر کر دے ،
 اس نے اُسے اٹھاکر اس خیال سے سینہ سے لگا لیا کہ یہ بھی اس فائل ہے
 اور اس میں بھی وہ وصف ہے کہ اس کا غور و خوض سے مطالعہ کیا جائے۔ ہر
 زبان کا ہر واقعہ طالب عام لسانیات سے طالب تحقیقات ہے کیونکہ وہ صرف کل
 ہی کی مدد سے جزو کی کنہ و حقیقت سمجھ سکتا ہے — طالب علم
 لسانیات کی کوششوں کا مقصود یہ ہے کہ تمام مظاہر (phenomena)
 لسانی کو یکجا کرے ، انہیں ترتیب دے اور اُن کی تشریح کرے
 تاکہ وہ الگ الگ اور ہر حیثیت سے کامل طور سے سمجھ میں آجائیں۔
 اُس کی حدود قلمرو جداگانہ ہیں باوجودیکہ ایک طرف تو
 وہ ماهر لسانیات یعنی خیالات و معلومات انسانی کا جیسے کہ وہ ادبیات
 میں محفوظ ہیں مطالعہ کرنے والے کی حدود سے اور دوسری طرف
 عالم السنہ یعنی زبانوں کو مطلب برآرمی کے لیئے سمجھنے والے کی حدود
 سے ملتے ہیں — اور باوجودیکہ وہ ماهر لسانیات اور عالم السنہ
 دونوں سے مدد لیتا اور دونوں کو مدد دیتا ہے ، وہ زبان کو آلم و
 ذریعہ اظہار خیالات تصور کر کے بحث کرتا ہے نہ کہ خزانہ مکتوبات
 سمجھکر — اس کے مبحث الفاظ و مرکبات ناقص ہوتے ہیں نہ کہ
 جمل و عبارات — اس کا مقصود ہوتا ہے کہ زبان کی حیات باطنی کا پتا
 لگائے ، اُس کے ماخذ کو دھونڈ نکالے ، اس کے مدارج ترقی کو
 ایک ایک کر کے طے کرے اور ان قوانین کا استنباط کرے جو مسخ صورت
 کا باعث ہوئے ہیں اور جن کے تسلیم کرنے سے وہ موجودہ ہیئات
 کی وحدت و اختلاف کو سمجھ جائے گا — اس کا مدعا ہوتا ہے کہ وہ
 سمجھ سکے کہ زبان کی یہ حیثیت وصف انسانی کیا ماہیت ہے ،
 خیال سے اُس کا کیا تعلق ہے، تربیت و ترقی دماغ و علم پر اس کا کیا اثر
 ہے، اور دماغ و علم کا یہ کیسا مرقع ہے *

اس قسم کی تمام تحقیقات کی بے انتہا دل چسپی اُنکھ اُٹھاتے ہی نظر آجاتی ہے — لیکن جوں جوں غور کرتے ہیں اس میں اضافہ ہوتا جاتا ہے — ہماری عادت ہے کہ روز مرہ کی اور چیزوں کی طرح زبان کو بھی معمولی بات سمجھتے ہیں اور وہ راز اور گہرے معنی جو اس کی تہ میں پنہاں ہیں اُن نگ نظر نہیں پہنچتی — ہم اپنے خیالات کو بغیر فکر و کوشش کے الفاظ و مرکبات نافص کا جامہ پہناتے ہیں اگر کچھ خیال رہتا ہے تو یہ کہ اُن کے اظہار و اعلام سے کیا مقصود اور اس کا کیا اثر ہے — ہمیں اس کا خیال بھی پر نہیں آتا کہ ہر لفظ جو ہمارے منہ سے نکلتا ہے کوئی طویل تاریخ رکھتا ہے ، اس کے معنی و اشکال میں کوئی تغیر ہوا ہے ، اس کے عرصہ وجود میں آنے اور رفتہ رفتہ وسیع المعنی بنانے کے لیئے بولنے اور غور و فکر کرنے والوں کی متواتر نسلوں نے محنت کی ہے — ہم کبھی فور نہیں کرتے کہ یہ قابلیت اظہار خیال ہمارے لیئے کس قدر اہمیت رکھتی ہے — اور نہ کبھی سوچتے ہیں کہ اگر ہم اس قوت سے بہرہ مند نہوتے تو تاریخ انسان کی حالت کس قدر متغیر ہوتی اور اگر ہمارے بزرگ اپنے دماغی اور روحانی امتسابات کی بولتی یادگاریں نہ چھوڑ جاتے تو وہ روشنی دماغ جس پر آج ہم فخر کرتے ہیں ہمارے حصہ میں کس قدر کم آتی *

مختصر یہ ہے کہ اگر نعمت نطق سے محروم ہوتے تو ہماری فطرت کے نفیس ودائع قطعی نا تربیت یافتہ اور بیکار پڑے رہتے — اس میں شک نہیں کہ نہ تو اس کی توقع کی جاتی ہے اور نہ خواہش ہے کہ زبان کے حیرت انگیز احساس کا بھوت ہر وقت ہمارے دماغوں پر مسلط رہے تاہم یہ امر نا قابل معافی ہوگا اگر ہم زبان کی ایسی تحقیقات سے قطعی غفلت کریں کہ جس کی بدولت ہم اس کی ماہیت و تاریخ کو سمجھ سکتے ہیں اور جو ہمارے ذہن میں اس کے تمام و کمال مفہوم کو منقوش کردے گی بشرطیکہ ہم غور کریں *

قدر و قیمت لسانیات

زبان کا محققانہ مطالعہ کرنے والے کا مقصود یہہ اور اسی قسم کی باتیں ہیں لیکن ان کے علاوہ کچھ اور باتیں بھی ہیں جن کی نوعیت مختلف ہے اور جن کی جانب اس کی تحقیقات فوراً اُس کی رہبری کرتی ہے اور جو اُس دلچسپی کا جزو لاینفک ہیں جس سے یہہ تحقیقات معمور ہے — اس حقیقت سے کہ زبان قبل التاریخ زمانہ کے انسان کے اعمال و افعال کی سودمند تحقیقات کا خاص ذریعہ ہے ، آج کل کے لوگ اتنے ہی دائف ہیں جتنے کہ پچاس برس پہلے کے لوگ اسے منکر جدت سمجھتے اور حیرت سے دیکھتے تھے — اس سے ہم بنی نوع کے مختلف حصے کے تعلقات کا درجہ دریافت اور اُن کو ایسے خاندانوں میں تقسیم کر سکتے ہیں جن کے اراکین نے کسی زمانہ میں ایک ہی وطن سے خروج کیا ہوگا اور جن کی عادات و اطوار ایک ہی رنگ میں قویہ ہوں گے اگرچہ جس وقت اُن پر انقلاب تاریخ کی شعاعیں پہلے پہل پڑی ہیں اُن کی خصایل و انجمنوں میں کیسا ہی بِن فرق کیوں نہ نظر آتا ہو اور اُن کے وطنوں میں کتنا ہی بعد کیوں نہ ہو — مطالعہ زبان ہی پر قومیات یعنی وہ علم جو اقوام کے شجروں سے بھٹ کرتا ہے ، بالخصوص مبنی ہے — ہم نے لفظ بالخصوص استعمال کیا ہے لیکن اس سے ہمارا مقصد علم طبیعیات کے دعاوی کی تحقیق نہیں — ہم اپنی تحقیقات میں آگے چلکر اس سے بھٹ کریں گے کہ علوم طبیعیات ولسان میں باہم کیا واسطہ ہے اور قومیات کو دروں نے فرداً فرداً اور ملکر کیا فائدہ پہنچایا — لیکن زبان میں قوموں کے متعلق ایسی معلومات بھی پڑی ہیں جن تک علم طبیعیات کی رسائی نہیں — اُس میں صاف صاف شواہد ملتے ہیں کہ دماغی و اخلاقی اوصاف و استعداد کا کیا عالم تھا ، تربیت کس پایہ پر پہنچی ہوئی تھی ، معلومات فلسفہ و مذہب کی تاریخ کی کیا کیفیت تھی ، اور اُس کے بولنے والوں کے طبیعیاتی ماحول کا کیا نقشہ تھا — قصہ مختصر

زبان تاریخی معلومات گونا گوں کا ایک صحیفہ ہے جنہیں خدا نے اس قابل بنایا ہے وہ اسے پڑھیں اور جو سبق یہہ سکھاتی ہے سیکھیں

ان لیکچروں کے مباحث

ان مختصر لیکچروں میں گنجائش کہاں کہ لسانیات کے وسیع میدان پر نظر ڈال کر سرسری طور ہی سے جن جن امور پر یہہ حاوی ہے اور جو جو نتائج ان کی تحقیقات سے حاصل ہوئے ہیں ان کو دکھائیں لہذا اس کی کوشش نہ کی جائیگی کہ اس کو باقاعدہ اور منظم طریقہ سے ہدیہ ناظرین کیا جائے یعنی اس کے مختلف شعبوں کی بناء قائم کر کے اُن کی حدود اور اُن حدود کے فطری تعلقات کی تشریح کی جائے — کسی قدر عام اور مروج طریقہ سے حیات لسانی کے حقائق کی بحث ہی زیادہ مفید معلوم ہوتی ہے — یہہ وہ حقائق ہیں جو زبان کے وصف ذاتی کو بہت ہی صاف صاف ظاہر اور اُس کے طریق مطالعہ کو مشخص و معین کرتے ہیں — اس طرح شہادت لسانی کی ماہیت اور جو مواد اس میں موجود ہے اس سے شہادت کے اخذ کرنے کا طریقہ ، اور اس شہادت میں کس بات کے اور کس طریقہ سے اس بات کے ثابت کرنے کی صلاحیت ہے — سب کچھ سمجھ میں آجائیگا — مختصر یہہ کہ اس طرح ہم اس علم کے اصول اساسی سمجھ سکیں گے اور جبکہ اس کے سمجھنے کی کوشش کر رہے ہوں گے کہ زبان کیا شے ہے ، اس سے انسان کو کیا نفع پہنچا اور تاریخ انسانی میں وہ کون سے عظیم الشان حقائق ہیں جن کو اس نے ثابت کیا تو اس کا بھی موقع مل جائیگا کہ شہادت لسانی کی بدولت جو خاص خاص فوائد حاصل ہوئے ہیں اُن پر ایک سرسری نظر ڈال جائیں *

ان مقاصد کے حصول کے لیئے ہم پہلے پہل چند ابتدائی مسائل سے بحث کریں گے جس سے معلوم ہوگا کہ زبان کیونکر زندہ رہتی اور بڑھتی ہے ، اس کی تحقیقات کیسے کی جانی چاہیئے۔

اور یہہ کیونکر ہمیں بتاتی ہے کہ صف علوم میں اسکا کیا رتبہ ہے۔ اس کے بعد ہم آگے بڑھیں گے اور نمونے لسان کے اعمال ارتقاء کی مفصل جانچ پر تال کریں اور بتائیں گے کہ یہہ اعمال ارتقاء بلحاظ ہیئت و معنی زبان میں ہمیشہ کیا کیا تغیر و تبدل کیا کرتے ہیں — زان بعد اُن اسباب سے بحث ہو گی جن کے تغیر و تبدل سے زبان کی نوعیت و رفتار پر اثر پڑتا ہے اور آخر میں اس پر توجہ کی جائیگی کہ اعمال نمو کی وجہ سے زبان کیونکر نکرے نکرے ہو کر بولیاں بن جاتی ہے — اس طریقہ سے بولیاں اور وہ زبانیں جو ایک ہی خاندان سے تعلق رکھتی ہیں ایک رشتہ میں منسلک کی جاسکیں گی اور اُس شہادت کا امتحان و موازنہ کیا جا سکے گا جو اُن کے تعلق کو ثابت کر سکتی ہے — اس خاندان کی تاریخ اور لسانی وسعت و اہمیت بتائی جائے گی اور اُس کی ترقی کا طرز منجمہ بتایا جائیگا — اس کے بعد اُن خاندانوں پر بھی ایک نظر ڈالی جائیگی اور اُن کی خصوصیات بتائی جائیں گی جن پر نطق انسانی کی معروف و معلوم تعلیقات منقسم ہیں — پھر اُن چند نہایت دلچسپ اہم اور عام مسائل کی نوبت آئے گی جن کی جانب یہہ تبصرہ رہبری کرتا ہے مثلاً کسی قوم کے بارہ میں لسانی شہادت کی قدر و قیمت اور سند کو طبیعی شہادت کی قدر و قیمت اور سند سے کیا نسبت ہے — اور زبان کا اس مسئلہ پر کیا اثر پڑتا ہے کہ آیا انواع انسان کا منبع ایک ہی ہے یا الگ الگ، سب سے آخر میں اس پر غور کرنے کی باری آئیگی کہ زبان کا ماخذ کیا ہے، خیال سے اس کا کیا تعلق ہے، اور یہ حیثیت عنصر ترقی انسان اس کا کیا رتبہ ہے — یہاں پہنچ کر زبان کو تحریر کردہ کلام (written and recorded speech) سے جو مدد ملی ہے اس کا تقاضہ ہے کہ فن تحریر کی تدریجی نمو کی تاریخ پر بطور ضمیمہ ہی سہی، مگر ایک سر سری نظر ڈالی جائے *

طریقہ بحث

ہمارا طریق عمل حتی الامکان تفصیلی ہوگا نہ کہ اجمالی تجسس و تنحس اس کے اوصاف ہوں گے نہ کہ کورانہ تقلید — سب سے زیادہ اسکی

کوشش کی جائیگی کہ سلاست و وضاحت ہو اس لیے صریح و واضح امور سے غامض و دقیق امور کی طرف قدم بڑھایا جائے گا اور جو باتیں کہ ہر تعلیم یافتہ شخص کے دائرہ معلومات میں داخل ہیں انہیں سے اصول مستنبط کیئے جائیں گے اور مثالیں بھی خواہ اُن سے کسی امر کی توضیح ہوتی ہو یا نمونہ نظر آتا ہو روز مرہ کے معادرات ہی کے مظاہر سے انتخاب کی جائیں گی کیونکہ ہر زندہ زبان کی ذات میں ایک بات ہوا کرتی ہے جو اُن ضروری حقائق و اصول کی مثال پیش کیا کرتی ہے جو نطق انسانی من حیث المجموع سے تعلق رکھتے ہیں — حتی الامکان مرصع و مسجع عبارات اور اصطلاحات علم الہیات و صنعت و حرمت سے بھی احقرار کیا جائے یعنی سیدھی سادی سلیس زبان میں گفتگو ہوگی — بہت سے لوگ یہہ سمجھتے ہیں کہ یہہ مضمون دقیق اور راز سر بستہ ہے۔ اس کی وجہ یہہ ہے کہ عام طور سے ایسی اصطلاحات برتی جاتی ہیں کہ جن کا ماخذ واقعات کے بجائے مشابہات و مماثلات (analogies) ہیں اور اُن کے مدلول پر تخیل کا پردہ ڈال دیا جاتا ہے بجائے اس کے کہ اُن کی صاف اور واضح تصویر کھینچی جائے :

ہم انگریزی کیوں بولتے ہیں

گر کوڑہ میں دریا بند کرنا ہو تو تحقیقات لسانی کے بارہ میں یہہ (جو کل مضمون پر حاوی ہے) کر لینا کافی ہے کہ ”ہم جس طرح بات چیت کرتے ہیں کیوں کرتے ہیں“ — مطالعہ اسان بہ حیثیت نطق انسانی اور مطالعہ السنہ مختلفہ میں خاص مابہ الامتیاز یہہ ہے کہ مطالعہ لسان ہر جگہ واقعات تلاش نہیں کرتا بلکہ وجوہ واقعات دھونڈھتا ہے — ہم کیونکر بولتے ہیں یا ہمیں کیا بولنا چاہیئے یہہ نہیں پوچھتا بلکہ یہہ کہ کس وجہ سے ہمیں یوں بولنا چاہیئے — ان اسباب کی جستجو میں یہہ تاریخ انسانی کے واقعات کی تک جا پہنچتا اور فطرۃ اسان کی گہرائیوں میں غوطہ زنی کرتا ہے — تا کہ یہہ سوال

تحقیقات کے کل میدان پر حامي آجائے ضرورت ہے کہ اسے صورت بدل بدل کر پیش کیا جائے — بطور تمہید بحث ہم سب سے پہلے نہایت آسان زبان اور محدود معنی میں سوال کرتے ہیں کہ ہم انگریزی کو بطور مادری یا ملکی زبان کیوں بولتے ہیں؟ نطق انسانی کی بہت سی انواع و اقسام ہیں ان میں سے کسی کو کیوں نہیں بولتے؟ سوال تو سیدھا ہے مگر آئندہ کی ترقی اس کا صاف و صحیح جواب دینے پر منحصر ہے۔ اس کی بدولت بہت سے ناقص بلکہ غلط خیالات رفع ہو جائیں گے جو طالب عام انسانیت کی راہ کے خس و خاشاک بن کر مانع رفتار ہوتے ہیں *

ہم نے اپنی مادری زبان کیونکر سیکھی

عام جواب تو اتنا صاف ہے کہ بچانے کی بھی ضرورت نہیں — ہم انگریزی یوں بولتے ہیں کہ بچپن اور زمانہ نمو میں جو لوگ ہمارے گرد و پیش تھے انہوں نے سکھادی — یہہ ہماری مادری زبان ہے کیوں کہ ہماری ماؤں کے پیارے ہونٹوں سے یہی صدائیں نکلتی تھیں — ہماری ملکی زبان ہے اس لئے نہیں کہ ہم اسے ساتھ لیکر پیدا ہوئے تھے بلکہ اس لئے کہ ہم اُس ملک میں پیدا ہوئے جہاں کے باشندے اسے ہم سے پہلے بولتے تھے اور انہوں نے بھی اسے ایسے ہی سیکھا تھا جیسے کہ ہم نے — اس کی ایجاد ہمارے لئے نہیں آتھا رکھی گئی تھی کہ ہم اس مسئلہ کو حل کرتے کہ بات کیوں کر کریں — ہم نے اپنے باطنی ودائع کی مدد سے مظاہر پر غور کر کے دانستہ اپنے لئے زبان نہیں بنائی — فطری وجدان نے خیالات کی قطع برید کر کے اُن کے اظہار کے لئے موزوں و مناسب معادلات نہیں پیدا کیئے — بلکہ جیسے ہی ہمارے دماغ میں اس قدر پختگی آئی کہ وہ خیالات اور اُن کی علامات کو باہم مربوط کر سکے پہلے ہم نے گرد و پیش کی چیزوں اور آدمیوں کو اُن ناموں سے پہچاننا سیکھا جو مستعمل تھے اور پھر خود بھی انہیں کو بولنے لگے مثلاً ہم نے پہلے پہل ”ماں“ اور ”باپ“ کے لئے وہ لفظ سیکھے جو بچے استعمال

کرتے ہیں مگر ان کا تلفظ بدل دیا گیا تاکہ بچے ادا کرسکیں اور پھر ہم جیسے جیسے بڑے ہوتے گئے اور ہمارا اکتساب کچھ بلا واسطہ تعلیم سے اور کچھ تقلید سے روزانہ ترقی کرتا گیا ہمارے سر پرستوں نے اپنے خیالات میں اب ڈیپونٹ کی اور زبان میں سادگی پیدا کی تاکہ ہماری کمزور عقلیں انہیں سمجھ جائیں - وہ نہایت شوق سے ہر آواز پر جس پر ہم حاری ہوتے جاتے تھے کان لگائے رھتے تھے - ہماری بے انتہا غلطیوں کو درست کرتے اور جن باتوں کو ہم اچھی طرح نہ سمجھتے انہیں سمجھانے رھتے تھے - جب کبھی لفاظی اور عبارت آرائی کا شوق ہوا اور ہم نے تھوکر کھائی انہوں نے فوراً سنبھالا ، اور وہ آوازیں سکھادیں جو بچے بدقت ادا کرسکتے ہیں - ہر شخص کو جو تعلیم و تربیت دی گئی اس کی نوعیت و درجہ میں ایسا ہی فرق تھا جیسا کہ ہر شخص کی ضروریات یعنی خوراک لباس اور اخلاقی تعلیم وغیرہ کے لیئے جو انتظامات کیئے گئے انمیں تھا - جس طرح بعضوں کو بچپن میں مصیبتوں کا سامنا کرنا پڑتا ہے بھوکوں مرتے ، چہترے لگائے پھرتے ہیں ، ہدایا نکلی ہیں پھر بھی تھوڑی بہت خبر گیری کی جاتی ہے ورنہ جیتے کیونکر ، یہی حال زبان کا بھی ہے - بعضوں کو بہت کم اور بھدی تعلیم ملتی ہے مگر ابتدائی درجہ کی اتنی تعلیم تو ضرور مل جاتی ہے کہ بولنا سیکھے جائیں - نا موافق سے نا موافق حالات میں بھی ہماری عمر کے ابتدائی حصہ میں ہم میں سے ہر شخص کے گرد و پیش تھوڑی بہت ایسی گفتگو اور اس کے اسلوب ضرور موجود تھے اور ہمارے اکتساب سے ارفع اور ہماری دسترس سے بالا تھے - ہمارا اکتساب زبان اس وقت یہہ تھا کہ جیسی جیسی ہم میں قابلیت بڑھتی گئی ہم اس خزانہ میں سے لے لے کر قبضہ کرتے گئے - جیسی جیسی ہمارے دماغوں کی حرکت اور قوت فہم میں ترقی ہوئی اور ہماری معلومات میں اضافہ ہوا ، ہمارے خیالات و تصورات وہ صورت اختیار کرتے گئے جو ہمارے ماحول کے اشخاص کے خیالات و تصورات سے ملتی جلتی تھی اور ہم نے وہ اسمانے اشیاء استعمال کرنے

شروع کر دیئے جنہیں وہ استعمال کرتے تھے۔ مثلاً جب ہم نے رقیق، بے رنگ اور سفید چیزیں دیکھیں تو یقیناً کہہ کر ان کے خواص کا مطالعہ اور ان پر غور نہیں کیا کہ ان کے لیئے موزوں نام گھڑیں یہاں تو 'پانی' اور 'دودھ' پہلے ہی تراشے جا چکے تھے ہم بھی بھی بولنے لگے — وہ پانی جو گڑھوں میں بھرا یا سبز کناروں کے درمیان بھتا تھا اسے ہم نے حالات کے لحاظ اور اپنے معلم کی تعلیم کو ترجیح دینے کی وجہ سے 'ندی'، 'نالا'، 'تالاب'، 'بھنا' شروع کر دیا — فاصلہ پر نیلگوں سطح مرتفع نظر آتی تھی یا پاس ہی کھڑی آسمان سے بانیں گر رہی تھی، اس نے ہماری توجہ کو جذب کیا اور ہمارے منہ سے بے ساختہ نکلا کہ یہ کیا ہے، جواب ملا 'پہاڑ' یا 'پہاڑی' اس جواب نے ہمارے خزانہ لغات میں اضافہ کیا، اسی طرح اس سے پہلے بھی بہت سے اضافات ہوئے تھے — ظاہر اور محسوس اشیاء کے ناموں کے ساتھ ساتھ ہم نے ان کی وہ تقسیم و تفریق بھی سیکھ لی جس کو زبان تسلیم کرتی ہے — ہمیں ندی اور نالہ، پہاڑ اور پہاڑی، درخت اور جھاڑی، بیل اور بودے وغیرہ کے فرق کی تمیز ہو گئی — اسی طرح بہت سے کام جو ہم کرتے ہیں ان میں سے چند کو خاص خاص ناموں سے مخصوص کرنا بھی آگیا مثلاً بہت کچھ گھڑیاں جھڑیاں کھا کر ہم بالکل بچہ ہی تھے کہ سمجھنے لگے کہ چیتنے، مارنے، دھکا دینے، لات مارنے، کاٹنے اور بہت سی ان شرارتوں میں، جو بچپن کا مقتضا ہیں اور ان بچوں سے بھی سرزد ہوتی ہیں جن کی تعلیم کی بہت نگرانی کی جاتی ہے کیا، فرق ہے۔ معلوم نہیں کہ کسی قسم کی مدد نہ ملنے کے باعث ہماری دماغی کیفیات کب تک واہمہ کے لیئے ایک غیر سمیز و معین دفتر پر مشتمل رہیں گی۔ دھی ہیں لیکن ہم کو بہت جلد ہی امداد مل گئی۔ اگر ہم نے ان میں سے چند کو اوروں سے الگ کر لیا اور موزوں ناموں سے پہچان لیا مثلاً ایک پرجوش احساس تشفی و تعلق کا اظہار لفظ 'محبت' سے کرایا گیا اور اس سے ادنیٰ تر احساس کے لیئے لفظ 'پسند' اور ان دونوں کی نقیض کے لیئے لفظ 'نفرت'، سکھایا گیا — اس سے پہلے کہ ہم اس قابل ہوں

کہ اشیاء کے مالہ و ماعلیہ پر غور کرنے سے 'سچ' اور 'جھوٹ'، 'بھلائی' اور 'برائی' کا تصور پیدا ہو نہایت احتیاط سے یہہ لفظ ہمارے سامنے رکھنے گئے اور اُن کے صحیح معنی جز و تویخ یا اس سے بھی زیادہ ناگوار طریقہ سے سمجھا دئے گئے — یہی نہیں ہوا کہ اس طرح سے ہمیں اپنے نفس اور اس دنیا کو جس میں ہم پھنسے ہوئے تھے پہچاننے میں مدد دی گئی ہو بلکہ فوراً اُن چیزوں سے بھی ہمارا تعارف شروع کر دیا گیا جو ہماری پہنچ سے باہر تھیں بہت سی اشیاء و مقامات و حیوانات کے نام جنکو ہم نے نہ جب دیکھا تھا اور نہ آج تک دیکھا ہے محض سنکر یا پڑھکر سیکھ لیتے اور تعلیم بلا واسطہ کے طفیل ہم نے کچھ مخصوص باتیں بھی منسوب کر دیں مثلاً ہم جانتے ہیں کہ انگلستان ایک ملک ہے اور خاص خاص اوصاف کی بناء پر اور ملکوں سے الگ ہے لیکن اس غرض کے لیئے نہ تو ہم نے کبھی سمندر پار کیا اور نہ اس سے پرے جو جزیرہ ہے اس کے کنارے کنارے کشتی میں گھومتے پھرے اور طرفہ یہہ ہے کہ جن ملکوں سے ہم اسے جداگانہ تصور کرتے ہیں انہیں بھی کبھی آنکھ سے نہیں دیکھا — انگلستان سے سننے اور پڑھنے سے واقف ہوئے تھے ان سے بھی سننے اور پڑھنے ہی سے واقفیت ہوئی *

اس قدر مثالیں کافی ہیں — اُن سے صاف صاف ظاہر ہے کہ یہ سب زبان ہماری بہت ہی ابتدائی زمانہ کی تعلیم و تربیت کا ایک حصہ رہا — ہم نے اپنی زبان یا اسکا کوئی حصہ خود نہیں گھڑا — نہ تو جڑ جیسا کہ خیال ہے، دماغی کیفیات اور تعلقات کا اس لیئے انتخاب کیا کہ اُن کے الگ الگ نام دیئے گئے اور نہ اُن میں فرق و تمیز پیدا کرنے کے لیئے الگ الگ نام دیئے گئے۔ جو کچھ ہمارے معلموں نے سامنے لا رکھا اس میں سے جتنا ہم سے لیا گیا لے لیا اور جہاں تک بن پڑا کام میں لائے — نہ تو کسی نے حوصلہ بڑھایا اور نہ اجازت دی کہ ہم جس طرح چاہیں بولیں بلکہ خود ہمیں بھی نہ سوجھی کہ ہم اردو

کی تقلید کیوں کرتے ہیں — ہماری غرض یہ تھی کہ جن لوگوں میں
 قسمت نے لافالہ ہے اُن سے مبادلہ خیالات ہو ، اپنی سمجھا دیں اور اُن
 کی سمجھ لیں — اس مدعا کے حصول کے لیئے ہمیں جیسے وہ غور و فکر
 کرتے اور بولتے تھے ویسے ہی غور و فکر کرنا اور بولنا پڑا ، اور ہم نے اسی پر
 قناعت کی — ہم نے کبھی ادھر توجہ ہی نہیں کی کہ کدوں فلاں فلاں
 مجموعۂ اصوات سے فلاں خیال موسوم کیا گیا ، ہم تو اتنا ہی جانتے
 یا جاننا چاہتے تھے کہ اور لوگ بھی فلاں خیال کو فلاں مجموعۂ اصوات
 سے ظاہر کرتے ہیں یا نہیں — مثلاً یہہ امر ہمارے نزدیک قطعی ہے
 معنی نہا کہ لفظ ”پہار“ کا مادہ کیا ہے ، اسے ہم نے کہیں سے مستعار لیا ہے
 یا مرور ایام نے ہمارے ہی لفظ کی صورت مسخ کر دی اور ”پہاڑی“
 میں ’ی‘ بڑھا کر جو تغیر بنالی گئی یہہ کس اصول کے مطابق ہے — ہم نے
 الفاظ اور مدلول الفاظ کے درمیان کبھی کوئی حقیقی تعلق تسلیم ہی نہیں کیا ،
 جو کچھ ہم نے تسلیم کیا وہ یہہ ہے کہ ہمارے ذہن نے گرد و پیش کے اشخاص
 کی ہدایت اور تقلید کی وجہ سے اشیاء اور مدلول اشیاء میں ایک خود
 ساختہ انتساب پیدا کر دیا جب ذرا بڑے ہوئے اردل میں کبھی خیال آیا کہ
 فلاں لفظ کے یہہ معنی کیوں اور وہ کدوں نہیں تو ایک حیرت سی ہوئی
 لیکن معاملہ محض حیرت ہی حیرت تک رہا — ایسا کبھی نہیں ہوا کہ اگر
 کسی لفظ کے معنی کی وجہ نہ معلوم ہوسکی یا معلوم ہو گئی اور ہیچ
 و ناکافی ہوئی تو ہم نے اس بناء پر اُس لفظ ہی کو ترک کر دیا ہو —
 ہر لفظ محض ایک علامت تھا اور یہہ علامت اصول و قواعد کی قید
 سے آزاد اور رسم و رواج کی زنجیروں میں جکڑی ہوئی تھی — قید اصول
 و قواعد سے آزاد اس لیئے کہ ہزاروں لفظوں میں سے ہر لفظ اسی طرح
 آسانی سے سیکھا جاسکتا تھا اور جو خیال چاہتے اس سے منسوب کرسکتے
 تھے ، لیکن اس کام کو ہم نے کسی اصول و قاعدہ کے مطابق نہیں کیا ،
 رسم و رواج کی زنجیر میں جکڑا ہوا اس لئے کہ جس لفظ کو ہم نے
 سیکھا اس کے سیکھنے کی محض یہہ وجہ تھی کہ جس جماعت کا ہم
 جزو تھے اُس نے اسے سند رواج و قبول عطا کر رکھی تھی

یہ اظہار من الشمس ہے کہ نسل و خون کو ہمارے زبان کی
 زمین و تشخص سے کوئی بلا واسطہ تعلق نہ تھا — انگریزی حسب
 بنسب کی وجہ سے ہم ہرگز انگریزی نہیں بول سکتے تھے۔ آب و اجداد سے قطع
 نظر اگر ہمارے گرد و پیش کے لوگ بچائے water (پانی) اور milk (دودھ)
 کے wasser and milch or eau and lait or hüdör and gala بولتے تو ہم بھی یہی الفاظ بولنے کے عادی ہوتے — ایسے ہی جو والدین
 گزرز مند ہیں کہ اُن کے بچے جیسے جیسے بڑے ہوتے جائیں ویسے ہی
 ویسے شائستہ اور قابل ہوں، وہ اپنے بچوں کو فرانسیسی نرسوں کے حوالہ
 کر دیتے اور اس کی احتیاط کرتے ہیں کہ اُن کے سامنے انگریزی نہ بولی جائے۔
 اب اگر اُن کی رگوں میں برطانیہ بھر کے انگریزوں کا خون بہر دیا جائے
 تو بھی وہ بچے پہلے پہل فرانسیسی ہی بولیں گے گویا اُن کی مادری
 زبان فرانسیسی ہی ہے — اسی طرح فرض کر لو ایک جہاز غرق ہو گیا
 اور موجودوں نے ایک جیٹا بچہ ماں کی گود سے چھین کر ساحل پر
 پھینک دیا، اب یہ بچہ اُن لوگوں کی زبان سیکھے اور بولے گا جن
 لوگوں نے اُس کی پرورش کی ہے — بھولے سے بھی طبعی
 اور آباؤ اجداد کی زبان کا کوئی لفظ منہ سے نہ نکلے گا کہ پتہ لگے کہ اُس
 کا وطن کونسا ہے — جس بچے کے ماں اور باپ کے ملکوں کی زبان
 الگ الگ ہے وہ بچہ دونوں زبانوں میں سے اُس ملک کی زبان سیکھتا ہے
 جس کی وہ دونوں سکھانا چاہیں اور جس ماحول میں وہ رہا ہے یا
 دونوں کی زبانیں بے تکلف سیکھتا اور بولتا ہے اور اُسے تمیز نہیں ہوتی
 کہ میری مادری زبان کونسی ہے — افریقیوں کے وہ گروہ جنہیں امریکی
 پملا لے گئے ہیں ایک ہی پشت میں اپنے کانگو (Congo) اور مینڈی
 (Mendi) کو بیٹھتے اور ایک گنوارو بولی سیکھ جاتے ہیں جو اُن کے آقاؤں
 اور ہم پیشہ غلاموں کے درمیان آلہ اظہار خیالات بن جاتی ہے — ہزاروں
 غیر ملکی سواحل امریکا پر نئے وطن کی تلاش میں پہنچتے اور اپنی لڑنی
 زبانیں ساتھ لائے ہیں — یہ چند ہی روز میں غائب ہو جاتی ہیں
 اور اگر باقی رہتے ہیں تو وہیں جہاں کسی بولی کے بولنے والے ایک ہی

جگہ آباد ہیں — انٹرلینڈ کے کسان جب کہ وہ نوآباد انگریزوں سے ملتے جلتے اور تعداد میں ان سے کم ہوتے ہیں ، انگریزی طرز حکومت کے تابع ہوتے ہیں ، بھلائی اور برائی ہر معاملہ میں ان پر اعلیٰ تر انگریزی تہذیب کا پورا پورا اثر پڑتا ہے اور حقیقت فلاح و جہالت سے بغیر انگریزی زبان پر قادر ہوئے نہیں نکل سکتے تو رفتہ رفتہ اپنی سیلتی (Celtic) بھول جاتے اور حکمران و تربیت یافتہ طبقہ کی زبان اختیار کر لیتے ہیں * مجھے اعتماد کامل ہے کہ کوئی شخص اس کے تسلیم کرنے میں پس و پیش نہ کریگا کہ تحصیل مادری زبان کے طریق کا یہہ بیان صحیح ہے — ہر شخص اس کو مانگا ہے کہ زبان سے بہت بڑا فائدہ یہہ ہے کہ اس میں وہ جزائن ، حقائق و علوم پوشیدہ ہیں جو ہر پشت نے حاصل کیئے ہیں یا جن تک اس کی رسائی ہوئی ہے اور اس کی رسالت سے وہ آئندہ نسلوں کے سپرد کیئے جا سکتے ہیں — اس کی اصلا حاجت نہیں کہ ہر شخص بذات خود دنیا کا مطالعہ کرے تاکہ وہ اشیاء کو بلحاظ اوصاف و تعلقات تقسیم کر کے ان کے لیئے نام تراشے ، ہمارے پیشرو یہہ کام کرچکے اور اب ہم ان کی مساعی سے مستفیض ہوتے ہیں — یہہ تو ابوالبشر کا کام تھا کہ جب کوئی چرند مرغزاروں میں چرتا یا پرند ہوا میں اڑتا نظر آئے تو سوچے کہ اسے کیا کہے ، ہر ذی روح مخلوق کو اُس نے جس لفظ سے موسوم کیا وہی اُس کا نام پڑ گیا جس کا استعمال صرف اسی کی ذات تک محدود نہ رہا ، بلکہ اس کا کنبہ اور اولاد بھی ہر چیز کے لئے اسی نام کے بولنے پر قانع ہو گئے جو ان کے باپ نے استعمال کیا تھا *

مگر اب تک تحصیل زبان کا جتنا حال بیان کیا گیا یہہ جزوی اور ناقص ہے *

ہر شخص کی انگریزی ایک مخصوص ہیئت رکھتی ہے اول تو یہہ کہ جس انگریزی کو ہم نے اس طرح سیکھا وہ اُس خاص شکل یا مقام سے وابستہ ہے جس کو ہمارے معلم یا جن کی ہم تقلید کرتے تھے ، بولتے تھے — یہہ بالکل قرین قیاس ہے کہ پیدائش کے وقت سے

ایک شخص ایسے ہی لوگوں میں رہا ہو جن کی گفتگو بالکل معیار کامل کے مطابق ہو یہ بھی اگر وہ کوئی ایسی بات سیکھ جائے جو نکسال باہر اور مسلمہ انگریزی کے خلاف ہو تو یہہ اُسی کا قصور ہے ، لیکن ایسی مثالیں 'الشاد کالمعدوم' کی مصداق ہیں - اس سے قطع نظر کہ بہت کم لوگ اس مسئلہ پر متفق ہیں کہ انگلستان اور امریکا میں کس کے معادرات اعتراض سے ارفع ہیں

اس میں شک کو بہت کم گنجائش ہے کہ دونوں مقامات کے باشندوں میں چند ہی ایسے ہیں جو معادرات کو صحیح صحیح جانتے اور بولتے ہیں - ایسے لوگ شاد و نادر ہی ہیں کہ جن پر بچپن میں مقامی زبان کا ، ان دھقانی معادرات کا جو ان کے طبقہ یا پیشہ سے مخصوص ہیں ، حتیٰ کہ ان لوگوں کا جنہوں نے ان پر اسرار زبان منکشف کئے رنگ نہ چڑھا ہو - اب اس کا ظہور خواہ تلفظ کے بھوندے پن یعنی خاص خاص الفاظ کے طرز ادا یا لب و لہجہ سے ہو خواہ خلاف قواعد جملوں اور ناموزوں تراکیب سے ہو، خواہ اس قسم کے تکیہ کلام مثلاً 'سمجھے' ، آپ جانئے وغیرہ ، سے ہو، خواہ ایسے روز مرہ سے ہو جو شائستہ و عمدہ صحبتوں میں منہ سے نہ نکلنا چاہیئے ، اور خواہ ایسے الفاظ سے ہو جو کسی بولی میں مروج ہیں مگر زبان انہیں تسلیم نہیں کرتی - یہہ سب عیوب یا انہیں سے کوئی ایک یا ان سے ملتے ہوئے عیوب ہم اپنی زبان کے ساتھ ساتھ سیکھ لیتے ہیں اور ہمیں نیک و بد کی تمیز بھی نہیں ہوتی - ہم تم جانتے اور افسوس بھی کرتے ہیں کہ اکثر غلطیوں اور عیوب اس طرح ہمارے ذہن میں گہر کر لیتے، اور ہماری طرز ادائے خیالات کا ایسا جزو بن جاتے ہیں کہ بڑے ہو کر ہزار احتیاط کریں یا سمجھایا جائے مگر وہ نہیں چہتے - افسوس کہ بہت سے تعلیم یافتہ اور قابل اشخاص ایسے ملتے ہیں جن سے عمر بھر ایسی باتیں ظاہر ہوتی رہتی ہیں کہ جن سے پتہ چلتا ہے کہ ان کی بچپن کی تعلیم و تربیت ناقص و خراب تھی - عادات کا زبان پر بھی اتنا ہی اثر پڑتا ہے جتنا کہ امر بہت ہی باتوں کا جن کو ہم حاصل کرتے اور جن پر عمل کرتے رہتے ہیں -

صرف بھی سچ نہیں ہے کہ جس نے ایک دفعہ انگریزی اچھی طرح سیکھ لی پھر وہ اس قابل نہیں رہتا کہ کسی غیر زبان کو ایسا سیکھ سکے کہ گفتگو میں اہل زبان کی سی سہولت، صحت اور فصاحت ہو بلکہ یہ بھی سچ ہے کہ اگر خراب انگریزی کسی کے دگ وپے میں سرایت کر جائے تو پھر لاکھ کوشش کیوں نہ کرے مگر اپنی مادری زبان کے مقبول و مستند معیار تک نہ پہنچ سکے گا — مگر ایسے زبردست اور کثیر اسباب بھی ہیں کہ جو مقامی خصوصیات اور شخصی اغلاط کو دہا دیتے اور بیخ و بن سے اکھاڑ ڈالتے ہیں — ان میں سے سب سے زیادہ اثر مدرسہ کی تعلیم کا ہے — ہماری تعلیم کا یہہ اہم جزو قرار دیا گیا ہے کہ صحیح صحیح زبان بولیں اور لکھیں — قابل اور دیانتدار معلم اپنے شاگرد کو پڑھنا، بولنا، فکریں کو منہ سے ادا کرنا اور قلم سے لکھنا اس طریقے سے سکھاتا ہے کہ جس کو ہر جگہ کے اچھے تعلیم یافتہ پسند کرتے ہیں۔ باہمی صحبتیں بھی کچھ کم ذریعہ تربیت نہیں ہیں اور ان کا اثر بھی دیر پا ہوتا ہے — جب تک ہم جیتے ہیں ایسے اشخاص کی صحبت سے جو صحیح بولتے ہیں ہماری غلطیاں ہمیں معلوم ہوتی رہتی ہیں اور انکو درست کرنے کی تھریص ہوتی اور تعلیم ملتی رہتی ہے — پڑھنا، جو در حقیقت اس قسم کی صحبت کی بدلی ہوئی صورت ہے، مستند اساتذہ کے کلام کا مطالعہ اور مختلف قسم کے علمی ذوق بھی اس میں مدد دیتے ہیں۔ طالب علم بننے اور اپنے سے بہتر بولنے والوں کی تقلید کرنے سے ہماری گفتگو جیسی پہلے تھی اس سے ترقی کرتی اور کمال کو پہنچتی ہے — جو شخص دل و جان سے مادری زبان کی تکمیل پر مائل ہے وہ کامیاب ہوئے رہے گا خواہ اس کی بچپن کی تعلیم کسی ہی ناگھص کیوں نہ ہو۔

جیسے وہ ایک غیز زبان مثلاً جرمن اور فرانسیسی وغیرہ میں موافق ذاتی استعداد، محنت اور مدت مطالعہ کے لحاظ سے کچھ نہ کچھ کمال حاصل کر لیتا ویسے ہی مادری زبان میں بھی ضرور کرے گا

ھر شخص کی انگریزی کی حد و غایت

جو طریق ھائے تربیت و تعلیم لوپر بیان کیئے گئے ھیں اگرچہ ان سے بالعموم کلام میں صحت و سہولت پیدا ھو جاتی ھے لیکن اس سے انگریزی کے تمام اصناف پر ھمہ گیر قدرت نہیں حاصل ھوتی۔ یہہ کوئی عظیم الشان غیر منقسم اور مفرد شے نہیں کہ جسے یا تو تمام و کمال سیکھ سکیں یا بالکل نہ سیکھ سکیں — یہہ ایک مجموعۂ افراد ھے اور ھر شخص اس میں سے کم و بیش بقدر ذرائع و استعداد حاصل کر لیتا ھے مثلاً بچہ جن الفاظ کے استعمال کرنے کی قوت حاصل کرتا ھے ان کی تعداد قلیل ھوتی ھے۔ اس کا اقتساب گفتگو کے نہایت ہی ضروری اجزاء پر موقوف و منحصر ھوتا ھے یعنی معمولی معمولی چیزوں کے نام، پیش یا افادہ خیالات اور سیدھے سادے تعلقات — بچے سے چند قسم کے محدود معاملات ہی پر گفتگو کی جا سکتی ھے — جو کتاب خاص طور سے اس کے لیئے نہ لکھی گئی ھو اس کا جزو اعظم وہ سمجھتا ہی نہیں کیوں کہ ابھی تک اس نے اظہار خیالات کے لیئے جو علامات اس میں نہ لکھی ھیں وہ سیکھی ہی نہیں — ان علامات کا ایسی علامات میں توجیہ کیا جانا ضروری ھے جو اُسے آتی ھیں ورنہ اُن خیالات تک اس کی عقل کی رسائی نہ ھوگی کیونکہ جو بات بقائی جارہی ھے وہ اس کے دائرہ علم سے خارج ھے۔ لیکن اس لحاظ سے تو ھمہ تم سبھی بچے ھیں، وہ کون ھے جو اپنی مادری زبان کی تکمیل کرچکا اور دعویٰ کر سکتا ھے کہ میں نے میدان مار لیا۔ انگریزی لغات میں ایک لکھ الفاظ ھیں اور یہہ بھی ایک بڑی تعداد سے انتخاب کیئے گئے ھیں — اگر وہ تمام علامات خیال (الفاظ) جو ھمارے اسلاف نے برتی ھیں اور جو اب موجود ھیں اکٹھا کی جائیں، اگر تمام متروک لفظ، اصطلاحات، صنعت و حرفت اور بولیوں کے وہ لفظ جو انگریزی کے لفظ نہیں ھیں اور کسی مروجہ زبان سے منسوب ہی نہیں کیئے جاسکتے سب یک جا کیئے جائیں، تو مذکورہ تعداد بہت بڑھ

جائیگی — اس کثیر تعداد میں سے صرف تین ہزار سے پانچ ہزار تک لفظ ایسے ہیں جو معمولی اعراض کے حصول کے لیئے کافی ہیں —

مکھن عام آدمیوں کی اعراض نہیں بلکہ نہایت تعلیم یافتہ اشخاص کی اعراض اس سے پوری ہوسکتی ہیں — انگریزی بولنے والی جماعت کا ایک بڑا حصہ، جس میں ان بڑے اور جاہل بھی شامل ہیں، تین ہزار الفاظ سے بھی کام نہیں لیتا۔ یہ تو بچوں کی طرح صرف وہی لفظ جو معمولی سے معمولی اور سیدھے سادے خیالات کی علامات ہیں استعمال کرتا ہے — اس ذرا سے سرمایہ میں ہر حرفہ والا خواہ وہ جاہل ہی ہو اپنے پیشہ کی اصطلاحات مثلاً اورادوں، طریق کار اور اس کے تقابض وغیرہ کے نام کا بھی اضافہ کر دیتا ہے جنہیں وہ روزانہ تجربہ کی بناء پر جانتا ہے، لیکن وہ لوگ جو اس کے ہم پیشہ نہیں ہیں ان سے ناواقف ہیں۔

جاہل سے جاہل پیشہ ور بھی بہت سے معاملات پر ایسی گفتگو کرسکتا ہے جس کا ایک لفظ بھی تسہاری سمجھ میں نہیں آسکتا — مذکورہ لکھ لفظوں کی فہرست ایسی ہی اصطلاحات سے بھری پڑی ہے۔ حرکت اور صنعت اور سائنس کے ہر شعبہ کی بولی الگ الگ ہے اور اس کو وہی خوب سمجھتے ہیں جنہوں نے اس میں کمال پیدا کیا ہے —

مقاضائے حیات یہ ہے کہ ہر باخبر اور تعلیم یافتہ شخص کو خاص خاص شعبوں میں دسترس ہو اور حسب ضرورت ان کی زبان بھی آئے لیکن وہ شخص بلاشبہ عجوبہ روزگار ہے جس نے ان سب کی زبانوں پر قدرت کامل حاصل کر لی ہو — کون ہے وہ جس کو مروجہ لغات کے ہر صفحہ پر چند لفظ ایسے نہیں ملتے جن سے وہ ناواقف نہیں، جن کو اُسے سمجھانے کے لیئے تشریح کی ضرورت نہیں، اور جن کا محل استعمال اُسے تھیک تھیک آتا ہے — اور یہ نہ سمجھو کہ یہ حال مکھن اصطلاحات ہی کے بارے میں ہے، بہت سے لفظ یا ان کے معنی ایسے ہیں جو اب عام طور سے نہیں بولے یا لکے جاتے، یا پرانے یا عنقریب ترک کیئے جاتے والے ہیں۔ لیکن باوجود اُسکے

انکو مروجہ انگریزی کی محفل میں جگہ دینے سے انکار نہیں کیا جاسکتا۔ بہت سی چیزیں ایسی ہیں جن پر معمولی لوگوں یا ایک پوری کی پوری جماعت کی نظر نہیں پڑتی چنانچہ ان کے ناموں سے جب انہیں سابقہ پڑتا ہے تو وہ ان سے صحیح صحیح خیال منسوب کرنے سے عاجز ہوتے ہیں۔ بہت سے تصورات و احساسات وغیرہ بہتوں کے آئینہ دل پر کبھی منطبع ہی نہیں ہونے چنانچہ ان کے اظہار کا نہ تو انہیں موقع ہی پیش آیا اور نہ وہ ان کے ظاہر کرنے ہی پر قدرت رکھتے ہیں۔ خیال کے ہر شعبہ میں سدھا قسم کے فرق ہیں انکی تفریق اور ان کا تسمیہ ہر شخص کو نہیں آتا اسپر طرہ یہ کہ ایک ہی بات کے اظہار کے لیئے کئی کئی اسالیب ہیں اور ہر شخص ان پر قادر نہیں۔ ایک مصنف و مقرر کے سامنے ہر قسم کے لفظ ہاتھ باندھے کھڑے رہتے ہیں اور اسکے پاس اظہار خیالات کے لیئے طرح طرح کے مرکبات ناقص ہیں وہ ان کا گلدستہ سجا کر ہمارے سامنے رکھ دیتا اور مشام جان کو معطر کر دیتا ہے اس کا لفظ لفظ بے تکلف سمجھ میں آتا ہے ہر خلاف اس کے ایک اور صاحب ہیں جو علم و فضل اور دور بینی میں تو اس کے ہم پلہ ہیں مگر لفظ نہیں سوجھتے اور طرز بیان بھونڈا ہے، وہ اپنے خیالات بے تھنگے پن سے پیش کرتے ہیں اور عبارت غیر مربوط ہوتی ہے۔ ان کا مطلب تو سمجھ میں آتا ہے لیکن دماغ سوزی اور جگر خراشی کرنی پڑتی ہے۔ اگرچہ یہ بزرگ اوروں کا کہا سب سمجھتے ہیں مگر ان کی نسبت یہ کہنا کہ زبان پر حاوی ہیں غلط ہے۔ ان کا حال غیر زبان کے اس طالب علم کا سا ہے جو اس کا ترجمہ باسانی کر لیتا ہے لیکن اُس زبان میں گفتگو کا موقع آئے تو روانی مفقود ہو جاتی ہے۔ اس مثال سے بخوبی سمجھ میں آگیا ہوگا کہ معادرات کیونکر مختلف اشخاص کی اکتسابی قابلیت اور فطری ودیعت کا فرق عیاں کرتے ہیں۔ جیسے دو آدمی ایک ہی خدوخال کے ملنے دشوار ہیں ویسے ہی دو آدمی ایسے بھی نہیں مل سکتے جن کو زبان پر بالکل برابر کا عبور ہو •

ہر شخص کی انگریزی کے الفاظ کے معنی مخصوص ہیں

ایک بات اور سٹے ! کسی زبان کے سب بولنے والے کسی ایک لفظ کے بھی ایک ہی معنی نہیں لیتے — ہم لفظوں کا مفہوم یا تو اُن کی تعریف سے سمجھتے ہیں یا جن مواقع پر بولے جاتے ہیں اُن سے اخذ کرتے ہیں۔ تعریف میں تو یہ دقت ہے کہ یہ نہ تو آج تک درست و کامل ہوئی ہے اور نہ کبھی ہوگی اور اخذ و استنباط کی یہ صورت ہے کہ اُس میں غلطی کا کھٹکا لگا ہوا ہے — سب جانتے ہیں کہ بچہ ہمیشہ لفظوں کے معنی سمجھنے میں دھوکا کھا جاتے اور اُن کا غلط استعمال کیا کرتے ہیں — جب تک تحصیل زبان ترقی نہیں کرتی بچہ ہر شخص کو ”ابا“ ہی کہتا ہے ، لفظ ”آسان“، سیکھ لیا تو چھت کو بھی آسان ہی کہنے لگا — اسکے نزدیک ”گدھے“ اور ”خچر“ دونوں کو ”گھوڑا“، کہنا درست ہے اور یہ کوئی خلاف بات بھی نہیں کیونکہ جن جانوروں کے لیئے وہ ”گدھا“، استعمال کرتا ہے اُن کی شکلیں آپس میں اس قدر مشابہ نہیں ہیں جتنی کہ گھوڑے گدھے اور خچر کی — جب تک تحصیل زبان جاری ہے اُس قسم کی غلطیوں کا کھٹکا لگا ہوا ہے۔ لفظ خیالات کا من و عن نمونہ تو ہیں ہی نہیں وہ تو فقط اُن کی علامات ہیں جن کا مفہوم حتی الامکان سمجھ میں آتا ہے اور پھر ایک دماغ دوسرے دماغ سے اُس قسم کا ربط و تعلق بھی تو نہیں پیدا کرسکتا کہ جن کیفیات کا مورد ایک ہو بالکل انہیں کیفیات کا دوسرا، اور جو اُسے سوچنے بالکل دھی اُسے — فقرات مجسمات خیالات تو ہیں ہی نہیں جن کا عکس ایک مصفا آئنے میں پڑھا ہے اور نہ وہ فوٹو کی تصویریں ہیں کہ جن میں صرف رنگ بھر نے کی ضرورت ہے، وہ تو ناقص اور ادھورے نقش ہیں جن کے خطوط صرف اتنے ہی ہیں کہ جس کے سامنے پیش کیئے جائیں وہ جو منظر مقصود ہے اُسے سمجھ سکے اور جو کچھ باقی رہ گیا ہے اُسے پورا کر کے ایک مکمل تصویر بنالے — اب رہا تکمیل کا

مسئلہ سو کوئی سی بھی دو طبیعتیں کہی کوئی ایسی تصویر نہ تیار کریں گی جو ایک دوسرے سے من و عن ملتی ہو یا بالکل اصل کے مطابق ہو *

مختلف اقسام کے الفاظ کے مختلف معانی کے درجات بھی جداگاہ ہیں — اگرچہ مدرک بالحواس اشیاء کے ناموں کے مفہوم سمجھنے اور بولنے میں کسی سخت غلطی کا اندیشہ کم ہے تاہم کچھ کم اختلاف کی گنجائش نہیں کیونکہ جس کا عام برہا ہوا یا تخیل عمدہ ہے وہ اس خیال میں، جو کسی شے کے نام سے دل میں پیدا ہوتا ہے، وہ جادو پھر دیتا ہے جو دوسرے کے امکان ہی سے خارج ہے — مثلاً دو آدمی لفظ ”سورج“ بولتے ہیں، اس کے معنی بھی دونوں سمجھتے ہیں لیکن ایک کے نزدیک تو یہہ محض ایک گرم اور روشن گولا ہے جو ہر روز صبح آسمان پر نمودار ہوتا اور شام کو غائب ہو جاتا ہے، لیکن دوسرے کی زبان پر جب اس کا نام آجاتا ہے تو فوراً اُس کا خیال اس جانب متبادر ہوتا ہے کہ سائنس نے اس عظیم الشان روشن شے کے بارہ میں کیا کیا بتایا اور زمین پر اس کا کیا کیا اثر پڑتا ہے۔ اسی طرح بہت سے آدمیوں کے سامنے لفظ ”پیکن“ بولا گیا اور سبہوں نے اسے سمجھ لیا، لیکن ان میں سے بعض تو صرف اتنا ہی جانتے ہیں کہ یہہ ایشیا کے ایک بہت بڑے شہر کا نام ہے جو چین کا دارالسلطنت ہے، بعض نے ملک چین کی عادات و رسوم کا مطالعہ کیا ہے، وہاں کے مناظر، عمارات، لباس اور حرمت کی تصویریں دیکھی ہیں انہیں اس لفظ سے جو تصور پیدا ہوتا ہے اُسکے ساتھ ساتھ کچھ، وہاں کی کیفیات کا بھی خیال آتا ہے — ان ہی میں ایک شخص ایسا ہے جو وہاں گیا بھی ہے اُس کے کان میں اس لفظ کی آواز پڑتے ہی سیکڑوں باتوں کی یاد تازہ ہو گئی، اُس کی چشم تصور کے سامنے جو تصویر آتی ہے وہ حقیقی رنگوں سے بنائی گئی ہے۔ مجھے اعتماد کامل ہے کہ رنگ کا جو اثر میری قوت ادراک پر پڑتا ہے وہی میرے دوست کی قوت ادراک پر بھی پڑتا ہے اور جب ہم دونوں

الفاظ 'لال'، اور 'نیلا' بولتے ہیں تو ہمارا مقصود واحد ہوتا ہے مگر اس صورت میں بھی اس کا امکان ہے کہ ہم دونوں میں سے کوئی عی اللون (colour blind) ہو اور ان الفاظ سے ایک ان رنگوں کو جتنا گہرا یا ہلکا سمجھتا ہے دوسرا نہ سمجھتا ہو۔ اسی طرح زبان کے ہر جزو پر متکلم کی شخصیت کا اثر پڑتا ہے اور سب سے زیادہ ان معاملات میں جن کا تعلق ہر شخص کے تعقل ذاتی یا فہم موضوعی (subjective apprehension) سے ہے مثلاً عیاش، معلوب الغضب اور ظالم، فلسفی اور نیک مزاج جب 'محبت' یا 'نفرت' بولتے ہیں تو ہرگز ان کا مقصود ایک ہی قسم کا نہیں ہوتا۔ ہماری زبان میں جو لفظ روز مرہ بولے جاتے ہیں اگر بولنے والوں سے کوئی کہے کہ ان کی تعریف کیجئے تو بہت سے نصف تعداد کی بھی ایسی تعریف نہ کر سکیں گے جو انہیں الفاظ کی اوروں کی تعریف سے ملتی ہوئی ہو، کون نہیں جانتا کہ اکثر لفظی بحثیں ہوا کرتی ہیں جن کا مدار محض معانی الفاظ پر ہوتا ہے اور یہہ جھگڑے ختم ہونے نہیں آتے۔

مذکورہ بالا سے اس کی صراحت ہوتی ہے کہ اگر ہم یہہ دعویٰ کریں کہ اگرچہ ہم سب بولتے تو انگریزی ہی ہیں لیکن ہم میں سے دو کی انگریزی بھی من وعن یکساں نہیں یعنی اس کی شکل الگ ہے، اس کی وسعت الگ ہے اور اس کے معنی الگ ہیں تو یہہ مبالغہ نہ ہوگا *۔

انگریزی زبان کیا ہے اور اسکی ہستی کیسے قائم ہے

اچھا تو پھر انگریزی زبان ہے کیا؟ اس کا جواب ہم دیتے ہیں۔ یہہ ایک بہت بڑا مجموعہ ہے منہہ سے ادا کی ہوئی علامات خیالات (الفاظ) کا جن کو ایک بڑی جماعت نے تسلیم کر لیا ہے اور جو اس میں رائج ہیں۔ اس جماعت کو ہم انگریزی بولنے والی جماعت کہتے ہیں اور اس میں باشندگان امریکا اور کثیر تعداد ساکنان، برطانیہ اعظم مع ان لوگوں کے جو دنیا کے اور حصوں میں آباد ہیں

لہٰذا گفتگو ان ہی کی سی کرتے ہیں شامل ہیں — یہہ حاصل جمع ہے اس جماعت کے ، مختلف افراد کی زبانوں کا یا یوں کہتے کہ اوسط ہے کیونکہ ہر شخص بعض باتیں ایسی یا اس طریقے سے کہتا ہے جو انگریزی کے اعلیٰ معیار پر پوری نہیں اترتیں — یہہ مذکورہ مجموعہ کا وہ حصہ ہے جسے کلیر تعداد استعمال کرتی ہے لیکن یہہ کثرت محض شمار پر منحصر نہیں بلکہ اس سے تعلیم و تربیت یافتہ اشخاص کا بہت بڑا حصہ مراد ہے — یہہ کلام انسانی کا ایک بہت ہی وسیع جزو ہے جسکو حدود کیسیقدر غیر معین اور گہتی بڑھتی رہتی ہیں — اس وسیع جزو کا ایک حصہ ہر شخص کے قبضہ میں ہے لیکن ایک وسطی حصہ اسکا ایسا بھی ہے جو ملک مشترکہ ہے اور یہاں سب دوستانہ حیثیت سے ملتے ہیں اس سے باہر نکلے اور پھر ایک دوسرے کو پہچانتا بھی نہیں — اگرچہ زبان ایک ہے لیکن اس کی بے انتہا اقسام ہیں جنکی نوعیت و درجات میں بڑا فرق ہے مثلاً ایک قسم وہ ہے جس کا تعلق ہر شخص کی ذات سے ہے، دوسری وہ جس پر جماعت کا اثر پڑا ہے اور تیسری وہ جو مقام و مکان سے اثر پذیر ہوئی ، اسلیئے یہہ بعید از مکان نہیں کہ دو شخص اس طرح بات کریں کہ ایک کا مطلب دوسرا نہ سمجھ سکے — جو بات اس زبان میں وحدت پیدا کرتی ہے وہ یہہ ہے کہ اسکے تمام بولنے والے ایک ہی حد تک بہت ہی عام ضروری معاملات پر اس طرح گفتگو کرسکتے ہیں کہ آپس میں مطلب سمجھ لیں *

مذکورہ بالا صراحت سے صاف صاف عیاں ہے کہ اس زبان کے قائم رہنے کی کیا وجوہ ہیں — تسلسل روایت اسے زندہ رکھتا ہے اور ہر نسل آنے والی نسل کو اسے ورثہ میں دیجاتی ہے — ہر شخص اس کام میں شریک ہے اور ہمارا یہہ کہنا ہے جا نہوگا کہ جس طرح حیوانات کا ہر فرد اپنی نوع کی بقا کا بنفسہ کفیل ہے اسی طرح ہر انسان بھی بقاۃ زبان کا بنفسہ ضامن ہے — ہر شخص اپنی بساط پر اس کی اشاعت میں کوشش کرتا ہے یعنی اپنی جبلی اور انکسائی

خصوصیات کے لحاظ سے زبان کی وسعت و اسلوب کے لئے جو کچھ بن پڑتا ہے کرتا ہے اور اگرچہ ہم میں سے ہر شخص کے حصہ میں جو کام آتا ہے وہ ہیچ ہی کیوں نہ ہو لیکن سبہوں کے حصے ملکر زبان کے منتقل ہونے کا سبب پیدا کر دیتے ہیں — اثر کوئی ایسی زبان ہو جیسی کہ ہماری ہے تو علم ادب بھی شخصی کوشش میں بہت مدد دیتا ہے — ہر کتاب ایک انسان ہے جو پنجنے شاہین اجل سے مامون و معنوں سے اس کے مخاطبین کی تعداد اُس تعداد سے کہیں زیادہ ہے جسے کوئی شخص مخاطب کر سکتا ہے اور جو زبان خود بولتا ہے سیکھنا چاہتا ہے۔ مسلم الثبوت اور مسند اساتذہ کا کلام اُس قوم میں پہنچ کر ، جسے اس کا شوق ہے اور اس پر فخر کرتی ہے ، زبان کی حفاظت اور منتقل ہونے کا ایسا ذریعہ بن جاتا ہے کہ جس میں مبالغہ کو کوئی دخل نہیں — تاریخ لسانی کی تحقیقات کرتے ہوئے جب ہم آگے بڑھیں گے تو قدم قدم پر علم ادب کے اثرات کا خیال رکھنا پڑے گا۔ لیکن باوجود اس کے ہر تصنیف ہے کیا ؟ ایک انسان جس کی کوششوں کا دائرہ تنگ ، جس کی ذات خامیوں کا مخزن اور جس کا اثر پابند حدود — کون تبھر اور قلدر الکلامی میں شیکسپیر کا مقابلہ کر سکتا ہے لیکن وہ بھی صرف پندرہ ہزار لفظ استعمال کرتا ہے اور ملین اس کے نصف سے کچھ ہی زیادہ ، یہہ تعداد ہمہ گیر انگریزی زبان کا معنی جزو حقیر ہے — اگر زبان کسی تنہا فرقہ یا شخص کی ملک ہو جائے تو بہت جلد اس کی قوت کا خاتمہ بھی ہو جائے — بقائے زبان کے لئے تمام قوم کی متفقہ مساعی کی ضرورت ہے ، ہر فرقہ ہر طبقہ مختلف طوائف ، مختلف کوائف ، مختلف ضروریات سب کو اس کام میں شریک ہونا پڑتا ہے

تغیرات زبان انگریزی

اگرچہ ہماری زبان ان لوگوں کی بدولت جو اسے خود سیکھتے اور سیکھ کر اوروں کو سکھاتے ہیں نسل بعد نسل آگے بڑھ رہی ہے لیکن ایک ہی حالت پر قائم نہیں ہے — اسی اثنا میں آہستہ آہستہ اصلاحات ہو رہی ہیں حتیٰ کہ ایک دن وہ آئینا جب اسکی صورت

اس قدر بدل جائے گی نہ آج جو اسے بول رہے ہیں وہ اسے نہ سمجھ سکیں گے — اگر اُس کا یقین نہ ہو تو اس کی گذشتہ تاریخ پر نظر ڈالو اور اُس زمانہ کا حال پڑھو جس کی ترقی کی آئینہ داری اُس وقت کی تہریزات کر رہی ہیں ، خود یقین آجائیں — آج ہم جو کچھ بول رہے ہیں، اور ہر شخص سمجھتا ہے ، ملکہ الزبتھ کے زمانہ والوں سے اس کی نسبت دریافت کیا جائے تو کہیں گے کہ اس کا بہت کچھ حصہ مہمل و غیر مانوس ہے — اسی طرح اُس وقت کی زبان کا بہت کم حصہ آج کل کے روز مرہ کا جزو ہے ۔ مثلاً شیکسپیر کی گفتگو کے بہت سے مرکبات ناقص اور تراکیب، اس موقع کے سوا جب اُس کے مقولات نقل کرنے ہوں، آج بھول کر بھی کسی کی زبان پر نہیں آتے ، اُس وقت کے بہت سے لفظ تو یاد ہی نہیں رہے اور بہت سے ایسے ہیں جن کے معنی کچھ کے کچھ ہو گئے — اب رجعت فہرست شروع کرو اور پچاس پچاس برس کے زمانہ پر نظر ڈالو حالت بد سے بدتر ہی دکھائی دیگی حتیٰ کہ چاسر (Chaucer) اور گور (Gower) کے زمانے میں تو زبان محض ایک بولی رہ جاتی ہے جو قریب قریب اجنبی نظر آتی اور بغیر غور و فکر اور شرح کی مدد کے سمجھ میں نہیں آتی ہے حالانکہ انکو گزرے فقط پانسو برس ہوئے اور پندرہویں صدی کے فرقہ — اور پانسو برس آگے چل کر شہنشاہ الفریڈ کے عہد کے سیکسن انگریزوں (Anglo-Saxons) کا زمانہ آجاتا ہے ، اب زبان کا رنگ بالکل بدلا ہوا ہے ایک لفظ بھی سمجھ میں نہیں آتا گویا جرمنی زبان ہے اور اس کی تحصیل بھی اُنہی ہی دشوار جتنی کہ جرمنی زبان کی — لیکن کون کہہ سکتا ہے کہ انگریزوں کی ان تیس یا چالیس پشتوں میں سے جن کا سلسلہ نسب الفریڈ کے وقت کے لوگوں تک پہنچتا ہے ایک پشت بھی ایسی تھی جو ہماری طرح بہہ نہ چاہتی تھی کہ ہم اپنی اولاد کو ورثہ میں وہی زبان دیکھائیں جرمن ہیں اپنے آباؤ اجداد سے ملی ہے — یہ صحیح ہے کہ آج کل اس کے

سمجھ ہونے کے اسباب بہت کم ہو گئے اور شاید ہزار برس میں ہماری مشترکہ زبان میں جو تغیر و تبدل ہوگا وہ گذشتہ تغیر و تبدل کے دسویں حصہ کے برابر بھی نہ ہو لیکن جو اسباب اُس وقت اس کے تغیر کا باعث تھے وہ اب بھی موجود ہیں اور جو اثر اُن کا اُس وقت تھا وہی آج ہے۔ یہہ دونوں باتیں اس کی سرشت میں داخل ہیں اور اگر آپ اسے بولتے رہیں گے تو انہیں اس سے نکال نہیں سکتے۔ ایک مختصر سی تحقیقات سے یہہ معاملہ صاف صاف سمجھ میں آجائیگا *

ہماری زبان کا سب سے سریع اور ممتاز تغیر وہ ہے جو ہمیشہ ہمارے لغات کے معنی اور ان کی وسعت کو بدلتا رہتا ہے۔ زبان انگریزی اس لیئے عرصہ وجود میں آئی ہے کہ جو کچھ ہمیں معلوم ہے اوروں کو بتاتے رہیں۔ جس طرح الفاظ کا وہ خزانہ جو ہر شخص کے پاس ہے اس کے مبلغ علم کا پتہ دیتا ہے اسی طرح کسی قوم کے مبلغ علم کا پتہ بھی اس کی زبان کے خزانہ لغات سے لگتا ہے۔ جن چیزوں سے وہ واقف ہے، جو مابہ الامتیاز اس نے انہیں پیدا کیئے ہیں، اور مادی اور ذہنی عالم میں جو تجربات اسے ہوئے، اور جو دلائل اس نے قائم کیئے ہیں، سب کو موزوں طریقہ سے ظاہر کرنا ضروری ہے۔ کہا جاتا ہے کہ زبان اس سے زیادہ نہیں ظاہر کر سکتی جتنا کہ اس کے بولنے والوں کے ذہن میں ہے۔ بجا، لیکن اسمیں بھی کلام نہیں کہ وہ اس سے کم بھی نہیں کر سکتی یعنی زبان اور اس کے بولنے والوں کا علم دونوں کی وسعت برابر ہے۔ سارا انحصار علم پر ہے اور علم کی یہہ کیفیت ہے کہ ہر پشت کے علم کو دوسری پشت کے علم سے کوئی نسبت ہی نہیں رہتی۔ تجارت، صنعت، فن اور سائنس اپنے اپنے سامان، طریق کار اور اس کے ثمرات کو بدل رہے ہیں اس کے ساتھ ہی ساتھ ان کی بولیاں بھی بدلتی جاتی ہیں۔ پس اس تغیر کا اس قدر حصہ جسے عوام سے تعلق ہے لوگوں کے روز مرہ میں داخل ہوتا جاتا ہے۔ جیسے جیسے ہماری مادی حالت، ہمارا طرز زندگی، ہماری شخصی اور عام انجمنیں کایا پلٹتی ہیں ویسے ہی ویسے ہماری

زبان میں اس کا یا پلٹ کی جھلک آتی جاتی ہے۔ آجکل دہل ،
 جہار ، فوٹو گرافی ، کیمیا ، ارضیات ، نئے نئے ملبوسات ، سامان آرائشی ،
 طرز عمارات ، اشیائے خوردنی اور طرح طرح کے عیش و عشرت کا دور
 دورہ ہے اعلیٰ ہر شخص کی زبان سے بہت سے لفظ ایسے نکلتے ہیں
 جو ایک صدی قبل کے عالم متعجب کی سمجھ میں نہیں آسکتے ، بغرض محال
 وہ قبر سے نکل کر ہمارے بازاروں میں سیر کرنے آجائے۔ زبان کا جو حصہ
 خاص طور سے بدلتا رہتا ہے وہ مادی اشیاء اور ان کے باہمی تعلقات کے
 ظاہر کرنے والے محاورات اور صنعت و حرفت کی تشریحات ہیں
 کیونکہ انہیں میں بالخصوص تبدیلی کی ضرورت پیش آتی ہے۔ ہر زبان کا خاص
 اور نہایت ضروری حصہ اشیاء ، املاک اور افعال کے اسماء سے مرکب ہے جن کا
 مفہوم اتنا ہی قدیم ہے جتنی کہ نوع انسان ، جنکو انسان نے اسی وقت
 سیکھا تھا جب کہ بولنا سیکھا ، اور جو نہ معدوم ہو سکتے ہیں اور نہ اُن کی
 جگہ اور اسماء چھین سکتے ہیں۔ الفاظ ”سرخ“ ، ”سبز“ ، ”نیلا“ ، ”زر“ ،
 یا ان کے مرادفات کا بقا کلام انسانی کے ابتدائی سے ابتدائی زمانے تک
 لگتا ہے۔ نئے ناموں کی تلاش کی ضرورت تو اس وقت ہوئی جب
 نئے نئے دلغریب رنگ ایجاد ہوئے مثلاً مینٹا (Magenta) سولفرینو
 (Solferino) ، یہ نام اُن مقامات کے نام پر رکھے گئے جن کو اُس وقت
 کے واقعات نے یک بہ یک شہرت دیدی۔ حضرت آدم سے لیکر آج تک کے
 دہقانہ حساب ضرورت آپس میں ”مٹی“ ، ”چٹان“ ، ”کنکر اور پتھر“
 وغیرہ کی نسبت گفتگو کر سکتے ہیں مگر موجودہ صدی کے آغاز سے ماہر
 معدنیات و ارضیات نے سیکڑوں نئی باتیں زمین کی سطح اور اُن چیزوں
 کی ، جن سے وہ بقی ہے ، تاریخ اور ساخت کے بارے میں دھونڈ نکالی ہیں ،
 زمین کے طبقات اور ان طبقات کے اجزا کی تدوین و تقسیم کی ہے ،
 علت و معلول ، اصل و تاریخ وغیرہ کے تعلقات کو منکشف اور اُن کے اظہار
 کے لئے لنگویزی زبان میں بہت سی اصطلاحات کا اضافہ کیا ہے جن کی
 تعداد ہر سال بڑھتی جاتی ہے۔ یہی حال نباتات ، اہیات اور سائنس
 اور فنون کے شعبوں کا ہے۔ اور اگرچہ اصطلاحات کا بہت بڑا حصہ محض

اصطلاحات ہی کے دائرے میں مقید رہتا ہے یعنی اُس کو وہی سمجھتے اور کام میں لاتے ہیں جو اُن شعبوں کا مطالعہ کرتے ہیں - لیکن یہہ نہ سمجھنا چاہیئے کہ عام گفتگو پر اس کا کچھ اثر ہی نہیں پڑتا - عقلاء و علماء علوم میں ترقی کرتے ہیں تو اس کے ثمرات کا کچھ نہ کچھ حصہ ادنیٰ سے ادنیٰ طبقہ ، یا سب سے ادنیٰ طبقہ کو چھوڑ کر ، اور سبہوں تک پہنچتا ہے ، اُن کی زبان انہیں ادا کرتی ہے اور اس طرح وہ اس خزانہ خیالات کی اساس بن جاتا ہے جو ہر پشت کا ورثہ ہیں ، اور ہر بچہ کو سکھائے جاتے ہیں - مختصر یہہ کہ زبان کی وسعت ، اُس کے بولنے والوں کی ضرورت کے مطابق ، کم و زیادہ ہوتی رہتی ہے - اگر ان کے دماغ نئی معلومات سے مالا مال ہوتے رہتے ہیں تو یہہ بھی پھلتی پھولتی رہتی ہے اور اگر ان میں انحطاط آیا تو یہہ بھی قعر تنزل میں گر گئی *

میں پہلے ہی کہہ چکا ہوں کہ یہی زبان کے تغیر کا بہت ہی نمایاں ، طبعی ، لازمی اور جائز طریقہ ہے - نک چڑھے سے نک چڑھے شستگی زبان کے مدعی تک اس پر اعتراض نہیں کرسکتے اور نہ کسی اور طریق کے آرزو مند ہوسکتے ہیں - یہاں تنگ نظری جہلا کی تنگ نظری کی ہم معنی ہوگی یعنی یہہ ترقی تہذیب و علم کی مخالفت ہے - اس تغیر کے دوش بدوش اس کی نقیض بھی ظہور پذیر ہوتی رہتی ہے ، یعنی بلحاظ کوایف جن الفاظ کا یا الفاظ و مرکبات ناقص کے معنی کا زندہ رکھنا غیر ضروری ہے اُن کا بھولنا یا ترک کیا جانا - یہہ لفظ یا تو ازمئہ ماضیہ کی چیزوں کے نام بتاتے ہیں یا اب بیکار اور فضول ہیں کیونکہ ان کے عوض ان سے زیادہ مقبول عام لفظ مستعمل ہیں *

لیکن اسی عرصہ میں ہماری زبان میں ایک اور قسم کی اور قابل اعتراض تبدیلیاں بھی ہوتی رہتی ہیں - ان کا الفاظ زبان سے اتنا تعلق نہیں ہے جتنا کہ ہیئت الفاظ سے ، یہہ ایک اعتقاد سے فضول بھی ہیں اور اس لیئے صحیح روایت ان کی سخت مخالف ہے - باوجود

اس کے اُنہوں نے ثابت کر دیا کہ ہماری ضرورت بھی اوروں سے کچھ کم نہیں — اس کا ذکر پہلے آچکا ہے کہ زبان بذریعہ روایت منتقل ہوتی رہتی ہے لیکن یہ طریقہ بذات خود ناقص ہے — اگر چند دفعہ کی روایت سے قصروں کی اصلی صورت میں فرق آجاتا ہے تو لفظ بھی پشت در پشت منتقل ہو کر اپنی ہیئت قائم نہیں رکھ سکتے — کون نہیں جانتا کہ چھوٹے چھوٹے بچے الفاظ اور مرکبات ناقص کو اس طرح بگاڑ کر بولتے ہیں کہ صرف جو لوگ ان سے واقف ہیں وہی سمجھتے ہیں کہ یہ کیا کہتے ہیں — لیکن بڑے بچے بھی جو بالعموم کسی قدر صحت کے ساتھ بولنا سیکھ چکے ہیں بعض بعض آوازیں نہیں ادا کر سکتے، اس ليئے وہ انہیں یا تو بالکل چھوڑ جاتے ہیں یا ان سے مشابہ آوازیں انکی جگہ بولتے ہیں — بعض حروف صحیح کے اتصال سے جو آوازیں پیدا ہوتی ہیں وہ نہیں نکلتیں اس ليئے اس طرح بولتے ہیں کہ جہاں تک ہوسکے تلفظ ٹھیک ٹھیک ادا ہو جائے۔ لمبے چوڑے الفاظ کا ایک آدھ جزو اڑا جاتے ہیں — بعض الفاظ کے آخری حصے ندارد — مشتقات کی ہیئت میں دھوکا کھا جاتے ہیں مثلاً ”میں“، ”میرا“، ”مجھکو“، سب کے جگہ فقط ”مجھکو“ ہی بولتے ہیں — یا ”کہنا“، (مصدر) سے اس کے مشتقات کی جگہ بھی کام لیتے ہیں — یا تجربہ سے یہ سیکھ کر کہ زمانہ گزشتہ مصدر میں ’d‘ بڑھا کر ظاہر کرتے ہیں انہیں خیال ہوتا ہے چونکہ ہم loved بولتے ہیں اس ليئے bringed یا شاید کہیں یاد رہ گیا کہ sing کی ماضی sang ہے تو brang کہدیا، جمع بنانی پڑی تو foots اور mouses بنادالی، چیزوں کی صفات کا مقابلہ gooder اور goodest سے کیا — اور sit and set, lie and lay کا فرق ہی نہیں معلوم — ان طفلانہ غلطیوں کو ذاتی احتیاط اور معلموں کی تعلیم رفتہ رفتہ دور کر دیتی ہے لیکن اکثر یہ احتیاط مفقود یا ناکافی ہوتی ہے اس ليئے بڑھاپے تک یہ پیچھا نہیں چھوڑتیں — علاوہ ازیں ہم

اس سے پہلے کہہ چکے ہیں کہ بچے ہی نہیں بلکہ بوزھ بھی تا زیست تحصیل زبان میں مصروف رہتے ہیں اور کوئی آدمی ایسا نہیں جو بے احتیاطی یا ناقص تعلیم کے باعث غلط لفظ یا مرکبات ناقص سیکھنے یا انہیں اوروں کی تقلید میں بولنے سے بچا ہو۔ ان وجوہ کی بناء پر زبان کے بولنے والوں کے انہی طبقے میں یا غیر تعلیم یافتہ یا نیم تعلیم یافتہ لوگوں میں بہت سے الفاظ کا بکثرت ایسا استعمال ہوتا رہتا ہے جس کو مستند استعمال سے کوئی علاقہ نہیں، جو سنجیدگی زبان کے دربار میں گناہ ہے، اور جیسے شستہ زبان بولنے والوں کا اثر مانع اظہار ہوتا ہے۔ باوجود اس کے یہ ہر وقت رنگ لانے کے لیئے آمادہ رہتا ہے اور کبھی کبھی اپنا رنگ لاتا اور اور مستند سے مستند اہل زبان سے اپنی ہستی کا اقرار کرالیتا ہے

زبان کے اس قسم ہی کے تغیر ہیں جو اس وقت زیر غور ہیں۔ ان کی ابتداء لسانی لغزشوں سے ہوتی ہے لیکن یہ انگریزی بولنے والوں کی اُس کثیر تعداد کے اثر کا ثبوت دیتے ہیں جو صحیح بولنے والوں کی پرواہ نہیں کرتی مگر اُس کی غلطیاں آخرش زبان کے لیئے سند اور قاعدہ بن جاتی ہیں۔ یہ بالخصوص دو طرح کے رجحانات کا ثمرہ ہیں جو مذکورہ مثالوں سے ظاہر ہو چکے ہیں۔ یعنی ایک تو یہ کہ ہمارے اعضاء تلفظ کو تکلیف نہو، اظہار خیالات میں دقت پیش نہ آئے اور وقت ضائع نہو دوسرا یہ کہ بے قاعدہ اور غیر معمولی مشتقات سے نجات مل جائے۔ اُو اب چند مثالوں پر غور کریں *

ہماری تحریری زبان میں غیر ملفوظ حروف کی کثرت ہے۔ ہر شخص اس سے واقف ہے کہ یہ حروف قدیم طرز تلفظ کی یادگار ہیں۔ کسی زمانہ میں تو یہ تقریری زبان کے لازمی جزو تھے لیکن رفتہ رفتہ حذف ہوتے گئے کیوں کہ بغیر ان کے بھی بآسانی کام چل سکتا تھا مثلاً knight, calm, psalm, would, doubt وغیرہ۔ اگر ہم اپنی تحقیقات کا قدم اور آگے بڑھائیں گے یعنی الفاظ کی موجودہ تحریری ہیئت سے قطع نظر کریں گے تو اس تخریب و اختصار کی اس سے بڑھ کر عجیب و غریب صورتیں نظر آئیں گی۔ فقط اس ایک اور حیرت

انگریز مثال کو لیجئے - ہمارا alms یونانی لفظ چورے لفظ eleēmosunē کی قطع و برید کردہ یادگار ہے - تمام یک جزے لفظ (monosyllables)، جن سے ہمارے روز مرہ کا اینگلو سیکسن حصہ بھرا ہوا ہے، کثیرجزے (polysyllabic) الفاظ کی یادگار ہیں جو کہ زبان کی ابتدائی منزل میں مروج تھے - آج بھی بعض لفظ ایسے ہیں جو اس قسم کی منزل سے ابھی گزرے یا اس سے گذر رہے ہیں - Often اور soften میں نستعلیق گو اصحاب درحقیقت غلطگو کی پیروی کر رہے ہیں جنہوں نے اس میں سے t کو نکال دیا ، اور جو اب بھی t کو ادا کرتے ہیں انہیں لوگ دقیانوسی یا اپنی قابلیت جتانے والا کہہ کر الزام دیتے ہیں، برخلاف اس کے captain کی t اب تک بولتے ہیں اور جو capan کہنے کی جرات کرتے ہیں انہیں گنوار سمجھ کر الزام دیتے ہیں

انگریزی کا مروجہ طریقہ یہ ہے کہ دو جزے (dissyllabic) اسماء کا جزو اول موکد (accented) ہوتا ہے - اب اس اصول سے مطابقت پیدا کرنے کے لئے بہت سے ایسے اسماء جن کی اصل فرانسیسی ہے اُن کا تلفظ بھی بدلدیا گیا - اس قسم کے تغیر ہماری زبان کی تاریخ کے ہر زمانہ میں ہوتے رہے ہیں - پوپ ، ملتن ، شیکسپیر اور چاسر سب کے عہد میں ان کے اثرات کی مثالیں ملتی ہیں اور تحقیقات کا قدم جیسے جیسے آگے بڑھتا جاتا ہے اُن کی کثرت ہوتی جاتی ہے، ان کا اب بھی خاتمہ نہیں ہوا مثلاً لفظ ally کا تلفظ مستند لوگوں کے نزدیک ally ہے حالانکہ امریکہ اور انگلستان دونوں مقامات کا رجحان یہ ہے کہ اس کا تلفظ ally کیا جائے - اور اغلب ہے کہ آخر میں عوام ہی پہر نستعلیق گو سے اسی طرح بازی لے جائیں جیسے پہلے بارہا لے جا چکے ہیں *

جب ہماری انجیل کا ترجمہ ہوا ہے تو مصدر speak کی ماضی spake تھی اور جس طرح کوئی تعلیم یافتہ انگریز آج He come and done it نہیں لکھ سکتا اسی طرح اُس وقت He spoke نہ لکھ سکتا تھا

لیکن جیسے آج بھی کم تعلیم اور بے پروا اول الذکر غلطیاں کر بیٹھتے ہیں اسی طرح اس میں تلام نہیں کہ بہت سے آدمیوں نے spake کی جگہ spoke بولنا شروع کر دیا اور آخرش نا اُمید ہو کر اس کی مخالفت چھوڑ دی گئی — اور اب I spake کوئی نہیں بولتا سوا اس کے کہ دانستہ انجیل کے طرز کی نقل مقصود ہو — اُسی زمانہ میں یعنی دھائی صدی پہلے زبان انگریزی لفظ its سے بالکل نا آشنا تھی — قدیم سیکسن انگریزی میں he اور it دونوں کے لیئے ضمیر اضافی his تھا اور بے تکلف بولا جاتا تھا لیکن اس زبان کے ضماثر اضافی کے بنانے کا طریقہ یہہ تھا کہ ضماثر فاعلی میں حرف s لگا دیتے تھے — his سے تو ظاہر ہوتا تھا کہ یہہ اُسی اصول کے مطابق بنا ہے ، مگر it کا his سے کوئی تعلق ہی نہ معلوم ہوتا تھا ، مذکورہ طریقہ سے it کے لیئے ضمیر اضافی کیوں نہیں بنائی جاتی غالباً یہ سوال ایک ہی وقت ہزاروں دلوں میں پیدا ہوا ہوگا اور سیکڑوں مقامات میں لفظ its پیدا ہوا اور پہلادیا گیا ہوگا۔ نستعلیق گو سر پیتھے اور کہتے ہی رہے ہوں گے کہ یہ تو ایسی ہی بے ہودگی ہے جیسے her کے بجائے shes کہنا ، اور اس سے باحقیاط دامن بھی بچایا ہوگا مگر ایک دن وہ آگیا ہوگا کہ قبول عام اور ظاہری مناسبت نے اسے عام طور سے منوالیا اور رواج دیدیا ہوگا — آج ہم میں سے شاید چند ہی ایسے ہوں گے کہ جنہوں نے انجیل کو اس غور و خوض سے پڑھا ہو کہ انہیں معلوم ہو کہ ”پیدائش“ (Genesis) سے لیکر ”مکا شفات“ (Revelations) تک کہیں لفظ its نہیں آیا *

اینگلو سیکسن میں ye (ge) بطور فاعل اور you (eow) بطور مفعول مستعمل تھے اور ابتداء میں انگریزی میں بھی اس کا لحاظ رکھا جاتا تھا اور اب بھی باقی ہے لیکن ye تو اب اس طرز کے لیئے مخصوص ہے جس سے سطوت و جبروت کا اظہار مقصود ہو اور you فاعل و مفعول دونوں کا کام دیتا ہے — ایک زمانہ تھا ye are کے بجائے you are کی آواز صحیح بولنے والوں کے کانوں کو ایسے ہی ناگوار گذرتی تھی جیسے کہ آج thee is کی

ہماری زبان کے بہت سے بے قاعدہ مصدر ایسے ہیں جنہیں زمانہ ما بعد میں اُن مصادر کے مطابق کر لیا گیا جن کی کثرت تھی اور اُن کی تصریف باقاعدہ مصادر کی طرح کی جانے لگی مثلاً help کو لیجئے انجیل میں اب تک helped کے بجائے اس کا پرانا اسم مفعول holpen ملتا ہے، اسی ہذا work کی قدیم ماضی wrought ہے مگر زمانہ حال میں اس کی ماضی اور مفعول کے صیغے worked بنالائے گئے ہیں۔ wrought اب بھی مستعمل ہے لیکن اس کے معنی میں تغیر و تخصیص پیدا ہو گئی ہے

مذکورہ مثالیں مختلف قسم کے تغیرات کو ظاہر کرتی ہیں:۔
ان کے اسباب کا پتا لگایا جائے تو معلوم ہوگا کہ ایک ہی نوع کے رجحانات کا ثمرہ ہیں — الفاظ کی شکل تو بدل جاتی ہے مگر اُن کی وہ خصوصیات نہیں بدلتیں جن سے اصلیت کا پتا لگتا ہے — پرانی شکلیں، پرانی علامات، ممیزہ نظر انداز کر دی جاتی یا مفقود ہو جاتی ہیں — ان میں سے بعض تو ایسی ہیں جن کے نظر انداز کرنے یا مفقود ہو جانے کا مضائقہ نہیں مگر بعض ایسی بھی ہیں کہ جن کے نظر انداز کرنے یا مفقود ہونے اور ان کے بجائے نئی شکلوں کے گھڑنے یا نئے علامات ممیزہ کو روزمرہ میں داخل کر کے انگریزی زبان کا جزو لاینفک بنانے سے زبان کی قوت اظہار میں خرابی پیدا ہوتی ہے *

تغیر زبان کے اس شعبہ میں جتنی مثالیں چاہیں اتنی ایسے واقعات سے نہیں اخذ کرسکتے جن سے ہر روز سابقہ پڑتا ہے کیونکہ کچھ عرصہ سے ہماری مادری زبان میں ایسے اسباب پیدا ہو گئے ہیں اور زبان کو منتقل کرنے میں اس قدر احتیاط برتی جاتی ہے کہ آج جسے ہم اچھی انگریزی کہتے ہیں وہ عرصہ سے ایسی ہی چلی آتی ہے اور غالباً ایسی ہی چلی جائیگی — یہہ تغیر اس قدر آہستہ آہستہ ہوتا ہے کہ محسوس بھی نہیں ہوتا — اور مذکورہ اسباب کا اسی وقت پتا چلتا ہے جب ہم کسی خاص زمانہ کی حالت کا اس سے ماسبق یا مابعد کے زمانہ کی حالت سے مقابلہ کریں — ترقی یافتہ زبانوں میں انگریزی وہ زبان ہے کہ جس پر اُن اسباب کا جن کا ہم ذکر کرچکے ہیں سب سے زیادہ اثر پڑنے

کے باعث اس کی لغات اور قواعد میں بہت ہی زبردست تغیر ہوا ہے۔ لیکن یہہ تغیر ایک خاص زمانہ سے مخصوص ہے اور اس کی وجوہ ظاہر و باہر ہیں۔ الفریڈ (Alfred) اور چاسر (Chaucer) کے درمیان کے زمانے میں ہمارے اسلاف کو نارمنز (Normans) کی فتوحات کے سامنے، جو فرانسیسی بولتے تھے، سرتسلیم خم کرنا پڑا اور بعد میں انگریزوں کے مقابلہ پر ایرسٹانیوں (Irish) کا بھی حال ہوا۔ اگر سیکسنز نے ایرستانیوں کی طرح اپنی زبان چھوڑ کر فرانسیسی میں گنگو کرنی نہیں سیکھی تو اسکی وجہ یہہ تھی کہ وہ تہذیب میں ان سے بڑے ہوئے تھے اور طبیعت میں آزادہ روی تھی۔ عرصہ تک گزر رہی اور ایک دوسرے کی بات ہی نہیں سمجھتا تھا، آخرش کچھ یہہ بڑھے اور کچھ وہ یعنی کسیندر سیکسنز نے اپنی زبان چھوڑ کر نارمنز کی زبان بولنی شروع کی اور کسیندر نارمنز فرانسیسی کو خیرباد کہہ کر سیکسن بولنے لگے اور قواعد میں تو بالکل سیکسنز کا اتباع کیا۔ نتیجہ یہہ ہوا کہ ایک معجون مرکب یعنی ہماری بولی تیار ہو گئی جسکی قواعد میں تصریف برائے نام رہ گئی۔ واقعات کے بے پناہ حکم سے چند ہی پشتوں میں کسی زبان کی کسقدر صورت مسخ ہو سکتی ہے یا مساعدت زمانہ اس کے تغیر کی کسقدر ممانع اور اس کے صحیح و سالم رہنے کی کس قدر ضامن ہے انگریزی اس کی مثال ہے، مگر وہ مثال جو دونوں صورتوں کے انتہائی درجہ کو ظاہر کرتی ہے *

عالم گیر زبان کی خصوصیات

مذکورہ واقعات و حالات جن پر ہم غور کرتے رہے ہیں کسی زبان سے مخصوص نہیں ہیں بلکہ بنی نوع میں جتنی زبانیں مروج ہیں سب میں پائے جاتے ہیں۔ جو باتیں اس بیان میں ضروری ضروری ہیں وہ دنیا بھر پر صادق آتی ہیں۔ ہر مروج زبان علامات یعنی الفاظ کا ایک مجموعہ ہے اور ہر لفظ (باستثنائے الفاظ جو لوگوں نے زبان میں خود بڑھائے ہیں اور جن سے بعد میں بحث کی جائیگی) جو کسی کے منہ سے نکلتا ہے اس نے اُسے کسی اور سے سیکھا اور جس

سے سیکھا ہے وہ اس سے پہلے بھی اسے بارہا استعمال کر چکا ہے - اس نے اسے ایک خیال کی علامت کے طور پر محض اس لئے اختیار کر لیا کہ اور لوگ بھی اسے استعمال کرتے تھے - دنیا کی کسی زبان میں الفاظ و خیالات میں وہ باطنی اور لازمی تعلق قطعی نہیں ہے کہ جس کی بناء پر ایک کا دل میں آنا تھا کہ دوسرا بھی آگیا اور پیدا ہو گیا - نطق انسانی کی ہر موجودہ شکل مجموعہٴ علامات ہے جو قاعدہ و قانون سے آزاد اور رسم و رواج کا پابند ہے - روایت نے ایک پشت سے دوسری پشت کے حوالہ کیا - کسی پشت میں کسی فرد واحد نے اس تمام و کمال مجموعہ کو نہ تو خود پایا اور نہ کسی کو دیا - بلکہ مختلف لوگوں نے جو کچھ علیحدہ علیحدہ ورثہ میں چھوڑا یا پایا اسی نے زبان کو قائم رکھا اور ضروری جزو کو تنہا ہی سے بچایا - تاہم زبان کے بذریعہ روایت منتقل ہونے کا عمل، جو دنیا کے ہر حصہ میں جاری رہا ہے اس وقت جاری ہے اور آئندہ جاری رہے گا، ناقص ہے - کوئی زبان نہ تو عرصہ تک ایک حالت میں رہی ہے اور نہ رہے گی - جس طرح کہ ترقی اور تغیر ہر ذی روح کا لازمہ ہیں اور اس سے جدا نہیں کئے جاسکتے اسی طرح یہہ زبان کے زندہ رہنے کے اسباب ہیں - زبان زندہ رہتی ہے جب تک وہ تمام قوم کے خیالات کی ترجمانی کرتی اور اسکے دلائل و تجربات، آراء و احساسات کا معمولی آلہ اظہار بنی رہتی ہے اور جب تک اس میں اور اس قوم کی پرواز تخیل میں اتنا گہرا تعلق رہتا ہے کہ ایک میں دوسرے کی جہلک پائی جائے، دونوں ساتھ ساتھ ترقی کریں اور دوران ترقی میں زبان ضروریات کے مطابق رنگ اختیار کرتی جائے - جس طریقہ سے کہ زبان ضروریات کے مطابق رنگ اختیار کرتی ہے اور وہ اسباب جو اسکے ناگزیر تغیر کی رفتار کو تیز یا سست کر دیتے ہیں ان پر ایک سرسری نظر دالی جاچکی اور مضمحل بحث آئندہ کیجانیگی، اس وقت اس تغیر کا تسلیم کر لینا ہی کافی ہے - یہہ وہ اساس ہے جس پر طریق مطالعہ لسان کا حصر ہے

دوسرا لیکچر

پہلے لیکچر میں ہم نے لسانیات کے مقاصد و تاریخ پر ایک سرسری نظر ڈال کر اس سے بحث کی تھی کہ ہماری مادری زبان ہمیں کن کن ذرائع سے ملی ہے — اس بحث کا مدعا تھا کہ لسان کے منتقل ہونے اور محفوظ رہنے کا طریقہ عیاں ہو جائے — اس نے بتادیا کہ یہ روایت کا کرشمہ ہے اور ہر پشت آنے والی پشت کو الفاظ، مرکبات ناقص اور تراکیب کا خزانہ، جو تقریر کا سنگ بنیاد ہے، جیسا اس کے پاس ہے حتیٰ الامکان ویسا کا ویسا ہی حوالہ کرجاتی ہے، مگر اسکے ساتھ ہی ساتھ ہمیں یہ بھی معلوم ہوا کہ طریق انتقال زبان سراسر ناقص ہے — اسمیں زبان کو شستہ رکھنے اور مانع تغیرات ہونے کی صلاحیت نہیں بلکہ بلا قید زمان و مکان لسان میں آہستہ آہستہ اصلاحات ہوتی رہتی ہیں جو کچھ عرصہ میں اس کی ساخت کو بہت کچھ بدل کر ایک بالکل نئی زبان پیدا کر دیتی ہیں — ہم نے اسکی توضیح انگریزی زبان کی تاریخ سے کی تھی جو گذشتہ ہزار سال میں ۳۰۰-۴۰۰ پشتوں کی دست مال رہ کر شہنشاہ الفریڈ کی ایفنگلوسیکسن سے مسخ ہوتے ہوئے زمانہ حال کی زبان بن گئی۔ یہ ان تغیرات کا نتیجہ ہے جو رفتہ رفتہ ظہور میں آئے اور اپنا مجموعی اثر ڈالتے رہے — اب ہم اعمال تغیر لسانی کی بہ شرح و بسط جانچ پرتال کرنے، اس کے اسباب و طریقہائے عمل کو بیان کرنے، اور ان کو وسیع پیمانہ پر دکھانے سے پہلے جو کچھ اگلے لیکچر میں کہہ چکے ہیں اس سے دو ایک اہم نتائج اخذ کریں گے — اس سے عیاں ہو جائیگا کہ اس قوت کی ماہیت کیا ہے جو ان اعمال کی محرک ہے اور اس مطالعہ کی کیا نوعیت اور علوم میں کیا مرتبہ ہے جس میں ان کی تحقیقات کی جاتی ہے *

زبان کو کونسی چیز بدلتی ہے

میرا خیال ہے کہ جس طریقہ سے زبان کے سیکھنے سکھانے اور اس کے زندہ رکھنے کے بارے میں بحث کی گئی اس سے عیاں ہو گیا ہے کہ جب ہم کہتے یا لکھتے ہیں کہ زبان اپنی ہستی کے لیے محتاج غیر نہیں، یہہ ایک شے ہے جو قوت نامیہ سے معمور ہے یا اس کی ساخت میں قوت نامیہ مضمر ہے، یعنی یہہ قوانین نمو کے تابع ہے، رجحانات وقت سے متاثر ہوتی، تربیت پاتی اور ہماری ضروریات کے مطابق صورت اختیار کرتی رہتی ہے تو ہمارا مفہوم سمجھنے میں دقت نہیں ہوتی۔ یہہ طرز کلام مسجع، مرصع، پُر از استعارات ہے، سیدھی سیدھی باتیں نہیں، لیکن جب بغرض اختصار و رنگینئی بیان استعارات، مسجع و ترصیع سے دانستہ و بر محل کام لیا جائے تو یہہ امر قابل اعتراض نہیں رہتا۔ ان سے نقصان اسی صورت میں پہنچتا ہے کہ لطف عبارت کے سرور میں کوئی اندھا ہو جائے اور جو حقائق و معارف انکی تہ میں پنہاں ہیں ان تک نظر نہ پہنچے۔ زبان درحقیقت کوئی جدا گانہ ہستی نہیں رکھتی، اس کا وجود اسکے بولنے والوں کے منہ اور دماغ میں ہے۔ یہہ منہ سے ادا کی ہوئی اور الگ الگ علامات خیال سے بنی ہے، اور علامات کی یہہ کیفیت ہے کہ اگر تصور دستگیری نہ کرے تو انکے مداول تک رسائی محال، اگر دانستہ کو شش نہ کی جائے تو منہ سے نہیں نکل سکتیں، اگر متکلمین اور سامعین میں اتفاق نہ ہو یعنی دونوں کسی علامت کا ایک ہی مداول نہ تسلیم کریں تو ان کی قدر و قیمت اور نروبیج معرض خطر میں، النرض زبان اپنے بولنے والوں کے قبضہ قدرت میں اور ان کی مرضی کے تابع ہے۔ جس طرح اس کا وجود ان کا مرہون منت ہے اسی طرح وہ اس کی اصلاح و تغیر اور متروکات کے بارے میں مختار ہیں بشرطیکہ وہ اس معاملہ میں ہم خیال و متفق ہو کر عمل پیرا ہوں، ورنہ نہیں

کون سی قوت تغیرات زبان پیدا کرتی ہے

جو لوگ کہ زبان پر غور کرتے اور اس کے وجوہ سوچتے ہیں ان کی نظروں سے اکثر یہہ صداقت پوشیدہ ہی نہیں ہوجاتی بلکہ بعض اوقات وہ اس سے صاف صاف انکار کرتے ہیں، اور ایک بالکل متضاد اصول قائم کرتے ہیں کہ زبان کے وجود کو اس کے بولنے والوں سے کوئی واسطہ نہیں اور انسان اس میں دخل نہیں دے سکتا۔ حال ہی کا ایک ہر دل عزیز مصنف (Max Muller) دعویٰ کرتا ہے کہ ”اگرچہ زبان میں ہمیشہ تغیر ہونے لگتا ہے لیکن ان کا ہونا یا نہ ہونا آدمی کے بس کی بات نہیں۔ قوانین زبان کے بدلنے یا اپنی مرضی کے موافق الفاظ تراشنے کا خیال ایسا ہی ہے جیسے کہ ان قوانین کے بدلنے کا خیال جن کے ماتحت ہمارے جسم میں خون گردش کرتا ہے یا اپنے قد کی لمبائی میں ایک انچ بڑھالینے کا خیال،“ اور اپنی رائے کی اصابت کے ثبوت میں چند تاریخی مثالیں پیش کرتا ہے۔ ان مثالوں میں دکھایا گیا ہے کہ تیراس (Tiberius) شہنشاہ روم، الکبریٰ اور سگسمند (Sigismund) شاہ جرمنی نے لاطینی بولنے میں غلطیاں کیں اور کم رتبہ قواعد دانوں نے انہیں تنبیہ کی، ان کی اصلاح کی اور کہا کہ اصولت و سطوت میں جہاں پناہ کا مثیل روئے زمیں پر نہیں لیکن خداوند نعمت کے جلال و جبروت کی رسائی دامن لاطینی تک نہیں ہے اور وہ اس میں تغیر و تبدل کا مجاز نہیں رکھتا۔ اس دلیل اور اس کے نتیجہ کے معنی یہہ لیئے جاسکتے ہیں کہ جب ایک بادشاہ جیسا رفیع الشان اور باجبروت شخص کسی لفظ کی تذکر و تائیت میں دخیل ہونے اور اس کے عوامل بدلنے کی قدرت نہیں رکھتا (اس کی کوشش سگسمند نے کی تھی) حقیقہً کہ زبان مردہ ہے، اور اس لیئے یہہ سمجھ لینا چاہیئے کہ وہ اپنے آپ کو اس توہین سے نہیں بچا سکتی تو ان کی مرتبہ کے لوگ ایسی تبدیلی یا اس سے کم و بیش درجہ کی تبدیلیاں جو تاریخ زبان کا سرمایہ ہیں کیا کرسکتے ہیں — مقصد یہہ کہ تغیرات زبان اس کے بولنے والوں کی دسترس سے بالاتر ہیں

یہ امر کہ اس قسم کے مسائل کا ایسے دو، ایک کوزی، سو، یا ہزار، واقعات سے استنباط کرنا قطعی فصول ہے اس قدر بد بھی ہے کہ توجہ دلانے کی زحمت بھی نہ کرنی چاہیئے۔ وہ کونسی طاقت تھی جس کے مقابلہ میں ان دونوں فرمان رواؤں کی طاقت گرد تھی اور جس کی بارگاہ کے یہہ مجرم تھے — اس طاقت کا نام محض ”استعمال“ تھا جس پر مہر قدامت ثبت تھی، جس کا موقع و محل معین تھا، اور جس کے مورد وہ سب لوگ تھے جو لاطینی لکھتے تھے یا جنہوں نے کبھی لاطینی لکھی تھی — وہ طاقت اس کے سوا اور کوئی شے نہ تھی — بہ حیثیت سیاسی رفیع المنصب ہونے کے کوئی اس کا مستحق نہیں ہو جاتا کہ زبان کو بنانے یا بگاڑے۔ جس طرح کسی معمولی آدمی کی غلطیاں زبان کے لیئے قانون نہیں ہو سکتیں ویسے ہی بادشاہوں کی قواعدی غلطیاں بھی اُن کی رعایا کے لیئے قانون و قاعدہ نہیں بن سکتیں۔ ہر شخص ہمیشہ اُس وقت سے لیکر جب کہ وہ بچپن میں ایسی آوازیں اور اجزائے الفاظ کو ترک کرنا شروع کرتا ہے جن کے تلفظ میں اُسے دقت ہوتی ہے یا فریب دہ مشابہات کی بناء پر تصریف کے طریقے ایجاد کرنے لگتا ہے اُس وقت تک اپنی مادری زبان کی اصلاح کے تجربات میں کوشاں نظر آتا ہے جب کہ سن تمیز کو پہنچ کر ابتذال، دھقانیت، اور خلاف ورزی قواعد کا مرتکب ہوتا یا اپنے مخصوص طرز اور تصنیع کے جال میں پھنستا یا جہالت و خبط کی وجہ سے لفظوں کے صحیح معنی سے گریز کرتا ہے — لیکن اُس کا ذاتی اثر اتنا نہیں ہوتا کہ قوم کے مسلمہ استعمال کے سامنے اس کی چل سکے — تاوقتیکہ کوئی خاص وجہ نہ ہو اس کی تجاوز پر کوئی دھیان نہیں دیتا اور وہ مجبور ہو جاتا ہے کہ اُس کی گفتگو اوروں کی گفتگو کے مطابق ہو یا اگر وہ اپنی بات پر اڑا رہا تو لوگ مطعون کرتے ہیں کہ غلطیاں کرتا ہے ورنہ ظریف سمجھکر قہقہہ لگاتے ہیں *

یہہ محاللات سے تھا کہ سگسمند کے زمانہ میں لاطینی قواعد پھر کوئی اصول خود بادشاہ یا عیسائیت بھر کے تمام حکمرانوں یا عالموں کے بدلنے سے بدل جائے ، کیونکہ زبان مرچکی تھی ، اب اس کے خواص زمانہ حاضرہ کی سند قبول سے محروم ہو چکے تھے اور غیر منقلب نمونے مدار حیات تھے — آج جو کچھ ہم بول رہے ہیں اس کا بڑا حصہ اچھی انگریزی تصور کیا جاتا ہے حالانکہ شیکسپیر اور ملٹن اس سے نا آشنا تھے ، مگر سسر (Cicero) درجل (Virgil) یا ان کے حریفوں کے کلام میں جس کا پتہ نہیں وہ اچھی لاطینی سے موسوم نہیں کیا جاسکتا — تیراس کے زمانہ میں بھی یہی حال تھا کیونکہ وہ بلند پایہ مصنف جن کا کلام لاطینی کے لیئے سند و آئین تھا اس سے پہلے ہی لکھ کر چل بسے تھے — اُن کے کلام سے اعراض و انحراف آئندہ نسلوں کے نزدیک محض تخریب مابعد کا مترادف ہوتا ، پس اگر اس بادشاہ کی غلطی کو لوگ سند بھی مان لیتے ، خوشامد میں اس کے درباری ، فوج اور رعایا تقلید بھی کرنے لگتی تو ان کے اتفاق و اتحاد سے ایک اچھی مگر دوسرے درجہ کی لاطینی بنجاتی — ہاں ایطالوی ، فرانسیسی اور ہسپانی زبانوں کے لیئے یہہ استعمال بہت صحیح و مستند ہوتا لیکن کتر ادیب تو اسے مردود ہی سمجھتے اور اس سے بچتے — اور یہہ سب اس لئے نہوتا کہ انسان کو زبان پر کسی قسم کی قدرت ہی حاصل نہیں بلکہ اس کے بالکل برعکس اس وجہ سے کہ اس پر وہ ہر طرح سے قادر ہے یعنی انسان استعمال الفاظ سے زبان کو بناتا ہے لہذا جو استعمال الفاظ میں دخیل ہو سکتا ہے وہی زبان بنانا یا بدلتا ہے — اگر یہہ صورت ہو تو رفیع المنصب ہونے سے زبان پر بھی حکومت کی جا سکتی ہے اور اس کے باعث ہر چیز کا بہت جلد قبول عام و رواج کی سند حاصل کر لینا ممکن ہے جس کے بغیر کوئی بارگاہ زبان میں باریاب نہیں ہو سکتا — ایسی مثالیں ضبط تحریر میں ہیں کہ جن سے معلوم ہوتا ہے کہ کسی بادشاہ کے مستخر نے کسی لفظ کی شکل کو ہمیشہ کے لیئے مسخ کر دیا — ماہرین

قومیات اس سے بخوبی واقف ہیں کہ جسے ہم قوم تارتار (Tartar) کہتے ہیں یہ اصل میں ”تاتار“ ہے اور وہ اب کوشش کر رہے ہیں کہ اس کا املا درست لکھا جایا کرے — اس میں ”ر“ (r) کے داخل ہونے کا یہ قصہ ہے — فرانس کے بادشاہ سنت لوئی (St. Louis) کے زمانہ میں جب کہ اس وحشی قوم کی جماعتیں مشرقی یورپ کو تباہ کر رہی تھیں ان کی دست درازیوں کے افسانے اس نیک دل بادشاہ کے گوش گزار کیئے گئے اور وہ مہموت ہو کر چیخ اٹھا — ” انہیں تو تارتار کہنا زیبا ہے کیونکہ ان کے افعال اُن شیطانوں کے سے ہیں جو تارتارس (Tartarus) سے آئے تھے “ — اس مسخ شدہ نام کی موزونیت و مناسبت رنگ لائی اور اس کے بعد سے فرانسیسی مصنفین اور ان کے دیکھا دیکھی کل یورپ تاتاریوں کو ”تارتارس“ (Tartars) کہنے لگا — اب اس سے تو غرض نہیں کہ یہ روایت اس قدر مستند ہے یا نہیں کہ اس کی صداقت میں شک کیا یا نہ کیا جائے لیکن یہ ہر شخص سمجھ سکتا ہے کہ اس کا سچ ہونا ممکن ہے اور ازل سے ہزاروں ایسے اسباب منصفہ شہود پر جلوہ گر ہوتے رہے ہیں جن کے نتائج ایسے ہی ہوئے ہیں *

زبان میں اضافے کیونکر کیئے جاتے ہیں

یوں کہنا چاہیئے کہ وہ قوم جو کسی زبان کو بولتی ہے ایک جمہوریہ (republic) یا عمومیہ (democracy) ہے جس کے اختیارات کا منبع محض عوام کی رضامندی اور وجوہ موجبہ ہیں اور ان اختیارات سے جب وہ کام لیتی ہے تو حدود معینہ سے ایک قدم آگے نہیں بڑھا سکتی اور طرز مقررہ کی پابندی کے لئے مجبور ہوتی ہے — ہر شخص کو اجازت ہے زبان میں جس قدر چاہے اضافہ کرے بشرطیکہ اس اضافہ کی وجہ ہو اور اس سے جمہوریہ کے دل کو تھیس نہ لگنے پائے — جبکہ ساحل مساجت پر پہلا اسکونر (schooner) تیار ہو کر تختوں پر سے اتارا اور پانی میں ڈالا گیا تو اسکے چلنے کا انداز دیکھ کر ایک شخص جو اتفاق سے تماشہ دیکھنے آیا تھا متعجب

ہو کر بول اٹھا Oh, how she scoons — اس کو سنتے ہی اس کے
 موجد نے جواب دیا ” اچھا تو اس کا نام schooner رکھا “ اور یوں
 ایک نیا لفظ گہر دیا — اُس کی قوم نے اُس کے فعل کی تصدیق
 کی اور جو لفظ اس نے پیش کیا تھا اسے منظور کر لیا کیونکہ نئی چیز
 کے واسطے نئے نام کی ضرورت تھی اور موجد سے بڑھ کر کسے حق تھا
 کہ اپنی ایجاد کا نام رکھے ، اس کے برعکس اگر وہ اپنی مرضی سے ایک
 نئے جنگی جہاز کا نام اسکوئر رکھ دیتا تو اس کے ہمساہوں کے سوا کوئی
 اس نام سے واقف نہ ہوتا — جو شخص مریخ و مشتری کے درمیان کوئی
 سیارہ دریافت کرے اسے اختیار ہے کہ وہ اس کا نام منتخب کرے لیکن
 یہ نام کسی دیوی کے نام پر ہونا چاہیئے کیونکہ ایسے موقعوں پر یہی
 ہوتا آیا ہے اس پر بھی اُس کی وجوہ انتخاب کی تنقید کی جاسکتی
 ہے — چند سال ہوئے ایک انگریز نجومی نے ، جو اپنے جوش و فدا داری
 پر پردہ پڑا رہنا پسند کرتا تھا ، ایک سیارہ دریافت کیا اور اس کا نام
 وکٹوریا رکھ دیا ، اس کو کسی نے نہ مانا اور آخرش اس کو ترک
 کر کے اُسے دوسرا نام رکھنا پڑا — گذشتہ صدی میں ایک طباع و عالم ایطالوی
 حکیم نے ایک نئی قوت دریافت کی اور کسی نے اس کے نام پر اس کا
 نام گالوانیت (galvanism) رکھ دیا — ہم میں سے بہتوں کو یاد
 ہوگا کہ بہت عرصہ نہیں ہوا کہ ایک فرانسیسی عالم نے چند کیمیائی اجزاء
 کے استعمال کا ایک حیرت انگیز و پر لطف طریقہ نکالا اور لو یہاں بھی
 وہی صورت پیش آئی کسی نے اس کا نام بھی موجد ہی کے نام پر
 ڈیگرو ٹائپ (daguerreotype) رکھ دیا جسے اس کی قوم نے بھی
 منظور کر لیا — آج گالوانیت اور ڈیگرو ٹائپ معہ اپنے ماخذ کے
 انگریزی زبان کے ایسے ہی اصلی اور مسلم الفاظ ہیں جیسے چاند اور
 سورج یا ماں اور باپ — اگر گالوانی (Galvani) اپنی تحقیقات کا نام
 abracadabra رکھ دیتا یا ڈاگیر (Daguerre) اپنی تحقیقات کا
 aldiborontiphosphornios تو یہ نام بھی اُن لوگوں کی
 نظر میں جو اُن دنوں ایجادات سے کام لیتے ہیں اُن ناموں سے کچھ

کم موزوں نہوتے جو انتخاب کیئے گئے کیونکہ ایسے تو تھوڑے ہی آدمی ہیں جو ان دونوں موجدوں کے نام سے واقف ہیں یا جنہیں اتنی یونانی آتی ہے کہ وہ لفظ ٹائپ (type) میں بلحاظ اصول اشتقاقیات جو خوبی ہے اسے سمجھ سکیں — باوجود اس کے جن لوگوں کے ہاتھ میں پبلک کی رائے کی باگ ہے وہ بگڑ جاتے اور زور دیتے کہ ایسے نام رکھے جائیں جن میں اُن کے خیال کی رو سے صریح وجوہ و مناسبت پائی جائے۔ گذشتہ نصف صدی سے پبلک خاموشی سے تماشا دیکھ رہی ہے اور ہمارے ماہرین ارضیات انگریزی زبان میں ایسے الفاظ یعنی اسماء، صفات، اور افعال کی بھر مار کیئے جارہے ہیں جن کے ماخذ الگ الگ اور شکل و صورت بدنام و وحشت انگیز ہے تاکہ اُن کے ذریعہ سے اس خزانہ عام میں جس سے ہم سب مستفیض ہوتے ہیں اُس علم کا اضافہ ہو جس تک اُن کی رسائی ہوئی ہے — حق یہ ہے کہ اس معاملہ کو کچھ وہ خود ہی خوب سمجھتے ہیں اگر وہ اس امر میں متفق رائے ہیں کہ ضرورت و مناسبت کا یہی تقاضا ہے کہ ہم silurian, oölite اور post-pleiocene بولیں تو ہمیں بھی عذر نہیں خواہ ہم جدید و قدیم جغرافیہ اور قدیم ادبیات سے اُس قدر واقف ہوں یا نہوں کہ اُس کے اسباب دریافت کرسکیں اور لفظ کی موزونیت کا اندازہ لگاسکیں *

لیکن قوم، زبان کے بہت ہی ضروری اور عزیز حصہ یعنی ایسے الفاظ و مرکبات ناقص کے بارے میں بھی جو بالعموم بولے جاتے ہیں، ان لوگوں کو کسی قدر اختیارات عطا کرتی ہے جو اسکے اہل ہیں — اُس زمرہ میں فن تقریر کے زبر دست ماہر یا وہ مقرر جنکی جادو بیانی دلوں کو مستخر کر لیتی ہے یا وہ ادیب جن کے زور قلم کے اعلیٰ و ادنیٰ سب قائل ہیں داخل ہیں — ایسے باکمال اگر بھولے بھٹکے کوئی لفظ گھر ڈالیں مگر مسلمہ مشابہات کا لحاظ کر کے یا کسی متروک لفظ کو پھر رواج دیں یا کسی پرانے لفظ کے معنی میں ایسا تصرف کریں جو اسکے قہم مدلول سے قریب قریب ملتا ہو تو مضائقہ نہیں — انکی اس

جسارت کو قبول عام ضرور رواج بخشدیگی = ایک زبردست مصنف محض اپنی سند پر کسی ایسے لفظ یا مرکب ناقص کو نکسال میں داخل کر سکتا ہے جس کا استعمال متنازعہ فیہ ہو، جو خرابی تلفظ یا غلطی کی وجہ سے پیدا ہو گیا ہو، جسے دیکھ کر ناک بھون چڑھا لیجائی تھی اور جس کا استعمال گناہ سمجھا جاتا تھا۔ یہی نہیں بلکہ یہہ بھی ممکن ہے کہ اس کی ”خصوصیت“ اور اس کا مروجہ اصول سے دانستہ اعراض بھی زبان کے لیئے سند و آئین بنجائے۔ ہر زبان کے ہر حصہ پر یہہ مقولہ کہ ”رواج ہی کا نام قاعدہ زبان ہے“ صادق آتا ہے۔ رواج کے برحق ہونے سے انکار نہیں کیا جاسکتا اور نہ اس کے اثرات کی روک تھام ہی ممکن ہے۔ ہر شخص اپنے ہمتجنسوں سے وہی لکھوا یا کہلا سکتا ہے جو خود لکھتا یا بولتا ہے لیکن اس میں اُسے اسی حد تک کامیابی ہوگی جس حد تک کہ وہ اسکا کہنا ماننے کے لئے آمادہ ہوں گے *

ایسی زبانوں میں جن کی کیفیت ہماری زبان سے مشابہ ہے کبھی کبھی اس مسئلہ پر معقول اور طویل بحثیں چھڑ جاتی ہیں کہ آیا فلان لفظ نکسال میں داخل ہونے پائے یا نہ پائے — ہم سب کو یاد ہوگا کہ چند روز گزرے اخباروں میں بھشو مباحثہ ہو رہا تھا کہ جو پیغام بذریعہ تار بھیجا جاتا ہے اسکو telegraph کہنا جائز ہے یا telegram اور اس میں کلام نہیں کہ ہم میں سے بہت سے اس کے منتظر ہیں کہ استادان فن اس کا کیا فیصلہ کرتے ہیں — ہماری زبان میں ایک لاحقہ (suffix) ہے able جسے دیگر اضافات کی طرح نہایت بے تکلفی سے نئے الفاظ بنانے کے لیئے کام میں لاتے رہتے ہیں۔ ابھی کی بات ہے بعض مصنفین و مقررین نے اسے فعل rely کے آخر میں لگا کر reliable اسم صفت بنا ڈالا۔ یہی حال اور افعال کا بھی ہوا ہوگا مگر کسی گوشہ سے صدائے اعتراض و احتجاج بلند نہ ہوئی حالانکہ اعلیٰ درجہ کی یا اور نہیں تو ایسی انگریزی بولنے والی سوسائٹی سے جو بہت ہی محتاط ہے یہہ اب بھی رائدہ درگاہ ہے۔ کیوں؟ پہلی وجہ تو معترض یہہ بقائے ہیں کہ اس لفظ کی ضرورت ہی نہیں کیونکہ trustworthy موجود ہے۔

جس کے یہی معنی ہیں — علاوہ اس کے غلط طریقہ سے اور خلاف اصول بنایا گیا ہے — چون کہ ہم کہتے ہیں ”rely on anything“ اس لئے اگر اس سے اسم صفت بنانا ہے تو reliable ہوگا نہ کہ reliable دوسرے فلاں فلاں اصحاب کے، جو انگریزی کے مسلم الثبوت استاد ہیں، قلم سے یہہ بھولے سے بھی نہیں نکلتا — مخالفین اپنی بات پر آڑے ہوئے ہیں اور مانتے ہی نہیں — وہ کہتے ہیں کہ معترضین کا پہلا اعتراض قابل پزیرائی نہیں — اضافہ مترادفات سے ثروت زبان ترقی کرتی ہے اور اس کی مخالفت کا کسی کو حق نہیں اگر اس سے خیالات کے باریک امتیازات ظاہر ہوتے ہوں — اُن کا یہہ جواب صحیح بھی معلوم ہوتا ہے کیوں کہ ان الفاظ کے محمل استعمال سے پتہ چلتا ہے کہ ان کے معنی میں فرق ہے — دوسرے اعتراض کو وہ یوں غلط بتاتے ہیں کہ انگریزی اشتقاقیات میں able لاحقہ (suffix) کے استعمال کے واسطے کوئی قاعدہ نہیں مقرر ہے اور اس بارہ میں معترضین کے دعویٰ غلط ہیں اس میں بہت سے الفاظ پہلے سے موجود ہیں مثلاً laughable وغیرہ حتیٰ کہ marriageable اور objectionable بھی — تیسرے کا جواب وہ یہہ دیتے ہیں کہ فلاں فلاں اصحاب چاہیں جو کچھ کریں مگر زید بکر خالد اور دنیا بھر نئے الفاظ بے درنگ استعمال کرتے ہیں اور ایسے مقبول الفاظ کی مخالفت فضول ہے جنہیں اتنی تائید اور ایسی معتبر سند حاصل ہے — یہہ قضیہ کیونکر طے ہوگا یا ہونا چاہئے ہمیں اس وقت اس سے غرض نہیں اس کا ذکر محض اس لئے کیا گیا کہ گو خود اس لفظ کے بارہ میں تو دانستہ اور تھکریبی بحث ہو رہی ہے لیکن یہہ در اصل اُس قسم کے مباحث کی ایک مثال ہے جو چپ چاپ اُن دماغوں میں ہوتے رہتے ہیں جن کے اجلاس میں منظوری و نا منظوری کے لئے مروج استعمال الفاظ کے تغیر و تبدل کا مقدمہ پیش ہوتا رہتا ہے، اور وہ ان امور کو کہ آیا اس کی ضرورت ہے، یہہ زبان کی مشاہدات کے مطابق ہے — اسے مستند اشخاص نے پیش کیا ہے یا وہ اس کی

تائید کرتے ہیں مدنظر رکھ کر اس کی منظوری یا نا منظوری پر متفق رائے ہوتے ہیں اور ان کا یہ اتفاق رائے وہ قول فیصل ہوتا ہے جس کی اپیل نہیں ہوسکتی

وہ لوگ بھی ، جو اس کے قائل نہیں کہ زبان قوت نامیہ سے معمور ہے ، کسی زندہ زبان کی لغات میں اضافہ کو انسان کے سوا کسی اور کی طرف منسوب نہ کریں گے — کیوں کہ کوئی شخص جس کے ہوش و حواس بجا ہیں اس کا مدعی نہیں ہوسکتا کہ جب کسی کے دماغ میں کوئی خیال آتا یا وہ کوئی نتیجہ اخذ کرتا یا کوئی طباع و ذہیں کوئی ایسی بات ایجاد و اختراع کرتا ہے جس کا انسان کو معیشت و معاشرت سے تعلق ہو تو زبان خود بخود ایک لفظ اس ایجاد و اختراع کے نام کے لئے اُکل دیتی ہے

جس نے کوئی بات دیکھی ہے وہ ہی بیان بھی کرسکتا ہے — جس شخص نے کوئی شے ایجاد کی ہے ، کیوں کر ممکن ہے کہ اسے اس کا نام رکھنا نہ آئے

زبان میں تغیرات صوتی کیوں کر ہوئے ہیں

لیکن یہ نہ سمجھئے کہ اُن تدریجی تبدیلیوں کا دلچہ اور سبب ہے جن سے کسی زبان کی تراکیب قواعد پر آمت آتی یا لفظوں کی آواز میں رد و بدل ہوتا ہے — اگرچہ وہ اضافہ لغات کے مقابلے میں کسی قدر نظروں سے پوشیدہ رہتی ہیں اور انہیں تسلیم نہیں کیا جاتا مگر اُن کے اسباب وہی ہیں جو اضافہ لغات کے — اگر ہم knight لکھ کر nit بولتے ہیں اور ہمارے آباؤ اجداد اس کا املا cniht لکھتے اور ہر حرف کو صاف صاف ادا بھی کرتے تھے (وہ i کا وہی تلفظ کرتے تھے جو pin کی i کا ہے) ، جس طرح کہ اہل جرمنی آج بھی اس لفظ کو knecht لکھتے اور بولتے ہیں ، تو اُس کی وجہ یہ نہیں ہے کہ لفظ میں بنفسہ کوئی بات ایسی ہے کہ جس کے باعث اس کی پوری شکل بدل کر ایب سیدھی

سادہ صورت رکھتی بلکہ انسانی اعضائے صوت کے لئے ابتدائے لفظ میں kn کا جمع ہونا تلفظ میں دشواری پیدا کرتا تھا اس لئے بے پرواہ اور سہولت پسند اشخاص کے تلفظ سے k رفتہ رفتہ غائب ہونے لگا اور یہہ عیب مرور ایام کی بدولت شرف قبول عام سے سرفراز ہو گیا حتیٰ کہ ہماری زبان کا یہہ قاعدہ ہی ہو گیا کہ خواہ کوئی لفظ ہو جب غنہ سے پہلے وقفیہ آتا ہے تو آخر الذکر کا تلفظ نہیں کرتے مثلاً (knife اور gnat وغیرہ) —

اسی طرح حلقیہ h حروف علت کے بعد ناپسند کیا جانے لگا کیونکہ اسکے ادا کرنے کی زحمت گوارا نہ تھی اس کا نتیجہ یہہ ہوا کہ h ہر لفظ سے اُڑا دیا گیا (یعنی یا تو بالکل حذف کر دیا گیا جیسے nigh اور ought میں یا f سے بدل دیا گیا جیسے laugh اور cough میں) مگر اس حرف صحیح کے نقصان کی تلانی یوں نہی گئی کہ حرف علت i کی آواز کو کھینچ کر ادا کرنے لگے گویا دو حرف علت ہیں — یہی حال بے انتہا الفاظ کا ہوا — کوئی وجہ نظر نہیں آتی کہ دھقانی cow کا تلفظ kau کریں یہہ محض کھینچ کر تلفظ کرنا ہے جس سے طبیعت کا تساہل ظاہر ہوتا ہے اور اس میں منہہ بھی کم کھولنا پڑتا ہے —

اسی طرح dance , graft , اور grasp میں ، جو کچھہ عرصہ ہوا dance , graft , اور grasp بولے جاتے تھے اور بعض جگہہ اب بھی یونہی بولے جاتے ہیں ، ء کا تلفظ اس قدر عام ہو گیا کہ اب سب اسی طرح بولتے ہیں اگرچہ وہ یہہ بھی جانتے ہیں کہ یہہ قدیم تلفظ کی بگڑی ہوئی صورت ہے جو تقلید و تمثیل کے باعث مروج ہوئی اور یہہ ترویج اُس تساہل کی مرہون منت ہے جس نے ہمارے بہت سے حروف علت کی ، جو صاف صاف ادا کیئے جاتے تھے ، آواز کو مدہم کر دیا۔

ہماری قوم میں آج کل either اور neither کا رواج زوروں پر ہے اور اندیشہ ہے کہ کچھہ عرصہ کے بعد either اور neither ، جو زیادہ مستند اور مماثلات و مشابہت کے لحاظ سے بھی صحیح تر ہیں ، مفقود ہو جائیں گے کیوں کہ کچھہ لوگ جو سمجھتے ہیں کہ نئے تلفظ میں کچھہ خوبی ہے اور انگریز یونہی بولتے ہیں قدیم تلفظ

کو دانستہ بدل رہے ہیں اور عوام اُن کی تقلید کر رہے ہیں — ہماری عادت ہے کہدیا کرتے ہیں کہ ایسے تغیر صوتی ناگزیر ہیں اور خود بخود زبان میں داخل ہو جایا کرتے ہیں لیکن بالفاظ دیگر یہہ اس امر کا اعتراف ہے کہ ہمیں معلوم نہیں کہ کون وہ خاص شخص ہے جسے تخریب زبان کا الزام دیں — اگر جرم کا ہونا لایمی نے تو جرم کرنے والا بھی ضروری ہے، بغیر مجرم کے جرم نہیں ہو سکتا خواہ مجرم کا پتا چلے یا نہ چلے

اس مضمون پر اس سے زیادہ بحث کرنا فضول ہے اور اس سے زیادہ مثالوں کی بھی ضرورت نہیں کیونکہ جو ارگ یہہ تعلیم دیتے ہیں کہ زبان کا وجود کسی کا محتاج نہیں اور اس کی ذات قوت نامیہ سے معمور ہونے کی وجہ سے وہ نمو کرتی ہے وہ بھی تو مانتے ہیں کہ تغیرات صوتی حضرت انسان ہی کی کارستانی ہیں جو اعضائے نطق کو زحمت سے بچانے کی فکر میں گرفتار رہتے ہیں

زبان پر افراد و جماعت کے اثرات

اُس زبان میں جس کی حالت ہماری زبان کی سی ہو، یعنی جس کی طرف ہزاروں آنکھیں نکٹکی لٹائے دیکھ رہی ہوں کہ اس کی سالمیت میں تو فرق نہیں آیا اور ہزاروں قلم ہر وقت روشنائی میں ڈوبے تیار ہوں کہ ادھر کسی نے کسی لفظ کی بگڑی ہوئی ہیئت یا کسی نئے اور غیر ضروری عنصر کو زبان میں داخل کیا اور ادھر انہوں نے مخالفت میں صفحے کے صفحے رنگ ڈالے، رفتار تغیرات بہت سی سست ہو گئی اور محض نہایت ضروری تبدیلیاں وقوع پذیر ہوں گی — تخریب کا زور تو اسی وقت ہوتا ہے جبکہ تاثریت یافتہ اور بے پرواہ بولنے والوں کے ہاتھ میں اسکی باگ ہوتی ہے — وہ نہ تو اصول ادبیات کے پابند ہوتے ہیں نہ مسلمہ و قدیم استعمال و رواج کے — انہیں محض وقتی ضرورت سے غرض ہوتی ہے، اس سے مطلب نہیں کہ پہلے کیا تھا اور آگے چل کر کیا ہوگا — عام لوگوں میں بولیاں پیدا ہوتی رہتی ہیں لیکن تعلیم یافتہ

اور خواندہ طبقہ کی گفتگو میں فرق نہیں آتا - مگر یاد رکھو کہ اس سے ان قوتوں کی ماہیت میں بھی، جو اپنا اثر ڈال رہی ہیں، کوئی فرق نہیں آتا - ترقی و تنزل کے اسباب ایک ہی ہیں یعنی تغیر لسانی زبان کے بولنے والوں کی مرضی سے ظہور پذیر ہوتا ہے - یہ مرضی اغراض کے تابع ہوتی ہے جسکی اعانت اعضاء صوت کرتے ہیں اور وہ اپنی ضروریات و سہولت کے لحاظ سے اعضاء صوت سے مقرب و متناسب (مراد تلفظ الفاظ) کو بدلتی رہتی ہے - تغیر کا ہر جزو خواہ کسی نوع اور درجہ اہم ہو کسی تغیر کرنے والے یا تغیر کرنے والوں کا بقا دینا ہے جو اس کا موجب ہوئے، جن کی تقلید روز بروز پھیلتی گئی حتیٰ کہ اُسے وہ قبول عام نصیب ہو گیا جس کے بغیر کوئی شے تکمال میں داخل اور مستند نہیں ہو سکتی - زبان میں تغیر کا رفتہ رفتہ ہونا اور قریب قریب اس طرح ہونا کہ تمیز نہ ہو لازمی ہے کیونکہ ایک تو قبول عام کی رفتار آہستہ ہے دوسرے اُسے کوئی ایسی چیز جو سابقہ استعمال و رواج سے کوسوں دور ہے حاصل نہیں کر سکتی، اس کا باعث یہ ہے کہ مشابہت موجودہ نہونے کی وجہ سے وہ ایسی نظر آتی ہے گویا بعید از قیاس، خلاف رواج اور بعید از فہم ہے - زبان کی مشابہت کا مجموعی اثر شوق ” ایجاد بندہ “ کا گلا گھونٹنے کے لئے ہر وقت اسی طرح آمادہ رہتا ہے جس طرح کہ کسی ایسے لفظ و معنی کی ترویج کی اعانت کے لئے جس کو سابقہ لفظ و معنی سے صریح و طبعی لگاؤ ہو - مثلاً رواج عام کو نئی ضمیر اضافی its کو انگریزی زبان میں داخل کرنے میں کوئی دقت نہونئی - work کی ماضی wrought تو تھی ہی مگر worked کا بھی بطور ماضی باسانی اضافہ ہو گیا اور cow کی جدید جمع cows کو قدیم جمع kye یا kine کو اکھاڑ دینے میں کسی دشواری کا سامنا نہ کرنا پڑا کیوں کہ جدید جمع معمولی نمونوں کے مطابق تھی برخلاف اس کے اگر worked, its اور cows کے استعمال کی ترویج کو روکنے اور بجائے اُن کے wrought, his اور kine کو رواج دینے کی کوشش

کي جاتي تو کاميابي نهوتي - کسي شعار کي باره ميں، جو تمام قوم کي مفاد سے وابستہ هو اور هر شخص کي خيال و اعمال روز مره کا جزو بن گیا هو، يهه اندازه کرنا کہ اس ميں تغير کا مقابلہ کرنے کي کس قدر طاقت هے کوئي آسان کام نهیں۔ مثلاً فرانسیسیوں کو اعشاري طريق کي بات اور ناپ استعمال کرنے کي لئے رضامند کرنے ميں کچھ کم عرصہ نهیں لگا۔ ابھي کي بات هے کہ وه لوگ کيسے کيسے ناکام رهے اور خفيف هوئے هیں جو صريح وجوه کي بناء پر چند صورتوں ميں انگريزي الفاظ کي هجے ميں اصلاح کرنا چاهتے تهے - لیکن زبان کا رتبہ تو ان باتوں سے کہیں اعلیٰ و ارفع هے - يهه هماري املاک ميں سب سے زياده بيش بها ملک هے - يهي همارا آلہ اظهار خیالات هے، يهي هماري فطرت کي اجتماع پسند هونے کا راز بے نقاب کرتی هے اور يهي هماري تعليم و تربيت کا ذريعہ هے - هم اس سے هر روز يا هر گھڑی هي کام نهیں لیتے بلکہ ایک لمحہ يهي اس کي بغیر گذر نهیں، سب سے پہلے اسے سيکھتے اور سب کي بعد بهولتے هیں۔ يهه وه عادت هے جو رگ رگ ميں بسی، مشکل سے چھوٹی اور قريب قريب فطرت ثاني هوگئی هے اس لئے اس ميں آنکھ بند کر کے بے تکلف تغير نهیں کئے جاسکتے۔ جس قوم کي يهه ملک هوتی هے وه هرگز گوارا نهیں کرتی کہ کوئي بے وجه اس ميں دخل دے۔ محض ایسي هي اصلاحات کو جو عام طور سے پسند کي جاتي اور درحقيقت محسوسات زمانه کي ترجماني کرتی هیں شرف پسندیدگی اور قبوليت کا موقع مل سکتا هے، وهي رواج پاسکتی اور جزو زبان بن سکتی هیں

مذکورہ بالا سے يهه تو ظاهر هے کہ انسان زبان کو بدلنے کي قوت نهیں رکھتا لیکن يهه کہنا هرگز درست نهیں کہ وه باعث تغير نهیں - وه باعث هے مگر شرط يهه هے کہ اُس حد تک جس حد تک کہ اس کي گرد و پیش والے اسے باعث تسليم کرتے هیں - زبان اور تغيرات زبان قوم کي کام هیں لیکن قوم کوئي کام نهیں کرسکتی تاوقتیکہ اس کي افراد کسي معاملہ ميں سبقت نہ کریں هان اس سبقت کي منظور يا نا منظور کرنے کا اسے اختیار هے - هر شخص جو کچھ کرتا هے اسے غور و فکر

کر کے نہیں کرتا یا یہہ کہئے کہ عالم بے خبری میں کرتا ہے۔ اُس شخص کا منشاء صرف اتفاقی ہوتا ہے کہ مفاد مشترکہ سے میں بھی فائدہ اٹھائوں اور اپنے ذاتی مقاصد کی تکمیل کروں لیکن اُس سے زبان کے دوام و قیام اور ہیئت اختیار کرنے کے کام میں خود بخود مدد ملتی ہے۔ ہرگز ساحل مرجان پر محض اپنی غذا کی تلاش میں مصروف رہتا اور اپنی بقا و حیات سے متعلق ضروریات کے تابع مرجان بنانے والا مادہ خارج کرتا رہتا ہے لیکن سب کیڑوں کی معنیت ملکر ایک مرجان کی چٹان تیار کر دیتی ہے جس سے موجیں سرنگراتی ہیں مگر اُسکا بال بیکا نہیں کر سکتیں۔ ایک متنفس کو خواہ وہ بادشاہ ہی کیوں نہ ہو، منتخب کر لینا اور اُس کی بے بسی کو بطور ثبوت پیش کر کے کہنا کہ انسان تغیر و تبدل زبان پر قدرت نہیں رکھتا، بالکل ایسا ہی ہے کہ کوئی ایک بڑے سے بڑا اور بہت ہی چمکدار کیڑا چٹان پر سے اُٹھالے اور کہے ”اُس کم زور نفے سے کیڑے کو دیکھو اور بقاء کہ اُس کے بنائے ایک چٹان یا جزیرہ بن سکتا ہے“ — آج تک کسی نے دانستہ زبان کو ایجاد کرنے یا ترقی دینے کا کام نہیں کیا یا کیا ہے تو اُس سے دایمی اور سود مند نتیجہ نہیں نکلا — تمام کام وقتاً فوقتاً ضرورتوں کے باعث، جو کچھ وقت پر سوجھ گئی اُس پر عمل کرنے، اور اُن امکانات کو سمجھ لینے کی وجہ سے ہوا، جو پہلے سے حاصل کیئے ہوئے خزانۃ الفاظ و مشتقات اور اُن کے استعمال نے سمجھائے اور بنائے — اُس لحاظ سے کہہ سکتے ہیں کہ زبان نشو و نما پاتی ہے کیونکہ انسان کی قابلیت اور روز افزوں ضروریات کے مطابق ہر وقت اور نہایت سوزوں صورت اختیار کر کے بڑھتی رہتی ہے *

زبان کا ذکر کرتے ہوئے جب ہم کہتے ہیں کہ ”اُس کی ذات قوت نامیہ سے معمور ہے یا اُس کی ترقی و تربیت قانون نامیہ کے ماتحت ہے، تو ہمارا وہی مقصد ہوتا ہے جو اوپر بیان کیا گیا — نامی اجسا کی طرح زبان محض ہم جنس عناصر کا مجموعہ ہی نہیں بلکہ یہ

ایک مرکب شے ہے جس کے اجزا باہم تعلق رکھتے اور ایک دوسرے کی اعانت کرتے ہیں — جس طرح جسم نامی ایسے مادہ کے نمو سے بڑھتا ہے جس کی ساخت اور جسم نامی کی ساخت ایک سی ہوتی ہے اور اس کے موجودہ اعضاء تخلیق اضافہ کا باعث ہوتے ہیں اور اس تخلیق کی ایک جانی بوجھی غرض ہوتی ہے ، یعنی بقائے جسم نامی کو مدد پہنچانا اور اُن کاموں کے سر انجام دہی کی اعانت کرنا جس کے لئے قدرت نے اُسے پیدا کیا ہے ، اسی طرح زبان بھی ترقی کرتی ہے — اس کا نیا خزانہ پہلے مادہ سے اور اس کے مطابق بنایا جاتا ہے ، یہ خود کو اپنے باطنی اعمال ارتقاء اور اپنی ہستی کی اغراض بہ خوبی حاصل کرنے کے لئے جن کی ملک ہے ان کے اظہار خیالات سے مالا مال کرتی ہے — اس کی پیدائش ، ترقی ، زوال ، اور انعدام ذی روح مخلوق کی پیدائش ، نمو ، زوال اور موت سے مشابہ ہیں

لسانیات اور طبیعیات میں مشابہت

حیات زبان اور حیات مخلوق ذی روح میں ایک اس سے بھی قریب تر مشابہت ہے۔ ہر شخص کی زبان کیا ہے گویا انواع میں سے کسی کا ایک فرد ہے جسے اپنی نوع سے عام مشابہت تو ورثہ میں ملی ہے لیکن اس میں ذاتی خصوصیات بھی ہیں ، اختلاف کی صلاحیت بھی موجود ہے اور خود ایک نئی نوع بھی بنا سکتا ہے — طالب علم لسانیات نے ، بولی ، زبان ، زمرہ ، خاندان اور اصل وغیرہ میں جو فرق و امتیازات قائم کئے ہیں وہ ماهر حیوانیات کے ان فرق و امتیازات سے ملتے ہیں جنہیں وہ اختلاف نوع اور اجناس سے موسوم کرتا ہے۔ وہ مسائل جن پر آج کل طلبائے طبیعیات زور و شور سے بحث کر رہے ہیں یعنی خاص امتیازات کی ماہیت ، انواع کا ماخذ جو انفرادی اختلاف اور طبعی انتخاب پر مبنی ہے ، اور وحدت مبدئ ذی روح ، ان مسائل سے بہت ملتے جلتے ہیں جن سے طالب علم لسانیات ہر وقت بحث کرتا رہتا ہے ۔

یہاں اب اُس سے زیادہ مقابلہ کر کے دکھانے کی ضرورت نہیں۔ اُس پر خود بہ خود نظر پڑتی ہے اور اسقدر پر لطف سبق آموز مشابہات ہاتھ لگ جاتی ہیں کہ اکثر اُس سے طلبائے لسانیات و طبیعیات دونوں نے کام لیا ہے *

لسانیات اور ارضیات کے حقائق و طریق میں بہت ہی مطابقت ہے اور اکثر اُس پر بحث بھی ہوئی ہے — یوں کہنا چاہئے کہ لسانیات کیا ہے جدید ترین زمانہ کا ارضیات (عمر انسان) ہے — اُس کا کام ہے کہ زمین اور اُس پر رہنے والوں کی اُس وقت کی تاریخ نشوونما کو تیار کرے جس کا پتہ دفتر ارضیات میں نہیں چلتا، یعنی جب کہ انسان حیوان مطلق سے ترقی کر کے حیوان ناطق کے درجہ پر پہنچ گیا اور بذریعہ زبان اپنے اور اپنے ماحول کے ارتقاء کی شہادت دینے لگا۔ قدیم زبان کی باقیات گویا ازمئہ ماضیہ کے طبقات ارض ہیں جو اُس وقت کے طرز زندگی کو زبان حال سے بیان کر رہے اور کہہ رہے ہیں کہ وہ اسباب کیا تھے جو طرز کے تعین و تشخیص کا باعث ہوئے اور جنہوں نے اُس پر اپنا اثر ڈالا۔ الفاظ تہ بہ تہ سنگریزے ہیں جن کی ہر تہ سے نظم و نسق حیات کی ترقی پر روشنی پڑتی ہے اور جن کی مشابہت و تعلقات مختلف طبقات کے تسلسل و تشابہ کو ظاہر کرتے ہیں۔ برخلاف اسکے اور علوم میں جو شواہد ہیں اُن کی اس کثرت سے قطع و برید ہوئی ہے کہ اُن کے مکمل ہونے میں فرق آگیا اور یہ ممکن نہیں کہ اُن کے ارتقاء کی تمام و کمال منازل کو اچھی طرح دکھایا جاسکے *

جن دماغوں کو اس قسم کی تلاش ہے اُنہیں ان سے بھی زیادہ حیرت انگیز مشابہات مل سکتی ہیں — مگر وہ سب اُن کی طرح مشابہات ہی ہوں گی اور محض توضیح ہی کا کام دیں گی۔ اگر ہم نے ماہیت زبان اور طریق مطالعہ زبان کے بارے میں اُن کو بناء پر رائے قائم کی تو ان سے بہت سی غلطیاں پیدا ہو جانے کا اندیشہ ہے، کیونکہ ہم زبان کو اس باعث سے کہ حیوانیات و ارضیات کی یہی حالت ہے زندہ اور نمو کرنے والا نظام کہہ چکے ہیں — یہ بات فلسفہ لسانیات میں

ایک معرکہ الفراء معاملہ ہے — تاریخ لسانیات کے اسباب کو فرداً فرداً یا من حیث المجموع ہم کبھی نہیں سمجھ سکتے ، اگر ہم نے اُن مہرکات کی ماہیت کے سمجھنے میں غلطی کی جو ان اسباب کو پیدا کرتے ہیں — درحقیقت زبان ایک انجمن ہے (اگرچہ لفظ انجمن کچھ غیر موزوں سا نظر آتا ہے لیکن اس سے بڑھ کر واضح مطلب لفظ ملتا بھی نہیں) ، یہ اُن لوگوں کی ساختہ و پرداخت ہے جن کی ضروریات پوری کرتی ہے ، یہ محض انہیں کے قبضہ و اختیار میں ہے ، انہوں نے اس کو اپنی ضروریات و ماحول کے سانچے میں ڈھالا ہے اور اب بھی ہر جگہ ڈھال رہے ہیں — جن افراد سے یہ بنی ہے اس کے ہر فرد کی موجودہ ہیئت (کیونکہ ابھی ہم اُس منزل پر نہیں پہنچے جہاں نطق انسان کے مآخذ سے بحث کی جائیگی) مسلسل تغیرات کا نتیجہ ہے جو لوگوں کی مرضی اور اقرار سے رونما ہوا — یہ لوگ تاریخی کیفیات اور فطرت انسانی کے مطابق عمل کر رہے تھے اور اغراض ، جن کے پیشتر حصہ کا سراغ لگایا جاسکتا ہے اور جو بنفسہ تحقیقات کے لئے ایک موزوں موضوع ہیں ، انہیں اس کام کے لئے ابھار رہی تھیں *۔

مطالعہ لسانیات مطالعہ تاریخ ہے

ان امور کی بناء پر ہم زبان کو علم تاریخ یا اخلاق تصور کر کے اس کے مطالعہ کی نوعیت معین و مقرر کر سکتے ہیں — یہ نسل انسان اور انسانی انجمنوں کی تاریخ کا ایک شعبہ ہے — یہ بہت سے علوم سے ، جو اخلاقیات و طبیعیات پر مکتوبی ہیں ، اعانت کا خواستگار ہو سکتا ہے — معقولات سے کہہ سکتا ہے کہ بقاؤ وہ کیا باتیں تھیں جن کے باعث معنی رنگ بدلتے رہے ، آئین خیالات میں فرق پیدا ہوتا رہا اور ہمہ گیر اصول تعلقات قواعد کی داغ بیل ڈالتے رہے — عضویات سے پوچھ سکتا ہے جواب دو کہ اعضائے صوت کی کیا ساخت اور اُن کے کام کرنے کا کیا طریقہ ہے — جو آوازیں ادا کی جاتی ہیں اُن کا ساخت اعضاء سے کیا تعلق ہے کہ وہ قوانین خوش الحانی معین و مشخص اور تغیرات

صوتی کے طریقے مقرر کرتی ہے — جغرافیہ طبعی سے دریافت کر سکتا ہے کہ اطلاع دو وہ کون سی مادی کیفیات اور آب و ہوا کی تاثیرات تھیں جنہوں نے نمونے لسل پر اثر کیا — لیکن دماغ انسان، جو خیالات انسان کے لئے طریقہ ہائے اظہار کی تلاش میں رہتا اور اُن کا انتخاب کیا کرتا ہے، زبان کے دوران ترقی میں اُس ترقی کو معین و مشخص کرنے والے اسباب اور اُن اسباب کے نتائج کے درمیان ایک ثالث ہے۔ یہہ اسباب و نتائج اسی لحاظ سے زبان پر اثر کرتے ہیں جس لحاظ سے کہ خود انسان کی خواہشات، رجحانات اور قابلیت پر جو چیز کہ فوراً اپنا اثر کرتی ہے وہ خود لوگوں کی مرضی ہے جو ضروریات، خیالات و عادات کے اشارے پر چلتی ہے — طبیعیات کا سرمایہ کیا ہے؟ مادی اشیاء جو مادی قوتوں کی معمول ہیں — ارضیات میں آخرش اُس امر کو ماننا پڑتا ہے کہ طبقات قوانین خواص مادہ سے بنے ہیں — جس چیز پر اثر پڑا ہے وہ محسوس مادہ ہے اور جو نتیجہ مرتب ہوا ہے وہ بے حس و بے خبر ہے۔ حیوانیات میں بھی تشریح الابدان اور عضویات کی طرح محقق کو مادی چیزوں سے سابقہ پڑتا ہے جن کی ساخت کا دار و مدار اُن قوانین پر ہے جو خود مادہ کی ذات میں موجود ہیں اور جن میں اختیارات انسان کو دخل نہیں۔ ہر خلاف اُس کے زبان میں ذی شعور مخلوقات کو باعث قرار دیا گیا ہے، اس کا سامان محض منہ سے نکلی ہوئی آوازیں ہی نہیں ہیں جو بعض لحاظ سے طبیعیاتی نتائج کہے جا سکتی ہیں بلکہ وہ آوازیں ہیں جن سے اظہار خیالات کا کام لیا گیا ہے۔ اور ان کے نتائج یہی ان سے جدا گانہ نہیں ہیں یعنی ایک بامعنی نظام اصوات ہے جو کہ بنی نوع کی رفتہ رفتہ جمع کی ہوئی دولت عقل و تجربہ کو ظاہر کرتا اور خود اپنے نفس اور مخلوقات کی ماہیت بتاتا ہے۔ جن چیزوں کے مطالعہ میں استدر اختلاف ہے ان میں مشابہت کے سوا اور کیا ہو سکتا ہے *

زمانہ حال کے فلاسفہ کا ایک گروہ کوشش کر رہا ہے کہ ہر قسم کے سائنس کو مادی بنادے۔ طبیعیات، معقولیات و اخلاقیات کی

تمیز کا قصہ پاک کر دے - ثابت کر دے کہ کسی معاملہ میں انسان کی مرضی کو بے روک ٹوک دخل نہیں ہے اور قصہ تقدیر کا بخیرہ ادھیڑ کر دکھادے کہ یہہ محض چند مادی اثرات کا نتیجہ ہے جن کے وہ طبعی اسباب معلوم کئے جاسکتے ہیں جو انکو عرصہ وجود میں لائے اور اگر ان اسباب کا بہ خوبی علم ہو اور یہہ تسلیم کر لیا جائے کہ انسان کی بے چون چرا اطاعت کرنے والی سرشت پر ایسے محرکات کا اثر پڑتا ہے جن میں انسان کو دخل نہیں تو اسکی گذشتہ تاریخ یا آئندہ روش کا پتہ چل سکتا ہے - ایسے لوگوں کے نزدیک تو زبان بھی اور چیزیں کی طرح محض طبیعیات کی پیدا کی ہوئی شے ہے اور اس کا مطالعہ بھی محض طبیعیات کا مطالعہ ہے - اگرچہ ہم ان کی اس تقسیم عام سے متفق نہیں ہیں مگر اس سے انکار نہیں کرسکتے کہ طبیعیات کے اصول اس پر منطبق ہوتے ہیں - جو لوگ اب بھی اخلاقیات اور طبیعیات کے زبردست فرق کے قابل ہیں اور جن کا خیال ہے کہ ذی شعور مخلوق کے فعل یعنی اغراض کا میزان عقل میں تولنا ، طرز عمل کا پسند کرنا ، مقاصد کا سمجھنا اور ان کے اصول کے ذرائع تلاش کرنا اور ذرات کے فعل میں مجتہد کہ قوت کشش ، کیمیادی ، الف و مچانست اور قدرت کے دیگر غیر متغیر قوتیں گردش میں رکھتی ہیں ، اصولاً اور لا بدی طور سے اختلاف ہے وہ تو زبان کو ، جس کا افعال ارادی پر اسقدر مدار ہے کہ اگر انسان کی مرضی نہ ہو تو اس کا ایک لفظ بھی منہ سے نہ نکلے ، فلسفہ اخلاقیات ہی تصور کرتے ہیں - زبان کا حقیقی تعلق ان شعبہ ہائے علم انسانی سے ہے جن میں رائے عامہ اسکو جگہ دیتی رہی ہے یعنی اخلاقیات ، لسانیات اور تاریخ *

غور و فکر اور ارادہ کو حقایق زبان میں دخل نہیں

اس کے تسلیم کرنے سے تو مفر نہیں کہ نطق انسانی کا ہر جزو انسان کے ایسے فعل کا نتیجہ ہے جسے اسنے جان بوجہ اور سوچ سمجھ کر کیا لیکن اس کے ساتھ یہہ بات بھی ہے کہ اگر ہم اس امر کو نظر انداز کر جائیں کہ طلب علم لسانیات ، جس کا جواب ہے وہ شے وہ

نہیں ہے جسے انسان نے اپنی مرضی سے اور دانستہ زبان میں داخل کیا ہے تو تحقیقات لسانیات میں ایک اہم مسئلہ کی فروگذاشت کے مرتکب ہوں گے۔ جیسا کہ اس سے پہلے بیان کیا جا چکا ہے وقتی ضروریات کا پورا کرنا اصلاح یا ابداع زبان کا سبب ہے ، ہر واقعہ کا اقتضاء اس کا محرک ہے ، یہہ محض اس واسطے عرصہ وجود میں آئی کہ اس سے باسانی دوسروں کو اپنے خیالات سے واقف کرنے کا کام لیا جائے۔ اس کے سوا اس کا کوئی اور مدعا و مقصد نہیں۔ قوم اسکو اس لئے مان لیتی ہے کہ یہہ صاف صاف نظر آنے والی کمی کو پورا کرتی اور میل جول میں جو ضرورتیں پڑتی ہیں ان میں سے ایک مسلمہ ضرورت کو پورا کرتی ہے۔ واضعین لسان اس کی قطعی پروا نہیں کرتے کہ نظام کا جزو ہونے کے لحاظ سے اس کا کیا مرتبہ یا قدر و قیمت ہے ، یا بہ حیثیت شہادت اس میں کونسے تاریخی خزانے پوشیدہ ہیں اور نہ وہ اس دماغی میلان ہی کی ، جس کی یہہ تشفی کا باعث ہے ، وجوہ کا پتہ لگانے اور اُن پر غور و خوض کرتے ہیں۔ زبان درحقیقت ایک بہت بڑا نظام ہے جس کی ساخت پیچیدہ اور اجزاء متناسب ہیں۔ اس کو بجا طور سے ایک منظم شے کہہ سکتے ہیں ، لیکن اس کی تنظیم کا باعث یہہ نہیں ہے کہ کسی نے اسے بیٹھ کر بغور سوچا اور باحتیاط بنایا ہے۔ اس نظام کا ہر جزو ارادہ اور دانستہ کوشش کرنے سے پیدا ہوا ہے لیکن کل نظام طبعی ہے اور خود بخود پیدا ہو گیا ہے۔ دماغ انسانی اپنے مختصات اور دنیاوی واقعات کی گتھیاں سلجھانے اور اُن کے نتائج بذریعہ زبان محفوظ رکھنے میں مصروف تھا کہ ار خود اس نظام میں وحدت و تناسب پیدا ہو گیا۔ یہی وہ فرق ہے جو حقیقی زبان اور اُن مشرح و فلسفیانہ مصنوعات میں ہے جن کو وقتاً فوقتاً ذکی الطبع اصحاب نے بجائے زبان کے رائج کرنا چاہا۔ یہہ مصنوعات بے شبہ عاقلانہ ایجادات ہیں جن میں ہر جزو کی نوعیت و تعلق کو پہلے سے خوب جانچ تول اور معین و مقرر کر کے رکھا گیا ہے اور ان کے مقابلہ میں زبان محض

ایک خود رو چیز ہے — لیکن اگر ایک بڑھتا ہوا کیمرا اپنا خول پھیک کر چاندی کا خول ، جسے انسان نے بہت محنت و کاریگری سے بنایا ہے ، پہن سکتا ہے تو خیال انسانی بھی اپنے قدرتی لباس کے بدلے ان مصنوعات میں سے کسی کو قبول کر سکتا ہے — ان مصنوعی زبانوں کے خد و خال کیا ہیں ریاضی کی ایک شکل ہے جو احتیاط سے قاعدہ اور خطوط کو مد نظر رکھ کر بنائی گئی ہے — زبان کی یہ حالت ہے کہ دماغ انسانی حق الامکان اس کے کوئہ کوئہ میں پہنچتا اور اپنا نقش ثبت کرتا ہے لیکن اس کی پرواز چوں کہ محدود ہے اس لئے جب یہہ دیکھتا ہے کہ دائرہ سے باہر قدم نہ نکال سکا تو ہکا بکا رہ جاتا ہے * زبان کے حقائق کو خواہ کسی لحاظ سے دیکھا جائے صاف نظر آتا ہے کہ غور و فکر اور ارادہ کو ان میں دخل نہیں — رجحانات خود بخود پیدا ہو کر اپنا اثر ڈالتے ہیں اور اس سے تغیر اصوات ظہور پذیر ہوتا ہے ، اگرچہ انسان نہ تو ان رجحانات کی ہستی ہی کو قبول کرتا ہے اور نہ اعضاء کی ساخت و اعمال ہی سے واقف ہے — نطق وہ صحیفہ ہے جس میں ظاہری اسباب ، تاریخی واقعات ، اور علم و تہذیب کی ترقی مرقوم ہے کیوں کہ روزمرہ کے کاروبار کا تقاضہ ہی یہہ ہے — کسی نے کوشش کر کے ان کو اس صحیفہ میں رقم نہیں کیا — زبان حسب و نسب اقوام کو بھی ظاہر کرتی ہے — اسکا باعث یہہ نہیں کہ لوگوں نے اس ذریعہ سے جماعات و اقوام سے اپنے تعلق کی شہادت کو محفوظ رکھنا پسند کیا بلکہ یہہ شہادت جب تک اس کے متانے کی کوشش نہ کی جائے خود مت نہیں سکتی — اعمال دماغ ، ترقی تمدن ، قوانین تعلقات ذاتی یا موضوعی سب اسمیں موجود ہیں لیکن محض اسی حیثیت سے کہ وہ زبان کی کایا پامت کا ذریعہ ہیں — ان کے اعمال کی تمیز نہیں ہوتی مگر اثرات سے ان کا موجود ہونا اخذ کیا جا سکتا ہے *

لسانیات کو کیوں طبیعیات سمجھا جاتا ہے

چونکہ جان بوجھ کر کسی کام کے کرنے اور غور و خوض کو حقائق

زبان میں داخل نہیں اس لئے ان کی ذات میں کوئی ایسی بات نہیں پائی جاتی جسے دیکھ کر کوئی سمجھے کہ زبان فکر و ارادہ کا نتیجہ ہے حالانکہ بحیثیت فعل آراہی ان میں یہ بات پائی جاتی چاہئے تھی — طالب علم لسانیات بوقت تحقیقات یہ نہیں محسوس کرتا کہ وہ مصنوعات انسانی سے بحث کر رہا ہے — جہاں تک اس کا تعلق اُن افروض سے ہے جن کی تکمیل کے واسطے وہ ان کی جانچ پرتال کرتا ہے اور ان نتائج سے ہے جو اسے اخذ کرنے میں وہ ان کو ایسا ہی صنعت انسان نہیں سمجھتا جیسا وہ اپنے کاسے سر کی ہیئت، چہرہ کے خطوط یا دست و بازو کی ساخت کو — اُن کو سرشت و تاریخ انسانی سے تعلق رکھنے والے واقعات کا ایک ایسا عکس تصور کرنا بجا ہوگا جو آئینہ میں پڑ رہا ہے، یہہ آئینہ ناقص تو ہے مگر اُس میں عکس جیسی چیز ہوتی ہے ویسا کا ویسا ہی پڑتا ہے اور اُس کا اعتبار کیا جاسکتا ہے — یہہ حقائق وہ تصویریں نہیں ہیں جن کو آدمی نے ہمارے وقوف و آگاہی کے لئے ہاتھ سے بنایا ہو — یہی تو وجہ ہے کہ مطالعہ زبان اور مادی علوم میں ایسے گہری مشابہت اور اس کے اور اُن کے سارے کے سارے طریق عمل میں اساسی مطابقت پائی جاتی ہے — اُن علوم کے مطالعہ کی طرح مطالعہ زبان بھی مدعی ہے کہ میری بنیاد خاص خاص واقعات کی جانچ پرتال اور اختبارات پر رکھی گئی ہے اور جب نتائج اخذ کرنے چلتا ہے تو سخت استقراء، تقابل، تنظیم، تقسیم اور تفتیش تعلقات سے کام لیتا ہے — دکھاتا جاتا ہے کہ زبان ایک طبعی نظام ہے — ایسے اصول جن کا عام طور سے یا ہمہ گیر انطباق ہو مستنبط کرتا جاتا ہے اور عناصر زبان کے ہر قسم کے تباین و تخالف کے نقاب کے نیچے اسے اس کے مبدئ و ارتقاء میں ایک ہر وقت موجود رہنے والی وحدت نظر آتی ہے جو زبان کی ترکیب اور غرض و غلیت میں بھی جلوہ گر ہے۔ اُس میں کلام نہیں کہ یہہ مطابقت طرز عمل ہی تھی کہ جس نے بہت سے پرستاران لسانیات کو الجھن

میں پھنسا دیا اور ان کی آنکھوں پر ایسا پردہ پڑا کہ ان کی نگاہ ان انتہائی حقایق کی کنہ تک نہ پہنچ سکی جن پر ان کے مطالعہ کا دار و مدار ہے ورنہ وہ انسان کو زبان کے بدلنے اور پیدا ہونے کا باعث نہ مانتے اور علی الاعلان کہتے کہ یہہ ایسی شے ہے کہ جس کا نفس خواص حیات و نمو سے معمر ہے اور قوانین نامیہ کے تابع *

دوسرا سبب، جو پہلے کے برابر اہم نہیں، جس کا احساس بھی نہیں ہوتا اور جو شائقین لسان کو ابھارتا رہتا ہے کہ وہ اپنی پسندیدہ صنف تحتیقات کو دیگر مادی علوم کے پہلو میں جگہ دے جانے کا دعویٰ کرتے رہیں، میرے نزدیک اس کے سوا کچھ نہیں کہ وہ ترے ہیں کہ اگر ایسا نہ کیا گیا تو اسے کیوں کر کرسی علوم پر بیٹھنے کا مستحق ثابت کریں گے — شیدایان مادی علوم میں، جن کی تعداد روز افزوں ترقی کر رہی ہے اور جن کا دائرہ اثر وسیع ہوتا جاتا ہے، یہہ خیال زور پکڑ رہا ہے کہ اصناف علوم میں سے صرف انہیں کو سائنس کے معزز خطاب سے سرفراز کیا جائے جو مادیات کے غیر متغیر قوانین پر مبنی ہیں اور ان کو سائنٹفک طریق عمل و نتائج کے قابل نہ سمجھا جائے جن کی قوت محرکہ محض انسان کا ارادہ ہے جو گرگت کی طرح رنگ بدلتا رہتا ہے اور جس کو قیام و قرار نہیں — امید ہے کہ مذکورہ بالا مباحث اس خوف کو زائل کر دیں گے — یہہ خوف بذات خود بھی فضول ہے کیونکہ جس رحجان نے اس کو پیدا کیا وہ غلطی پر مبنی اور غیر معقول ہے — اصطلاح سائنس اس قسم کی فیود کی منہمل نہیں ہو سکتی — کسی مطالعہ کے اقلیم کی وسعت، جن مختلف حقایق پر کہ وہ مبنی ہے ان کا اتفاق و وحدت، ان حقایق کے ایسے باہمی تعلقات جن کی بخوبی تقسیم کی جا سکتی ہے اور جو استقراؤ استبطا کے لئے کار آمد ہو سکتے ہیں، جو نتائج حاصل ہوئے ہیں ان کی قدرو قیمت، اور وہ صداقت جس کا اس سے پتہ چلتا ہے، یہی سب چیزیں متاع سائنس ہیں اور ان سب باتوں میں مطالعہ زبان کو کسی سائنس سے مقابلہ کرتے وقت ہرگز نہ کرنا چاہیئے — اس کی اقلیم کل

بنی نوع کا نطق ہے خواہ وہ وحشی ہوں یا مہذب - اسی میں وہ ہزاروں
 موجودہ بولیاں مع اپنے ان پیشروں کے، جو ضبط تحریر میں آچکے ہیں،
 اور وہ بے شمار تفصیلات جو ان بولیوں میں موجود ہیں اور جن کا ہر فرد
 کسی ظاہری یا باطنی تاریخی واقعہ کی طرف چشمک زن ہے، شامل
 ہیں - زبانوں کی ثروت کو وہی حالت ہے جو کہ عالم حیوانی میں
 کسی نوع حیوانی کی ثروت کا حال ہے - ان کو جو بات ایک ہی
 رشتہ میں منساک کرتی ہے وہ یہ ہے کہ ان سب کے بولنے والوں کی
 سرشت میں باعتبار ضروریات و استعداد ایک وحدت پائی جاتی ہے اور
 سب کا مدار عام یہ ہے کہ موجودہ اشیاء اور ان کے تعلقات کو دماغ
 سمجھتا اور گفتگو میں جلوہ گر کرتا ہے - جیسے حیوانات و نباتات کی
 بے انتہا اقسام ہیں، مگر ان کی ساخت میں ایک وحدت پائی جاتی ہے
 جو انکو ایک ہی رشتہ میں منساک کرتی ہے، ایسے ہی زبانوں کی بھی اقسام
 ہیں اور ان میں ایک وحدت پائی جاتی ہے جو انکو ایک ہی اثری
 میں پروتی ہے اور جتنی متحد کرنے کی قوت حیوانات و نباتات کی
 وحدت میں ہے اتنی ہی وحدت انسان میں بھی ہے اور سب سے آخر
 میں یہ بات ہے کہ مطالعہ زبان سے بے حد پر اضافہ نتائج حاصل ہوتے
 ہیں جو تدوین تاریخ انسان میں جس سے تاریخ کیفیت تکمیل و
 تہذیب تعلقات اقوام مراد ہے مدد دیتے ہیں اور ان سے منکشف ہوتا
 ہے کہ انسان کا اس اعتبار سے کہ فطرت نے اسے کیا کیا اعلیٰ و ادنیٰ عطا کئے
 اور ان سے اس نے کیا کیا کام لیا، کیا مرتبہ ہے - ان نتائج کی قدر و قیمت
 کا ان نتائج سے جو اور علوم سے حاصل ہوتے ہیں مقابلہ کرنا بے سود ہے -
 صداقت ہر رنگ میں بے بہا ہے اور وہ صداقت جس کا تعلق انسان کی
 سرشت و تاریخ سے ہے دلچسپی میں اس صداقت سے کم نہیں ہو سکتی
 جس کا تعلق انسان کے ماحول سے ہے - پس لسانیات میں خود اس
 قدر عظمت اور حقیقی سائنٹفک وصف موجود ہے کہ اسے ضرورت نہیں کہ ان
 دونوں باتوں میں سے کسی کے حصول کے لئے وہ اور شعبہ ہائے تحقیقات

کے دامن میں پناہ لے جن کا مبعث اور دائرہ عمل تو جدا گانہ ہے مگر لسانیات کے طریقوں سے ملتے جلتے طریقوں کے ذریعہ انہیں اعراض کے جوہا میں جو لسانیات کا مدعا ہیں یعنی اضافہ معلومات اور معرفت نفس و کائنات کی منازل طے کرنے میں انسان کی دستگیری کرنا *

مطالعہ لسانیات کے عام طریقے

اس ضروری اعراض کے بعد ہم پھر اپنی تحقیقات کی طرف رجوع کرتے ہیں۔ ”ہم جس طرح گفتگو کرتے ہیں کیوں کرتے ہیں“، جتنا کہ ہم گذشتہ لیکچر میں کہہ چکے ہیں اس سے اب ایک قدم آگے بڑھتے اور صرف یہی نہیں دریافت کرتے ہیں کہ جن علامات سے ہماری مادری زبان بنی ہے وہ ہمیں کیونکر ملیں بلکہ یہہ بھی کہ جن سے ہم نے یہہ علامات سیکھیں انہوں نے انہیں کیوں کر حاصل کیا اور کیونکر روایت کو، جس کی معرفت یہہ ہم تک پہنچیں، یہہ اسی شکل میں ملیں جنہیں کہ اس نے انہیں ہمارے حوالہ کیا۔ مختصر یہہ کہ ہمارے الفاظ کی جو ہیئت ہے وہی کیوں ہے اور طرح کی کیوں نہیں۔ ہم دیکھ چکے ہیں کہ ہر موجودہ لسان کے اجزاء کو تاریخ نے پیدا کیا ہے اور وہ مسلسل تغیرات کے آخری نتائج ہیں جو کیفیات زمانہ کے مقتضاء اور اعراض کی ہدایت کے مطابق رفتہ رفتہ عرصہ وجود میں آئے اور جن تک ہماری رسائی ہے۔ یہہ واقعہ نفس الامری ہمیں زبان کے مطالعہ کا طریقہ بتاتا ہے۔ اگر ہم چاہتے ہیں کہ کسی چیز نے جو صورت اختیار کی ہے اس کو سمجھ لیں تو صرف اسکی موجودہ ہیئت کا علم ہی کافی نہیں، ہمیں اس کی گذشتہ تاریخ کے ہر باب پر نظر ڈالنی پڑے گی اور جو جو صورتیں اس نے اختیار کر لیں اور جن جن اسباب کی وجہ سے ایک کے بعد دوسرا رنگ بدلا ہے ان کا پتہ لگانا پڑے گا۔ کسر زندہ زبان کے مظاہر، استعمالات و اسالیب کی محض تقسیم و تنظیم اور باقاعدہ تشریح تو قواعد یا لغت کا کام ہے لسانیات کا نہیں۔ قواعد و لغت تو محض کیفیت بیان اور آئین مقرر کرتی ہیں بر خلاف اس کے لسانیات کا کام وجوہات بیان کرنا ہے۔ اور اگر بیان وجوہات تاریخ پر مبنی ہے تو

کیوں کر ہو سکتا ہے کہ تلاش وجوہات کا طریقہ کسی اور چیز پر منحصر ہو۔ پس طالب علم لسانیات کا خاص کلم بیہ ہے کہ تاریخ اور ارتقائے لسان کو ابتداء سے انتہا تک تاریخ پر مبنی طریقوں اور ان تاریخی شواہد کی مدد سے مرتب کرے جو اسکے پاس ہیں۔ یہی وہ طریقہ ہے کہ جس سے وہ زبان کی کثہ و حقیقت اور تخیل و تاریخ انسانی سے اس کے تعلقات کو صحیح صحیح طور سے سمجھ سکے گا *

مزید برآں شاید اس کے اظہار کی ضرورت نہیں کہ تاریخ لسان کا دارومدار تاریخ الفاظ پر ہے۔ زبان ایسی علامات سے مرکب ہے جس کے مدلول خیالات ہیں اور اگرچہ ایک لفظ سے تو بیہ علامات ایک کل کا جزو ہیں مگر دیگر اور اہم لفظ سے کل سے ان کا کوئی تعلق نہیں اور ہستی منفرد رکھتی ہیں۔ ہر لفظ کے تراشنے کی ایک خاص وجہ ہے اور صرف اسی پر حیات لسانی کے تغیر و تبدل کا اثر پڑتا ہے اور اس کے استعمال و قابلیت کے لحاظ سے اسکی اصلاح کیجاتی یا اسکو ترک کیا جاتا ہے۔ پس اشتقاقیات یعنی منفرد الفاظ کا تاریخی مطالعہ تحقیقات زبان کی بنیاد ہے، اور عمارت لسانیات کے بالائی حصص یعنی وسیع اصول، وسیع الاثر نظریے اور ہمہ گیر و اہم صداقتیں، الفاظ کے شجروں پر قائم ہیں۔ الفاظ یکہ و تنہا وہ گواہ ہیں جن سے اشتقاقیات وہ شہادت دلاتا ہے جو ان کے پاس اپنے، جس زبان سے انکا تعلق ہے اس کے، اور نطق انسان کے بارے میں ہے *

کوئی لفظ یا قسم الفاظ ایسی نہیں کہ جس کی تاریخ کم و بیش کامل طور سے مختلف اقسام تغیرات لسانی کا مرقع نہو۔ مگر ان اقسام سے یکے بعد دیگرے بحث کرنے میں آسانی ہوگی۔ لہذا جو مثالیں ہم منتخب کریں گے وہ اسی لحاظ سے کریں گے کہ ان اقسام کو بتدریج ظاہر کریں، اور چونکہ اشتقاقی تحلیل و تجزیہ اس امر پر کچھ کم انحصار نہیں رکھتا کہ الفاظ کو بجائے شے منفرد تصور کرنے کے جدا جدا عناصر کا مجموعہ خیال کیا جائے پس اجزائے نطق کے مرکب ہونے کا وصف اگر سب سے پہلے اپنی طرف توجہ کو منعطف کرتا ہے تو کوئی بے جا بات نہیں ہے *

مركب الفاظ

یہہ اظہر من الشمس ہے اور اس سے ہر شخص واقف ہے کہ ہم ہمیشہ دو لفظوں کو جو بذات خود بامعنی ہیں یکجا کر کے مرکب لفظ بناتے رہتے ہیں۔ مثلاً break-neck, god-like, fear-inspiring house-top — یہہ ان ہم معنی مرکبات ناقص کے مترادفات ہیں inspiring fear, like a god, apt to break one's neck, top of a house — طریق اظہار خیال میں زیادہ چستی اور آسانی کی خاطر ہم نے روابط کو حذف اور ترتیب عام کو الٹ کر بلکہ سب سے زیادہ مسئلہ توکید میں طریق واحد اختیار کر کے مرکب الفاظ میں مرکبات ناقص سے زیادہ وحدت پیدا کر دی — توکید کا طریق خاص ظاہری ذریعہ ترکیب ہے۔ یہہ دو ہستیوں میں سے ہر ایک کو دوسرے کا تابع بنا کر ایک واحد ہستی پیدا کر دیتا ہے — ہماری معمولی گفتگو میں اس قسم کے الفاظ بہ کثرت پائے جاتے ہیں مگر جو مرکبات ناقص کہ ان کے ماخذ ہیں ان کی ترتیب الفاظ (collocation) نے اس قدر آہستہ آہستہ یہہ صورت اختیار کی ہے کہ سمجھ ہی میں نہیں آتا کہ well-known اور mother-tongue کی مانند مرکب الفاظ کو، محض ترتیب الفاظ مرکب ناقص کو مد نظر رکھ کر، الگ الگ لکھنا چاہئے یا ان کے درمیان علامت وصل ہونی چاہئے کیونکہ یہہ ایسے مرکب الفاظ ہیں جن کو کسی مرکب ناقص کی ترتیب الفاظ سے تعلق نہیں — ایک قسم کے الفاظ مثل dial-plate, well-being کا یہہ حال ہے کہ کبھی ان میں علامت وصل لکھی جاتی ہے اور کبھی نہیں، حالانکہ رواج اسی کو مانتا ہے کہ مرکب لفظ کے اجزاء کے درمیان علامت وصل ہونی چاہئے — ان کے علاوہ herself, godlike ہیں، ان کے اجزاء ایسے گہل مل گئے ہیں کہ کبھی خیال بھی نہیں آتا کہ یہہ مرکب الفاظ ہیں، کیونکہ یہہ ایک عرصہ سے ملے ہوئے آکھے جانے ہیں اور ہم بھی ان کو یونہی لکھنے کے عادی ہو گئے ہیں — اس سے بڑھکر ہم نے بعض ایسے مرکبات بنائے ہیں کہ اب ان کا تجزیہ و تحلیل کرنے میں سوچنا

پڑتا ہے — اسی طرح کا ایک لفظ forehead ہے جو اب بھی اس طرح لکھا جاتا ہے کہ اپنے ماخذ سے ملتا رہے لیکن تلفظ میں اتنا فرق آگیا ہے کہ اگر اس کے ہجے نظر انداز کردئے جائیں تو اس کے استعمال کرنے والوں میں سے سو میں سے ننانوے کی نظر کا اس کی اصل تک پہنچنا محال ہے — fortnight بھی ایسا ہی ہے، اس کا تلفظ اور ہجے دونوں بدل گئے ، یہہ fourteen nights سے بنا ہے — breakfast بھی اسی زمرہ میں شامل ہے — ہم نے صبح کے کھانے کا یہہ نام اس لئے رکھا کہ یہہ ہمارے دن کے طویل ترین روزہ کو توڑتا ہے — اس دن میں رات کا سونا بھی شامل ہے — ابتدا میں یوں بولا کرتے آئے I broke fast at such an hour this morning (آج صبح میں نے فلاں وقت روزہ کھولا) جس نے پہلے پہل یہہ کہنے کی جرأت کی I breakfasted (میں نے روزہ کھولا) وہ اصول قواعد کی خلاف ورزی کا ایسا ہی متعجب ہے جیسا کہ آج کے روزہ شخص جو بجائے I took dinner کے I take dinnered کہے — لیکن مذاق سلیم نے یاد دہانی کی اور غلطی پر مہر تصدیق ثبت کر دی کیونکہ قوم و جماعت اس پر آمادہ تھی کہ صبح کے ناشتہ اور اس کے کھانے کے فعل کو ایک خاص نام سے موسوم کیا جائے چنانچہ اس نے ترتیب الفاظ breakfast سے ایک اصلی مرکب لفظ breakfast گھڑ لیا *

صرف وہی الفاظ ہماری زبان میں مرکب الفاظ نہیں ہیں جن کو دیکھتے ہی یا ذرا سے غور سے ہم پہچان لیتے ہیں کہ ان کی ترکیب میں فلاں فلاں عناصر شامل ہیں بلکہ بہت سے ایسے مرکب الفاظ بھی شامل ہیں جن پر نظر پڑتے ہی خیال پیدا ہوتا ہے کہ یہہ تو مفرد وغیرہ منقسم ہیں اور ان کے مرکب ہونے کو ہماری موجودہ زبان میں کوئی شہادت نہیں ملتی ، لیکن جن کی تاریخ کا پتہ دیگر اور ہماری زبان سے قدیم تر زبانوں سے لگایا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ یہہ بھی مرکب ہیں اور ان کے بھی نعرے کئے جا سکتے ہیں — مثال کے طور پر دو ایک

معمولی الفاظ لیجئے - جیسے such اور which—اینگلو سیکسن میں ان لفظوں کی یہ صورتیں ہیں swyle اور hwyle - ان میں آخری تو اہل اسکاٹ لینڈ کے whilk سے، جس کو وہ بجائے which کے بولتے ہیں، بہت ہی ملتا جلتا ہے - اور یہ دونوں جرمنی زبان کے الفاظ solch اور welch سے بھی مناسبت رکھتے ہیں - ان الفاظ کے شجرے کو دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ پرانے زمانہ میں جو الفاظ so اور who کے بجائے بولے جاتے تھے اُن پر لفظ like کا اضافہ کر دیا گیا ہے—so-like سے such اور who-like سے which بن گیا *

لیکن اب ہم اس قسم کے الفاظ چھوڑ کر جو ایسے دو لفظوں سے بنے ہیں جن کے معنی اور شکل الگ الگ ہیں ایسے الفاظ کی طرف توجہ کرتے ہیں جو تاریخ لسان میں اول الذکر سے زیادہ اہمیت رکھتے ہیں *

ہم پہلے لفظ fearful کو لیتے ہیں—غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ بدیہی طور سے یہہ ویسا ہی مرکب لفظ ہے جیسا کہ fear-inspiring—صاف صاف نظر آتا ہے کہ ہمارا عام اسم صفت full اس کا جزو آخر ہے، تاہم گو اس کا اصلی ماخذ یہی نظر آتا ہے لیکن یہہ کسی قدر مختلف قسم کا مرکب ہے - جزو متبوع یعنی full، چونکہ اس سے careful, truthful, plentiful, dutiful وغیرہ بہت سے الفاظ مرکب بنا لئے گئے ہیں، ہماری نظروں میں اپنی ممتاز و ممیز شخصیت کھو بیٹھا اور محض ایک لاحقہ ہی رہ گیا ہے جسے اسم ذات کے آخر میں لگا کر اسم صفت بنایا جاتا ہے جیسے کہ لاحقہ ous الفاظ perilous, riotous, plenteous اور duteous میں—یہہ اس لئے بھی لاحقہ ہی کی حد تک پہنچ جاتا ہے کہ جو الفاظ مرکب اس سے بنائے جاتے ہیں اگر ہم اُن کا تجزیہ کرنا چاہئیں تو وہی معنی نہیں پیدا ہوتے جو کہ الفاظ fear-inspiring اور house-top کا تجزیہ کرنے سے ہوتے ہیں یعنی ان مرکب الفاظ کے اور جن اجزاء سے یہہ بنے ہیں دونوں کے معنی میں فرق نہیں پڑتا — dutiful اور

plentiful کے معنی full of duty اور full of plenty نہیں ہیں بلکہ وہ duteous اور plenteous کے صحیح مترادفات ہیں۔ کسی نئے اسم ذات پر full لگا کر ہم بجایا طور سے اسم صفت بنا سکتے ہیں اور اس کا ذرا بھی اندیشہ نہیں رہتا کہ آیا اس کا مترادف مرکب ناقص "full of so and so" مہمل ہوگا یا بامعنی — اسی لئے جب ہم کسی اسکاٹ لینڈ والے کو 'carefu' اور 'fearfu' بولتے سنتے ہیں تو نہ تو اس کا مفہوم سمجھنے میں دقت ہوتی ہے اور نہ یہہ فکر ہوتا ہے کہ اس نے full کی قطع و برید کر کے 'fu' بنا لیا *

اس کی نفیض یعنی fearless کو دیکھتے ہی خیال ہوتا ہے کہ یہہ بھی مرکب اور اس کا جزو آخر ہمارا دورمرہ کا لفظ less ہے اور اس کے معنی تو minus fear یا deprived of fear ہیں اور اس لئے exempt from fear، لیکن اگر ہم ایسے الفاظ کی تاریخ کا، جو اور بولیوں میں مسطور ہے، مطالعہ کریں تو معلوم ہوتا ہے کہ ہمارا خیال غلط ہے اور ہمارے less کو اس مرکب سے کوئی واسطہ ہی نہیں — صریحاً نظر آتا ہے کہ اینگلو سیکسن کا لاحقہ leas در اصل اسم صفت leas ہے جو ہمارے اسم صفت loose کا ہم معنی ہے اور fearless کے لغوی معنی ہیں loose from fear اور free from fear — اس مرکب کا اصلی جزو متبوع منقلب ہوتے ہوئے محض لاحقہ ہو کر رہ گیا اور جن لفظوں سے اسے واسطہ تھا اُن سے اتنا دور جا پڑا کہ اُس کے ماخذ پر پردہ پڑ گیا اور جو دماغ کہ اس پر غور کرتا ہے یہہ اُس کی غلط اشتقاق کی جانب رہنمائی کرتا ہے *

سابقات و لاحقات منفرد الفاظ سے نکالے ہیں

اب ایسے لفظوں کو او مثلاً brotherly, homely; godly اور lovely — مذکورہ مثالوں کی طرح یہہ بھی دو اجزاء سے مرکب نظر آتے ہیں — لیکن ان کا پہلا جزو تو ہمیں ایک اسم نظر آتا ہے جو ہماری زبان میں اپنی منفرد ہستی رکھتا ہے

اور دوسرے کی نسبت اس کے سوا کچھ گمان نہیں ہوتا کہ یہہ ایک صفتی لاحقہ ہے اور خود اس کی کوئی حیثیت نہیں۔ یہہ ہماری زبان کے الفاظ کا ضمیمہ بنکر رہا ہوتا اور اُن کے معنی میں تغیر پیدا کرتا ہے۔ مگر اس لاحقہ کی تعریف کیا ہے؟ جب ہم اپنی گفتگو کی قدیم شکل یعنی اینگلوسیکسن میں اس کا کھوج لگاتے ہیں تو پتہ چلتا ہے کہ ہمارے موجودہ استعمال نے اس کی ایسے ہی کایا پلٹ کر دی جیسے کہ fearful کے full کی اسکاٹ لینڈ کی بولی نے، یعنی ایک اصلی حرف صحیح جو آخر میں واقع ہوا تھا اسے حذف کر دیا۔ اس کی ابتدائی شکل lic تھی۔ آخری حلقی حرف المانی الاصل زبانوں کے لاحقہ ہائے مترادف میں آج تک چلا آتا ہے، مثلاً جرمنی میں lich، سویڈی میں lig اور ڈچ میں lijz۔ یہہ واقعہ طبعاً ہمیں اس خیال کی جانب لیجاتا ہے کہ ہونہو یہہ ہمارے معمولی اسم صفت like کی مسخ شدہ صورت ہے اور قدیم ترین جرمنی بولی میسو گاتھک (Moeso-Gothic) کا مطالعہ تو اس میں شک و شبہ کی گنجائش تک نہیں چھوڑتا کیونکہ وہاں ایک تو لاحقہ اور اسم صفت میں کوئی فرق ہی نہیں دوسرے جو مرکب الفاظ کے مشتقات پر لاحقہ لگا کر بنائے جاتے ہیں اُن کی ترکیب میں اسم صفت ایسے ہی صاف صاف نظر آتے ہیں جیسے کہ ہمارے god-like اور child-like وغیرہ میں۔ تمام المانی الاصل بولیوں میں ایسے الفاظ عام طور سے پائے جاتے ہیں مگر ہم لوگوں نے، جو انگریزی بولتے ہیں، اس لاحقہ کے معنی میں ترمیم اور اس کے انطباق و اطلاق میں وسعت پیدا کر دی۔ یہہ باتیں اس کو کسی اور زبان میں حاصل نہیں ہیں۔ ہماری زبان میں یہہ وہ لاحقہ ”متعلق فعل“ ہے جسے ہر اسم صفت میں لگا کر ”متعلق فعل“ بنا لیا جاتا ہے، مثلاً fearfully, badly, truly, fearlessly۔ قدیم اینگلوسیکسن میں ایسے متعلقات فعل ان اسمائے صفت کی جن کا جزو آخر lic ہوتا تھا ”حالت غیر فاعلی“ (oblique cases) کہلاتے تھے پس لاطینی تھا کہ یہہ متعلقات فعل ایسے ہی اسمائے

صفت سے مشتق ہوں جو lic لٹا کر بنائے گئے ہیں۔ پورا لائقہ ”متعلق فعل“ lice تھا ، اس کی e ”حالت“ (case) کی علامت ہے۔ اس کی مثالیں یہہ ہیں : anlice (= only, singularly) جو anlic (sole, singular=) سے بنا ہے اور جس کے لغوی معنی ہیں one-like اور leôflice (= lovelily) جو leôflic (lovely) سے بنا ہے۔ عہد جدید کے لوگوں نے اس لائقہ سے اسم صفت بنانا ترک کر دیا اور اس قسم کے صرف وہی اسم صفت اب باقی رہ گئے جو پرانے زمانے سے چلے آتے ہیں مگر ہم اس سے ’متعلق فعل‘ بنانے لگے اور اس کو نظر انداز کر کے اس کی اصلیت کیا ہے اور اگلے زمانے میں یہہ محض ایک خاص نوع کے اسمائے صفت کا لائقہ تھا ، بے تکلف جس اسم صفت کو چاہتے ہیں اُس کے آخر میں اسے بڑھا کر متعلق فعل بنا لیتے ہیں۔ علاوہ اُس کے ہم نے اس کی صورت بھی بگڑا دی ، آخر کا حرف عامت e فضول سمجھ کر حذف کر دیا اور اس کے ساتھ ساتھ اُس حرف صحیح پر بھی آنت آئی جس کے بعد یہہ لگایا جاتا تھا — اس لائقہ متعلق فعل کی تاریخ خاص توجہ کی مستحق ہے کیوں کہ ہمارے نظام قواعد میں اس لائقہ کا قریب تریں زمانے میں اضافہ ہوا ہے اور اس کی توضیح اس زمانے میں ظہور میں آئی ہے جب کہ ہماری زبان کی نمو کو تحریرات معاصر نے بے نقاب کیا ہے۔ یکے بعد دیگرے جو تغیرات ہوئے وہ یہہ ہیں : ابتداء میں اسم صفت like بہت سے اسمائے ذات کے آخر میں بڑھا کر اسیطرح سے بہت سی اقسام کے مرکب اسمائے صفت بنائے جاتے تھے جیسے کہ ہم آج بھی full بڑھا کر بنا لیتے ہیں ، زان بعد full کی طرح ایک حد تک اس کی اصلیت کا خیال جاتا رہا اور یہہ ایک لائقہ تصور کیا جانے لگا جس کی مدد سے مشتق شدہ اسم صفت بنائے جانے لگے ، پھر ان اسمائے صفت کی ایک ”حالت غیر فاعلی“ اکثر متعلق فعل کے معنی میں استعمال کی جانے لگی اور لائقہ کی واضح شکل اور ترمیم شدہ صورت کا استعمال اہمیت حاصل کرنا گیا اور اس کا رواج

کثرت سے ہونے لگا حتیٰ کہ اسم صفت کے معنی میں اس کا استعمال مفقود ہو گیا اور اسم صفت کی منفرد ہستی فنا ہو کر محض لاحقہ ”متعلق فعل“ ہو گئی۔ جیسے جیسے اس کی صورت بگڑتی گئی ویسے ہی ویسے لوگ اس کی اصلیت اور اس کے استعمال میں جو تغیر ہوتا گیا اسے بھی بھولتے گئے۔ مسخ ہیئت سے یہہ نسیاں اور نسیاں سے مسخ ہیئت پیدا ہوئی *

ایک اور جرمن ماخذ لاحقہ ship کی، جو friendship, worship, اور lordship وغیرہ میں پایا جاتا ہے اصلیت کا اگر پتہ لگایا جائے تو صریح طور سے معلوم ہوتا ہے کہ یہہ لفظ shape ہے اور اس کے معنی کا form سے بدل کر status, condition, aspect اور rank ہو جانا بین طور سے طبعی اور آسان دکھائی دیتا ہے۔ اگرچہ جو مثالیں ہم نے اوپر لکھی ہیں بہ نسبت اُن کے یہہ تغیر کسی قدر کم صریح ہے *

ایسی صورتوں میں جیسی کہ I loved ہے کسی قدر زیادہ دقت کا سامنا ہوتا ہے۔ یہاں آخری d، علامت زمانہ ماضی، مادہ love میں لگادی گئی ہے تاکہ فعل کا وقوع زمان گذشتہ میں ظاہر کرے اور جو شواہد کہ ہماری زبان میں ملتے ہیں وہ اس کا خیال بھی نہیں آنے دیتے کہ یہہ ایک سالم لفظ سے لی گئی ہے۔ اس کی اصلیت نہ اینگلو سیکسن بتاتی ہے نہ کوئی اور جرمن ماخذ بولی جو اینگلو سیکسن کی ہم عصر تھی۔ چونکہ یہہ علامت ماضی ان زبانوں کا ایک خاص وصف ہے جو جرمن ماخذ زمرہ سے تعلق رکھتی ہیں اور اس بڑے خاندان میں اس کا کہیں نام و نشان نہیں ملتا جس سے یہہ وابستہ ہیں اس لئے اس کے سوا چارہ کار ہی نہیں کہ ہم فرض کر لیں کہ ان زبانوں کے اپنے خاندان سے جدا ہونے کے بعد اس علامت ماضی نے جنم لیا جیسے کہ لاحقہ ”متعلق فعل“ ly جو کہ ہماری زبان کی ایک خصوصیت ہے اس کے جرمن ماخذ زبانوں سے جدا ہو۔

کے بعد پیدا ہو گیا - حاصل کلام یہہ کہ یہہ علامت حال ہی میں ہماری زبان میں داخل ہوئی ہے اور اسکی پیدائش کا پتہ لگانے کی توقع کی جاسکتی ہے - درحقیقت اس کا حال ہمیں میسوگاتھک بتاتی ہے جو جرمن ماخذ بولیوں میں قدیم ترین ہے - باقی بولیوں سے اس کا وہی تعلق ہے جو کہ اینگلو سیکسن کا انگریزی سے - میسوگاتھک کی قدیم اور اصلی شکلیں اس امر کو واضح کرتی ہیں کہ فعل کے مادہ میں ایک اور فعل یعنی to do کی ماضی did لگا کر صیغہ ہائے ماضی بنائے جاتے تھے - میسوگاتھک بولی میں we tamed کے بجائے tamidêdum بولتے تھے جس کے معنی ایسے ہی واضح طور سے tame-did-we ہیں جیسے کہ اینگلو سیکسن میں لفظ sothlice (= truly, in a sooth-like (truthlike) way کے معنی I loved در اصل I love did ہے یعنی I did love ، جس کا ہم آج بھی بارہا اعادہ کیا کرتے ہیں مگر محسوس نہیں کرتے کہ یہہ پرانی ترکیب ہے - اس لحقہ کی ترکیب بالکل ویسی ہی ہے جیسی کہ truly کے ly کی، فرق صرف اتنا ہے کہ اسکو عرصہ وجود میں آئے مدتیں گذر گئیں اس لئے نظر دھال تک مشکل سے پہنچتی ہے *

اب تک ہم نے جو مثالیں لی ہیں وہ ہماری زبان کے جرمن ماخذ حصہ سے تعلق رکھتی ہیں اور ایسی شکلیں ہیں جو جرمن ماخذ بولیوں کے لئے مخصوص ہیں لہذا، جیسا کہ ہم اس سے قبل کہہ چکے ہیں، ہمیں یقین کامل ہے کہ وہ اس زمرہ کی باقی بولیوں سے جن سے کہ ان کا تعلق ہے الگ ہو جانے کے بعد عرصہ وجود میں آئی ہیں - تاہم لحقہ متعلق فعل ly کے استعمال کے علاوہ اوروں کا ظہور اسوقت سے پہلے ہی ہو چکا تھا کہ ہم جرمن ماخذ بولیوں کی کیفیت سے بذریعہ تحریرات معاصر واقف ہوں، لیکن یہہ ایسی وجہ نہیں کہ جس سے ہم اپنے اشتقاقی تجزیہ کو بنظر اشتباہ دیکھنے لگیں یا جو نتائج ہم نے اس تجزیہ

سے اخذ کیئے ہیں ان کے صحیح و موجب ہونے میں شک و شبہ ہو۔ ہمیں ان الفاظ کے وہی اور وہی دو حصے ہونے کا، کہ جن میں وہ آج بھی تقسیم ہو سکتے ہیں ایسا ہی یقین ہے جیسا کہ اس صورت میں ہوتا جبکہ ان کے اجزاء ہمارے سامنے ترکیب دئے جاتے۔ اگر ایسا نہ ہوتا اور نمونے لسان کے متعلق جو نتائج ہم نے اخذ کئے ہیں وہ محض تحریری شواہد ہی پر منحصر و مقصور ہوتے تو تاریخ لسان میں جو انکشافات ہم نے کئے ہیں ان کا ابتداء ہی میں خاتمہ ہو جاتا۔ ایسی زبانیں تو کم ہی ہیں جنکے معتد بہ حصہ کی نشو و نما تحریرات معاصر سے ظاہر ہوتی ہو۔ ادبیات بہت کرتا ہے تو یہ کہ کسی بولی کی تاریخ کے بعض ممتاز قرون پر روشنی ڈال دیتا اور ان قرون کے درمیانی زمانوں کو تاریخی میں چھوڑ دیتا ہے۔ اس کی اس قسم کی اعانت سے ہم کبھی اس منزل پر نہیں پہنچتے کہ جہاں کسی بولی کی واقعی اصلیت قریب قریب معلوم ہو جائے، اس لئے عالم اشتقاقیات مجبوراً خود زبان ہی سے سوال کرتا اور جانچ پرتال کر کے خود لفظوں ہی کی زبان سے ان کا فسانہ کہلاتا ہے، جو اعمال تغیر اور نشو و نما درحقیقت زبان میں جاری ہیں ان کے اور ابتدائی زمانے کے ویسے ہی یا ان سے ملتے ہوئے اعمال کے درمیان مشابہت قائم کر کے ابتدائی زمانے کی کیفیت بیان کرتا ہے۔ اگر وہ مناسب احتیاط اور معقول بابندی اصول سے کام لے تو پھر اس کے نتائج اسی قدر قابل افتراض ہو سکتے ہیں جتنے کہ عالم ارضیات کے، جو خواص نامیہ سے معمور حیوانات و نباتات کو جو چٹانوں میں گہرائی پر دیے ہوئے تھے دیکھ کر یہ نتیجہ نکالتا ہے کہ یہ چٹانیں اسی زمانے کی ہیں جس زمانے میں وہ حیوانات و نباتات، جو زمانہ حال کے حیوانات و نباتات سے مشابہ ہیں، بکثرت موجود تھے *

اب ہم اگر اپنی انگریزی زبان کے ان حصوں کی طرف متوجہ ہوں جو ہمیں لاطینی سے ملے ہیں یا جن کی نمو زمانہ قدیم کی ہے تو یہاں

بھی وہی حالت نظر آتی ہے - مضمون اس قسم کا ہے کہ بہت سی اور مختلف النوع مثالیں پیش کی جاسکتی ہیں لیکن ہم ایک یا دو پر ہی قناعت کرتے ہیں *

سلسلہ اعداد اضافی یعنی quadruple, triple, double اور quintuple وغیرہ میں ہمیں لائقہ ple ملتا ہے جو خاص طور سے بقائے ہے کہ لفظوں کی حیثیت بروئے قواعد کیا ہے - جب ہم لاطینی کی امانت سے، جس سے کہ ہم نے یہہ لفظ مستعار لئے ہیں، تحقیق کرتے ہیں تو معلوم ہوتا ہے کہ یہہ مختصر سا لائقہ plic کی بگڑی ہوئی صورت ہے اور plic ایک مشہور مادہ ہے جس کے معنی ہیں to bend, to fold پس double در اصل duplic اور duo-plic کا مخفف ہے اور بالفاظ معنی ہمارے جرمن ماخذ لفظ two-fold کا صحیح مترادف - لفظ duplicate میں اس کی پوری شکل اب بھی موجود ہے *

ہماری روز مرہ کی گفتگو میں قدیم ترین لفظ am ہے جو مصدر to be کا صیغہ واحد متکلم ہے - اس میں کوئی بات ایسی نہیں پائی جاتی کہ جس سے یہہ مفرد و غیر منقسم نہ معلوم ہوتا ہو لیکن جب ہم اس کے گذشتہ تغیرات کا پتہ لگاتے اور اُن زبانوں کا مطالعہ کرتے ہیں جن سے رشتہ موانست کی ہماری زبان مدعی ہے، تو معلوم ہوتا ہے کہ اس کی دو آوازیں دو مختلف عناصر کے دھندلے نقوش ہیں - پہلا یعنی a تو اصلی جزو (अस) کی نشانی ہے جس سے کسی شے کے وجود کا خیال ظاہر کیا جاتا تھا اور دوسرا یعنی m ایک لاحقہ یعنی mi (मि) کا قایم مقام ہے جو در اصل ایک ضمیر تھا - اس کے وہی معنی تھے جو ہمارے موجودہ لفظ me کے ہیں، اس سے فاعل کے صدور فعل یعنی موجودگی کو محض متکلم کی ذات تک محدود کرنے کا کام لیا جاتا تھا - در حقیقت یہہ ایسا لاحقہ تھا جو ہماری زبانوں کے خاندان کی ابتدائی تاریخ کے زمانے میں عام طور سے واحد متکلم بنانے کے لیئے رائج تھا - پس am میں ایک فعل اور اس کی ضمیر فاعلی

دونوں شامل ہیں اور اس کے معنی ہیں I — be یعنی I exist — اسی فعل کے صیغہ واحد غائب is میں بالکل یہی باتیں پائی جاتی ہیں اگرچہ استعمال لسانی نے اس کے ساتھ ویسا برتاؤ نہیں کیا — جس طرح کہ am قائم مقام (as-mi) (अस् मि) ہے جس کے معنی ہیں be-I اسی طرح is قائم مقام (as-ti) (अस् ति) ہے جس کے معنی ہیں be-that — کثرت استعمال نے دوسرا جزو بالکل آزاد یا اور ہمارا is اب محض as کا قائم مقام ہے مگر جرمن مآخذ بولیوں اور دوسری بولیوں کی، جو قدیم زبان سے نکلی ہیں اور جن میں مرکب asti پہلے پہل بنا تھا، بہت بڑی تعداد نے کم سے کم ضمیری لاحقہ (ti) (ति) کا پہلا حرف صحیح اب بھی قائم رکھا ہے، مثلاً جرمنی میں اس کا مترادف ist، سلیوانی میں yest، لاطینی میں est، یونانی اور لیتھوانی میں esti اور سنسکرت میں asti (अस्ति) ہے — یہی وہ t ہے جو th یا s کے بھیس میں اب بھی تصریف افعال میں موجود اور صیغہ واحد غائب حال کے آخر میں نظر آتی ہے — he loveth or loves یوں بنا ہے *

جو مثالیں کہ ہم اوپر لکھ چکے ہیں اُن سے ہمارا مقصود، یعنی کیوں کر لاحقات اور الفاظ کی انواع پیدا ہوتی ہیں، بخوبی واضح ہے — وہ اسمائے صفت جو full یا less سے بنے ہیں، ایسا زمرہ الفاظ بناتے ہیں جس کے افراد سے تسلسل تعلق نمایاں ہوتا ہے یعنی سب لفظ بالمعاظ وصف ذاتی یکساں ہیں، مثلاً سب لفظ اسمائے ذات سے مشتق ہیں — ان اسمائے ذات کے معنی میں ایک قسم کا تعلق ہے — یہہ اپنی قدیم شکلوں سے ایک ہی قسم کا تعلق رکھتے ہیں — گفتگو میں ان کا ایک خاص محل استعمال ہے جس کی علامت full یا less ہے جو آخری جزو یا لاحقہ ہے — اگر ly پر غور کیا جائے تو یہہ بات عیاں تر ہو جاتی ہے — ہم لاحقہ ly سے عام طور سے ”متعلق فعل“ کے معنی پیدا کرتے ہیں اور ہمارے ”متعلقات فعل“ کی بہت بڑی تعداد اسی سے بنائی جاتی ہے — ہماری مادری زبان کے ابتدائی زمانے میں آخر میں m اور اس سے

بھی قدیم تر زمانے میں me مادہ فعل کے آخر میں لگا کر افعال کے صحیحہ ہانے واحد متکلم حال بنائے جاتے تھے، اسی طرح جیسے کہ آج بھی s، جو کہ جزو اصلی ti کا قایم مقام ہے، بڑھاکر صیغہائے واحد غایب حال بنائے جاتے ہیں — ایک زمانہ تھا کہ یہ تمام علامات قواعد محض علامات نہ تھیں بلکہ ان کے بجائے ایک ایک لفظ تھا جس کے معنی الگ تھے اور دیگر الفاظ سے ملکر الفاظ مرکب بناتا تھا — یہہ صورت شاذ و نادر نہ تھی بلکہ عام تھی اور ان الفاظ سے طرح طرح کے مرکب لفظ بنائے جاتے تھے — ان میں سوا اس کے کہ معنی میں وسعت پیدا کر دی گئی ہو اور بکثرت استعمال ہونے لگے ہوں اور کوئی خاص بات ایسی نہ تھی کہ جس کی وجہ سے ان میں اور break-neck, house-top, forehead, fortnight وغیرہ اور اسی قسم کے مرکب الفاظ میں کوئی فرق ہو — تاہم یہی واقعہ اس کے لئے کافی تھا کہ ان کا مسلمہ وصف ذاتی بدل جائے اور میمز و ممتاز لفظ محض بے حقیقت لاحقہ ہو کر رہ جائیں — ہر لفظ مسخ ہو کر محض ایک ترکیبی عنصر ہو گیا یعنی ایک ایسا عنصر جو مشتق کی منطقی صورت اور بلحاظ قواعد اس کا وصف ذاتی ظاہر کرنے لگا — یہاں مشتق سے مراد وہ لفظ ہے جو کسی قدیم لفظ سے، جس کے آخر میں علامت لگائی جاتی تھی، بنا ہو — ایک وقت تھا کہ جب fear-struck, free-making, fear-free fear-loose, fearful love-like, love-rich, love-sick اور love-lorn ایک ہی قسم کے الفاظ سمجھے جاتے تھے، گو ان مرکبات کی ترکیب میں سستی پائی جاتی ہے — محض اس امر نے کہ کون کس حد تک مقاصد گفتگو حل کرنے کے کام آسکتا ہے اور ادائے مطالب کی ضروریات محسوسہ کے لئے کار آمد ہے ان میں سے دو یا تین کا وصف ذاتی بدل دیا اور باقی جیسے تھے ویسے کے ویسے ہی رہے *

اجتماع لاحقات و سابقات

ہر شخص جانتا ہے کہ اکثر ایک ہی لفظ میں بہت سے ترکیبی عناصر جمع ہو جاتے ہیں مثلاً truthfully میں قدیم لفظ (primitive)

truthful میں لائق متعلق فعل ly لیا ہوا ہے اور صفتی لاحقہ full قدیم تر لفظ truth کا صفتی لاحقہ ہے - ایک اور قسم کے ترکیبی عنصر سے ، یعنی ایک سابقہ بڑھاکر ، ہم اس سے بھی زیادہ پیچیدہ مرکب untruthfully بنا سکتے تھے - سلسلہ ترکیب یہیں ختم نہیں ہوتا بلکہ خود truth میں ایک لاحقہ موجود ہے ، یہہ لفظ اسم صفت true سے مشتق ہے جیسا کہ strength, width, wealth وغیرہ سے ، جو well strong, wide وغیرہ سے بنے ہیں ، اس کا مشابہ ہونا ظاہر کرتا ہے - true بھی اگر ہم اپنی تحقیقات کو اسکے زمان آغاز کی تاریخ تک پہنچادیں تو معلوم ہوگا کہ ایک ترکیبی عنصر پر ختم ہوتا اور ایک مادہ فعل سے ، جس کے معنی ہیں to be firm, strong, reliable ، نکلا ہے - ہماری زبان کا لاطینی حصہ ، جس میں کثیرالجزاء الفاظ کی بھر مار ہے ، اس قسم کی پیچیدہ ساخت کے الفاظ کی کثرت سے مثالیں پیش کرتا ہے ، مثلاً لفظ inapplicabilities میں دو سابقہ یعنی نفی کا in اور حرف جر ad جس کے معنی ہیں to اور تین لاحقے ہیں یعنی able جس سے اسم صفت بنتا ہے ، ty جس سے اسم صفت سے اسم ذات بنایا جاتا ہے اور s جس سے جمع بنائی جاتی ہے - یہہ سب سابقہ اور لاحقہ مادہ فعل plic کو گھیرے ہوئے ہیں جس کو ہم پہلے بقا چکے ہیں کہ الفاظ triple, double وغیرہ میں لاحقہ کا کام دیتا ہے اور جس کے معنی ہیں bending اور folding - معنی کی بہ تدریج توسیع و ترمیم اور بذریعہ مناسب علامات ایک سلسلے سے دوسرے میں منتقل کرنے سے ہم نے اس خیال واحد کو ایک ایسی شکل میں تبدیل کر دیا کہ جو اب ایک لمبے چوڑے مرکب ناقص سے ادا کیا جاسکتا ہے - یعنی numerous conditions of being not able to bend (or fit) to something.

تمام الفاظ در اصل مرکب ہیں

سوائے چند مستثنیات کے جو بدیہی ہیں ہماری زبان کے تمام الفاظ کا اسی طرح تجزیہ سے کیا جا سکتا ہے - اس تجزیہ سے یہہ معلوم

ہوتا ہے کہ اُن میں کم سے کم دو عنصر موجود ہیں جس میں سے ایک تو کسی مخصوص خیال کا مظہر ہے اور دوسرا اُس خیال کا محدود کیا جانا، استعمال، یا تعلق بتاتا ہے۔ اُن مختصر الفاظ کی نسبت بھی جو سادہ سے سادہ نظر آتے ہیں ثابت کیا جاسکتا ہے کہ وہ یا تو am مترادف as-mi کی طرح بگڑے ہوئے ترکیبی عنصر کی باقیات صالحات ہیں یا is مترادف as-ti کی مانند ایک عنصر کھو بیٹھے ہیں جو زمان سابق میں اُن میں موجود تھا۔ پس یہہ ہماری زبان کے ہر لفظ کی طبعی ساخت ہے۔ جس خاندان سے ہماری زبان کا تعلق ہے اس کی سب زبانوں کا یہی حال ہے۔ اُس میں ہمیشہ ایک اصلی اور ایک ترکیبی حصہ ہوا کرتا ہے یعنی مادے پر لاحقہ، یا لاحقہ و سابقہ، یا اُن دونوں میں سے نئی کئی کا اضافہ کیا جاتا ہے۔ اگر اصطلاح کی زیادہ پابندی مقصود ہو تو یوں کہئے کہ کوئی مستغنی عن التركيب نہیں ہے، کوئی یہی بذات خود ایک ممیز ہستی نہیں رکھتا، سب میں اُن کا تعلق ظاہر کرنے والی علامات موجود ہیں اور وہ اُن کو کسی نہ کسی سلسلے یا زمرے سے منسلک کرتی ہیں۔

سب ترکیبی عناصر در اصل مفرد الفاظ ہیں

اُس سے صاف ظاہر ہے کہ لسانی تجزیہ کا خاص حصہ ایسے الفاظ کی، جن کو کہ ہم مرکب کہتے ہیں، تحلیل اجزاء پر مشتمل نہ ہونا چاہیئے بلکہ اصلی اور اشتقاقی عناصر کی تمیز و فرق، ان کے مادے کو اضافوں سے جو ان میں بڑھائے گئے ہیں پاک کرنے، اور ہر اضافے کو الگ الگ تسلیم کر کے اس کی جدا گانہ ہستی اور استعمال کو دکھانے، پر مشتمل ہونا چاہیئے۔ لیکن میرا خیال ہے کہ ہماری مثالوں سے یہہ امر واضح ہے کہ مذکورہ دونوں صورتوں میں حقیقت کوئی بین فرق نہیں ہے۔ دونوں صورتوں میں طریق تجزیہ یہہ ہے کہ زمان سابق کی اس ترکیب کا پتا لگاتے ہیں کہ جس نے مفرد عناصر کے قالبوں کو ملایا

اور ایک جان کر دیا۔ ایک حد تک یہی حالت ہے — یہہ ایسی مہسوس صداقت ہے کہ جس میں انکار یا شک و شبہہ کی گنجائش نہیں — اگر جرمن ماخذ زبانوں میں اسم صفت full نہوتا تو fearful اور truthful جیسے مشتق اسمائے صفت بھی نہ پیدا ہوتے — اگر اُن میں اسم صفت like نہوتا تو انہیں godly اور lovely کی مانند نہ تو اسمائے صفت نصیب ہوتے اور نہ fearfully اور truly جیسے متعلقات فعل — یہی is, am, loved, friendship اور باقی ماندہ الفاظ پر صادق آتا ہے — ہماری زبان کے اشتقاقی عناصر کی، خواہ اُن کا تعلق قواعد سے ہو یا الفاظ کو ترکیب دینے سے، بہت بڑی تعداد کا پتہ لگا کر ثابت کیا جاسکتا ہے کہ وہ منفرد الفاظ سے بنے ہیں — یہہ سچ ہے کہ اب بھی بہت سے لفظ ایسے ہیں جن کی اصلیت معلوم کرنا ممکن نہیں لیکن اس بناء پر ہم کو یہہ نتیجہ مرتب کرنے کا حق نہیں کہ ان کی تاریخ کی نوعیت جدا گانہ ہے — جیسے کہ اور علوم میں تسلیم کرنا پڑتا ہے کہ اگر متعدد معلول ایک سے ہیں تو ان کی علتیں بھی ایک سی ہوں گی اسی طرح قواعد میں بھی ماننا پڑتا ہے کہ: — گندم از گندم بروید جو ز جو — ہم ابھی دیکھ چکے ہیں کہ ترکیبی عنصر کیوں کر بگڑتے اور مسخ ہو جاتے ہیں حتیٰ کہ ان کی علامات اصلیت پر پردہ پڑ جاتا ہے اور کبھی کبھی تو وہ معدوم ہی ہو جاتی ہیں — truthful کے full کا پہچاننا تو دشوار نہیں لیکن truly کے like کو سمجھنے کے لئے کسی قدر تاریخی تحقیقات کی ضرورت ہے — جہاں تک ہمارا علم ہے hateful اور lovely بلحاظ قدامت برابر ہیں لیکن آخر الذکر کے شواہد ماخذ پر استعمال لسانی کی اس قدر نظر عنایت نہیں رہی جس قدر کہ اول الذکر کے شواہد ماخذ پر — لفظ am میں ضمیر me یا I loved میں did کا پتہ لگانے کے لئے اس سے بھی زیادہ دور رس تحقیقات کی ضرورت ہے — اگر حسن اتفاق سے دو ایک بوسیدہ مسودات، جو کہ میسوگاتھک زبان کی واحد تحریرات ہیں، دست برد زمانہ سے بچ گئے ہوتے تو آخر الذکر کی پیدائش کا حال ایک مسئلہ مالاہل

بغا رہتا، خوب خوب عقل آزمائیاں ہوتیں مگر دست ثبوت اس کے دامن تک نہ پہنچتا۔ کسی بولی اور اس کے قدیم ترین بزرگ کی درمیانی پشتوں میں سے کسی پشت کے حالات معدوم ہو جانے کے یہہ معنی ہیں کہ شہادت کا وہ حصہ معدوم ہو گیا جو اس کی ہیئت کی اصلیت بتاتا۔ اگر انگریزی روئے زمین کی زبانوں کی صف میں یکہ و تنہا ہوتی تو اس کی تاریخ الفاظ کا ناقابل التفات حصہ ہی معلوم ہوتا، مگر اس کے بہت بڑے حصے کا پتا اس سے ملتی جلتی بولیوں سے لگتا ہے جن میں سے بعض معاصر ہیں اور بعض قدیم، اور ہمیں اس کے یقین کرنے میں ذرا بھی تامل نہیں کہ اس کی زندگی کے ہر زمانے کی مستند تحریرات کا محفوظ ہونا باقی ماندہ حصے پر روشنی ڈالے گا۔

چوں کہ استدلال بالمشابہات یا قیاسات کا سلسلہ کہیں نہیں ٹوٹتا اس لئے طالب علم لسانیات ہر معاملے میں اپنے تجزیہ و تحلیل کے بے خطا ہونے کا یقین اور اُن عناصر میں تمیز و فرق پیدا کرنے پر، جن سے کہ الفاظ در اصل ترکیب دئے گئے ہیں، مجبور ہوتا ہے۔ اس یقین ہی پر اس کے تحلیلی اعمال کی قدر و قیمت کا دار و مدار ہے۔ اگر ان اعمال کے کچھ حصے کو تاریخی اور اصلی تصور کیا جائے اور کچھ کو نظری اور فرضی تو تاریخ لسانی میں اس نے جو انکشافات کئے ہیں سب خاک میں مل جائیں گے۔ پھر تو یہہ سمجھنا چاہیئے کہ وہ متلاشی صداقت نہیں ہے بلکہ بادیۂ ضلالت میں بہتکفا پھرتا ہے *

مطالعہ الفاظ کرتے کرتے جب ہم اُس منزل پر پہنچتے ہیں جہاں ہم کو ماننا پڑتا ہے کہ ظن عنصر بذات خود معنی و استعمال رکھتا ہے اور مطالب ادا کرنے کے لئے اس کو دیگر عناصر سے ترکیب دیا جاتا ہے تو یہہ تسلیم کرنا ہی پڑتا ہے کہ یہہ ہستی منفرد رکھتا ہے۔ مختصر یہہ کہ ہمارے الفاظ کے اجزاء کسی زمانے میں خود لفظ تھے *

اس اصول سے جو بعض بعیدی نقائج مرتب ہوتے ہیں ان کی طرف تو ہم اُس وقت متوجہ ہوں گے جب تاریخ نطق انسانی کی تحقیقات

کرتے کرتے اس سے ارفع تر منزل پر پہنچیں گے ، فی الحال تو ہمارے مقصد
 لفظ کا تقاضا ہے کہ چوں کہ تمام لفظ جو ہمارے عام میں ہیں زبان کے پہلے
 سے موجود اجزاء کے یک جا کرنے سے بنتے ہیں یعنی پرانے مصالح سے نئی
 عمارتیں بنائی گئی ہیں ، اس لئے یاد رکھیں کہ مرکب الفاظ کا بنانا ؛
 جس کی وجہ سے اکثر ایک جزو مخفف ہو کر محض ایک علامت ترکیبی
 رہ جاتا ہے ، ہماری زبان کے مکانیہ میں سے ایک ممتاز پرزہ ہے -
 یہ وہ اساسی اور اہم عمل ہے جس کے باعث یہ ہمیشہ بڑھتی اور تبدیل
 ہوتی رہتی ہے اور اس کی عضوی نشو و نما ظہور میں آتی ہے -
 کون کون سے اعمال اس عمل کے ساتھ ساتھ وقوع میں آتے
 اور اس کی اعانت کرتے ہیں ، اس کی تحقیقات ہم اگلے لیکچر
 میں کریں گے *

تیسرا لیکچر

گذشتہ صحبت میں ہم نے اعمال نمونے لسان کی جانچ پرتال اور توضیح کی تھی۔ اس صحبت میں بھی ہم یہی کریں گے۔ اس وقت ہم نے زبان کے محفوظ رہنے اور منتقل ہونے کے طریقے کی ابتدائی تحقیقات کی تھی اور اس نے ہم کو اس قوت کی اصلی ماہیت بتادی جس کے سوا اور کسی شے سے حیات انسانی کے تمام اعمال، یا جن کو اگر زیادہ صحت مقصود ہو تو تاریخ انسانی کے واقعات کہنا چاہئے، متاثر نہیں ہوتے۔ ہم نے دریافت کیا تھا کہ یہ قوت ارادۂ انسان ہے۔ ہر لفظ جو موجود ہے وہ صرف ویسا ہی موجود ہے جیسا کہ انسانی اعضاء کی کوشش ارادی نے اسے بولا یا لکھا ہے۔ یہہ محض ایک ایسے فعل سے جس کا منبع افراد ہیں بدلتا ہے اور مقرروں اور مصنفوں کی رضامندی عام اس پر مہر تصدیق ثبت کرتی ہے۔ پس زبان نہ تو ایک عضویہ ہے اور نہ اسے طبیعیات نے پیدا کیا۔ اس کا مطالعہ مطالعہ مادی علوم نہیں بلکہ اخلاقیات یعنی نسل انسانی اور اس کی انجمنوں کی تاریخ کے ایک شعبہ کا مطالعہ ہے۔ تحقیقات کے لئے جو طریقہ اختیار کیا جاتا ہے وہ تاریخی ہے یعنی اگر تحریری شہادت مل سکے تو ازمۂ ماضیہ کے اُن اعمال کا، حتیٰ کہ جس وقت سے وہ شروع ہوئے ہیں، پتا لگایا جاتا ہے جن سے خود ہماری زبان یا دنیا بھر کی زبان نے بدل کر وہ صورت اختیار کر لی جو آج ہے، اور پھر اُن اعمال کے اسباب وقوع اور وہ اثرات جن کے ماتحت وہ ظہور پذیر ہوئے، اور وہ مقاصد جو اُن سے حاصل کرنے مد نظر تھے، دریافت کئے جاتے ہیں۔ چنانچہ سب سے پہلے ہم نے اُس عمل کو بتایا جو پرانے مصالح سے نئی عمارت بنانا ہے، یعنی ترکیب الفاظ مرکب، اور دکھایا

کہ موجودہ اجزائے زبان کے بنانے میں اُسے بالعموم کُہان تک داخل ہے - یہی نہیں کہ جنہیں ہم مرکبات سمجھتے ہیں اور جو ہمیں اب تک ویسے ہی نظر آتے ہیں جیسے کہ وہ بنائے گئے تھے ، وہ محض الفاظ کو ملا کر بنائے گئے ہوں بلکہ وہ اس قدر گہلا ملا دئے گئے کہ اُن کے مفرد ہونے کا دھوکا ہوتا ہے ، یا ، جیسا کہ بہ کثرت ہوتا رہتا ہے اور زیادہ اہم اثر رکھتا ہے ، اجزاء میں سے ایک جزو ادنیٰ حیثیت کا ہو جاتا اور اپنے رتبہ سے گزر کر لاحقہ بن جاتا ہے اور اُس کے جداگانہ استعمال و معنی ندارد ہو جاتے ہیں - ہمارا دعویٰ تھا کہ وہ طریقہ ، جس سے تمام اجزائے ترکیبی یعنی تمام وہ علامات جو الفاظ کو برزئے قواعد تقسیم کرتی ہیں ، پیدا ہوئے ہیں ، یہہ ہے - چونکہ ہماری زبان میں ایک یا ایک سے زیادہ اجزائے ترکیبی داخل ہیں یا پہلے داخل تھے اور اب نکال دئے گئے ، لہذا عمل ترکیب وہ شے ہے کہ تاریخ لسانی میں اس کی حدود کا اندازہ کرنے میں تعلیمی بیجا کا امکان نہیں ہے ۔

لیکن وہی مثالیں جن کی مدد سے ہم نے بتایا ہے کہ کیوں کر اور کس کثرت سے الفاظ ملائے اور مشتقات بنائے جاتے ہیں یہہ بھی صاف صاف ثابت کرتی ہیں کہ زبان میں لفظوں کا بگڑنا ، اُن کے اجزاء کا حذف ہونا ، اور پھر اُن سے مرکبات و مشتقات کا بننا ہمیشہ نمونے لسان کے ساتھ ساتھ ہوتا رہتا ہے - معلوم ہوتا ہے کہ قانون

ہر آنکہ زاد بناچار بایدش نوشید

زجام دھر مئے کل من علیہا فان

اقلیم زبان پر بھی ویسا ہی کار فرما ہے جیسا کہ عضوی عالم پر - اس کے بعد اب ہم اُن اصول کی طرف ، جو تغیر لسانی کے اس شعبہ کے دامن میں نہاں نہیں اور اس کے چند طریق ہائے عمل اور اثرات کی جانب متوجہ ہوں گے *

تخریب صوتی

سب سے پہلا اور نہایت اہم اصول ، جس پر ہمیں غور کرنا ہے اور جو زبان میں ہر قسم کے تغیر صوتی کا باعث

ہے ، یہہ رجحان (جس کی طرف ہم دوسرے لیکچر میں اشارہ اور جس کو مختصراً واضح کرچکے ہیں) ہے کہ متکلم کو تلفظ الفاظ میں آسانی ہو ، جو آوازیں ثقیل ہیں اُن کی جگہہ نرم آوازیں کو دیں اور جو فضول ہیں ان کو قطعی ترک کردیں — تمام موضوع آوازیں کوشش سے پیدا ہوتی ہیں یعنی اُن کے ادا کرنے کے لئے ؛ فوت اعصابی صرف کرنی پڑتی ہے جس کا مرکز بھیڑا ، حلق اور منہہ ہیں — انسان کا یہہ میلان طبعی ہے کہ وہ اُس کوشش سے اسی طرح جی چراتا ہے جس طرح کہ ہر اُس موقع سے جہاں اسے کوشش کرنی پڑتی ہے ، اب اسے اس کا تساہل کہئے یا کفایت شعاری — مگر درحقیقت یہہ اسکی سہل انگاری ہے یا کفایت شعاری ، اس کا فیصلہ حالات کو مد نظر رکھکر کیا جاتا ہے — اگر جتنا ہاتھ آیا ہے اس سے زیادہ کہو دیا تو یہہ سہل انگاری ہے اور اگر جتنا کہو بیٹھا ہے اس سے زیادہ ہاتھ لگ گیا تو کفایت شعاری — زبان کے ہر فرد پر اس میلان کا اثر پڑتا اور یہہ کونا کون طریقوں سے جلوہ آرا ہوتا ہے — سب سے پہلے ہم اس امر پر غور کریں گے کہ پرانے مصالح سے نئی عمارتیں بناتے وقت کس کس طور سے اس کا فعل ساتھ ساتھ وقوع پذیر ہوتا ، مدد دیتا اور اصلاح کرتا رہتا ہے ؛ کیونکہ محض ترکیب ہی ، یعنی لفظوں کا ایسے عناصر سے بنانا جو بذات خود منفرد ہستی رکھتے تھے ، وہ شے ہے جس نے اعمال تغیرات صوتی کے لئے ایک وسیع میدان پیدا کر دیا اور زبان کی ترمیم و تخلیق کا سبب ہونے کی حیثیت سے ان میں بہت اہمیت پیدا کردی — اگر جملہ الفاظ کی ساخت مفرد اور شکل مختصر ہوتی تو اُن کے مسخ ہونے کا دائرہ بھی تنگ ہوتا اور اعمال نمونے لسان کے ایک عمل ہونے کی حیثیت سے ان تغیرات کی اہمیت بھی ادنیٰ درجے کی ہوتی ، مثلاً ہمارے اسم صفت like کے استعمال میں اُس استعمال سے جو اینگلو سیکسن میں lic کا اور میسوکاتھک میں liek کا ہے کچھہ یونہی سا فرق ہے ، برخلاف اِس کے جو مرکبات اِس سے بنائے

گئے ہیں اُن میں اُس کی صورت اُس قدر بدل گئی کہ پہچانا بھی نہیں جاتا۔ ایسے اسمائے صفت اور متعلقات فعل میں جیسے کہ godly اور truly ہیں اُس کا آخری حرف صحیح ندارد ہو گیا اور such اور which ، (اینکلوسیکسن swylc اور hwylc اور میسوگاتھک swaliek اور hwaliek) میں محض آخری حرف صحیح ہی باقی رہ گیا اور وہ بھی بہت ہی ترمیم شدہ شکل میں — اُس میں شک نہیں کہ ہماری ماضی did اپنی قدیم شکل کی یادگار ہے مگر love-d میں تخفیف کی انتہا ہی نہ رہی *

تغییر صوتی مرکب الفاظ میں

اُس وجہ سے کہ تغیر صوتی کو تراکیب لسانی میں بہت ہی رواج دیتی ہے اور اُس میں جس کے باعث لسان میں کسی قسم کے تغیر صوتی کا پیدا ہونا ممکن ہوتا ہے کوئی فرق ہی نہیں — یہہ وجہ خود لفظ کے باطن اور اُس تعلق میں ، جو کہ لفظ کو اُس خیال سے ہے جس کو وہ ظاہر کرتا ہے ، مضمر ہے — ہم پہلے ہی دکھا چکے ہیں کہ لفظ نہ تو خیال ، نہ اُس کے بیان اور نہ اُس کی تعریف ، کسی کا بھی عکس طبعی نہیں — یہہ تو محض خیال کا ایک نام ہے اور فیود اصول و آئین سے آزاد اور رسم و رواج پر مبنی ایک ایسی علامت ہے جس سے ہم اُس خیال کو منسوب کرنا سیکھ لیتے ہیں — پس اُس میں کوئی ایسی باطنی قوت نہیں کہ جس سے اُس کی ہیئت محفوظ رہ سکے بلکہ یہہ اُن سب تغیرات کا نشانہ بن سکتا ہے جن کو بیرونی اسباب ، ضروریات استعمال اور اُس سے کام لینے والوں کی سہولت اور تلون طبع سجھا دیں — ایک دفعہ لفظ مرکب بن کر اور اُس کا استعمال مقرر کر کے ہم اُس کے یاد رکھنے کا ذرا بھی فکر نہیں کرنے کہ ہم نے اُس کو کیوں بنایا تھا ، بلکہ ہم اُس بات کو بھولنے کے لئے ہر وقت آمادہ و مستعد رہتے ہیں — جہاں ایک دفعہ لفظ تراش لیا گیا ، پس ہم تسلیم کر لیتے ہیں کہ جس خیال سے ہم نے اسے منسوب کیا ہے یہہ

اس سے جدا نہیں کیا جاسکتا اور یہی ہماری ساری توجہ کا مرکز بن جاتا ہے ، ہم اس کے اشتقاق یا اشتقاقی موزونیت پر غور کرنے کی زحمت ہی نہیں گوارہ کرتے ، اگر خیال رہتا ہے تو بس اپنی سہولت کا — خیال سہولت کے سامنے اور کسی قسم کے خیال کو پاس ہی نہیں آنے دیتے۔ اُو اب دو ایک مثالوں پر غور و خوض کر لیں — ایک قسم کے بہت ہی چمکدار اور خوبصورت کبڑے ہیں جن سے عالم اشتقاقیات واقف ہے — انگلستان اور امریکہ دونوں میں اُس کی نوع کا رنگ زرد ہوتا ہے — اُن زرد پھریچر اُنے وانوں کے جھنڈے کے جھنڈ بعض موسموں میں سڑکوں کو گھیرے ہوا میں اُڑتے رہتے ہیں — اب چونکہ butter (مکھن) کا رنگ زرد ہوتا ہے یا ہونا چاہئے ہمارے سیدھے سادے اسلاف نے اُس کبڑے کا نام butterfly رکھ دیا ، اسی طرح ایک اور زرد پھول کو وہ buttercup کہتے تھے — ہم نے اس لفظ کو بطور ایک نام کے استعمال کرنا شروع کر دیا مگر ہم صرف اس کبڑے کی زرد نوع ہی کے لئے یہ لفظ نہیں بولتے بلکہ اُس قسم کے جتنے کبڑے ہیں سب کو butterfly کہتے ہیں — اگرچہ ابھی تک اس لفظ کی شکل نہیں بگڑی اور آج بھی ویسی ہی نظر آتی ہے جیسی کہ اُس دن تھی جب کہ پہلی دفعہ یہ دونوں لفظ ملائے گئے تھے ، مگر غالباً سو میں سے ایک آدمی بھی ایسا نہ ہوگا جس کے دل میں خیال آیا ہو کہ یہ لفظ کیوں کر بنا یا جو کالم وہ اس سے لے رہا ہے اس کے لئے یہہ کیوں معین کیا گیا — اب ہم کو اُن ہیچ اور بے لطف باتوں کا خیال بھی نہیں آتا جو اس کے اشتقاق کے باعث طبعاً یاد آتی چاہئیں ، بر خلاف اس کے چونکہ عرصے سے ہمارے خیال نے اس کو اُن خوبصورت جانوروں سے وابستہ کر دیا ہے جن کا یہہ نام بتاتا ہے اس لئے ہماری نظروں میں یہہ لفظ شاعرانہ حسن و نراکت کا بدرجہ اتم حامل ہے *

اسی طرح زمانہ قدیم کے ایک جہازران نے امریکہ کے شمالی مشرقی ساحل پر ایک بڑا سا جزیرہ دریافت کیا - اتنی عقل تو تھی نہیں کہ کوئی اچھا سا نام تجویز کرے اس لئے اُس نے اُس کا نام The new found land رکھ دیا - ظاہر ہے کہ یہ نام اس جزیرہ کے لئے اتنا ہی موزوں و مناسب ہے جتنا کہ زمانہ اکتشاف میں اُن حصص ملک کے لئے موزوں تھا جو پہلے پہل دریافت کئے گئے، تاہم لوگ رفتہ رفتہ اس خاص جزیرہ کے لئے اس نام کو ایک موزوں نام سمجھنے اور اسے بولنے لگے - اس میں شک نہیں کہ شروع شروع میں تو وہ اس کا صاف صاف تلفظ Newfound land کرتے تھے مگر جیسے ہی کہ ان الفاظ نے شے واحد کے ایک مخصوص نام کا رتبہ حاصل کر لیا ان پر باقاعدہ متعہد ہونے کی مہر لگنے لگی، تین اجزاء میں سے ایک پر زور دیا جانے لگا اور باقی کے اسکے سامنے ماند پڑ گئے، کیا بلحاظ وقعت اور کیا بلحاظ صفائی لہجہ - بے شک اس کے تصفیہ میں دقت ہوئی کہ ان تین اجزاء میں سے، جو بلحاظ قدر و قیمت برابر ہیں، کس پر زور دیا جانا چاہئے - آج بھی اس کے تلفظ میں اختلاف ہے، کوئی Newfoundland کہتا ہے اور کوئی Newfoundland بلکہ کبھی کبھی Newfoundland بھی سننے میں آجاتا ہے، لیکن آخر کار استعمال فصحاء اس کا فیصلہ کریگا، ان میں سے ایک اختیار کر لیا جائے گا اور باقی کے مردود ہو جائیں گے - ذرا کوئی بتائے تو سہی کہ اس مرکب کے ابتدائی معنی کس حد تک اس کے بولنے والوں کی آنکھوں کے سامنے رہتے ہیں اور پھر جب اس جزیرہ کا نام وہاں کی ایک بہت ہی مشہور پیداوار کو دیکر ہم کسی کی نسبت The fortunate owner of a fine Newfoundland کہتے ہیں تو کیا ہمیں اس کا سان گمان بھی ہوتا ہے کہ ہم اسے ایک قطعہ زمین کا مالک بنائے دیتے ہیں جو حال ہی میں دریافت ہوا ہے *

اشتقاق کا بہولنا

مذکورہ دونوں مثالوں کی اصلی صورتیں جب سے کہ وہ الگ الگ عناصر کو ملا کر بنائی گئی ہیں جیسی کی تیزی چلی آرہی ہیں ، اول تو انہیں کوئی ترمیم نہیں ہوئی اور اگر کچھ ہوئی بھی تو برائے نام ، لیکن ان سے عیاں ہوتا ہے کہ لوگوں کا لغوی یا وضعی معنی کا فراموش کر کے اصطلاحی معنی مد نظر رکھنا ، یعنی اصلی معنی سے اعراض کر کے مجازی حیثیت کا لحاظ کرنا ، الفاظ کو بگاڑ اور ان کی صورت بدل دیتا ہے ۔ ایک ادنیٰ درجے کے بھری افسر کا نام وضع کرنے کے لئے ہم نے boat اور swain دو لفظوں کو ملا دیا ۔ ہم جانتے ہیں کہ ان لفظوں کا مدلول کیا ہے اور کیوں ہے ۔ ملاح بھی اس کے مدلول سے واقف ہیں لیکن انہیں اس سے غرض نہیں کہ یہہ معنی کیوں کر پیدا ہوئے ۔ انہیں اتنی فرصت کہاں کہ وہ bōatswain کے سے لمبے چوڑے مرکبات کا پورا پورا تلفظ ادا کریں ۔ انہوں نے اسے کات چھانٹ کر bos'n کر دیا ۔ ان میں سے وہ شخص جو پڑھا لکھا نہیں اتفاق ہی سے بتا سکے گا کہ ان کے سیتی بچانے والے جمعدار کا یہہ نام کیوں رکھا گیا ۔ اسی طرح ملاح ایک اور لفظ to'gal'nts'ls بولتے ہیں جسے ہم زمین پکڑنے والے topgallantsails کہتے ہیں ، یہہ بروئے اشتقاق صحیح تو ہے مگر طوالت سے خالی نہیں ۔ ان مثالوں سے ظاہر ہوتا ہے کہ ابتداء سے تاریخ لسان کی کیا کیفیت رہی ہے ۔ لفظ تراشتے ہی لوگ سوچنے لگتے ہیں کہ اس کے بولنے میں جو وقت لگتا اور محنت کرنی پڑتی ہے اس میں کس طرح کمی ہو سکتی ہے ، اس کا پیچیدہ اور مشکل مجموعۂ اصوات کیوں کر اس طرح بدلا جاسکتا ہے کہ تلفظ میں روانی پیدا ہو جائے ، اس کو مختصر کیوں کر کریں ، اس کا کون سا حصہ ایسا ہے کہ ترک کر دیا جائے تو افہام و تفہیم میں خلل نہ پڑے گا ۔ یہہ باتیں کوئی دانستہ اور غور و فکر کر کے نہیں کرتا ، خود بہ خود ہوتی رہتی ہیں ، ایک عالم بے خبری سا ہوتا ہے *

چند گذشتہ مثالوں کی طرف ہم پھر متوجہ ہوتے ہیں ۔ ادھر ہم نے fourteen-night, fore-head, break-fast کی مانند مرکب الفاظ

کے اجزاء کا الگ الگ ہونا بھولنا اور جو وحدت دلالت ہم نے انہیں بخش دی ہے اس پر زیادہ توجہ دینا شروع نہیں کیا کہ ادھر یہ بدل کر förtärlig, breakfast اور förtärlig ہوئے نہیں۔ یہی حال ان تمام مرکبات کا ہے جن سے ترکیبی عناصر اور شکلیں پیدا ہوئی ہیں۔ جب تک ہم کو god-like اور father-like کے اسباب پیدائش بخوبی یاد ہیں اسوقت تک ان کے کسی جزو کے بگڑنے کا بہت کم اندیشہ ہے، لیکن جہاں ہم نے یہ سمجھا کہ اس کا جزو آخر جزو اول کا ہم بدلہ نہیں رہا بلکہ اس کا ایک تکرار و ضمیمہ ہے جس سے دلالت معنی میں ترمیم ہو جاتی ہے پس فوراً جزو متبوع کو متخفف کر کے ly بنادیا جس سے godly اور fatherly بن گئے۔ ان دونوں اعمال کا قاعدہ ہے کہ ساتھ ساتھ ہوتے رہتے ہیں اور ایک دوسرے کی مدد کرتا ہے *

تخریب صوتی کا مفید اثر

مذکورہ وجوہ کے باعث ہمیں رجحان سہولت تلفظ اور تغیرات صوتی نے، جو اس رجحان سے عرصہ وجود میں آئے ہیں، مواد لسان کے تیار کرنے میں جو اہم اور قابل قدر کام کیا ہے اسے تسلیم کرنا پڑتا ہے۔ اگر ہم کسی لفظ کو کسی مرکب لفظ سے نکال کر اور اس کو اس کی منفرد ہستی کے رتبہ سے گرا کر ماضی ایک ترکیبی عنصر قرار دیتے ہیں، یا کسی مرکب لفظ کو بدل کر نیا جامہ پہنانے ہیں، یا کسی اور طریقے سے ملا کر ایک مفرد لفظ بناتے ہیں تو یہ کام خارجی ترمیم کی مدد کے بغیر نہیں کر سکتے۔ ہمارے الفاظ truthful, fearful, thankful وغیرہ زمرہ مشتقات خالص سے خارج ہیں کیونکہ ہمارے ذہن میں ہر وقت یہ خیال موجود رہتا ہے کہ ان کا جزو آخر خود ایک لفظ ہے اور اپنے معنی الگ رکھتا ہے۔ تخریب صوتی کے نزدیک godly کی مانند اصلی مرکبات اور godlike کے سے مجموعہ میں فرق ہے۔ ثانی الذکر میں لوچ بہت کم ہے اور یہ روز مرہ کی ہر لحظہ بدلنے والی ضرورت کے مطابق کام نہیں دے سکتا۔ اس کے نزدیک I loved

جیسے ترکیبی اجتماع اور I did love کی سی تفصیلی تربیت الفاظ جداگانہ شے ہیں۔ یہہ وہ شے ہے کہ جسکی بدولت اصلی اور بروئے قواعد درست شکلیں بنائی جاتی ہیں جو ہر منصرف زبان کا سرمایہ اور قوت ہیں۔ ہم کبھی کبھی اپنے جرمن ہمسایوں کا مذاق اڑاتے اور کہتے ہیں کہ ان کی زبان کے مرکب الفاظ کیا ہیں شیطان کی آنت ہیں ، Rittergutshesitzer (knight's-property-possessor) یا schuhmacherhandwerk (cobblers trade) ہمیں اس قدر لمبے چوڑے الفاظ نظر آتے ہیں کہ اُن کا استعمال گران گذرتا ہے لیکن تخریب صوتی نے اگر ہماری زبان کے نصف حصہ الفاظ کو مختصر و مخفف نہ کر دیا ہوتا تو یہہ ان سے کچھ کم لمبے چوڑے اور بھدے نہ ہوتے۔ اگر یہہ طریق نہ جاری ہوتا تو truthfully اور inapplicabilities کے سے پیچیدہ مشتقات اُن وضعی معنوں پر ، جو ان کے پریشان کن تشریحات سے ظاہر کئے جاتے ہیں ، کوئی فوقیت نہ رکھتے

پس تغیر ، قصر ، تخریب اور مسح ہیئت اشتقاق لازمہ ہیں ہماری زبان کی ایسی ساخت کا جس سے کہ ہمارے روز مرہ کی لغت بنی ہے ، ان سے بچنا نا ممکن تھا اور ان کا ہونا موزوں و مناسب۔ ان کا نہایت ہی اہم رجحانات سے تعلق ہے اور یہہ عاقلانہ کفایت شعاری کا ایک جزو ہیں۔ ان سے کلام میں زور اور ایجاز پیدا ہوتا ہے ، یہی لفظوں کے یک جان کرنے کی علامت اور ذریعہ ہیں۔ یہہ وہ باتیں بھلا دیتے ہیں جو پشت ہا پشت سے مصطلحات کا نام لیتے ہی یاد آجاتی تھیں۔ اگر ایسا نہ ہوتا تو یک سوئی خیال میں خلل پڑ جاتا اور موضوع اور موضوع لہ کے تعلق کو مد نظر رکھ کر جس قدر یکسوئی کے ساتھ خیال مرکز ہونا چاہیئے ، نہوتا۔ یہہ لفظ کو ایک شے واحد بنا دیتے ہیں جو ایسے اجزاء سے ترکیب دیا گیا ہے جو اس کے تابع ہیں۔ ان کی بدولت وہ منفرد ہستیوں کا ، جو ایک سست ترکیب کے

ذریعہ ایک ہی رشتہ میں منسلک ہیں اور جن کا یکے بعد دیگرے خیال آتا رہتا ہے ، مجموعہ نہیں رہتا *

تعزیب صوتی لفظوں کو بناتی اور بگاڑتی ہے

لیکن وہ رجحان جس سے یہہ قیمتی نتائج مرتب ہوتے ہیں اندھا بھی ہے یا اگر زیادہ صحت بیان منظور ہو تو یہہ کہنا چاہئے کہ غور و فکر سے کام نہیں لیتا ، اس کا فعل کچھ کم باعث برپادی نہیں ، یہہ اس عمارت کو منہدم بھی کر دیتا ہے جسے بناتا ہے ، اس کا اصلی مطلب یہہ ہوتا ہے کہ آسانی و سہولت پیدا ہو ، یہہ اس فکر میں رہتا ہے کہ زبان کے بولنے والوں کا وقت بچے اور محنت کم پڑے - ظاہر ہے کہ اس قسم کے رجحان کی تسکین خاطر کے ساتھ ساتھ تباہی اور کفایت شعاری دونوں لگی ہوئی ہیں - ممکن ہے کہ مقراض اختصار اپنی روانی میں ان حصوں کی یہی قطع و برید کر جائے جن کے چھوڑ دینے میں کوئی قباحت نہ تھی - جیسے ایک فضول شے قربان گاہ سہولت پر بھینٹ چڑھ سکتی ہے ویسے ہی ایک قابل قدر شے بھی - درحقیقت کوئی زبان، تارقیقہ اس کے بولنے والے دماغی اور اخلاقی انحطاط میں نہ گرفتار ہوں ، کلیۃً نہ تو اپنے ذرائع اظہار خیال سے دست بردار ہوتی ہے اور نہ اپنا کوئی بیش بہا اور ضروری حصہ بغیر اس کا بدل محفوظ رکھے یا حاصل کئے ہاتھ سے نکلنے دیتی ہے - تاہم کہیں کہیں ایک آدھ چیر ایسی بھی ہاتھ سے نکل جاتی ہے کہ غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ پاس رہتی تو اچھا تھا - یہہ ممکن ہے کہ زبان رواج اعمال اختصار کی کثرت سے اور بہت سی ایسی باتوں کے ترک کرنے سے بہت بدل جائے جو ملتی ہوئی زبانوں نے محفوظ رکھی ہیں اور جن کی وہ قدر کرتی ہیں - پس نہایت ضروری ہے کہ اس رجحان کے تباہی آور و برہم کن نظام اعمال پر غور کیا جائے کیونکہ ہماری انگریزی زبان میں دنیا کی اور ترقی یافتہ زبانوں کی نسبت بہت سی یک لخت اور اُندھاہند تبدیلیاں ہوئی ہیں

تغییر صوتی کے تباہ کن اثرات

یہ پہلے ہی بیان ہو چکا ہے کہ ہماری زبان کے اس ابتدائی دور میں جس کا ہم پتا لگا سکے ہیں صیغہ واحد متکلم افعال کے آخر میں *mi* لگا کر بنایا جاتا تھا ، *am* کا *m* اس کی یاد گار ہے ، اب ہماری (زبان میں صرف یہی ایک ایسا لفظ رکھیا ہے - لاطینی میں یہ فقط دو لفظوں یعنی *sum* اور *inquam* کے صیغہ [حال میں باقی رہ گیا ہے اور یونانی میں ایک قسم کے چند ہی افعال مثل *tithēmi* اور *didōmi* میں نظر آتا ہے - مگر تاریخ تصریف افعال ایک اور طرح کے لاحقوں یعنی علامات جمع پر غور کرنے سے زیادہ واضح ہو جاتی ہے - اپنے ارتقاء کے ابتدائی زمانے میں وہ زبان، جس سے ہماری زبان نکلی ہے، صیغہائے غائب، حاضر اور متکلم کی جمع ایک طویل سلسلہ لاحقات سے ظاہر کیا کرتی تھی، - ان کی قدیم سے قدیم شکلیں، جن کا ہم پتا لگا سکے ہیں، *nti, tasi, masi* ہیں اگرچہ اسوقت بھی یہ عناصر ترکیبی کا درجہ حاصل کر چکی تھیں - بلحاظ اصلیت یہ مرکبات ضمائری ہیں جو مادہ فعل سے ضم ہو گئے یعنی پہلے تو لوگ محض بوجہ عادت انہیں مادہ افعال کے ساتھ بولنے لگے پھر ان کو مادہ افعال کے ساتھ منضم کر دیا اور آخر اس کا جزو ہی بنا ڈالا - ان کے الگ الگ معنی یہ ہیں *I and thou* (میں اور تو) یعنی *we* (ہم) ، *he and thou* (وہ اور تو) یعنی *ye* (تم) ، اور *they* (وہ) مثلاً *lagamasi* *lagantasi* اور *laganti* - پہلے پہل ہر بولنے والے کو صاف صاف نظر آتا تھا کہ یہ *lie-we, lie-ye, lie-they* کے ہم معنی ہیں - ان صیغوں کا استعمال کرتے وقت ان کے آگے دو بارہ ضمائر فاعلی کا لگانا ایسا ہی عبث معلوم ہوتا تھا جیسا کہ آج کسی کا *I loved* کے بجائے *I did loved* کہنا - لیکن احساس اصلیت لاحقات کمزور پڑ جانے اور ان کے الگ الگ معنی آنکھ سے اوجھل ہونے کے بعد وہ عمل اقتصار کے پنتجہ میں پھنس گئے اور اس نے تراش خراش کر سیدھی سادی

شکل بنادی - جیسا کہ لاطینی سے ظاہر ہے ، پہلے ان پر عمل اقتصار کی
یورش ہوئی اور اس نے سب کا آخری حرف علت نکال ڈالا -
legitis, legimus اور legunt سے، جس کے معنی ہیں we read, ye read
اور they read، ظاہر ہوتا ہے کہ یہہ mus, is اور nt بن
گئے - قدیم گاتھک نے ، جو جرمانی بولیوں میں قدیم ترین ہے ، معلوم
ہوتا ہے کہ اس سے بھی زیادہ ستم ڈھایا ، پہلے دو کو تو کات چھانت کر
صرف ان کے شروع ہی کا حرف رہنے دیا مثلاً ligam, ligith اور
ligand - ابھی تک تو ہر لاحقے میں باوجود تغیرات اس کی علامات
شناخت باقی ہیں اور وہ اپنا کام بخوبی انجام دے رہا ہے ، اگرچہ
شکل بگڑ چکی اور خراب ہو گئی لیکن بے دقت تمیز کیا جاسکتا ہے اور
اس میں اچھی خاصی خصوصیات ذاتی موجود ہیں ، لیکن اب نام
رواج ہو چلا تھا کہ گنگو میں افعال سے پہلے ضمائر رکھ دی جائیں -
ابتداء میں تو یہہ محض کلام پر زور دینے کے لئے لگائی جاتی تھیں لیکن
ہوں جوں ان لاحقوں کا ضمیری وصف ذاتی خیال سے اترتا گیا وہ
فعل کے تمام صیغوں کے ساتھ ایک معمولی دم چھلا بن گئیں ، اگرچہ
صیغہائے غائب کے ساتھ اکثر نہیں بھی آتی تھیں کیونکہ اس صیغے کے فاعل
میں اختلافات گونا گوں کا ہونا ممکن ہے - چونکہ اسوقت سے فاعل بارز
فعل کا صیغہ بتانے کے لئے کافی تھا اس لئے افعال پر لاحقات کا
اضافہ کرنا محض بیکار تھا ، اس کو مد نظر رکھ کر اینگلو سیکسن نے
تخفیف کر کے صرف ایک لاحقہ جمع یعنی ath صیغہائے حال اور on
صیغہائے ناتمام کے لئے باقی رکھا اس میں we licgath, ye licgath
اور hi licgath آتا تھا اگرچہ ان میں سے آخر کا قریب قریب
ویسا ہی غلط ہے جیسا کہ ہمارے جہلا کا فی زمانہ I is اور I says
وغیرہ بولنا ، تاہم اس کو اختیار کر لیا گیا اور جماعت نے اس کی
تصدیق کر دی کیونکہ اس کا یہہ فعل ایک جائز رجحان کے سامنے
سر تسلیم خم کرنے کا مترادف تھا جو فضول علامات ممیزہ کو چھوڑنے اور

نعالے پر تلا ہوا تھا — دیگر جرمانی زبانوں نے بھی یہی کیا کسی نے کم اور کسی نے زیادہ اور آخر میں تو ہم نے اتہا ہی کر دی کہ لاشقات کو قطعی خارج ہی کر دیا اور اُن کے ساتھ ہی ساتھ ایک خاص مصدر میں تو مادہ فعل کا آخری حرف صحیح بھی اُڑا دیا کیونکہ اب ہم ye lie, we lie اور they lie بولتے ہیں — ہمیں اس کا احساس ہی نہیں ہوتا کہ اس طرح ہم نے اُس صفائی بیان کا کوئی حصہ قربان کر دیا جس کو پیدا کرنے کی ہر زبان میں کوشش کرنی چاہئے — we lie سے lagamasi کچھ کم مبہم نہیں — یہہ دراصل برابر کے اجزاء سے اسم قسم کا مرکب بنا لیا گیا ہے جیسے کہ I did love کی شکل مسخ ہو کر I loved بن گیا *

ہم نے تصریف اسماء میں اس سے بھی زیادہ انقلاب پیدا کر دیا جتنا کہ تصریف افعال میں کیا تھا — وہ قدیم زبان جس سے ہماری زبان دور کا رشتہ رکھتی ہے اپنے اسماء کی تصریف، خواہ وہ اسمائے ذات ہوں یا اسماء صفت، تین طرح سے کیا کرتی تھی اور ہر قسم کی آئہ ”حالتیں“ ہوئی تھیں — ان اقسام میں سے ایک یعنی تثنیہ کو اینکلوسیکس نے قطعی چھوڑ دیا، صرف ضمائر میں کہیں کہیں اس کا نقش یا باقی ہے، اور ”حالتیں“ عام استعمال میں صرف چار طرح کی باقی رہ گئیں یعنی فاعلی، اضافی، متعلق فعلی اور مفعولی، اور پانچویں کا جو ذریعہ ظاہر کرتی ہے برائے نام پتا لگتا ہے — چونکہ تثنیہ کا عملی فائدہ بہت کم ہے اسمائے یہہ ہمارے خاندان کی کل موجودہ زبانوں سے غائب ہو گیا اور اب اس کا کلم جمع دیتی ہے — حروف جر عرصے سے لاشقات حالتی کی جگہ چھین رہے یا ان کو غیر ضروری ثابت کئے جارہے ہیں — انگریزی میں اسمائے صفت کی تصریف متروک ہو گئی اور اسمائے ذات کے لئے محض ایک ”حالت اضافی“ باقی ہے — اس میں چند ضمائر ”حالت مفعولی“ کا اور اضافہ کرتی ہیں مثلاً his, he اور them, they, they, him وغیرہ — یہاں ہم نہ تو اس کو ماننے کے

لئے آمادہ ہیں کہ ہم نے ان باتوں کو چھوڑ دیا جنہیں حقیقی اغراض زبان محفوظ رکھنا چاہتی تھیں اور نہ اس کو کہ ہم اپنا مافی الضمیر انہی اچھی طرح ظاہر نہیں کرسکتے جتنی اچھی طرح کہ ہمارے اسلاف اپنے ساز سامان تصریفی کی بدولت ظاہر کر سکتے تھے

جس طرح کا برتاؤ کہ ہم نے ”جنس“ کے ساتھ کیا ہے وہ نظام قواعد کے ایک حصے کو بغیر کسی نعم البدل کے ترک کر دینے کی قابل غور مثال پیش کرتا ہے۔ جس خاندان سے ہماری انگریزی کو تعلق ہے اس کی زبانوں کا یہ بہت ہی ابتدائی زمانے سے وتیرہ چلا آتا تھا کہ الفاظ کا مذکر ، مونث ، اور غیر ذی روح ہونا لاحقات اور فرق تصریف سے ظاہر کیا جاتا تھا۔ یہ طریقہ صرف انہیں اشیاء کے ساتھ مخصوص نہ تھا جو واقعی تذکیر و تانیث سے متصف تھیں بلکہ تمام اسماء اسکے معمول تھے خواہ وہ کسی قسم کے ہوں ، حتیٰ کہ خیالی اور ذہنی اصطلاحات بھی اس کی زد سے باہر نہ تھیں ساری کی ساری زبان ایک لا تعد و لاتحصی مخاطب کا منظر تھی ، دنیا کی ہر شے خواہ وہ مادی تھی یا خیالی مذکر یا مونث بنادی گئی اور محض اُن تصورات و مشابہات کی بناء پر جن کے تسلیم و پسند کرنے میں ہمیں بہت پس و پیش ہوتا ہے — اینگلوسیکسن کی بھی یہی حالت تھی — روایات قدیمہ کے مطابق ہر اسم مذکر ، مونث اور غیر ذی روح سمجھا جاتا تھا مثلاً tooth = tōth = sin = syn ، مونث اور woman, wife = wif غیر ذی روح تصور کئے جاتے تھے۔ ہر اسم صفت کی تصریف تین طرح کی جاتی تھی اور اسم موصوف کی تذکیر و تانیث ، ”تعداد“ اور ”حالت“ کے مطابق اس کی تذکیر و تانیث ، تعداد و حالت ہوتی تھی ، اینگلوسیکسن کیا تھی گویا لاطینی یا یونانی تھی۔ مگر قواعدی شکلوں کے اس زبردست زوال و تباہی کے زمانے میں جو ہماری موجودہ انگریزی کی سیکسن اور نارمن زبانوں کے عناصر سے آراستہ و پیراستہ اپنے ساتھ لائی اوروں کے ساتھ تصریف تذکیر و تانیث کے لاحقات تمیزی پر بھی وبال آیا اور وہ اپنے ساتھ ساتھ وہ مصنوعی

نظام فرق و امتیازات بھی لے گئے جس کی قدامت کا دامن دامن ازل سے بندھا اور جو تاج قبول عام سے سرفراز تھا— اب ہمارے حافظے اور ذہن میں اُس کا پتا ہی نہیں لگتا ، اس نے اپنا کوئی نقش یا نہیں چھوڑا ، چند ضمائری صورتیں یعنی it, she, he اور his, her, him جو ”جنس“ بتاتی ہیں اور جنہیں ہم نے باقی رکھا ہے ان کے استعمال کا یہہ حال ہے کہ اسم اگر فی الحقیقت مذکر ہے تو وہ بھی مذکر ہیں اور مونث ہے تو مونث اور غیر ذی روح ہے تو غیر ذی روح— اسی لئے جرمنی یا فرانسیسی سیکھتے وقت ہمیں یہہ ناگوار گذرتا بلکہ نا مناسب معلوم ہوتا ہے کہ ”قواعدی جنس“ کا نا قابل عمل اور رسم و آئین سے آزاد بار گراں اٹھانا پڑتا ہے *

ایک طریق علامات ممیزہ چھوڑ کر دوسرا طریق اختیار کیا جانا

یہہ میلان کہ الفاظ میں جو چیزیں فضول یا ایسی ہیں کہ جن کے ترک سے کام چل سکتا ہے اور سلاست بیان میں خلل نہیں پڑتا ، چھوڑ دی جائیں ، سب زبانوں کی طرح ہماری زبان میں بھی اس کا باعث ہوا ہے کہ ابتدائی زمانے کے طریق اظہار معنی کے بجائے مابعد کا طریق اختیار کیا جائے اور جس غرض و غایت کے لئے یہہ طریق ایجاد کیا گیا تھا اسکے خلاف اس سے کام لیا جائے ، چنانچہ mouse سے mice ، foot سے feet اور man سے men ایسی جمعیں ہیں جو مشہور و معروف مستثنیات میں داخل ہیں اور قاعدہ عام کے مطابق نہیں بنائی گئیں — قدیم بولیوں کے تقابل سے فوراً معلوم ہو جاتا ہے کہ ایسے الفاظ کے حروف علت کا بدل جانا محض ایک اتفاقی امر ہے — یہہ تبدیلی کسی مطالب کو ظاہر نہیں کرتی بلکہ اس کا تعلق الحاکم سے ہے — اس کا باعث بعض ”لاحقات حالتی“ کے حروف علت ہوئے ، جنہوں نے اُن اسماء کے حروف علت کو اپنا سا بنالیا جن کے آخر میں وہ لگائے جاتے تھے* — تغیر حرف علت کس حد تک اینگلو سیکسن میں علامت جمع تھا اسی سے بخوبی ظاہر ہوتا ہے کہ

دو موقعوں پر تو یہ سانسہ ”حالت“ جمع تک میں نہیں بدلتا اور ایک موقع پر ”حالت“ واحد ہی میں بدل جاتا ہے — man کی تصریف یوں کی جاتی تھی :—

	Singular	Plural
Nom.	... <i>man</i> , 'man';	<i>men</i> , 'men'.
Gen.	... <i>mannes</i> , 'man's';	<i>mannen</i> , 'men's'?
Dat.	... <i>men</i> , 'to man';	<i>mannum</i> , 'to men'.
Acc.	... <i>man</i> , 'man';	<i>men</i> , 'men'.

چونکہ ”حالت“ فاعلی اور مفعولی میں جب اسم واحد ہوتا تھا تو ایک طرح کا حرف علت نظر آتا تھا اور جمع ہوتا تھا تو دوسری طرح، کا ' اس کا رواج بھی بکثرت تھا اور حسن اتفاق سے تلفظ میں بھی فرق تھا — اس لئے لوگوں کو خیال پیدا ہو گیا کہ یہ فرق تلفظ فرق ”تعداد“ پر دلالت کرتا ہے — وہ اس حرف علت کی پیدائش کا حال بھول گئے کیونکہ اس کے جنم داتا لاحقات ”حالت“ غائب ہو چکے تھے۔ انہوں نے اس کے لئے ایک نیا استعمال مقرر کر دیا اور غور و فکر سے کام نہیں لیا جس کا ثبوت یہ ہے کہ *book* کی جمع بجائے *beek* کے *books* بناتے ہیں اور یہ خیال نہیں کرتے کہ ہم *foot* کی جمع *feet* بناتے ہیں نہ کہ *foots* — یہ معاملہ ایسا ہی ہے جیسا چونکہ ہم *nation* سے مشتق اسم صفت کا تلفظ *national* کرتے ہیں اس لئے مرور ایام سے لاحقہ *al* کو فضول سمجھ کر ترک کر دیں اور *nation* اور *nation* میں سے ایک کو اسم ذات اور دوسرے کو اسم صفت مان لیں

ہمارے بعض افعال کے ساتھ بھی یہی ہوتا ہوا — قاعدہ اور تقاضائے نظام کے مطابق بنی ہوئی علامات ممیزہ کے بجائے وہ علامتیں استعمال ہونے لگیں جو در حقیقت اتفاقیہ عرصہ وجود میں آگئیں — اینٹلوسیکسن میں *dælan* (to deal) میں لاحقات تصریفی لٹاکر نا تمام *dælde* اور اسم مفعول *dælede* بنایا جاتا تھا — لیکن ان لفظوں کو بونٹے وقت

سہولت تلفظ کو مد نظر رکھ کر ہم نے ان کے حروف علت کی آوازوں میں فرق قائم کر دیا اور we have dǣlt, he dǣlt, I dēal باطنی علامت تمیز جس کا منبع الکان ہے للاحقات تصریفی کی خارجی علامت تمیز کی ہم عنان و معارن موجود ہے لیکن ایسے بہت سے افعال میں سے، جو تغیر حرف علت کو ظاہر کرتے ہیں، چند میں، جن کا حرف آخر d ہے، یہ عمل حیثیت ضمنی سے بڑھ کر درجہ حیثیت اصلی پر پہنچ گیا، مثلاً جہاں اینکلوسیکس lædan, lædde, læd, I læd اور we have læd, he læd, I læd لکھتی ہے ہم وہاں ræded, rædde, اور we have rēad, he rēad, I rēad بولتے ہیں - موخر الذکر میں تو تلفظ سے مطابقت پیدا کرنے کے لئے ہم ہجے بدلنے کی بھی تکلیف گوارا نہیں کرتے

جرمانی ماضیوں کی تاریخ

جرمانی خاندان کی زبانوں میں اس سے مشابہ ایک اور مظہر بھی ہے جو بہت ہی قدیم، اہم اور مروج ہے، یعنی ان افعال کے حرف علت ”اصلی“ کا تغیر جن کی تصریف کو ہم تصریف سماعتی کہتے ہیں، مثلاً sing کی ماضی اور اسم مفعول کا باہمی فرق اور اور پھر ان دونوں کا فرق صیغہ حال سے محض اختلاف حروف علت ہی سے معلوم ہوتا ہے جیسا کہ sang, sing اور sung سے عیان ہے - دیگر افعال سے تغیر کی صرف دو ہی صورتیں ظاہر ہوتی ہیں اور ان کا اسم مفعول یا تو حال کے مطابق ہوتا ہے یا ماضی کے، مثلاً came, come اور bound, bind, come اور bound - یہ امر کہ یہ طریق تصریف جرمانی زبانوں کے لئے مخصوص ہے ثابت کرتا ہے کہ یہ اُس وقت پیدا ہوا جبکہ جرمانی زبانیں اپنے اُس بڑے خاندان سے الگ ہو چکیں تھیں جس کی وہ ایک شاخ ہیں - ہم ابھی دیکھا چکے ہیں کہ تصریف اسماء و افعال کے وقت الکان کو مد نظر رکھ کر حروف علت بدل دئے گئے - یہ تغیر بھی دراصل ویسا ہی ہے

اور اس کو موجودہ وقعت و دلالت حاصل کئے ہوئے بہت دن نہیں ہوئے۔ در حقیقت انگریزی ہی وہ زبان ہے جس نے کہ ہیات مختلفہ افعال کی شناخت کے لئے اختلاف حروف علت کو تسلیم اور دیگر ذرائع کو مسترد کر کے اس طریقے کو کامل نشو و نما کا موقع دیا۔ اینگلو سیکسن میں تو یہ بلحاظ الک ان ہی رائج تھا۔ اُس زبان میں مصدر اور اسم مفعول کی علامات الگ الگ تھیں *singan* مترادف تھا *to sing* کا اور *sungen* مترادف *sung* کا اس کے حال *ic singe* اور اسکی ماضی *ic sang* کا ہر صیغہ جداگانہ لاحقات سے بنایا اور پہچانا جاتا تھا۔ پس اختلاف حروف علت فقط افہام مطلب میں مدد و معاون تھا اس کا جزو لاینفک نہ تھا۔ قدیم و جدید جرمانی بولیوں میں اس کی یہی قدر و قیمت تھی اور اب بھی ہے۔ علاوہ ان صورتوں کے اور صورتیں بھی تھیں کہ جن میں بوقت تصریف افعال اکثر حروف علت بدل جایا کرتے تھے۔ صیغہ واحد غائب اور واحد حاضر اکثر متکلم سے جدا گانہ ہوتے تھے، اور ایک قسم کے افعال کی بہت بڑی تعداد کے صیغہائے ماضی کے واحد اور جمع میں فرق تھا مثلاً *to help = helpen* = *ic helpe* = *ic helpe*; *he helpeth = he hylph*; *I help = ic helpe* *we helped = we hulpon*; *I helped* *holpen* سے *helped* بنا۔ یہاں حرف علت نے پانچ رنگ بدلے۔ جب کہ ہم دانستہ کوشش کر رہے تھے کہ جو چیزیں مفید ہیں ان سے کام لیں اور جو فضول ہیں انہیں چھوڑ دیں، ہم نے تین طرح کا فرق باقی رکھا اور اسے تسلیم کر لیا اور بیکار لاحقات کو نکال کر ان کو براہ راست اور بلا اعانت غیرے معنی خیز بنا دیا *

جس طریقے سے تخریب صوت نئی شکلوں کی ضرورت پیدا کر دیتی اور اُن کو عرصہ وجود میں لاتی ہے اسکی ایک دلچسپ مثال پر بھی لگے ہاتھوں غور کر لینا چاہیئے۔ یونانی اور بعض لاطینی صیغہائے ماضی کی طرح جرمانی زبانوں میں بھی در اصل ماضی بنانے کا طریقہ یہہ

تھا کہ جزو اول لفظ یا مادہ لفظ کا ” تکرار “ کیا جاتا تھا - حرف علت اصلی بدلا جانے لگا تو تکرار کا رواج بہت کم ہو گیا - یہہ طریقہ اس کی جگہ کلم دینا تھا اور اسکی بدولت قدیم افعال سے تکرار جاتا رہا - اب وہ نہ تو زمان گذشتہ کی علامت تسلیم کیا جاتا تھا اور نہ اسکی مدد سے نئے افعال بناتے تھے - مگر اسکے ساتھ ہی ساتھ یہہ بات بھی ہے کہ تبدیل حرف علت کا کوئی قاعدہ مقرر نہ تھا اور یہہ طریقہ محض خیالی اور وہمی تھا اسلئے بجا طور سے تکرار کی نیابت کی اہلیت نہیں رکھتا تھا - واضعیں لسان کے سامنے کوئی مشابہت ایسی موجود نہ تھی کہ جس کی بے خوف اور معقولیت کے ساتھ تقلید کی جاسکے - اسلئے تمام جعلی مصادر کی جن سے کہ ہر زبان اپنے خزانہ اظہار خیالات کو مالا مال کرتی رہتی ہے ، ایک نئی قسم کی ماضی قدیم ” مکرر “ ماضی did لگا کر بنائی پڑی جیسا کہ اس سے پہلے بیان ہو چکا ہے - اس نے بہت جلد ایک لاحقہ کی صورت اختیار کر لی اور اس کے ذریعہ جو ماضیان بنائی جاتی تھیں ان کی تعداد بہت اور جلد بڑھنے سے یہہ رفتہ رفتہ صدور فعل بزمان گذشتہ کی ایک عام علامت بن گیا اور خیال عامہ نے اس کو علامت ماضی تسلیم کر لیا - اُس وقت سے اس نے اپنا دائرۂ عمل بڑھانے کا میلان ظاہر کیا اور ماضی بنانے کے قدیم طریقوں کو دبانا چلا گیا - یہی وہ میلان ہے جو آج بھی ہر بچے میں پایا جاتا ہے اور اُس وقت تک اس سے I goed, I bringed اور I seed کہلاتا ہے جب تک کہ ہم اسے ہزار کوششوں سے مختلف سماعتی شکلیں اور اُن کا مروج استعمال کے مطابق بولنا نہ سکھادیں - استعمال مروج پہلے بھی ہماری زبان کی ایسی بہت سی غلطیاں درست کرچکا ہے - بہت سے قدیم جرمانی افعال جن کی تصریف بربنائے مشابہت give, bind, come, sing وغیرہ کی طرح کی جاتی تھی اب قیاسی مصادر کی طرح گردانے جاتے ہیں - ایک مثال ہم اس سے پہلے ہی پیش کرچکے ہیں - مصدر help کا قدیم اسم مفعول holpen helped= اب تک ہماری انجیل میں ملتا ہے اِس قسم کے اور مصادر

smoke, bake, creep, fold, leap — کي مثالين ٻه هيٺ ۽

* starve, wade, wield.

لاحقات جمع اور حالت اضافي

اس ميلان کي اگر اور ايسي مثالين ديکھني هون جهاڻ ٻه
مشابهات مروجہ کو اُن کي اُن حدود سے ٻي آگے لے کيا جو بروئے تاريخ
صحيح هيٺ تو اڻپڻ اسماء کي موجودہ تعريف ڀر غور کيڃئو — هم حرف
s کو علامت ”حالت“، اضافي ماتر هيٺ ، محض اُسي صورت ميٺ
نهيٺ جب کہ اسم واحد هو بلکه اُس صورت ميٺ ٻي جب کہ اس کي جمع
s لڳا کر نه بنائي ٿئي هو مثلاً children’s, child’s; men’s, man’s —
اينگلسيڪسن ميٺ ٻه محض واحد کا لاحقہ اضافي ٿيا اور و ٻي هر
اسم کے لئے نهٺيٺ ، اسمائے مونث کي ”حالت اضافي“ هميشه اور
طريقے سے بنائي جاتي ٿي اور ٻهٺ سے مذکر اور غير فدي (روح اسماء کي
حالت اضافي بنائے کا ٻي قاعده الگ ٿيا ليکن اس ميٺ کلام نهٺيٺ
کہ ٻهٺ سے اسماء کي علامت حالت اضافي ٻي حرف ٿيا اور کوئي
اور لاحقہ ايسا نه ٿيا جو اس کا کام ديا هو ، چنانچه انگريزي بولنے
والوٺ کے دل و دماغ ميٺ ٻه بات بس ٿئي کہ قبضه اُسي سے ظاهر کيا
جاتا ه اور جب کہ اينگلسيڪسن رفته رفته بدل کر انگريزي بن رهي
ٿي اور قواعد ميٺ تبديليان اور سادگي پيدا کي جاري ٿي اس وقت
بقدر ٻيچ اس کے استعمال کو وسعت دي ٿئي حقيٺ کہ ٻه قاعدهٺ کليہ
بن کيا اور اس ميٺ استثناء کو ٻي دخل نه رها — اُسي قسم کے
برتاؤ نے همارے لاحقہ جمع ميٺ و وسعت استعمال پيدا کر دي جسے
آپ ديکھ رهي هيٺ — اينگلسيڪسن ميٺ آده سے ٻي کم اسموٺ کي
جمع s لڳا کر بنائي جاتي ٿي اور ٻه صرف ايک هي قسم کي ”جنس“
يعني مذکر کے لئے مخصوص ٿيا اور اس ڀر ٻي هر مذکر کي جمع
اُسي سے نهٺيٺ بنائي جاتي ٿي حالانکہ هم سب اسماء کي جمع s هي
لڳا کر بنائے هيٺ — اس قاعدهٺ سے صرف و هي اسم (foot, mouse, man)

وغیرہ) مستثنیٰ ہیں جن کا ذکر اوپر آچکا ہے۔ ان کے علاوہ چند الفاظ از قبیل ox ہیں جس کی جمع oxen ہے۔ ان میں دیگر قسم کے طریق تصریف کے نقوش باقی ہیں جو کسی زمانے میں ایک بہت بڑی قسم اسماء کی جمع بنانے کے کام آتا تھا۔ ہماری زبان میں جو رواج اس لحقہ نے پایا ہے اسکی ایک جزوی وجہ فرانسیسی بولنے والے نارمنوں کا اثر سمجھا جاتا ہے۔ ان کی زبان میں ہر اسم کی جمع s سے بنائی جاتی تھی۔ یہ طریقہ در اصل لاطینی کا ہے جس کو نارمنوں نے اختیار کر لیا *

نئے الفاظ سے نئے نئے مطالب کا ظاہر کرنا

وسعت استعمال ترکیبی عنصر زبان کا ایک لازمی اور ناگزیر وصف ہے۔ اس کی ضرورت نہیں کہ جب موقع آنے بار بار قدیم طرز ترکیب اور مابعد کے طریق تخفیف پر عمل پیرا ہوں۔ بس اتنا ہی کافی ہے کہ کسی زبان کے روز مرہ میں ایک اچھی خاصی تعداد ایسے الفاظ کی ہو کہ جن کے آخر میں ایک خاص جزو بڑھا دینے سے صاف صاف نظر آنے والے الفاظ قدیم کے معنی میں ایک خاص و صریح ترمیم ہو جاتی ہو پھر تو ہم فوراً اس جزو اور ترمیم معنی میں ایک قسم کا ایٹلاف قائم کر دیتے ہیں اور جہاں اظہار ترمیم معنی کی خواہش ہوئی اور ہم نے اس جزو سے کام لیا۔ مثلاً جب ہم کو متعلق فعل بنانا ہوتا ہے تو لاحقہ ly استعمال کرتے ہیں اور یہ نہیں سوچتے کہ آیا اسم صفت like کا اس لفظ کے ساتھ ترکیب دینا مناسب ہے یا نہیں جس کے آخر میں یہ لاحقہ لٹایا جا رہا ہے۔ صرف یہی ایک طریقہ ہے کہ جسکی بدولت ہم ہر وقت اپنے مواد لسانی سے کام لے سکتے ہیں یعنی اپنے نئے اور پرانے لفظوں سے جس وقت جیسا موقع ہو کام لیں۔ ہم نے اپنی گفتگو میں ایک نئی اصطلاح telegraph داخل کر لی۔ یہ قدیم یونانی زبان کے خزائن لغات سے کات چھانت کر تراشا گیا ہے۔ اس کا موجد اُس زبان کا ماہر ہوگا۔ عوام نے علماء کی منظوری و سفارش سے ایسے بے چون و چرا قبول کر لیا۔ انہیں نہ تو اس کا مآخذ معلوم

ہے اور نہ وہ اس کے جاننے کی پرواہ کرتے ہیں وہ تو اتنا جانتے ہیں کہ ہمیں ایک چیز کے ایک نام کی ضرورت ہے اور اس لفظ سے ہمرا کام نکل جاتا ہے ، اور پس - اب ذرا اس یونانی کی جسارت ملاحظہ ہو - یہ ہر معنی و لحاظ سے انگریز بن گیا - اس توطن نے اسے ہمارا ہم وطن بنا دیا اور اس کو وہ سب حقوق مل گئے اور اس پر وہ فرائض عائد ہو گئے جو ہم کو حاصل اور ہم پر عائد ہیں - یہ اُن حقوق اور فرائض کا بھی مالک رہا جو اُس کو اپنے اعرا و اقربا میں بوجہ تعلق خاندان حاصل تھے ، چنانچہ اب ہم انگریزی تصرفات کے جملہ قوانین کا ، جنہیں اعمال تغیر لسانی نے منصفہ شہود پر جلوہ گر کیا اور اب تک صرصر فنا سے مامون و مصئون رکھا ، اس پر اطلاق کرتے ہیں -

ہم نے اس کو فعل بنادیا اور اس سے مشتقات بنانے لگے مثلاً the telegraphs the art of I shall telegraph, they telegraphed telegraphing telegrapher اس سے اسماء بھی بنتے ہیں جیسے telegraphist, telegraphy اسم صفت بھی بنایا جاتا ہے یعنی telegraphic اور پھر اسی سے متعلق فعل telegraphically - ہمیں تاریخی مناسبت و موافقت کا کبھی بھولکر بھی خیال نہیں آتا - ہم ایک بے دردانہ انداز سے ایک یونانی لفظ کے آخر میں قطعی مختلف الماخذ للاحقات لگاتے چلے جاتے ہیں - ان للاحقات میں سے زیادہ تر جرمانی ہیں جو اینگلو-سیکسن سے ملے ہیں اور دو ایک یعنی ic اور ical لاطینی ہیں فقط ایک ist ایسا ہے جو یونانی ہے - چوں کہ ہماری انگریزی اینگلو-سیکسن اور نارمن فرینچ زبانوں کا معجون مرکب ہے جس میں کم و بیش اور بہت سی زبانیں بھی شامل ہیں اس لئے ان باتوں سے بچنا محال ہے - عملاً تو ایک ہی طرح کے اجزاء سے بنی ہوئی زبان ہے مگر برائے تاریخ اس کی ساخت کیا بہ لحاظ لغات اور کیا بہ لحاظ قواعد معجون مرکب ہے - اس کے قواعدی سامان ، یعنی نظام للاحقات کا ، جس سے الفاظ مشتق کئے جاسکتے ہیں ، پھر ان مشتقات کی تصریف ہوسکتی ہے اور اُن میں فرق پیدا کئے جاسکتے ہیں ، زیادہ تر اور

وہاں ضروری حصہ جرمانی ہے لیکن لاطینی کو بھی اس میں کچھ دخل ہے ،
 جہل بہت سے لاطینی الفاظ کے آخر میں جرمانی الحقات لگائے جاتے
 ہیں وہاں ایسے جرمانی الفاظ کی بھی کمی نہیں جن کے آخر میں
 لاطینی اور فرانسیسی الحقات و سابقات آتے ہیں جنہوں نے کم و بیش
 ہمارے استعمال میں ترکیبی عناصر کا درجہ پایا ہے مثلاً *dis-belief* ،
huntr-ess ، *odd-ity* ، *atone-ment* ، *for-bear-ance* ، *re-light* ،
 * *talkative* ، *eat-able* ،

قابل قدر علامات ممیزہ کا انعدام

ابھی تک ہم نے زبان کے عمل اختصار و اقتصار کے صرف وہی اثرات
 بیان کئے ہیں جن کے باعث ایک ذریعہ اظہار خیال کے بجائے دوسرا
 آجاتا ہے یا جنہوں نے ، جیسا کہ ”قواعدی جنس“ سے عیاں ہے ،
 تکلفات اظہار خیال کو دور کر دیا جن کے جانے سے کسی زبان میں
 کوئی قباحہ نہیں پیدا ہوتی - لیکن اگر ہم اپنے گرد و پیش پر نظر
 ڈالیں گے تو بخوبی معلوم ہوگا کہ استعمال عام محض انہیں علامات
 ممیزہ کو تباہ و برباد کرنے پر ہی قناعت نہیں کرتا جن کی
 علمی قدر و قیمت کچھ نہ تھی یا جن کا بدل مل گیا یا جن کے نہونے
 سے نقصان نہیں ہوا ، بلکہ بے پرواہ بولنے والوں کی افسوسناک غلطیاں ، ان
 کا ان چیزوں کو خاطر مل کر دینا جنہیں الگ الگ رکھنا چاہئے ، ان
 کا قابل قدر علامات ممیزہ کو مٹا دینا ، یہ سب باتیں لامتناہی تغیرات
 لسانی کا جزو لاینفک ہیں اور ان کا اوروں سے مختلف ہونا ضروری
 نہیں - یہ صرف وہ حصہ ہیں جس کے خلاف بہترین رائے عامہ ، جس
 کو مد نظر ہوتا ہے کہ زبان کی سالمیت میں فرق نہ آنے پائے ، زور شور سے
 صف آرا ہوتی ہے - پس یہ یا تو قطعی دب جاتی ہیں یا رفتہ رفتہ اور قدرے
 قلیل قبولیت حاصل کر لیتی ہیں - آؤ اب اس قسم کے انحطاط لسانی
 کی چند مثالوں پر غور کریں *

عرصہ دراز سے انگریزی کا یہ رجحان رہا ہے کہ ناتمام اور اسم
 مفعول کے فرق کو مٹادے - علم طور سے یہ ناتمام کو اسم مفعول بنالیتی

ہے اگرچہ اکثر یہہ بھی ہوا ہے کہ اسم مفعول کو ناتمام بنا لیا گیا ۔
 بجائے spake اور brake کے spoke اور broke اور holden کے held
 اور اسی قسم کے بہت سے صیغے حال ہی میں اختیار کئے گئے
 ہیں مگر اپنی جگہ سے اٹھارے نہیں جاسکتے۔ begin اور اسی قسم کے بہت
 سے افعال کی دو صورتوں he began اور he begun وغیرہ کو بھی مذکورہ
 صورتوں سے کچھ کم مقبولیت حاصل نہیں ہے، مگر he came کے بجائے
 he come اور he did کے بجائے he done بولنا غلط اور گنوارین
 سمجھا جاتا ہے اور ہمیں امید ہے کہ ہمیشہ ہی ایسا ہوگا ۔ مشابہت
 زبان میں سے صرف ایک مشابہت ان تبدیلیوں کی تائید کرتی ہے اور
 اس نے انکو عرصہ وجود میں لانے کے لئے بہت کچھ کیا ہے یعنی ہمارے
 افعال قیاسی کی ماضی اور اسم مفعول کی شکلیں آپس میں ملتی ہیں۔
 بے پرواہ بولنے والا یوں استدلال کرتا ہے (یہاں یہہ نہ سمجھنا چاہئے کہ وہ
 دانستہ ایسا کرتا ہے بلکہ اس کے عمل کا نتیجہ یہہی ہے) کہ جب میں
 I have gained, I gained اور I have dealt, I dealt بولتا ہوں
 تو پھر he has drank, he drank; I have sung, I sung
 they have done, they done; we have held, we held;
 کیوں نہ بولوں

ایسا تو شاید بہت ہی کم ہوتا ہے کہ ماضی اور اسم مفعول فقرے
 میں اسطرح واقع ہوں کہ پتا نہ لگے کہ مقرر یا مصنف کی مراد ماضی
 سے ہے یا اسم مفعول سے لیکن چند افعال ایسے ہیں، جن میں سے
 put سے سب واقف ہیں، کہ جن کے حال و ماضی میں بھی قطعی کوئی
 فرق ہی نہیں ۔ اگر ہم they put بولیں تو محض سیاق و سباق کلام
 ہی سے پتا لگ سکتا ہے کہ کون سا صیغہ مقصود ہے ۔ گویا یہہ مرکب
 ناقص انگریزی کا نہیں چینی زبان کا ہے ۔ learn اور teach کا عام
 التباس جیسا کہ I learnt him to swim سے عیان ہے ایک اور صورت
 ہے جو صورت مذکورہ سے کسی قدر ملتی جلتی ہے ۔ اسکی تائید بھی

ہماری زبان کے ایک مسئلہ رواج سے ہوتی ہے جو ہمیں اکثر ایک ہی فعل کو لازم اور متعدی دونوں طرح استعمال کرنے کی اجازت دیتا ہے —
 they ran it aground اور the ship ran aground
 they learned اور the boy learned his lesson پھر صحیح ہیں،
 him his lesson کیوں نہ بولیں

ایک اور افسوس ناک غلطی ہمیں اُس فرق پر ہاتھ صاف کرنا نظر آتی ہے جو مستقبل کے صیغہ کے متکلم میں دو افعال معاون یعنی shall اور will سے ظاہر کیا جاتا ہے — shall ترک کیا جا رہا ہے اور will اُس کی جگہ چھین رہا ہے — اس ملک میں اُس کی ابتداء جنوب یا اہل آئرلینڈ سے ہوئی لیکن حال ہی میں شمال میں بھی یہ بدعت پھیلنے لگی ہے اور قریب قریب ہر طبقے میں پہنچ گئی ہے — جنوب کا باشندہ کہتا ہے it is certain that we will fail — I would try in vain to thank you — جن واقعات کی صورت میں he will بولنا چاہئے انہیں واقعات کی صورت میں I shall بولنا ، اور جہاں استعمال فصحا they would چاہتا ہے وہاں we should — ان آدمیوں کے نزدیک جنہوں نے نہ تو اس کے فرق کی تاریخ اور نہ اس کے فلسفہ کی تحقیق کی ہے ایک ایسا تناقض ہے جو ترک کیا جا سکتا ہے اور کر دینا چاہئے — مگر بات یہ ہے کہ اس سے صرف فصیح انگریزی ہی کے گلے پر چھری نہیں پھرتی بلکہ اشتقاقیات کے معقول آداب و اصول کا بھی خون ہو جاتا ہے — shall سے دراصل یہ خیال ظاہر کیا جاتا ہے کہ کسی کام کا کرنا فرض و واجب ہے اور will محض عزم و ارادہ ظاہر کرتا ہے — زمانہ آئندہ میں کسی فعل کا صدور ظاہر کرتے وقت خیال فرض و وجوب کو نظر انداز کرنا اور بے غور و خوض عزم و ارادہ کو اپنا رہنما بنا لینا ایک ایسا سبق ہے جس کا زبان کے باب میں کسی فرقے یا جماعت سے سیکھ لینا قوم کے لئے ایسا ہی نا مناسب ہے جیسا کہ سیاست و معاشرت کے باب میں

ایک مثال اور لیجئے - ہمارا ” فعل “ عرصے سے عمل انگلیس کا شکار چلا آ رہا ہے - اس کی صورت ” شرطیہ “ ممتی جا رہی ہے - اینگلو سیکسن میں بھی یہ بات پیدا ہو گئی تھی - وہ علامات ممیزہ جو شرط ظاہر کرتی تھیں کسی قدر مفقود ہونے لگی تھیں اور ” صورت شرطیہ “ کے بجائے ” صورت خبریہ “ استعمال ہونے لگی تھی - اس وقت سے یہ کات چھانت برابر جاری ہے مگر اب قریب قریب اپنا کام ختم کر چکی - زبان پھر کے قریب قریب ہر فعل کی دو ” صورتوں “ کے درمیان جو باقاعدہ فرق تھا اس کو مٹا دیا - اس سے صرف حال کے صیغہ واحد غائب و حاضر اور ماضی کا صیغہ واحد حاضر مستثنیٰ ہیں - یہاں اب بھی he loves, thou lovest اور thou lovedst کے بجائے if he love, if thou love اور if thou lovedst استعمال ہو سکتا ہے لیکن صیغہ حاضر اس قدر شان و نادر آئے ہیں کہ بولنے والوں کے دلوں میں ” صورت شرطیہ “ کا خیال تازہ رکھنے میں بہت کم کار آمد ہیں اس لئے اس کی حیات کا دار و مدار محض ایک صیغہ if he love پر رہ گیا - جب یہ حال ہو تو کون سے تعجب کی بات ہے کہ جس علامت کی اساس اس قدر کمزور ہے وہ غائب ہونے لگے - اگر if we love, if they love وغیرہ میں وہ شکلیں ، جو بہ ظاہر ” صورت خبریہ “ تھیں ، اظہار شرط کے مطالب بخوبی ادا کر رہی ہیں تو صیغہ واحد غائب میں وہی شکلیں کیوں نہ کم دیں - اس طرح کے اثرات کے باعث if he loves اور if he love دونوں جائز مان لئے گئے حتیٰ کہ بہت ہی سنبھال کر لکھی ہوئی اور فصیح و شستہ تحریروں میں بھی ان کو جگہ مل گئی اور ثانی الذکر روزمرہ کی گفتگو میں شان و نادر ہی سننے میں آتا ہے - فقط فعل to be میں جس کے صیغہ صورت شرطیہ کی شکل زیادہ صریح اور کئی صیغوں میں صورت خبریہ سے جدا گانہ تھی یہہ شکلیں ابھی تک اپنا قدم جمائے ہوئے ہیں ، if he were, if I were کی جگہ

if he was, if I was بولنا ہے شبہ دلیل الہروائی اور غیر شسٹکی عبارت ہے ،

جو کچھ بیان ہوچکا ہے یہہ تخفیف اشکال اور عناصر ترکیبی کے بگرنے اور کاتے چھانٹتے جانے کی مثال کے طور پر کافی ہے — اگرچہ یہہ ہر زبان کی تاریخ صوتی کا ، بلحاظ اصول اساسی اور اہمیت ، نہایت ہی ممتاز حصہ ہے پھر بھی فقط حصہ ہی ہے — بولنے میں جو معنات اور وقت صرف ہوتا ہے اُس میں کفایت اور تلفظ الفاظ میں زیادہ سہولت و آسانی پیدا کرنے کا رجحان ہے انتہا طریقوں سے اپنا جلوہ دکھاتا ہے — اُس رجحان کی زد سے اُن عناصر ملفوظ میں سے کوئی نہیں بچا جس سے ہمارے الفاظ بنے ہیں — ممکن ہے کہ کوئی لفظ اپنی عام ساخت اور قواعدی شکل نہ بگرنے دے مگر اُس پر بھی اُس میں تغیر ضرور ہوگا ، اور نہیں تو اس کی کچھ آوازیں ہی بدل دی یا ترک کردی جائیں گی ، یہہ نہ ہوا تو کچھ آوازیں آخر میں بڑھا یا بیچ میں داخل کردی جائیں گی۔ مضمون صوتی تغیرات لسان بہت وسیع ہے اور اس کی اس قدر طویل شرح ممکن ہے کہ یہاں مفصل بحث کی گنجائش نہیں — ہم صرف اس کے اہم ترین خصائص اور موٹے موٹے اصول ہی کی طرف توجہ منعطف کرسکتے ہیں

ملفوظ و موضوع آوازوں کے نکلنے کے اعمال

ہماری ابجد تقریری کا ہر حرف ایک ایسی کوشش سے ظہور میں آتا ہے جس میں پھیلا ، حلق اور اعضائے دہن شریک ہیں — پھیلاؤ ان گھڑ مصالح بہم پہنچاتا ہے یعنی اُس سے کم یا زیادہ قوت کے ساتھ ہوا نکلتی ہے ، پھر جب یہہ مصالح بالائی نرخرہ کے تار ہائے صوت کے پاس پہنچ کر ان میں ارتعاش پیدا کرتا ہے تو گونج اور نغمہ سے معمور ہو جاتا ہے ، سب سے آخر میں ہونٹ ، تالو ، زبان اپنے اپنے افعال سے اسکی اصلاح کر کے اس کی ہیئت مکمل کردیتے یعنی اسے ملفوظ

بنا دیتے ہیں ، پس ہر تلفظ اُن اعضائے دھن کی ایک خاص ہیئت بناتا ہے جو خرد الفاظ ہیں اور جن سے ایک خاص قسم و مقدار کا مصالح نکلتا ہے ۔ لفظ اس قسم کے تلفظات کا ایک سلسلہ ہے اور اعضائے دھن کی ہیئت پیاپے بدلنے پر دلالت کرتا ہے جس کے ساتھ ساتھ اکثر بالائی نرخرے کا وہ عمل بھی بدلجاتا ہے جو وہ اس صرصر باد پر کرتا ہے جو اس میں سے گذر رہی ہے — مثال کے طور پر لفظ friendly لیجئے ۔ پہلے اوپر کے دانتوں کی نوکیں آکر نیچے کے ہونٹ کے کنارے دباتی ہیں اور مفرد سانس ، جس میں کہ بالائی نرخرے نے نغمہ نہیں پیدا کیا ، دو اعضاء کے درمیان دبا کر نکالی جاتی ہے — اس طرح سے جو سرسراہٹ پیدا ہوتی ہے وہ f کی آواز ہے — اب دانت اور ہونٹ کی خدمت کی ضرورت نہیں وہ آزاد کردئے گئے اور زبان کی نوک سقف دھن میں اس مقام کے قریب پہنچائی گئی جو مسوزھوں سے کسی قدر پیچھے کی جانب ہے ، اس کے ساتھ ہی ساتھ تارھائے صوت اٹھائے اور دبائے گئے تاکہ وہ ہوا جو باہر جارہی ہے اُن میں ارتعاش و اهترازا پیدا کر کے خود مترنم ہو جائے ۔ بجائے سانس کے محض نغمہ کو اجازت خروج ملی اور r کی آواز سنائی دی — اس کے بعد زبان کو دوبارہ حرکت کا حکم ہوا اس کی نوک نیچے کو دبائی گئی اور وسطی حصہ تالو کی جانب اٹھایا گیا لیکن قریب قریب اتنا اونچا کہ مترنم سانس بے تکلف نکل سکے اور جس وقت کہ سانس نکلے اُس وقت اُس میں اُس سے زیادہ گونج اور مسلسل الحان پیدا ہو جائے جتنا کہ اس سے پہلے کی دو ہیئتوں سے ہوا تھا ، اس کو نیم حرف علت یعنی مقصورہ کہتے ہیں ۔ زبان کی نوک پہر اُس بالائی حصہ دھن تک جو دانتوں کے عقب میں ہے جا پہنچی اور اب کے بخوبی اس سے چسپاں ہو کر سانس کی دھانی راہ قاطبہ مسدود کردی لیکن اُس کے نکلنے کے لئے ناک کا راستہ کھلا اور nasal n (نون غنہ) کی آواز آئی — اس کے بعد کی آواز d کو نکالنے کے لئے اس میں صرف اتنی تبدیلی کی ضرورت ہے کہ ناک کا راستہ بھی بند کر دیا جائے اب ناک اور

مغہ دونوں بند ہیں اس لئے ہوا باہر نہیں نکالی جاسکتی تاہم نغمہ ختم نہیں ہوا اور اس قدر سانس جو ذرا سی دیر تارہائے صوت کا مقررہ ارتعاش قائم رکھ سکے اُس بند خلا میں دھکیل دی گئی جو زبان کی پشت پر ہے۔ جس وقت ناک کا راستہ بند کیا جا رہا تھا اگر اُس وقت ارتعاش اور نغمہ روک دئے جاتے تو جو آواز نکلتی وہ t کی آواز ہوتی نہ کہ d کی۔ اس سے پہلے کہ خلائے دھن اس قدر پر ہو جائے کہ صوت مقررہ قائم نہ رہ سکے جو انب زبان سقف دھن سے الگ ہو جاتے ہیں، فقط نوک زبان اس سے ملی رہتی ہے، جب یہہ ہیئت ہوتی ہے تو مقررہ ہوا کا خروج i پیدا کر دیتا ہے۔ سب سے آخر میں زبان کی نوک کو نجات مل جاتی ہے اور اس کا وسطی حصہ بلند ہوتا ہے جس کا انداز قریب قریب ویسا ہی ہوتا ہے جیسا کہ اول الذکر حرف علت کو ادا کرنے وقت تھا مگر بہ نسبت پہلے کے اس میں اور سقف دھن میں ذرا کم فاصلہ رہتا ہے اور ایک حرف علت یعنی مقصورہ i بن جاتا ہے۔ یہاں پہنچ کر اگر کوئی لفظ اس کے بعد نہ آئے تو یہہ سلسلہ ختم اور مہمل سانس پھر شروع ہو جاتی ہے۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ ایسے مختصر اور سیدھے لفظ کے تلفظ میں اعضائے دھن کو پیہم سات ہیئت مختلفہ اختیار کرنی پڑتی ہیں۔ لیکن ان کی یہہ تمام حرکتیں اس قدر سرعت و صحت کے ساتھ وقوع میں آئیں اور ایک ہیئت کے بعد ہی دوسری اس قدر تسلسل اور درستی کے ساتھ ظہور پذیر ہوئی کہ کان کو ان کے درمیان کسی آواز یا نقل حرکت کی تمیز ہی نہ ہوئی۔ اُس نے تو صرف سات صداہائے موضوع سنی ہیں۔ حلق کے فعل میں صرف ایک دفع فرق آیا۔ f کے ادا کرنے میں جو سانس خرچ ہوئی اسے تو اس نے بغیر اصلاح و ترمیم گزر جانے دیا لیکن اس کے بعد جو ہوا آئی اس پر وہ برابر رنگ نغمہ چڑھاتا رہا۔ تلفظ کی عام کوشش اور پھیپڑوں کی مہنت ہمیشہ ایک سی نہیں رہی۔ لفظ کے پہلے حصے پر زور دیا گیا

یعنی لس کو پورے اور بلند تر لہجے میں ادا کیا گیا جس میں کبھی کبھی موسیقی کا سا بلند سریلا پن شامل ہو جایا کرتا ہے بشرطیکہ ” تاکید “ یا فقرے کے لہجے کے منافی نہ ہو - باوجود ان سب باتوں کے ہمیں یاد رکھنا چاہئے کہ یہ لفظ ، خواہ ہم اس کو سب گنا مانیں یا اعضاء تلفظ کی حرکت کو مد نظر رکھ کر ایک گنا ، اپنے آپ کو ادراک کے سامنے دو گنا بن کر پیش کرتا ہے ، یہ لفظ دو جزا ہے - یہ وصف ، جس کا مدار مقولہ کے منہ کی نسبت سامع کے کانوں پر زیادہ ہے ، واضح اور غیر واضح آوازوں کے جن سے لفظ بنا ہے تضاد و تناقض پر منحصر ہے - بالکل واضح اور گونجنے والے حروف علت کان کے پردے سے نکرتے ہیں تو معلوم ہوتا ہے کہ وہ سلسلہ آواز کے ممتاز و مخصوص اجزاء ہیں اور غیر واضح حروف صحیح ان کے مباحثات ہیں جو ان میں تسلسل پیدا کرنے کے لئے پیچ میں آگئے ہیں

دشوار و ناممکن تراکیب

یہ مثال ان عناصر کو بے نقاب کرتی ہے جو خیالات کی منہ سے ادا کی ہوئی علامات (یعنی منہ سے نکلے ہوئے الفاظ) کی ساخت میں کار فرما ہیں اور جن پر تاریخ لسان کے باب الصوت کی تحقیقات کے وقت غور کرنا پڑتا ہے - ابجد تقریری کا ہر جزو اپنے اظہار کے لئے چاہتا ہے کہ وہ مختلف اعضاء جو کلام موضوع کو متشکل کرتے ہیں ایک خاص قسم کی اور ایک حد تک کوشش کریں - بعض تو اعضاء کی سکونی حالت سے بہت زیادہ تبدیلی کے امید رکھتے ہیں ، پس اوروں کی نسبت ان کا ادا کرنا بہت دشوار ہے - علاوہ اس کے صوتیات (phonology) میں جس بات کو بہت اہمیت حاصل ہے وہ یہ ہے کہ بعض کا تلفظ اوروں کے مقابلے پر اس وقت بہت دشوار ہو جاتا ہے جب کہ وہ ایک دوسرے سے مل کر نکلتے ہیں - اعضاء تلفظ کی ہیئت اور طریق عمل میں وہ تبدیلیاں جو ان کے ادا کرنے کے لئے لازمی ہیں

ان کے تلفظ اور ترکیب میں بہت دقت پیدا کر دیتی ہیں ، مثلاً یہہ امکان میں ہے کہ لفظ friendly جن آوازوں سے بنا ہے ان کو ایسے طریقوں سے ترتیب دیا جائے کہ چند بہت ہی ثقیل مرکبات بن جائیں جن کا تلفظ بہت کوشش سے کیا تو جاسکتا ہے لیکن جن کی نسبت بالعموم اور بجایا طور سے کہا جاسکتا ہے کہ ان کا تلفظ ناممکن ہے مثلاً yrfdnle, lrefdny, nfdrely - علاوہ اس کے خود یہہ لفظ ہمارے نزدیک نہایت آسان ہے لیکن بہت سی اقوام و ملل ایسی ہیں جو اسے ثقیل اور ناقابل تلفظ سمجھیں گی — درحقیقت ثقالت ولینت کا دار و مدار صرف اس بات پر ہے کہ بوقت گفتگو ہم اپنے اعضائے تلفظ کا کہاں تک اور کتنی محنت کرنا گوارا کرسکتے ہیں — آوازوں کے بے انتہا سلسلے ایسے بنائے جاسکتے ہیں جن کا تلفظ اگرچہ متصل اور سخت کوشش سے ممکن ہے مگر وہ گفتگو میں کبھی نہیں آتے کیونکہ واقعی بہت ثقیل ہیں — حال انہی کا نہیں جتنے دام ہیں اور ضروریات گفتگو بغیر ان کے بھی پوری ہوسکتی ہیں — دنیا کی زبانوں میں نصف ایسی ہیں جن کی آوازوں یا آوازوں کے مرکبات کو اور زبانیں اسلئے پاس نہیں آنے دیتیں کہ وہ انہیں اس سے زیادہ ثقیل سمجھتی ہیں جتنا ثقیل تلفظ کہ وہ پسند کرتی ہیں — کوئی لفظ ایسا نہیں کہ جسکو کسی جماعت نے بنایا یا بولا ہو اور وہ جیسا کاتیسا اسکے استعمال میں رہنے کے قابل نہو مگر استعمال ہر زبان کے ہر جزو میں انقلاب کا باعث ہوتا ہے — لفظ کی ہر آواز اپنے پاس والی آوازوں سے کہتی ہے ” آپزوسن متجہہ سی ہو“ اور ان کی شکل ایسی بنادیتی ہے کہ جب اُس کے ساتھ ساتھ اُن کا تلفظ کیا جائے تو زیادہ آسانی ہو — جس کو ہم غلطی سے ”خوش نوائی“ کہتے ہیں ، اُس کا مستقر مند ہے نہ کہ کان — صوتی ساخت الفاظ اُس اثر کو مدنظر رکھکر نہیں بدلی جاتی جو کہ وہ اعضائے سماعت پر کرتی ہے بلکہ اُس میں وہ فعل انقلاب لاتا ہے جس کے بوقت گفتگو لفظ اعضائے تلفظ سے طالب ہوتے ہیں — عضویاتی نہ کہ سماعتی

تعلقات اس کا فیصلہ کرتے ہیں کہ نمونے لسان میں کیوں کر آوازیں ایک دوسرے سے ملائی جائیں گی

انگریزی کی اصوات ملفوظ کا عضویاتی نظام

پس ابجد تقریری سمجھہ میں آنے کے لئے ضروری ہے کہ اس کی ترتیب عضویات کو مد نظر رکھ کر دکھائی جائے۔ یہہ کوئی بے ترتیب شے نہیں ہے بلکہ تلفظات کا ایک باقاعدہ نظام ہے جس میں ہر طرف تعلق کا جال پھیلا ہوا ہے، اس کی طبعی حدود، تقسیم، ترتیب اور آئین ہیں۔ یہہ آوازوں کے ایک سلسلے سے بنی ہے جن میں سے ہر آواز کے لئے منہ کا ایک حصہ معین ہے اور وہ اُس حصے کے اعضاء کے مختلف مدارج قرب و بعد کے لحاظ سے نکلتی ہے۔ یہہ مختلف مدارج قرب و بعد ان آوازوں کو الگ الگ کر کے اُن کی قسمیں بنادیتے ہیں۔ ہم واضح آوازوں کو حروف عام اور غیر واضح کو حروف صحیح کہتے ہیں اور ان دونوں کے وسط میں وہ آوازیں ہیں جو حروف عام اور حروف صحیح دونوں کی طرح استعمال کی جاسکتی ہیں مثلاً انگریزی میں l, r, n - پھر ان حروف صحیح کی تہوڑی سی تقسیم در تقسیم ہوئی ہے جس کا فیصلہ اس طرح کیا گیا کہ حروف میں بلحاظ وضاحت گونج، اور تسلسل باہم کس قدر تعلق و تطابق ہے۔ ان قسموں کے نام نیم حروف عام، حروف غنہ، حروف ”ہائی“ (جس کو اردو انسام فقہیہ و صادمیہ میں تقسیم کیا جاسکتا ہے) اور ”وقفیہ“ ہیں۔ علاوہ اُس کے جب ایک خاص اقتراب پیدا ہوتا ہے تو اعضاء دھن کی ہر ہیئت سے دو طرح کی آوازیں یعنی جلی اور خفی نکلتی ہیں۔ اگر اُس سانس میں جو اعضاء دھن سے، جب کہ اُن کی ایک خاص ہیئت ہو، گذر رہی ہے گونج اور ترنم شامل ہے تو یہہ جلی ہے اور اگر نہیں ہے تو خفی *۔

انگریزی کی تقریری ابجد کو اگر مذکورہ طریق سے ترتیب دیا جائے تو یہ نقشہ نظر آئے گا *

جلی	{	a	}	علت
		a		
		e		
(غواص)	{	e	}	نیم علت
		i		
		y		
خفی	{	u	}	غنا
		r, l		
		n		
(اغواص)	{	h	}	هائی
جلی	{	z	}	فکیہ
خفی	{	s	}	
جلی	{	o	}	صادمیہ
خفی	{	v	}	
جلی	{	d	}	وقفیہ
خفی	{	b	}	
	{	t	}	سلسلہ شفویہ
	{	p	}	
	{	k	}	سلسلہ لہویہ
	{	g	}	

سلسلہ اسلیہ سلسلہ لہویہ سلسلہ شفویہ

ان لیکچروں میں جو اہتمام کیا گیا ہے وہ اس کا طالب نہیں کہ ہم اعضائے تلفظ اور ان سے مرتب نتائج یعنی اصوات موضوع کی اس سے زیادہ مفصل و مشرح جانچ پرتال کریں جتنی کرچکے ہیں یا اصوات موضوع کے جسمی تعلقات پر اس سے زیادہ بحث کریں۔ ہمارا نقشہ ابجد خاص اور کثیرالوقوع صوتی تغیرات حسب ضرورت دکھا چکا۔ آؤ اب ان میں سے چند پر نظر دالیں *

مبادلۂ اصوات

ہر زبان کی تاریخ میں ایسی مثالوں کی کمی نہیں جن میں ایک حرف جلی اپنے سے ملتے ہوئے حرف خفی سے یا ایک حرف خفی اپنے سے ملتے ہوئے حرف جلی سے بدل گیا — ہماری علامت جمع یعنی s کا تلفظ s چبھی ہوتا ہے کہ اس کے قبل کوئی خفی حرف

صحیح ہو جیسا کہ plants اور cakes سے ہویدا ہے ورنہ جلی حرف صحیح یا حرف علت کے بعد اس کی آواز z سے بدل جاتی ہے جیسے eyes pins اور pegs میں - اسی طرح جب یہہ دو حروف علت کے درمیان آتا ہے تو عام طور سے z ہو جاتا ہے مثلاً busy ، حرف علت کے لہجہ و الٹکان کا تسلسل حرف صحیح میں سے گذرتا ہوا قائم رہتا ہے بجائے اس کے کہ حرف صحیح سے منقطع ہو - اس مثال کی ضد یہہ ہے کہ خفی حرف صحیح کے بعد ہم d کو t سے بدل دیتے ہیں کیونکہ یہاں حرف جلی کے تلفظ میں دقت ہوتی ہے ، مثلاً looked (lookt) اور جرمنی والے تو ہر ایسے لفظ کے جسکے آخر میں حرف وقفیہ آنے تلفظ میں لہجہ و الٹکان کو بالکل خیر باد دہدیتے ہیں - kind اور kalb کو وہ اس طرح بولتے ہیں گویا بروئے تھریر وہ kint اور kalp ہیں - ایک ہی سلسلے ، مگر مختلف قسم ، کی علامات تو باسانی ایک دوسرے سے بدل جاتی ہیں مثلاً صادمیہ حروف (th, f وغیرہ) کا ماخذ بالعموم کامل وقفیہ حروف ہیں وہ اس طرح سے کہ حروف وقفیہ میں اعضائے صوت کے پورے تماس کے بجائے اُن کے بہت ہی قریب آجانے پر اکتفا کی جاتی ہے (اگرچہ یہہ درست ہے کہ ایسی حالت میں بالعموم اعضائے صوت کی ہیئت میں خفیف سا فرق آجاتا ہے) اور یہہ خاص طور سے ایسے حروف وقفیہ سے نکلے ہیں جن کا اصلی تلفظ ”ہائی“ تھا یعنی جن کے اور حروف مابعد کے تلفظ کے درمیان h کی آواز سنائی دیتی تھی - جس طریقے سے یہہ اکثر لکھے جاتے ہیں مثلاً ch, th, ph (German) وہ اُن کی اصل کا نتیجہ ہے اور اُس کا شاهد - v نے بھی بہت سی زبانوں میں ازمنہ ماضیہ کے نیم حرف علت w کی جگہ چہین لی ہے - صادمیہ th کے بدل کر فحیہ s ہو جانے کی ممتاز مثال he loves (جو اب عام ہو گیا ہے سوائے ایسے مقامات کے جہاں قدامت یا شکوہ و سطوت کا اظہار منظور ہو) ہے جو he loveth تھا۔ چاسر کے کلام میں تو s بطور

لحقہ صیغہ واحد غائب افعال کہیں کہیں مل بھی جاتا ہے مگر اس کے زمانے سے ذرا پہلے اس کا کہیں پتا نہیں لگتا — جب s دو حروف علت کے درمیان آتا ہے تو بجائے اس کے کہ اپنے سے ملتے ہوئے حرف جلی r سے بدلے کہہی کہہی اسی سلسلے کے دوسرے واضح حرف جلی r سے بدل جاتا ہے ، یہہ تغیر بہت سی زبانوں میں بہت ہی عام ہے ، مثلاً سنسکرت ، لاطینی ، جرمنی — اس کی وہ مثال جس سے سب واقف ہیں ہمارے were میں نظر آتی ہے جو was کی ، جسمیں اصلی فقہیہ حرف اب تک باقی ہے ، جمع اور ”صورت شرطیہ“ ہے — ایک اور تغیر جو کم واقع مگر باقاعدہ ہے ایک سلسلے کے حرف کو اسی قسم کے مگر دوسرے سلسلے سے تعلق رکھنے والے حرف کی جگہ رکھ دیتا ہے ، مثلاً جب کہ انگریزی نے اپنے تلفظ سے لہویہ صادمیہ کو خارج کیا ، جو اب تک ہمارے ان بہت سے الفاظ میں لکھا جاتا ہے جن میں gh آتا ہے ، تو بالعموم اس نے حرف متروک کو غیر ملفوظ بنا دیا اور اس کے عوض حرف علت ما قبل کو یاتو بڑھا دیا یا اس پر زور دیدیا ، جیسے Hugh, bough, light ، مگر کہہی کہہی اس کی جگہ شغویہ فقہیہ f رکھ دیا ، جیسے cough اور trough میں ، اور ثانی الذکر میں تو عوام یہہ غلطی بھی کرتے ہیں کہ تسلیہ صادمیہ یعنی th بولتے ہیں یعنی اس کا تلفظ troth کرتے ہیں — اسی طرح روسی th کی جگہہ f بولتے اور Theodore کو Fedor بنا دالتے ہیں — ایسے وقفیہ حروف کے تبادلہ باہم کا بھی اکثر پتہ چلتا ہے جن کے مخرج الگ الگ ہیں ، مگر انگریزی کی مثالوں سے اسکی توضیح مشکل ہے ، pentagon کا pen اور quinquennial کا quinq اس لفظ کی اصلی یونانی اور لاطینی شکلیں ہیں جو ہماری زبان میں آیا تو five بن گیا — ہم اکثر ایسے اشخاص کی گفتگو بھی سنتے ہیں جو جسمانی یا خصلتی ناقابلیت کی وجہہ سے r نہیں بول سکتے وہ اسکو w یا l سے بدل دیتے ہیں — اسمیں شک نہیں کہ تمام تاریخ لسان میں r اور l ہی ایسی دو آوازیں ہیں جو سب حرفوں سے زیادہ ایک دوسرے سے بدلی جاسکتی ہیں — حروف صحیح کو باہم ترکیب

دیلے گا بالخصوص اور بکثرت یہہ نتیجہ ہوتا ہے کہ ایک دوسرے کو اپنا سا بنا لیتا ہے۔ ہمارا ditto لاٹینی کا dictum (said) ہے۔ اب لڑا ان مثالوں پر غور کرو *

dis-join

dif-fuse

in-different

im-possible

ad-dict

an-nual

ap-pend

as-sign

ac-cede

af-firm

ag-gress

al-lude

am-munition

انگریزی کا علم التہجیہ

پس اگر حروف صحیح یوں ایک دوسرے کا رنگ اختیار کر سکتے ہیں تو پھر حروف علت کا کیا ذکر ہے وہ تو ان سے زیادہ اس کی صلاحیت رکھتے ہیں۔ اس معاملے میں تصریح و تفصیل کی زحمت تکمیل حاصل ہے۔ ہمارا نظام حروف علت اس کی توضیح کے لئے کافی ہے۔ حروف a, e, i, o, u در اصل اس لئے ایجاد کئے گئے تھے، اور ان کی ایجاد کا منشاء فقط یہہ تھا کہ الفاظ rule, pole, pique, prey, far کے حروف علت کی آواز بقائیں اور اب بھی ان بہت سی زبانوں میں، جن میں یہہ مستعمل ہیں، ان کی ہمیشہ یہی یا زیادہ تر یہی حیثیت ہے۔ اگرچہ ہمارے الفاظ کے اب تک وہی پڑانے ہجے چلے آتے ہیں لیکن ہمارے زبان کے زمان تکریر میں ہمارے حروف علت میں بے انتہا اور یک قلم تبدیلیاں ہوتیں جن کا ایک جزوی باعث وہ حالات و کوائف ہیں جنہیں ہم صاف صاف دکھائیں گے۔ اس کا نتیجہ یہہ ہوا کہ ہمارے طریق

تہجی میں ایک انقلاب عظیم پیا ہو گیا، یعنی ابجد تہجیری کو ابجد تہجیری سے کوئی تعلق نہ رہا۔ ہمارے تہجیری حروف علت میں سے ہر ایک کی تین سے لیکر نو حیثیتیں معین ہو گئیں اور ان میں بہت سے دو حرفے بڑھا دیئے گئے جن کا تلفظ حروف علت سے کچھ کم رنگ نہیں بدلتا۔ ہمارے ہر تہجیری حرف علت کی دو سے بارہ تک تہجیری صورتیں ہیں۔ ہمارے آوازوں کے تمام باطنی تعلقات پر پانی پھر گیا۔ جن کو ہم o یا e یا u یا i یا a مدودہ یا مقصورہ کہتے ہیں ان میں بحیثیت مدودہ یا مقصورہ ہونے کے اب اس سے زیادہ کوئی یاہمی تعلق نہیں رہا جتنا کہ بلاضاد تذکیر و تانیث dog اور cat یا sun اور moon میں موجود ہے۔ حروف صحیح کی بھی حروف علت سے کچھ کم گت نہیں بنائی گئی۔ ہمارے الفاظ کے مروج ہجے ہر قسم کی مبہم اور غیر ملفوظ علامات سے بھرے پڑے ہیں۔ یہ تباہ و برباد صوتی عمارت کی باقیات ہیں جو ابھی تک دھیں کی دھیں پڑی ہیں اور اٹھائے پھینکی نہیں گئیں۔ اس متخرب ماحول میں تربیت پاکر ہمارا احساس روزوہیت و مناسبت اشیاء اسقدر مبتذل ہو گیا کہ اب ہمارے نزدیک یہہ طبعی و فطری امر ہے کہ ایک ہی آواز بہت سے اور مختلف طریقوں سے لکھی جائے، یا ایک ہی علامت کی بہت سی آوازیں ہوں۔ ہم میں بکثرت ایسے لوگ ہیں جن کا واقعی یہہ یقین ہے اور وہ اس پر جسے ہوئے ہیں کہ صوتی ہجے پر تاریخی ہجے کو فوقیت حاصل ہے، یعنی الفاظ کا اس طرح لکھنا جیسا کہ ہمارے خیال کی رو سے کسی زمانے میں کسی نے ان کا تلفظ کیا تھا اس سے بہتر ہے کہ ہم ان کو خود اپنے تلفظ کے مطابق لکھیں۔ ہجے کی خرابی اور بے تکی پن پر، جیسا کہ kind کے بجائے kyind، dance کے بجائے dānce اور nēither کے بجائے nēither سے ظاہر ہوتا ہے رائے عامہ شان و نادر ہی ناک یوں چڑھاتی ہے اور طرہ یہہ ہے کہ اس خرابی یا بے تکی پن کو قبول عام و رواج کا اس سے زیادہ موقع ہے جتنا کہ نہایت ہی صریح و عمدہ اصلاح ہجاء۔

صوتی تغیر کی وہ مثالیں جن پر ہم غور کرتے رہے ہیں اُس کے ان مظاہر سے تعلق رکھتی ہیں جو اکثر ظہور پذیر ہوتے رہتے ہیں اور جنہیں نہایت آسانی سے سمجھا یا جا سکتا ہے، یعنی ان تغیرات سے متعلق ہیں جو کم و بیش ہر معلومہ زبان میں پائے جاتے ہیں: شروع سے ہمارا دعویٰ یہی ہے۔ لیکن ہر زبان کی تاریخ صوتی کا ارتقاء جداگانہ ہے، اس کے قوانین تخریب الگ ہیں اور اس کی خصوصیات و خبط اوروں سے نہیں ملتے۔ کوئی عالم صوتیات کیسا ہی فاضل اجل اور ذکی الطبع کیوں نہ ہو ان کی نسبت کوئی پیشین گوئی نہیں کرسکتا اور ان کی تشریح کامل اکثر اس کے فن کی دسترس سے باہر ہوتی ہے۔ اس کے کام میں تاریخ کو دخل ہے نہ کہ ہدایات کو۔ اسکو ان تغیرات کا پتہ لگانا پڑتا ہے جو درحقیقت زبان میں واقع ہوئے ہیں اور صدا ہائے زیر بحث کے طبعی اوصاف و تعلقات اور اعضائے صوت کی ان هیأت و حرکات کی مدد سے، جن سے وہ صدائیں نکالی ہیں، ان کے اسباب کی تلاش کرنی پڑتی ہے۔ چنانچہ وہ بہت سی صورتوں میں بقا سکتا ہے کہ کیونکر فلاں آواز فلاں حالت میں طبعاً حذف یا فلاں آواز فلاں سے بدلنی چاہئے۔ لیکن اکثر اُسے سمند فکر کی باگ یہیں پہنچکر کھیچ لینی پڑتی ہے، کیونکہ اُس کی جولانگاہ بہت ہی محدود ہے۔ وہ نہیں بقا سکتا کہ تغیر کی غرض و غایت کیا تھی، فلاں لفظ میں یہہ تغیر کیوں کیا گیا اور فلاں میں کیوں نہیں؟ یا یہہ تغیر اس جماعت نے کیا تو اُس جماعت نے کیوں نہیں کیا۔ وہ نہیں بقا سکتا کیوں ایک زبان کی ابتجد میں ایسی آوازیں ملتی ہیں جن کا تلفظ دوسری زبان کے بولنے والے نہیں ادا کرسکتے، کیوں وہ مرکبات جو ایک قوم کے منہ سے بے تکلف ادا ہو جاتے ہیں انہیں اس کی ہم سایہ اور رشتہ دار قوم قطعاً ترک کردیتی ہے، مثلاً کیا وجہ ہے کہ سنسکرت اپنے الفاظ کے آخر میں دو حروف

صہیح کے اجتماع کی رودار نہیں ، یا یونانی کے کل لفظ s, n یا r اور چینی کے غنہ پر ختم ہوں گے ، اور ایطالوی الفاظ کے آخر میں حرف صہیح کبھی نہ آئیگا ، کیوں اہل پولی نیشیا ہمیشہ ایسا ہی جزو لفظ بناتے ہیں جس کے آخر میں حرف علت یا ابتداء میں ایک ہی حرف صہیح ہوتا ہے جب کہ انگریزی ایک ہی حرف علت کے سر پر چھہ چھہ اور سات سات حروف صہیح کا بار لا دینے کی رودار ہے (مثلاً twelfth, strands, splints) ، کیوں لاطینی اپنے لفظوں کی توکید اُس جزو کے وزن سے مقرر کرتی ہے جو آخر جزو سے پہلے آتا ہے اور یا تو اُسی پر آکر رک جاتی ہے یا اُس کے ماقبل پر ، حالانکہ یونانی میں آخری تینوں اجزاء میں سے جسے چاہو ”موکد“ کرلو وزن کو اُس میں بہت کم دخل ہے ، کیوں ایرستانی اور بوہیمی ہمیشہ اپنے الفاظ کا جزو اول موکد بولتے ہیں اور اُن کے قریبی رشتہ دار ویلزی اور پولینڈی جزو ماقبل آخر کو محل توکید سمجھتے ہیں ، اور کیوں روسی اور سنسکرت میں توکید کا کوئی محل ہی مقرر نہیں؟ یہہ اور اسی قسم کے ہزاروں اختلافات رواج و ساخت صوتی جو اُن سے کچھ کم حیرت انگیز نہیں ہیں اور نہایت آسانی سے بتائے جاسکتے ہیں ، قومی خصوصیات میں داخل ہیں - یہہ ثمرات ہیں ایسے باریک اختلافات نظام جسمی کے ، ایسے غامض اثرات خیالات کے اور ایسی مطلق العنان اور معجزونانہ عادت انتخاب کے کہ قیامت تک محقق کا دست تحقیق اُن کے دامن تک نہ پہنچے گا ، لیکن اس گہراہٹ میں ایسا ہرگز نہیں ہوسکتا کہ وہ غامض سے غامض اور حیرت انگیز تغیرات کا باعث کسی اور شے کو بقائے - اُس سے جب پوچھو گے ہمیشہ یہی کہیگا کہ اُن کا سبب فقط وہی ایک شے ہے جس نے اُن مخففات و مسخہ ہیئات کو پیدا کیا جو ، اظہر من الشمس ہے ، کہ اعضائے تلفظ کے واسطے باعث آرام ہیں ، یعنی زبان کے بولنے والوں کے سوا کوئی نہیں - وہی جو الفاظ بولتے ہیں انہیں اپنی سہولت اور مرضی کے مطابق گھٹاتے بڑھاتے اور اُن پر نقش و نگار بناتے ہیں - مطالعہ

تاریخ و اعضاء اپنا سارا زور لگا چکنا ہے تو ہر حالت میں لے دے کے جو سبب متکشف ہوتا ہے وہ فقط اتنا سا ہے کہ جو جماعت کسی لفظ کو بولتی تھی اس کا جی چاہ گیا کہ اس کی شکل یوں بدلدو اور اُس نے اُسے بدلدیا اور فلاں فلاں وجوہ و مشابہات سے معلوم ہوتا ہے کہ یہہ تبدیلی نہ تو انوکھی ہے اور نہ بعیدالمنہم — کسی خاص آدمی اور شاذ و نادر صورتوں کا تو ذکر نہیں ورنہ لوگوں کے خلق اور منہ کی بغارت میں کوئی ایسا فرق نہیں کہ کوئی شخص خواہ کسی قوم کا کیوں نہ ہو کسی انسانی زبان کے خواہ اُس کو دنیا کی کوئی قوم کیوں نہ بولتی ہو تلفظ پر حاوی نہوسکے لیکن اس کے ساتھ ہی یہہ شرط بھی ہے کہ اُس کی تعلیم ذرا جلد شروع ہوئی ہو اور اُس کے اعضاء میں بوجہ عادت کسی خاص قسم کی صلاحیت یا ناصلاحیت نہ پیدا ہو چکی ہو — کسی قوم کی، جو حالات و کوائف کی مشعل ہدایت کی روشنی میں مدارج ترقی طے کر رہی ہو، طبیعت و قابلیت بہ حیثیت مجموعی اُس کا فیصلہ کرتی ہیں کہ اُس کی مشترکہ زبان کس لباس میں جلوہ گر ہو — اور جس طرح گہ بچوں کی گفتگو میں جب وہ پہلے پہل بات کرنے کی کوشش کرتے ہیں تو ہمیں محض طبعی غلطیاں اور ایک آواز کا دوسری آواز سے بے تکلف بدل دیا جانا ہی نظر نہیں آتا، جو قریب قریب دنیا بھر کے بچوں میں پایا جاتا ہے، بلکہ ایک خاص بات یہہ بھی معلوم ہوتی ہے کہ وہ ہیئت الفاظ بھی بدل دیتے ہیں؛ جس کو ہم اُن کے خطبے کے سوا اور کسی بات پر معمول نہیں کر سکتے اور جس کی وجہ ذاتی خرد رومی کے سوا کچھ نہیں بتائی جاسکتی؛ اسی طرح اگر ایسے ہی خودسرانہ تغیرات صوت کے اسباب کی جستجو ہے تو وہ انتقال زبان بذریعہ روایت کے سوا کہیں اور نہ ملیں گے، کیونکہ انتقال زبان بذریعہ روایت بھی محض بچوں کو بولنا سکھانے کی ایک ترکیب ہے مگر ایک وسیع پیمانہ پر

قانونِ گِرم

ہر زبان کے طریقہائے تغیر صوت اُس کے ایسے اجزاء ہیں کہ کسی بولی کے اپنی ہم رشتہ بولیوں سے تعلقات کی تحقیقات کرنی ہو تو سب سے پہلے یہہ دریافت کرنا پڑتا ہے کہ اُس بولی کی کون کون سی آوازیں اُن بولیوں کی کن کن آوازوں سے ملتی ہیں، مثلاً انگریزی کا جرمنی سے مقابلہ کیا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ انگریزی کی d کے جواب میں جرمنی میں d نہیں بلکہ t ہے، یہہ بات dance اور tanz ، day اور tag ، deep اور tief ، drink اور trink وغیرہ سے بخوبی عیاں ہے۔ اسی طرح جرمنی کا s یا z انگریزی کی t کا جواب ہے مثلاً fuss, foot th اس طرح جرمنی کا zwei, two; zu, to ; zinn, tin ؛ وغیرہ ، اور جرمنی کی d ہمارے th کا کام دیتی ہے، the کی جگہ die ، thine کی جگہ dein اور both کی جگہ bad بولتے ہیں۔ اُس سے بھی بڑھکر تعجب خیز بات یہہ ہے کہ جب انگریزی کا مقابلہ اُس کے خاندان کی قدیم تر زبانوں یعنی لاطینی ، یونانی ، اور سنسکرت سے کیا جاتا ہے تو معاملہ اُس کے بالکل برعکس نظر آتا ہے — جس طرح جرمنی کی t انگریزی کی d کا جواب ہے اسی طرح انگریزی کی t لاطینی کی d کا (two اور duo پر غور کرو) جس طرح جرمنی کی d انگریزی کے th کی مد مقابل ہے اسی طرح انگریزی کی d یونانی کے th کی (door اور thura ، daughter اور thugatr پر غور کرو) جس طرح جرمنی کا s یا z انگریزی کی t ہے اسی طرح انگریزی کا th (صادمیت نہ کہ فحیت) لاطینی ، یونانی اور سنسکرت میں t ہو جاتا ہے (three کا tri, treis, tres (त्रि) اور that کا tud , to , tad (तद्) سے مقابلہ کرو) — مختصر یہہ کہ اگر ہم تینوں حروفِ سنہ وقفیہ یعنی خفی ، ہائی اور جلی مراد یہہ ہے کہ t ، th ، d کے سلسلے پر غور کریں تو معلوم ہوگا کہ جرمنی زبانوں نے ، جس میں انگریزی بھی شامل ہے ، ان میں سے ہر ایک کو ایک قدم آگے بڑھا دیا اور ”ہائی جرمن“ بولیوں نے جن کو تحریری جرمنی خصوصیت

مے ظاہر کرتی ہے ان کو اس سے بھی دو منزل آگے پہنچا دیا
نقشہ ذیل ملاحظہ ہو *

- | | | | |
|-------|--------------|------------|-----------------|
| 1. t | S. tad (3), | ... | ... |
| 2. th | E. that (1), | Gr. thura, | ... |
| 3. d | G. das (2). | E. door, | L. dent-em (1). |
| 1. t | ... | G. tôr* | E. tooth (2). |
| 2. th | ... | ... | G. zand* (3). |

اسی طرح کا ایک قانون ”مبادلہ“ دو اور سلسلوں لہویہ اور شفویہ یعنی b, ph, p ; q, kh, k میں بھی پایا جاتا ہے جس پر ، بعض اختلافات و مستثنیات کے سوا ، یہاں اول سے آخر تک غور کرنے کی ضرورت نہیں — مطابقت کا یہہ پیچیدہ طریقہ جس میں شناخت صورت کے لئے کوئی نشان نہیں ہے اپنے مکشف کے نام پر ”گرم“ کا قانون مبادلہ حروف صحیح “ کہلاتا ہے — یہہ امر اُن زبانوں کے زمرے کی تاریخ میں ، جس سے ہماری زبان تعلق رکھتی ہے ، بدرجہ اولیٰ اہمیت رکھتا ہے مگر اس کے ساتھ ہی ساتھ یہہ بات بھی ہے کہ تغیرات صوت کے مظاہر میں یہہ سب سے ممتاز و مشکل مظہر بھی ہے اور بوقت توجیہ طالب علم لسانیات کے جتنے یہہ چھکے چھڑا دیتا ہے کسی اور زبان کا کوئی مظہر نہیں چھڑاتا — گو آج تک اس مظہر کا کوئی اطمینان بخش سبب معلوم نہیں ہوا تاہم اس کے یقین کرنے کی بھی کوئی وجہ نہیں کہ اس کی ماہیت اُن تغیرات صوت کی ماہیت سے الگ ہے جو دنیا بھر کی زبانوں کی تاریخ میں پائے جاتے ہیں اور بالکل اسی کی طرح خود سرانہ ظہور پذیر ہوئے ، اگرچہ اس کے سے پیچیدہ نہیں ہیں اور اُن کی مار کم ہے ، مثلاً ارمنیوں نے اپنے قریب قریب سارے

* یہاں قدیم ”ہائی جرمن “ کی شکلیں لکھی گئی ہیں کیوں کہ موجودہ جرمن الفاظ کی نسبت ان سے تغیر زیادہ واضح ہوتا اور اچھی طرح نظر آتا ہے *

قدیم حروف خفی و فہیہ کو ” جلی “ سے بدل دیا اور جو جلی تھے انہیں خفی سے — لکدیا (cockney) الفاظ کے شروع کا H حذف کردیا ہے اور ان کے ابتدائی حرف علت کو فہیہ آواز سے ادا کرتا ہے — اگر میلان سہوات تلفظ کو ان دونوں کا باعث قرار دیا جائے گا تو جرمانی زبانوں میں ” مبادلہ “ حروف صحیح کا باعث بھی اسی میلان کو قرار دے سکتے ہیں ، لیکن کوئی ایسا ضابطہ الٹا عالم لسانیات نہیں جو ان تینوں مظاہر کی ماہیت کو ایک ہی نہ سمجھتا ہو، یعنی وہ انہیں ان میلانات کے مظاہر نہ تصور کرتا ہے جو ان لوگوں کے ذہن میں موجود اور ان پر اثر قال رہے تھے جو ان زبانوں کو بولتے تھے جن میں وہ زونا ہوئے ہیں *

ترک الفاظ

تہوڑی سی توجہ ہمیں تبیر اسان کے ایک اور عمل پر بھی کرنی چاہئے — اس عمل سے فقط حروف ہی غائب نہیں ہوئے، جو لفظوں کے ایسے اجزاء تھے جن سے لفظ بنائے جاتے تھے، بلکہ پورے کے پورے لفظ ، یعنی علامات خیال ، زبان کے خزانہ لغات سے اڑ گئے — یہ عمل بھی ہمیشہ اور ہرجگہ جاری رہتا ہے — اس کے ثبوت میں ہماری لغات کے قریب قریب ہر صفحے پر ایسے لفظ نظر آتے ہیں جو متروک ہو چکے یا ہو چکے ہیں ، اور اس سے زیادہ ایسے لفظ اُس ابتدائی زمانے کی انگریزی تصنیفات میں بہرے ہوئے ہیں جن تک رسائی کی ہماری لغات مدعی نہیں — ان دونوں سے بڑھ کر اینٹلووسیکس میں یہ تماش نظر آتا ہے — جس طرح نئے خیالات اور نئے علوم اپنے اظہار کے لئے نئے الفاظ اور نئے مرکبات ناکس کے طالب ہوتے ہیں ، اسی طرح جب قدیم خیالات و علوم پرانے ہو جاتے ہیں اور ان کا رواج نہیں رہتا تو وہ لفظ و مرکبات ناقص جو ان کے آلۂ اظہار تھے متروک ہو جاتے ہیں اور اگر بچ جاتے ہیں تو اسی صورت میں کہ ان سے کوئی اور کام لینا شروع کر دیا جائے۔ جہاں کسی زبان کے بولنے والوں کو اس کا کوئی جزو بھار یا فغول منظور آیا نہیں کہ انہوں نے فوراً اسے ترک یا منتقل کرنا شروع کیا نہیں ،

اور چونکہ روایت و رواج ہی ایسے ذرائع ہیں جو زبان کی شمع حیات گل نہیں ہونے دیتے اس لئے اُس جزو کا وجود ہمیشہ کے لئے معدوم اور غائب ہو جاتا ہے۔ اس سے یہ صورت مستثنیٰ ہے کہ جس بولی میں یہہ مروج تھا اس کی تحریرات اسے محفوظ رکھ کر ایک حیات مصنوعی بخش دیں یا اس کی ممی (mummy) کو عجائب خانہ لغات میں جمع کر دیا جائے اور اس پر ایک چمٹ لگا دی جائے ”متروک“، اور اس کی تاریخ اور گذشتہ قدر و قیمت کا حال بھی لکھ کر ساتھ ہی رکھ دیا جائے۔ کچھ تو الفاظ کے معدوم ہونے کا یہہ سبب ہے کہ خود چیزیں معدوم ہو جاتی اور لوگ انہیں بھول جاتے ہیں پس اُن کے ساتھ ہی اُن کا نام بھی مت جاتا ہے، کچھ یہہ کہ نئی طرز ہائے ادائے خیال پیدا ہو کر لوگوں کی نظروں میں چڑھ جاتی ہیں اور وہ پرانے اسالیب کو نکال باہر کرتے ہیں یا دو یا دو سے زیادہ مترادفات میں سے فقط ایک خاص طور سے رواج پا جاتا ہے اور اُن سب کی جگہ کام دینے لگتا ہے، اور کچھ کبھی کبھی ایسے قابل قدر اسالیب بیان بھی متروک ہو جاتے ہیں جن کے ترک کی کوئی وجہ نہیں، زبان کے بولنے والوں نے لا پرواہی برتی اور یہہ بیچارے ندارد ہو گئے، اب لوگ بیٹھے ہاتھ مل رہے ہیں کہ ہائے یہہ کیوں ترک کئے گئے، ان کی جگہ لفظ کہاں سے لائیں — اس میں شک نہیں کہ لغات کے وہی شعبے کہ جن میں بہت وسیع و سریع تغیر ممکن ہے ایسے ہیں بھی کہ چن کی پرانی جمع پونجی بہت جلد خاک میں مل سکتی ہے کیونکہ علم انسان کی ترقی صرف اسی پر موقوف نہیں کہ اُس میں کچھ بڑھا دیا جائے بلکہ اس پر بھی ہے کہ قدیم خیالات کی جگہ نئے خیالات کو دیدیجائے یا اُن سے نئے خیالات چند قدم آگے نکل جائیں مثلاً فنون، سائنسوں اور حرفتوں کی مصطلحات میں بہت سے متروک لفظ ملتے ہیں لیکن بہت سے نئے لفظ بھی ان میں داخل ہو گئے ہیں — تاہم چوں کہ اس کوشش کا سلسلہ کبھی ختم نہیں ہوتا کہ نطق انسان حالات و ضروریات انسان کے دوش پدوش چلے، اس لئے ہر حصہ بجائے خود ایک حد تک اس

قسم کے تغیر سے اثر پذیر ہوتا رہتا ہے ، اور دیگر تغیرات بھی اس پر اپنا سکہ جماتے رہتے ہیں — انگریزی زبان نے نارمنز کے حملے کے بعد سے اپنے جتنے پرانے مصالح کو خیر باد کہا ہے ، اگر اُس کا مقابلہ کسی اور زبان کے اسی زمانے سے کیا جائے تو معلوم ہوگا کہ شاید اسنے اپنا پرانا مصالح اتنا نہیں کھویا — اینگلو سیکسن لغات کا بہت بڑا جزو چھوڑ دیا گیا لیکن نارمن فرنچ الفاظ کے کثرت سے زبان میں داخل ہو جانے کا یہ طبعی نتیجہ تھا — زبان ضرورت سے زیادہ آراستہ و پیراستہ کی گئی تو یہ ہونا ہی تھا کہ ہم ان ذرائع کا کچھ حصہ بھی چھوڑ دیں جسکی قوم و جماعت کو ضرورت نہ رہی تھی — مختصر یہ کہ اگر اس مبادلے سے کچھ فائدہ ہوا ہے تو کچھ قابل افسوس نقصان بھی پہنچا ، اظہار خیال کے عناصر سمیر و ترکیبی دونوں پر کچھ نہ کچھ زوال ضرور نازل ہوا *

مسخ ہیئت الفاظ

ہم نے جن اعمال کی اب تک توضیح اور جانچ پرتال کی ہے وہ دو طرح کے ہیں — پہلے کا کام تو یہ ہے کہ پرانے مصالحوں کو ترکیب دیگر نئی شکلیں اور لفظ بنائے اور دوسرے کا یہ کام ہے کہ پہلے عمل کی بنائی ہوئی شکلوں اور لفظوں کو خراب پر چڑھا کر سدول بنائے ، بالکل گھس ڈالے یا ترک کر دے ، انہیں گھلا ملا دے اور ان کی صورت بدل دے ، انہیں برباد کر دے اور بھلا دے — یہی دونوں عمل زبان کی زیست و نمو کے کفیل ہیں مگر فقط اسی حد تک جس حد تک کہ زبان کی شکل اور مصالح یعنی اس کی مددک بالاحساس ہستی کا تعلق ہے — ان کے متفقہ اور باہمی فعل سے تقریری زبانیں اپنی تاریخ کے ابتدائی زمانے سے کایا پلٹتی چلی آئی ہیں اور آج بھی پلٹ رہی ہیں — مگر مختلف قوموں میں ان اعمال کی رفتار و نوعیت میں بہت ہی فرق ، زمانے میں بہت ہی بعد ، اور اسباب میں بہت ہی اختلاف رہا ہے — باوجود اس کے ان دونوں سے ملکر تغیر زبان کا صرف ایک ہی شعبہ بنتا ہے — ایک اور شعبہ جس کا اثر سرمایۂ زبان یعنی معنی الفاظ

یہ پڑتا ہے ہماری توجہ کا اتنا ہی مستحق ہے جتنا کہ پہلا شعبہ - لب تک ہونے اس پر صریح طور سے توجہ نہیں کی ، لہذا جو مثالیں ہم پیش کر چکے ہیں ان کا لزوم یہ ہے کہ وہ ایک جد تک اس دوسرے شعبہ کے فعل اور اثرات کو مع لہجہ خارجی ترمیمات کے دکھادیں جو یہ ہم خاص طور سے غور کرتے رہے ہیں - یہ تاریخی زبان کا ایک ایسا حصہ ہے جس کی دل چسپی اور اہمیت تغیر صوت و ہیئت سے کچھ کم نہیں - لفظوں کی دلالت میں جو تبدیلیاں ہوئی ہیں ان کا پتہ لگانا نا علم اشتقاقیات کا ایسا ہی فرض ہے جیسا کہ لفظوں کے تغیرات صوت کی تحقیق کرنا - اول الذکر میں ثانی الذکر سے بڑھ کر حیرت انگیز اور غیر متوقع نشو و نما کی مثالیں بے شمار ملتی ہیں - ان ہی پر ان تاریخی نتائج کا بہت کچھ حصر ہے جنہیں طالب علم لسانیات ثابت کرنے کی کوشش کرتا ہے - یہی نہیں بلکہ اگر یہ دعویٰ بھی کیا جائے تو کسی قدر بے جا نہوگا کہ معنی کا تغیر اور نشو و نما ہی زبان کی حقیقی حیات باطنی کا مترادف ہے اور دیگر اعمال محض خارجی مدد پہنچاتے ہیں - جزئیات میں بے شک خارجی نمو کا باطنی نمو سے بہت کم تعلق ہے - یہ ممکن ہے کہ کسی لفظ کی صورت بدلنے کی کوئی انتہا ہی نہ رہے حتیٰ کہ اس کا ہر وہ صوتی عنصر زایل یا مسخ ہو جائے جو کسی زمانے میں اس میں موجود تھا اور معنی میں کوئی پسندیدہ تبدیلی ہو (مثلاً I جو اینگلو سیکسن کا ic ہے یا eye جو در اصل eage کا مترادف ہے) ، اور یہ بھی ممکن ہے کہ کسی لفظ کا استعمال اسے معنی میں ہونے لگے جسکو اسکے سابقہ معنی سے کوئی لگائی ہی نہیں لیکن قدیم شکل و شباہت ، جیسی کی تیسری بنی رہے ، تاہم یہ حیثیت مجبوعہ درجہ میں تعلق ضروری ہے - صورت معنی کی خاطر بدلنی چاہئے اور معنی صورت کی خاطر - وہ زبان ادھوری اور پڑھنی ہے جسکے سرمایہ کے معنی میں جتنی توسیع کی گئی ہے وہی کہیں ان اعمال سے محد نہ لی گئی جو نئے لفظ اور نئی صورتیں

پیدا کرتے ہیں - خارجی تغیر کا سبب سے بڑا فائدہ تو یہی ہے کہ باطنی
 تغیر میں آسانی پیدا ہو ، نئے خیالات کے لئے علامات بہم پہنچانی
 جائیں اور نظام لغت و قواعد میں وہ وسعت آجائے کہ ضرورت پڑنے پر
 ان سے بہتر طریقہ سے کام لیا جاسکے ، تاہم تغیر صورتِ لہجہ لسانی کا
 اتنا ضروری اور اہم حصہ نہیں ہے جتنا کہ تغیر معنی - اگر
 لفظ بنتے ، گہاتے ملتے ، یک جاں ہوتے اور مختصر کئے جاتے رہتے
 مگر ان کی دلالت میں کوئی فرق نہ آسکا تو آواز کا لوچ نہ تو
 لسان کو ثقالت سے محفوظ رکھ سکتا اور نہ وہ کسی ترقی کرنے والی
 اور استدلال پسند قوم کی ضروریات پوری کرسکتی ، اگر زبان کو مستحضر کیا
 جائے کہ ہر جداگانہ تصور کے واسطے وہ ایک جداگانہ اصطلاح کھڑے ، اگر نیا
 خیال یا نئے خیال کی ترمیم طالب ہو کہ ایک نیا لفظ لاؤ یا پرانے
 میں ترمیم کرو تو زبان سازی کے کام میں بے انتہا دقتیں پیش آجائیں ،
 لیکن شکر ہے کہ ایسا نہیں ہوتا - لفظوں کی ہیئت اور ان کے معنی
 کا مسئلہ پیش ہونا ہے تو پرانے مصالح سے نئی کام لینے کی ترکیب ہماری
 دستگیری کرتی ہے - گفتگو کا ذہنی سرمایہ (یعنی دلالت لفظی) اس
 کے خارجی اور مسموع سرمایہ (یعنی تغیر ہیئت و صوت) سے بھی
 زیادہ دماغ کے اشاروں پر چلتا ہے جو لفظ تراشتا اور ان کے نقش نگار
 کو درست کرتا ہے - کوئی بھی فقرہ لیجئے اور غور کیجئے تو معلوم ہوگا
 کہ جیسے اس کے الفاظ میں سے کسی کا بھی وہ تلفظ نہیں رہا جو
 اُس وقت تھا جبکہ وہ بنا تھا ، اسی طرح اس کے کسی لفظ کے بھی
 وہ معنی باقی نہیں رہے جس کے لئے وہ پہلے پہل وضع کیا گیا تھا -
 عالمِ صوتیات کا دعویٰ ہے اور بجا دعویٰ ہے کہ تاریخِ کالم میں ہر ملفوظ
 آواز چاہے جس آواز سے بدل سکتی ہے - یہی دعویٰ اور اسی قدر صداقت
 کے ساتھ خیالات کی نسبت کیا جاسکتا ہے جنہیں لفظ ظاہر کرتے ہیں - شاید
 ہی ایسے دو خیال ملیں کہ جن میں اس قدر بے تعلقی اور تضاد ہو کہ بڑے
 تاریخ ایک کا ماحذ دوسرا نہو یا دونوں ایک ہی اصل سے ماحوذ
 نہوں - اقسامِ تغیرات صوت کی طرح تنوعِ دلالت بھی ایک بھر ناپیدا نفاذ

ہے - تغیرات صوت سے بھٹ کرتے وقت ہم نے صرف خاص اصول اور بہت ہی اہم عام طریقے بتانے اور اُن کی مثالیں پیش کرنے پر قناعت کی تھی - تغیرات دلالت کی بھٹ میں بھی ہم اُس سے تجاوز نہ کریں گے *

لفظوں کے معنی کا بدلنا کیوں ممکن ہے

اصلی بات تو جس کی وجہ سے لفظوں میں تغیر معنی کی صلاحیت آجاتی ہے وہی ہے جس کی وجہ سے اُن میں تبدیل ہیئت کی صلاحیت آجاتی ہے یعنی لفظ اور اُس کے معنی میں کوئی ناگزیر تعلق نہیں ہے اور ایلاف ذہنی کے سوا کوئی شے اُنہیں ایک ہی رشتہ میں منسلک نہیں کرسکتی۔ رسمی استعمال اور متکلمین و سامعین کی مفاہمت لفظوں کی دلالت معین کرتے ہیں اور وہی شخص جو انہیں بذاتِ اہ اس کا بھی اختیار رکھتا ہے کہ انہیں بدل دے اور اپنی مرضی کے مطابق جس طریقے سے اور جتنا چاہے بدل دے - اگر اس اختیار تغیر پر کوئی قید عاید کی گئی ہے تو فقط اتنی کہ لوگوں کو ایک دوسرے کا مطلب سمجھنے میں دقت نہ ہونی چاہیئے - کبھی کوئی لفظ کسی فعل سے اس طرح نہ بدلا جانا چاہئے کہ اُس کی شکل و شباهت مفقود ہوکر وہ علامت کے رتبے سے گرجائے اور جولوگ اُسے بولتے رہے ہیں اُسے پہچان نہ سکیں - Eleēmosunē مخفف ہوتے ہوتے اور رنگ بدلتے بدلتے a'ms ہو جائے ، جس کا قائم مقام جرمن میں almsen ، اینگلو سیکسن میں almes اور ہمارے ہجے کے مطابق alms ہے تو مضائقہ نہیں ، اُس کی دلالت معنوی میں جو تبدیلی ہوئی ہے یعنی ایک ”احساس رحم و رافت“ کے معنی سے بدل کر اُس کے معنی ”جذبہ رحم و رافت کے عملی نتائج“ ہو جانا کوئی ایسی قابل غور بات نہیں ہے ، یہ ہمارے ہمیشہ کی عادت، یعنی یک قلم معنی بدل دینے کے بالکل مطابق ہے - لیکن معنی ہمیشہ یک لخت نہیں بدلا کرتے مثلاً ہمارے اِس سے ملتے جلتے لاطینی ماخذ لفظ charity کی

صورت اپنی اصل caritas (= dearness) کے بہت ہی قریب قریب ہے مگر اس کے معنی میں جو تبدیلی ہوئی وہ بہت ہی بعیدی ہے۔ اسی طرح لفظ priest جس کا ماخذ یونانی لفظ presbütēros (= an older person) ہے اپنے اصل مستقر سے بھٹکا تو قریب قریب charity کے برابر چکر لگانے کے بعد نئی شکل میں اور نئے معنی لیکر نمودار ہوا۔ شکل بدلنے کا باعث عضوی ترغیبات ہوئیں۔ جو لوگ اسے بولتے تھے اُن کے دل میں خیال آیا کہ ہمارے اعضاء کو اس کے تلفظ میں کم محنت پڑے تو اچھا ہے۔ معنی بدلنے کا سبب ایک تاریخی واقعہ ہوا، وہ یہہ کہ ایک عہددار، جو دراصل محض ایک عمر رسیدہ اور تجربہ کار آدمی ہوا کرتا تھا، مناد نصاریٰ کی حفاظت کے لئے منتخب کیا جاتا تھا۔ الفاظ کے رنگ بدلنے کی بے انتہا مثالوں میں سے یہہ محض ایسی مثالیں ہیں جو ہر فقرے میں سے جو ہم بولتے ہیں چنی جاسکتی ہیں۔ آؤ دو ایک اور مثالوں پر غور کر لیں جو تاریخ کلام کے ایسے زمانے سے تعلق رکھتی ہیں جسے گذرے صدیاں ہو گئیں اور جو معمولی اعمال الفاظ سازی کی بخوبی توضیح کرتی ہیں *

اعمال تسمیہ

ہماری زبان سے جو زبانیں تعلق رکھتی ہیں اُن میں moon (چاند) کے لئے جو نام معین ہیں وہ اس لفظ سے ملتے جلتے ہیں۔ اس لفظ کا مادہ ہے mā (मा) جس کے معنی ہیں to measure (ناپنا) پس پورے اشتقاق اس کے معنی ہوئے measurer (ناپنے والا)۔ یہہ بدیہی حقیقت ہے جو فقط دلچسپ ہی نہیں بلکہ ہمارے آباؤ اجداد کی طرز خیال بھی ظاہر کرتی ہے، کہ ایک خاص معنی میں چاند وقت کا ناپنے والا خیال کیا جاتا تھا اور ہمیں معلوم ہے کہ سال کا ادراک ہونے سے پہلے بہت سی قدیم قوموں نے عام طور سے طلوع و غروب ماہتاب اور مہینوں سے وقت کا حساب لگانا شروع کر دیا تھا۔ یہہ اتفاق ہے کہ لاطینی نام luna (جو luc-na کا مخفف ہے) کے معنی the shining one

(چمکدار چیز) ہیں - ان دونوں لفظوں سے یہ بات منکشف ہوتی ہے کہ ہم نے ایک اصطلاح پر جو در حقیقت ایک عام معنی میں مستعمل تھی ایک من مانی قید لگا دی اور اسے ایک خاص چیز کے لئے بولنے لگے ، اور یہ بھی کہ ایک شے جس میں بہت سی صفات تھیں ہم نے ان میں سے بے سوچے سمجھے ایک صفت کو لے لیا اور اُسی کی بناء پر پوری شے کا نام رکھ دیا - کائنات میں تو بہت سے shining ones (ناپنے والے) ہیں اور measurers (چمکدار چیزیں) بھی - اس سیارۂ زمین کی اور بہت سے صفات بھی تو ہیں پھر انہیں دو میں کون سے سرخاب کے پر لگے ہیں کہ ان کی طرف توجہ کی گئی اور اوروں کا کسی کو خیال بھی نہ آیا - باوجود اس کے یہ نام بہت اچھی طرح ہمارے مطالب پر آ رہے کرتا ہے - صدیاں گذر گئیں اور آج تک کسی نے یہ نہ پوچھا کہ لفظ moon کے صحیح صحیح کیا معنی ہیں صرف بعض بعض شخصوں کو شوق تحقیقات علمی نے اس طرف مایل کیا - ہمارے لئے تو اس لفظ کا مدلول وہی ہے جسے ہم moon کہتے ہیں ، اور اگر ہم قیامت تک بھی اس سیارۂ کا مطالعہ اور اس پر غور کرتے رہیں تو باوجود ہمارے علم میں ترقی ہو جانے کے ہمیں اس کا نام بدلنے کی کوئی وجہ نظر نہ آئے گی - sun (سورج) کے لئے جو لفظ بولے جاتے ہیں ان کا قصہ بھی تریب تریب ایسا ہی ہے - عام طور سے وہ اُس کا نام enlivener, quickner یا the brilliant or shining one, ہیں - انسان کی مہدولی حد نظر کے اندر اندر چاند اور سورج سے بڑے کوئی اور دو چیزیں ایسی نہ تھیں جو ان سے زیادہ عجیب و غریب ہوں اور وسعت زبان کے لحاظ سے جہاں تک ممکن تھا ان کو اسمائے معرفہ سے خطاب کیا جاتا تھا لیکن یہ نام ممکن تھا کہ ہمیشہ اسم معرفہ ہی بنے رہیں - زبان کا کوئی جزو ایسا نہیں جو کسی خاص ہستی یا فعل کے لئے مخصوص ہو - ہر جزو کسی نوع کو ظاہر کرتا ہے اور جب حالت و کیفیات اُس نوع کو مقارنہ مقارنہ صرف ایک ہی فرد

باقی رہنے دیجئے ہیں تو بھی ہم اس فکر میں غلطان و پینچان رہے ہیں کہ اس کو کسی طرح وسعت دو - وہی میلان ہمارے دلوں میں بھی ہمیشہ اپنا کام کرتا رہتا ہے جس کی طرف ہم پہلے اشارہ کر چکے ہیں اور جس کے باعث بچے papa اور sky سیکھنے کے بعد یہہ سمجھنے لگتے ہیں کہ جن چیزوں کے نام یہہ لفظ بتاتے ہیں وہ نمونہ ہائے انواع ہیں اور وہ اوروں کو بھی papa اور چھت کو sky کہنے لگتے ہیں - اُن کی یہہ حرکت اصولاً تو کسی قدر بجائے لیکن مروجہ استعمال زبان کے لحاظ سے نازیبا - کوپرنکس (Copernicus) نے ہمیں سکھایا تھا کہ ہمارے نظام کا سب سے بڑا مژکر سورج ہے اور زمین وہ مقام نہیں ہے جس کے لئے اور جس کے ارد گرد یہہ کائنات پیدا کی گئی - اب اس سے ہمارے دل میں یہہ خیال پیدا ہوتا ہے کہ ممکن ہے کہ ثوابت بھی ہمارے نظام کے سے اور نظاموں کے مرکز ہوں، ان میں سے بھی ہر ایک کو سورج کیوں نہ کہو، اور جیسے ہی گالیلئو نے دریافت کر کے ہمیں بتایا کہ اور گُرے بھی ہیں جو مشتری وغیرہ کے گرد گھومتے ہیں ہم نے انہیں بھی چاند کہنا شروع کر دیا - ہمیں ذرا بھی تامل یا شک و شبہ نہ ہوا کہ ہم سے کہیں کوئی خلاف معمول یا نا واجب فعل تو سر زد نہیں ہو رہا ہے - ہر لفظ کے بہت سے مجازی اور منقولی معنی بھی ہوتے ہیں، مثلاً so many suns, so many moons یہہ ظاہر کرتے ہیں کہ ان سیاروں میں سے ہر ایک کے اتنے دور - بعض زبانوں میں خود لفظ moon (مثلاً یونانی میں mēn) اور بعض میں اس سے کوئی مشتق لفظ (مثلاً لاطینی میں mensis اور انگریزی میں month) عام طور سے اس زمانے کا کام دیتا ہے جس کا اندازے اس سیارے کے عرصہ عروج و زوال سے لگایا جاتا ہے اور پھر اس کو قمری سال کے ان معین مگر من مانے حصوں کا نام بتانے کے لئے بھی منتقل کر دیتے ہیں جنہوں نے ہمارے قمری مہینوں کے طبعی طریقے کو نکال کر اسکی جگہ خود چھین لی - ایک اور قسم کے مجاز کی بناء پر ہم اس شعبے کو جو دہدہ اور تیزی و طراری

میں 'ممتاز' ہو sun کہتے ہیں مثلاً Made glorious summer by this sun of York - ایک علاوہ وہ ایک اور معجاز کی بناء پر، جو اب عرصے سے معجاز نہیں سمجھا جاتا اور صاف دروز مرہ کی گفتگو میں داخل ہو گیا ہے، sun کو sunlight کے معنی میں استعمال کرتے اور to walk out of the sun, to bask in the sun وغیرہ بولتے ہیں۔ زیادہ عالمانہ اور اصطلاحی عبارت میں چاند کے لاطینی نام lune یا اسکے معبر lunette سے مختلف قسم کی چیزوں کے نام ظاہر کئے جاتے ہیں جن کی شکل قدمے قلیل ماہتاب کی ہئیات مختلفہ سے مشابہ ہے۔ عوام کی ادھام پرستی نے ان ماہتاب کی ہئیات مختلفہ سے بعض مظاہر جنون کو منسوب کر دیا۔ پس اسی لفظ lune کو a crazy fit (دورۂ جنون) کے معنی بھی ظاہر کرنے پڑے اور اس سے بہت سے مشتقات مثل mooner, mooning, moon-struck; lunacy, lunatic جن سے ثابت ہوتا ہے کہ ہماری عام گفتگو پر اس دھم کا کس قدر اثر پڑا * دلالت الفاظ کے اس لوچ اور معنی الفاظ میں بے حد و حساب گھٹنے بڑھنے کی صلاحیت کی بہت ہی مختلف النوع مثالیں دی جا سکتی ہیں۔ ان مختلف کاریگروں میں سے جو بے قیول چیمبریں لیکر گھومتے یا چکنا (smooth) بناتے ہیں صدیوں پہلے ہمارے جرمانی برہمنوں نے ایک کے واسطے جو دھات کا کام کرتا تھا ایک من مانا نام پسند کر لیا اور اسے smith کہنے لگے۔ اس کے عرصہ بعد جب کہ سماج کی ترقی یافتہ حالت نے "خاندانی نام" کی ضرورت پیدا کر دی تو اسی "فن شریف" کے لحاظ سے بعض اشخاص نے اپنا خاندانی نام Smith رکھ لیا۔ پس جیسے کہ لفظ smith کا تعلق اس بہت ہی عام خیال سے ہے، جو لفظ smooth سے ظاہر ہوتا تھا، قطع کر دیا گیا اور یہ لفظ smoothers (چکنانے والوں) کی ایک خاص جماعت کے واسطے مخصوص ہو گیا ویسے ہی اب Smith کا تعلق پیشہ و حرفہ سے بھی نہ رکھا گیا۔ اور اس کی دلالت ان خاص آدمیوں اور ان کے اٹانے کے معنی کے لئے مخصوص کر دی گئی۔ مگر اس صورت میں بھی بہت

ایک ایسا مرکز بن گیا جس نے انواع میں وسعت پیدا کر دی۔ اس
 نئے نوع میں عام پیشے کے بجائے تعلق خون دار و مدار قرار پایا اور اگرچہ
 سب smiths (لوہار وغیرہ) Smiths (خاندانی نام) نہیں ہیں
 مگر اب Smiths کی تعداد smiths سے زیادہ ہے۔ ہر اسم معرفہ، حتیٰ
 کہ ہر اسم نکرہ، پتا دیتا ہے کہ وہ شخص ایک مخصوص شے یا شخص کا
 نام تھا اور اسکو تاریخی اسباب عرصہ وجود میں لائے اور جب اس کے
 معنی میں تغیر و تبدل کیا گیا تو بھی تاریخی اسباب کو مد نظر رکھا گیا،
 مثلاً سب سے پہلے شخص کو لفظ قیصر (Caesar) سے مخاطب کرنے کی
 وجہ یہ تھی کہ اس نے اپنے زمان حیات میں ایک ایسا کام کیا تھا کہ
 جس کی وجہ سے اسکو اس لقب سے ملقب کیا گیا، اگرچہ علمہ میں
 یہ مسئلہ متنازعہ فیہ ہے کہ وہ کام کیا تھا۔ بعض کا خیال ہے کہ اس کا
 طریق پیدائش (a Caeso matris utero) غیر طبعی تھا، بعض کہتے
 ہیں کہ نہیں اس نے ایک ماری ٹینین (Mauritanian) ہاتھی (ماری
 ٹینین زبان میں ہاتھی کو caesar کہتے ہیں) مارا تھا۔ اس کے بعد
 اسکی اولاد نے یہ نام ورثے میں پایا، اگرچہ انہوں نے اس کا کوئی
 ثبوت نہیں دیا کہ انہیں اس نام سے کیوں مخاطب کیا جائے۔ پھر ان
 میں سے ایک کے بے انتہا جلال و جبروت نے اسے ہر اس شخص کا دائمی
 خطاب بنا دیا جس کے ہاتھ میں سلطنت روما کی غنائ ہو خواہ وہ کسی
 نسل کا ہو۔ یہاں سے ایک زندقہ میں یہ صرف شہنشاہ (Kaiser) جرمنی
 تک ہی نہیں پہنچا جس کا دعویٰ ہے کہ اس زمانے میں میں سلطنت
 روما کا جانشین ہوں بلکہ دور دراز اور وحشی روس کے مستبد شہنشاہ
 (Czar) کا طرہ امتیاز بھی بن گیا اور یوں موجودہ یورپ کے دو بہت
 ہی ممتاز زبانوں میں ”شہنشاہ“ کا مترادف بن بیٹھا

تغیرواں دلالت الفاظ

یہ مثالیں بذات خود اس کے لئے کافی ہیں کہ ہمیں دکھائیں کہ
 تغیر دلالت الفاظ کی اہم وجوہ کیا ہیں یعنی ان خاص احوال کو

یہ نقاب کردیں جن کے ذریعہ ہر زبان کے بولنے والے اپنے خزانہ لغات میں جیسے جیسے اُن کی علمیت بڑھتی جائے یا ضرورتیں بدلتی جائیں اُس کے مطابق اضافہ یا تغیر و تبدل کرسکتے ہیں - یہہ اعمال اگرچہ ترکیب الفاظ اور تغیر صوت سے کوئی واسطہ نہیں رکھتے مگر ان کا زیادہ تر اثر انہیں پر پڑتا ہے - ہم دیکھتے ہیں کہ جس وقت کسی نئے تصور کو موسوم کرنے کے لئے نام کی تلاش ہوتی ہے تو ہم جاتو اُس تصور کی کسی صفت کو لے کر خواہ وہ باطنی ہو یا خارجی اُس پر اُس کا نام رکھ دیتے ہیں اور اُس کے ظاہر کرنے کے لئے ایک عام اور مظہر صفت اصطلاح کے معنی محدود و مخصوص کردیتے ہیں یا کسی مشابہت یا مطابقت کے ذریعہ اس کا رشتہ کسی ایسے تصور سے قائم کر دیتے ہیں جس کے لئے پہلے سے نام تراشا جا چکا ہے ، اور اُس نام کے اطلاق میں اُس قدر وسعت پیدا کر دیتے ہیں کہ وہ نئے تصور پر بھی دلالت کرے - مگر دونوں صورتوں میں یہہ ممکن ہے کہ ہم مدرک کو ایسی صفات سے جن سے کہ پہلے پہل ہم نے اسے متصف کیا تھا محروم اور نئی صفات اُس کی جانب منسوب کر کے اُس کے ادراک کو جتنا چاہیں ترقی دیدیں یا اُس کی اصلاح کردیں اور یوں اُس مدرک اور دیگر اشیاء میں تعلق پیدا ہونے کے لئے شاہراہ تیار کردیں جس سے ہماری لغت میں اور بھی بہت سی تبدیلیاں ہوجائیں گی - در حقیقت عمل تسمیہ کی بے حد و حساب اقسام انہیں دو بڑی اقسام میں منقسم ہوسکتے ہیں ، یعنی اصطلاحات عام کے اطلاق کو محدود و مخصوص کرنا اور اصطلاحات مخصوص کی تعمیم و توسیع - اُس سے پہلے کہ ہم اس عمل کے عام وصف پر کچھ غور کریں ان میں سے چند اقسام اور اُن کے اثرات کو محک امتحان پر کسنا اور اُن کی توضیح ہم پر واجب ہے - مگر بوقت توضیح ہم بالکل منظم طور پر توضیح کی کوشش نہ کریں گے بلکہ کسی قدر ویسی ہی آزادی سے کام لیتے جیسی آزاد ہے کہ مواد گفتگو سے بحث کے وقت لسانیات میں کام لیا جاتا ہے

ایک لفظ کے مختلف معانی

یہ تو ظاہر ہے کہ لفظوں کے بہت سے معنی معین کرنے سے زبان کے وسائل اظہار خیالات میں بہت ہی بڑا اضافہ ہو جاتا ہے۔ یہی نہیں ہوتا کہ اس اصطلاح میں پرانے معنی کی جگہ، جنہیں لوگ بخوبی جانتے ہیں، نئے معنی پیدا ہو جاتے ہیں بلکہ اُسے نئے نئے محل استعمال مل جاتے ہیں اور پرانے معنی بھی قائم رہتے ہیں، مثلاً معلوم ہوتا ہے کہ board درحقیقت broad سے تعلق رکھتا ہے اور اس کے اشتقاق کو مدنظر رکھ کر صرف رہی لکڑی اس نام سے موسوم کی جاتی تھی جس کی موٹائی سے زیادہ چوڑائی کا خیال ظاہر کرنا مقصود ہوتا تھا۔ یہاں تک تو ہمیں ایک شے مخصوص کی معمولی اور طبعی تاریخ پیدائش ملتی ہے، فقط ایک عام اصطلاح کو اس شے کی ایک صفت ظاہر کرنے کے لئے محدود کر دیا گیا، مگر اس کے بعد دیگر خصوصیات اور انتقال معنی کو دخل دیا جاتا ہے۔ اسے میز کے معنی میں استعمال کرتے ہیں۔ اب میز کے لحاظ سے اس کے گونا گوں معنی پیدا ہو گئے۔ میز پر دسترخوان بچھتا ہے اور ہم دعوت کے board (تختہ) کے ارد گرد بیٹھتے ہیں، اس لئے اس کے ایک مجازی معنی نکل آئے کھانا یا دعوت اور لوگ بولنے لگے *bed and board* (کھانا اور مکان) کی تلاش ہے یا ہم board (کھانے) کے عوض کام کرتے ہیں۔ کھانے کے علاوہ میز کے ارد گرد بیٹھ کر لوگ اپنا کاروبار بھی کیا کرتے ہیں، پس مجاز و استعارہ نے پھر اپنا کرمہ دکھایا اور اس کے معنی ہو گئے وہ لوگ جو اس کے ارد گرد بیٹھیں یعنی ٹرسٹیوں اور کمشنروں کی جماعت۔ اس واقعہ سے محاورات *Board of Trade*, *or of Commerce*, *or of Admiralty* بنے۔ کشتیوں اور جہازوں کا بیرونی حصہ تختوں سے منڈھا ہوتا ہے اس لئے board بالخصوص اس مطلب کے لئے استعمال ہونے لگا۔ اس استعمال سے کئی مرکبات ناقص بنائے گئے مثلاً *over board*, *aboard*۔ کاغذ بنانے والے نے بھی

اس سے اپنے حرفے کی ایک اصطلاح وضع کر لی - اس کے سامان میں سب سے سخت ، موٹی اور سب سے زیادہ تختے سے ماتے ہوئی چیز کا نام *board* رکھا گیا۔ بروئے اشتقاق *post* , *positum* from *pono* , Latin, *I place* کے معنی *stationed, placed, put* (رکھا دیا) کے سوا کچھ نہیں ، مگر ہم نے اس کے بہت سے معنی مقرر کر لئے جن میں آپس میں زمین و آسمان کا فرق ہے - ہم بے تکلف صرف یہی نہیں بولتے *as immoveable as a post* بلکہ یہہ بھی کہتے ہیں *to travel post-haste* - یہہ سب معنی انجمن ہائے انسان کی تاریخی نمو کے ساتھ ساتھ پیدا ہوتے گئے۔ سڑک پر *posts* (چوکیاں) قائم کی گئیں تاکہ مسافر کو سفر اور ڈاک کے آنے جانے میں سہولت ہو - اس سے *post-coach* , *post-master* اور *post-age* روز مرہ میں داخل ہو گئے - ذرا اس پر بھی غور کرو کہ لفظ *head* نے دام مجاز میں گرفتار ہو کر کیا کیا نیرنگیاں دکھائی ہیں - مصرع

ہر لحظہ ہرنگ دگر آن یار برآمد

بہت سے مرکبات ناقص میں جلوہ گر ہے مثلاً *the head of a pin*, *the head of a bed*, *the head of a cabbage*, *the head of a household* or of a sect, *the head of a river*, *a head of hair*, *the heads of a discourse*, *so many heads of sheep*, *to come to a head*, *of one's own head*, *to make head* - اس ایک لفظ کی تاریخ سے علم بلاغت کی کل فہرست استعارات و مجازات کے نصف کا حال معلوم ہو جاتا ہے، لفظ *court* کے اصلی معنی پر مجازی معنی قریب قریب غالب آگئے ہیں حتیٰ کہ رفع التباس کے لئے ہم بجائے *court of a castle* کے *courtyard of a castle* بولتے ہیں ، مگر *a nobleman of the court* *the court instructs the jury*, *a case in a court*, *to pay court* بولنے میں ذرا تکلف نہیں ہوتا اور اس کے مشتقات *courtesan* , *courtier*, *courtship* , *a courtesy*, *courteous*

جو لفظ court کے ایک . مخصوص استعمال کو مد نظر رکھ کر لکھے گئے ہیں، اُن لوگوں کے طریق آداب بتاتے ہیں جو ایوان ہائے شاہی میں نقل و حرکت کرتے ہیں *

نقل معنی الفاظ

اکثر ایسا ہوتا رہتا ہے کہ لفظ کے مناسب و موزوں معنی مفقود ہو جاتے ہیں اور ایسے متضاد معنی اس سے منسوب کئے جاتے ہیں کہ ادراک کو عام معنی سابقہ اور معنی مابعد میں قطعی لگاؤ ہی نظر نہیں آتا - become میں come موجود ہے مگر to be نہیں ہے ، اگرچہ اکثر مواقع پر ہم اس کی جگہ come to be کہہ سکتے ہیں - اس کا be رہے جو befall, beset, bemoan میں پایا جاتا ہے - یہ be ایک ”سابقہ“ ہے جو فعل لازم کو متعدی بنا دیتا ہے - become کے اصلی معنی ہیں to come by, to come upon, to get, to obtain, - اس کے معنی کا obtain سے نقل کر کے come to be لیا جانا ایک عجیب و غریب استعمال ہے ، مگر اس نقل معنی کا طبعی ہونا اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ ہم اس کے مترادف to get کے ساتھ یہی برتاؤ کرتے اور he becomes tired کے بجائے he gets tired وغیرہ بولتے رہتے ہیں - اسی اصلی معنی to come upon سے ہم نے ایک قدم آگے بڑھایا اور ایک اور کوچے میں نکل گئے جہاں اس کے معنی to sit well upon, suit be adapted ہو گئے ، مثلاً ہم کہتے ہیں such conduct dose not become one in high position - اُن دونوں کے معنی کے تعلق کا پتا لگانا ان میں سے بہت سے لوگوں کی قوت سے باہر ہے جو اسے بولتے ہیں - اور تو اور بات بھی ان کو دو جدا گانہ لفظ بتاتی ہیں - اس طرح kind بہ معنی well-disposed اور friendly اور kind بہ معنی a sort of species یا like بہ معنی to be fond of اور like بہ معنی resembling کے باہمی تعلق کا دریافت کرنا کچھ آسان

نہیں، معنی اگرچہ دونوں معین زبان سازوں کے دماغ میں اس خیال کی
 کہ ”مشارکت احساس ہمیں بے انتہا شفیق و مہربان بنا دیتی ہے،“
 کا پردازی کے نتیجے کے سوا کچھ نہیں۔ خیال تعلق و مشابہت نے طبعاً
 خیال لحاظ و محبت کی جانب ذہن کو متبادر کیا۔ بہت سے
 انگریزی بولنے والوں کے لئے یہہ ایک معما ہے کہ کیوں ایک ہی لفظ
 second بہ معنی *sixtieth of a minute* (منٹ کا ساٹھواں حصہ)
 اور بہ معنی *ordinal of two* (ترتیب اعدادی میں دوسرا) بولا
 جانے لگا۔ وجہ یہہ ہے کہ گھنٹے اور دگری کی ستونی تقسیم میں
 سینکڑوں کا بلکھاظ ترتیب دوسرے درجے پر ہونا نظر انداز ہو جاتا ہے
 اور وہ فعل یہی، جس نے کہ اس خاص تقسیم کی دوسری ترتیب کو
 second کے نام سے موسوم کیا، اس فعل سے کچھ کم من مانا نہیں
 ہے جس نے کہ اسی اصطلاح کو، جس کا ماخذ *sequor*
 (= *I follow*) ہے اور اس لئے اس سے معنی نکلتے ہیں وہ شے جو پہلی
 کے بعد ہی آئے، سلسلہ اعداد ترتیبی کے اور اعداد چھوڑ کر بعض
 اس عدد کے لئے مخصوص کر لیا جو پہلے عدد ترتیبی کے بعد فوراً
 ہی آتا ہے *

ابہام و صاحت معنی

لیکن اس قسم کی مثالوں پر مثالیں دیتے چلے جانا فضول ہے۔
 ہر شخص جانتا ہے کہ لفظوں کا یہہ معمولی اصول اور طبعی وصف ہے
 کہ اُن کے بہت سے معنی اور محل استعمال ہوتے ہیں اور اکثر
 ان میں اس قدر فرق ہوتا ہے اور اُن کا تعلق اس قدر بعید کہ لغات
 نویس جب اس تلاش میں نکلتے ہیں کہ اُن کے ربط باہمی
 کا پتہ لگائیں اور اُن کی طبعی ترتیب ارتقاء کو بتائیں تو ہمت شکن
 مشکلات کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ شاید ہی کوئی لفظ جسے ہم بولتے ہیں
 ایسا ہوگا کہ جس کے معنی میں کسی قدر ابہام نہ ہو، ایک ہی
 معنی رکھتا ہو اور بہت سے معنی پر حاوی نہ ہو۔ اسی واسطے
 جب ہم سے کوئی گفتگو کرتا ہے تو اُس کا مطلب سمجھنے کے لئے

سیاق کلام اور عام محفل و موقع کو مدنظر رکھتے ہیں یہہ ہے کرنا پڑتا ہے کہ کونسا لفظ کس معنی میں بولا گیا ہے — ہر لفظ گویا تصویر کا ایک خط ہے اور اس کا صحیح مطلب سمجھنے کے لئے تصویر کے جملہ خطوط سے اس کے تعلق کو مدنظر رکھنا ضروری ہے — تصویر یا تقریر میں صفائی بیان اس کا نام ہے کہ ایسی تصویر کھینچی جائے کہ ہر حصے کے معنی آئینہ وار صاف اور بے تکلف نظر آئیں اور ذرا بھی غور و فکر کرنا اور محفل استعمال سوچنا نہ پڑے — ہر فن اور سائنس میں عام طور سے رفع ابہام کا باعث اس کی مخصوص اصطلاحات ہوتی ہیں اور بیان میں ان سے کام لیا جاتا ہے مثلاً کیمیا ، معدنیات اور نباتات میں ذرا ذرا سے اختلافات دریافت کر کے اصطلاحات میں اضافہ اور ان میں باریکیاں پیدا کر دیتے ہیں اور یوں روزمرہ کی وہ چیزیں جو عام گفتگو کے مطابق ایک مد میں داخل ہیں الگ الگ مدوں میں تقسیم ہو جاتی ہیں اور ہر مادہ اور صفت ایک نام سے ظاہر کی جاتی ہے جو صرف اسی مادہ یا صفت کو بتانے کے لئے مخصوص ہے — علم معقولات بھی جب اعمال و وقوف دماغ (cognition of mind) سے سابقہ پڑتا ہے تو یہی کرتا ہے لیکن چونکہ بصورت ادراک موضوعی (subjective apprehension) یہہ ناممکن ہے کہ معنی الفاظ کے لئے ایک مخصوص و غیر مشتبہ معیار مقرر کیا جائے پس صاف طور سے خیالات کا نام مقرر کرنا اور ان کی تصریح کرنا اس قدر دشوار ہے کہ اگر اس کو محال کہیں تو بجا ہے — علمائے معقولات کے دو گروہ تو دو گروہ حتیٰ کہ ان میں سے دو شخص بھی ایک ہی سی عبارت و الفاظ استعمال نہیں کرتے — اور دقیق مسائل کے بارے میں کسی معقولی کے آراء و اصول فقط وہی سمجھتا ہے جس نے عرصے تک اور اس کے سارے کے سارے مسلک کا مطالعہ کیا ہے ، کوئی اور نہیں سمجھ سکتا ؛ اس پر بھی ضرور نہیں کہ وہ ہمیشہ ہر بات سمجھ ہی جائے *

متروادات

جیسے کہ تغیرات دلالت ایک لفظ سے کئی چیزوں کا نام ظاہر کرنے کا کام لیتے ہیں جن میں آپس میں بہت ہی فرق ہوتا ہے اسی طرح

وہ بہت بھی کرتے ہیں کہ کئی لفظوں سے ایک ہی چیز یا اس سے قریب قریب ملتی ہوئی چیز کا نام ظاہر کرنے کی خدمت لیں۔ بہت بھی ایک طریقہ ہے کہ جس سے ذرائع اظہار خیالات میں اضافہ ہوتا ہے اور مترادفات پیدا ہو جاتے ہیں؛ ان میں سے بعض ایسے نام ہوتے ہیں جو موزوں و مناسب اور بالکل ایک دوسرے کے مطابق ہوتے ہیں، بعض میں کوئی موزونیت و مطابقت نہیں ہوتی مگر وہ ایک ہی عام خیال کے فرقوں اور پہلوؤں کے مابہ الامتیاز بناتے ہیں۔ ہم یہاں صرف اس کی ایک مثال پیش کریں گے مثلاً کسی آنے والی مصیبت کے خیال سے جو کیفیت جسم پر طاری ہوتی ہے اس کے بہت ہی معمولی مظہر کو fear (خوف) کہتے ہیں، مگر اس کے مختلف درجات و مظاہر کے بھی نام ہم نے رکھے چھوڑے ہیں اور انہیں terror, dread, alarm, timidity, fearfulness, apprehension, panic, tremor, fright وغیرہ سے موسوم کرتے ہیں۔ ان میں سے ہر ایک کے تعلقات اور دلالتھائے التزامی الگ الگ ہیں، تاہم مشکل سے کوئی محل و موقع ایسا ہوگا کہ جہاں ایک استعمال ہوا ہو اور ان میں سے کوئی نہ کوئی اس کی جگہ نہ بولا جاسکے، باوجود اس کے ایسے محل و مواقع بھی آنے ہیں کہ جہاں ان میں سے صرف ایک ہی کا استعمال انسب ہوگا، اگرچہ کس موقع پر کسے بولنا چاہئے اس کا انتخاب اور انتخاب کے بعد پسندیدہ ہونے کا فیصلہ صرف وہی لوگ کر سکتے ہیں جو معاملات زبان میں بال کی کھال کھینچا کرتے ہیں۔ جو شخص معمولی طباعی اور قوت تنقید سے بے بہرہ ہے ہر اصطلاح کی خاص دلالت کو بیان اور اس کی توضیح نہیں کر سکتا۔ گو ایک ہی خیال کے مختلف فرقوں اور پہلوؤں کو ظاہر کرنے کے لئے مترادفات موجود ہیں لیکن بہت نہ سمجھ لینا چاہئے کہ مذکورہ صورت یا دیگر صورتوں میں جتنے مترادفات ہیں اتنے ہی فرق ہیں اور ان سے زیادہ فرق اب نہیں ہو سکتے، یا ہوں تو ان سے کچھ فائدہ نہیں۔ ممکن ہے کہ ہم کوئی اور زبان سیکھیں اور ہمیں اس کے خزانہ لغات میں اس جذبے کی مختلف قسموں کے لئے اور زیادہ

معاذرات مل جائیں یا اس کی اور شکلیں اس میں بیان کی گئی ہوں جن کو ہم نے نظر انداز کر دیا ہو — ایسا بہت کم ہوتا ہے کہ جو استعمال ایک زبان میں کسی لفظ کے واسطے معین کیا گیا ہے دوسری زبان میں بھی بالکل وہی استعمال اُس لفظ کے لئے مخصوص ہو جو اُس سے ملتا جلتا ہے ، ہمیشہ ایک کا ترجمہ دوسرے سے ہوسکتا ہو — ایک ہی مفہوم کے لئے ایک زبان میں ایک لفظ ہے تو دوسری میں دوسرا اور پھر ایک دوسرے کے مفہوم کو کامل طور سے ظاہر کرنے سے قاصر — خوف کے مختلف فرقوں کی دراصل کوئی انتہا نہیں ہے ، ان کا دارومدار ان امور پر ہے کہ بلحاظ جسمانی ساخت لوگ اس احساس سے کس طرح متاثر ہوتے ہیں اور ان کی عادت اور وصف ذاتی میں کیا کیا فرق ہے کہ جس کے مطابق یہہ احساس افعال مختلفہ سرزد ہونے کا باعث ہوتا ہے — یہی وجہ ہے کہ ایک آدمی دوسرے کا مطلب من و عن جیسا کہ وہ سمجھانے کی کوشش کرتا ہے نہیں سمجھتا خواہ وہ استعمال الفاظ میں کیسی ہی احتیاط کیوں نہ کرے — زبان کی اس ناقابلیت سے کہ وہ تصورات ذہن کو کامل طور سے ظاہر نہیں کر سکتی ہمیں ہر قدم پر سابقہ پڑتا ہے — ہر شخص کی روح ایک راز سر بہ مہر ہے جس کی تہ تک دوسرا آدمی نہیں پہنچتا — علامات کا بہت ہی کامل نظام یعنی وہ ترقی یافتہ زبان جس کا خزانہ الفاظ سے مالا مال ہے فقط جزوی طور سے افہام مطالب میں کام دیتا ہے — یہہ ایک باہمی من سمجھوتہ ہوتا ہے جس کے کمال کے درجے کا جبر مضمون زبر بحث پر اور سامع کے متکلم کی اخلاقی و دماغی کیفیت کے فرق پر ہوتا ہے *

ایک ہی لفظ کی ہیئت مختلفہ

اکثر ایسا ہوتا رہتا ہے کہ اختلاف صوتی شکل آکر اختلاف دلالت کی مدد کرتا ہے مثلاً وقت کے اُس ذرا سے حصے (minute) کو جس کے سے ساتھ حصوں کا ایک گھنٹہ ہوتا ہے ہم minute (min-it) کہتے

ہیں — *of* اور *off* ایک ہی اینٹلووسیکسن لفظ کی جداگانہ انگریزی شکلیں ہیں — نانی الذکر میں قدیم حرف جر کی پوری کی پوری دلالت موجود ہے مگر اول الذکر کی دلالت بہت ہی محدود کی گئی اور وسیع بھی — *can* لفظ *ken* (*to know*) کی ایک شکل ہے اور بروئے اشتقاق اس کے معنی ہیں *to know how* (جاننا کیوں کر) زبان سازوں نے لارڈ بیکن سے برسوں پہلے یہ بات نازلی کہ ”علم ایک قوت ہے“ — ہم ان کو چاہے جو کچھ سمجھیں اور چاہے جس معنی میں استعمال کریں لیکن *worked* اور *ought*; *wrought* *owed* اور *owned* بلحاظ عناصر ترکیبی ایک ہیں — اس سے برعکس اختلاف معنی *also* اور *as* میں قائم ہو گیا — *genteel*, *gentle* اور *gentile* سب کا ماخذ لاطینی لفظ *gentilis* ہے جس کے معنی فقط *pertaining to a gens or race* ہیں — یہی حال *legal* پہلے الفاظ تو براہ راست لاطینی سے لئے گئے ہیں اور اوروں کے ماخذ بگڑے ہوئے فرانسیسی الفاظ ہیں — *corps*; *manure*, *manoeuver* — *think*, *thank*; *corpse* بھی اسی زمرے میں شامل ہیں — علاوہ ان کے اور بھی بہت سے لفظ ہیں جو باسانی پیش کئے جاسکتے ہیں *

مادی اصطلاحات سے روحانی اصطلاحات کا وضع کیا جانا

جو مثالیں اس سے قبل گذر چکی ہیں ان میں سے بہتوں سے ظاہر ہوتا ہے کہ مادی اصطلاحات سے بذریعہ ”نقل“ روحانی اصطلاحات یغائی گئی ہیں — یہ طریقہ نقل زبان میں اس قدر اہمیت رکھتا ہے کہ ہمیں اس سے زیادہ تشریح و تفصیل کے ساتھ بحث کرنی چاہئے — اسی سے ہماری ساری ساری ذہنی، اخلاقی اور مجرد افکار کے لئے لغت بنی ہے — اگر ہم اس کے ہر لفظ اور مرکب ناقص کی تاریخ ابقداء تک تلاش کر سکیں تو معلوم ہوگا کہ ان کا مدلول دراصل کوئی نہ کوئی مجسم اور مدبرک بالا احساس ہے، اور ان کا موجودہ استعمال محض نقل کا نتیجہ ہے جس کی بنیاد محض اس پر رکھی گئی ہے کہ ہم نے مادی افعال اور ذہنی افعال یا ان کے نتائج کے

درمیان ایک گونہ مشابہت تسلیم کر لی ہے — جو اصطلاحات ابھی معرض بحث میں آچکی ہیں آؤ اُن میں سے چند پر غور کریں —

abstract (مجرد) کے معنی ہیں dragged away, drawn off, grown together, concrete (شے مجسم) کے معنی ہیں compacted into something substantial

شے کے نیچے ہو اور جو چیز کسی چیز کے نیچے ہوتی ہے وہی اس کی بنیاد ہوتی ہے — spirit (روح) breath (سانس) کو کہتے ہیں — Intellect ایسے فعل سے مشتق ہے جو ظاہر کرتا ہے to gather or select, to choose between, (جمع کرنا یا انتخاب کرنا) — دو چیزوں میں سے ایک کو پسند کرنا) apprehend کے لغوی معنی ہیں to lay hold of (پکڑنا) اور ہم اب بھی اسے اسی معنی میں بولتے ہیں مثلاً اس فقرے میں the officer apprehends the felon (افسر چور کو پکڑتا ہے) لیکن زیادہ تر ہم اس کو ذہن کے سامنے جو چیزیں قبول کرنے کے لئے پیش کی جاتی ہیں اُن کے پکڑنے یا قصبہ کرنے کے لئے بولتے ہیں بلکہ apprehended calamity (آنے والی مصیبت) بھی بولا جاتا ہے — گویا ہمارا خیال اس مصیبت تک پہلے ہی پہنچ گیا اور اُس نے اس پر قبضہ کر لیا جو ابھی تک ہم پر نازل نہیں ہوئی یا ممکن ہے کہ نازل ہی نہو — companionship in suffering (مصیبت میں ساتھ ہونا) کے لئے یونانی کا ایک عمدہ لفظ sympathy ہے لیکن اگر ہم کہیں کہ دو زخمی جو پاس پاس چارپائیوں پر پڑے ہیں ہمدردی کرتے ہیں (sympathise) تو اس کے یہ معنی نہیں کہ ہم اُن کی جسمانی تکلیف کی طرف اشارہ کرتے ہیں بلکہ ہمارا مقصد اُس بے غرضانہ جذبی emotional تکلیف سے ہوتا ہے جس میں ہر شریف دل جب دوسرے کو مصیبت میں دیکھتا ہے تو اپنی مصیبت بھول کر مبتلا ہو جاتا ہے — possess کے معنی ہیں to sit by, to beset (گھیر لینا، پاس بیٹھنا) — اگر ہم مرکب ناقص I propose to discuss an important subject کی اصطلاحات کے لغوی معنی نہ بھول گئے ہوتے تو یہ مجازات کا ایک بے معنی منصوبہ

ہوتا کیونکہ propose کے معنی to set in front (سامنے رکھنا) ،
 discuss کے معنی to shake to pieces (ہلا کر ٹکڑے ٹکڑے
 کر ڈالنا) ، subject کے معنی thrown under (نیچے پھینکی گئی)
 یعنی کوئی بات جو ہمارے سامنے پیش کی گئی ہو ، اور important
 کے معنی carrying within (حامل بالذات) ہیں یعنی اس کے اندر
 کوئی شے ہے ، وہ خالی یا بیکار نہیں ہے *

ہماری زبان کے لاطینی حصے پر نظر ڈالی جائے تو ہم نہایت
 آسانی اور کثرت سے اس مضمون کے متعلق مثالیں پیش کر سکیں گے ،
 کیونکہ ہماری لغات افکار مجردہ کا بہت بڑا حصہ لاطینی ہی سے
 لیا گیا ہے ، مگر یہ نہ سمجھنا کہ جرمانی الفاظ میں یہ بات نہیں
 پاؤں جاتی ، ان میں اس قسم کے معنی کی کمی نہیں - ہمارا عام
 ترین لفظ understand ایک عجیب و غریب اور مشکل متجاز کی مثال
 پیش کرتا ہے کسی چیز کے نیچے کھڑا ہونا (to stand beneath)
 یا شاید under کے قدیم معنی کے لحاظ سے درمیان میں کھڑا ہونا
 (to stand in the midst of) کیا ہے گویا اس چیز کو مدنظر
 رکھتے ہوئے ایسے موقع کی جگہ پر کھڑا ہو جانا ہے جہاں سے اس کے اسرار
 کا ہماری نظر سے پوشیدہ رہنا ناممکن ہے - get کے بالکل برعکس forget
 ہے ، اس کے معنی ہیں fail to get (نہ پاسکنا یا ہاتھ آکر پھر ہاتھ سے
 نکل جانا) ، زبان ثانی الذکر معنی کے لئے اس پر قبضہ کر لیتی ہے
 لیکن ایک من مانے طریقے سے اس کے اطلاق کو محض خیالی قبضے
 تک محدود کر دیتی اور اس مرکب سے وہ فقط ”حافظے سے کھوجانا“
 (to lose from memory) ظاہر کرتی ہے - میں سبق لیتا ہوں اور
 جب کسی ناگوار واقعہ کے باعث وہ میرے اختیار سے باہر ہو جاتا
 ہے تو اسے بھول جاتا ہوں (I forget) - forgive کی بھی قریب
 قریب یہی تاریخ ہے اس کے اصلی معنی ہیں چھوڑ دینا (give up)
 جب میں از راہ کرم اپنے مقروض کو رقم قرض دے ڈالنا ہوں تو میں
 اپنا قرض معاف کرتا ہوں (I forgive) یہ ترکیب اب قدیم و متروک
 ہے) - اسی طرح مہن تصور دار کا تصور معاف کرتا ہوں (I forgive)

جبکہ میں اس کو فرض تلافی سے اپنی خوشی سے آزاد کر دیتا ہوں یعنی سزا کا مطالبہ نہیں کرتا — ہم جو آج قصور وار کو معاف کرنا اور قصور معاف کرنا (forgive) بولتے ہیں یہہ در اصل فقرے کی ناقص ترتیب سے عرصہ وجود میں آگئے — بہہ غلطی ہم نے صرف اسی لفظ کی نسبت نہیں کی بلکہ اور الفاظ بھی ایسے ہیں کہ غلط ترتیب کی وجہ سے اُن کی کے نقلی معنی پیدا ہو گئے مثلاً please اور like — پہلے ہم یوں بولا کرتے تھے if you like, if you please یعنی if it like you, if it please you حقیقی کہ ہم بھول گئے کہ یہاں ایک ایسے فعل کا مفعول ہے جس کا استعمال تکبیری ہے ، اور اس کو فاعل سمجھ کر if I please اور if they please بولنے لگے — reproach کے ٹھیک ٹھیک معنی ہیں to approach again مگر یہاں بھی وہی کیفیت ہے ہم اس کے معنی لیتے ہیں کسی شخص کے سامنے وہی معاملہ پیش کرنا جسے وہ بھول جانا پسند کرتا ہے ؛ حقیقی کہ ہم نے اس کے اشتقاق سے چشم پوشی اور ”خطا“ کو اس کا ”مفعول شے“ اور خاطی کو ”مفعول شخص“ تسلیم کر کے یوں بولنا شروع کیا : Befall — I reproached to my friend his fault کے معنی ہیں fall upon لیکن اگر کسی بد قسمت کا مکان گر پڑے اور وہ اس کے نیچے دب کر چمکناچور ہو جائے تو ہم مکان کا ذکر نہیں کرتے بلکہ صرف حادثہ کا ذکر کرتے اور کہتے ہیں کہ اُس پر مصیبت پڑی (befallen) — Right کے معنی straight, direct ہیں ، wrong کے wrung twisted, اور queer کے crosswise — یہی کیفیت اس قسم کے تمام الفاظ کی ہے *

تقلیل معنی الفاظ

الفاظ کی ایک بڑی اور اہم قسم ہے جو ایسے الفاظ پر مشتمل ہے جن کے معنی کی تاریخ نشو و نما ظاہر کرتی ہے کہ ان میں مادہ کا خیال تو اب بھی قدرے قلیل موجود ہے یعنی بذریعہ نقل ان کے معنی محسوس

اشیاء سے بدل کر ذہنی افکار تو نہیں ہوئے مگر ان کی دلالت میں فرق آ گیا یعنی ان کا وہ رنگ جس سے وہ پہچانے جاتے تھے ہلکا پڑ گیا۔ ان کے مادی ہونے کا خیال جاتا رہا اور ان کے اوصاف کو چھوڑ کر ان کے تعلقات پر نظر جم گئی۔ مثال کے طور پر حرف جر of کو لیجئے ہم ابھی کہہ چکے ہیں کہ بہت عرصہ نہیں ہوا کہ اس کی اور off کی شکل و معنی میں کوئی فرق نہ تھا، off میں اب بھی اس کے صاف مادی معنی یعنی ”نقل مکان“ باقی ہیں، اس کے معنی ہیں from forth from, away from مگر of میں ہم نے اس کے اصلی خیال کو گھٹا کر جس سے نقل و حرکت، ترکیب اور ماخذ ظاہر ہوتا تھا محض بہت ہی عام اور غیر معین خیال رہنے دیا جس سے قبضہ، الحاق اور تعلق ظاہر ہوتا ہے۔ ہم top of the mountain (پہاڑ کی چوٹی) بولتے ہیں حالانکہ چوٹی پہاڑ سے الگ (off) نہیں بلکہ پہاڑ پر (on) ہے۔ ہم father of the boy (لڑکے کا باپ) son of the man (اس آدمی کا بیٹا) بولتے ہیں اور ہم sword of steel (فولاد کی تلوار) pride of birth (غور حسب و نسب) the time of Moses (عہد موسیٰ) the city of Athens (شہر ایتھنز) وغیرہ بولتے ہیں۔ for جس کا ماخذ fore بہ معنی in front of ہے وہ بھی اس سے بہت ہی ملتے جلتے اعمال کا معمول رہا ہے۔ also (اینگلو سیکسن eal-swa) اور so سے بنا تھا جس کے معنی تھے in just that way, in like wise, altogether thus مگر اب دوسرے مرکب ناقص کی مختلف شکل likewise کی طرح یہہ ایک واقعہ میں جو پہلے بیان ہو چکا ہے ایک اور واقعہ کا محض اضافہ کرتا ہے، اس کی حیثیت ایک رابطہ سے زیادہ نہیں رہی۔ یہہ پہلے ہی بیان کیا جا چکا ہے کہ as اسی لفظ کی ایک بگڑی ہوئی شکل ہے، صرف اس کے معنی اسم اشارہ سے بدل کر اسم موصول ہو گئے۔ وہ فعل ادراک جو he is in that (یعنی) he is as good as he is great degree good in which degree or manner, he is great

کے سے مرکب ناقص میں پہلے as کو سمجھنا اچھے کہ بطور اسم اشارہ استعمال ہوا اور دوسرے کی نسبت کہتا ہے کہ بطور اسم موصول اس فعل سے کچھ کم من مانا نہیں ہے جو کہ the merrier in what degree more, in that degree more, (یعنی) the more, merrier) میں پہلی the کی نسبت کہتا ہے کہ بطور اسم موصول استعمال ہوئی ہے اور دوسری کی نسبت کہتا ہے کہ بطور اسم اشارہ - ان سب الفاظ موصول کا ماخذ ایسا ہی ہے جو اجزائے فقرہ کو ایک رشتہ میں منسلک و منظم کرتے ہیں اور جملات کو ایک غیر مربوط مجموعہ نہیں رہنے دیتے ، رفتہ رفتہ اُن لفظوں کے معنی بدل گئے جو حقیقۃً اسم اشارہ یا استفہام کا کام دیتے تھے - I knew that he was ill فقرات ذیل کی بدلی ہوئی صورت ہے I knew that he was ill; I knew that thing: viz. he was ill. We saw the man who did it. بدل ہے We saw the man یا Who did it? we saw the man who did it (of whom the enquiry is made) کا - بروئے تاریخ he is mightier than I اور then ایک ہی ہیں - کسی زمانے میں he is mightier than I (that is next after him) یوں لکھا جاتا تھا or متخفف صورت ہے other کی - and کے لغوی معنی against ہیں جس کی سادہ تر صورت again بھی پایا پلت کر قریب قریب حرف ربط ہی کا کام دینے لگی - ہمارے حروف تنکیر بالکل حال ہی میں بنے ہیں - a یا an اسم تعداد one ہے اور the اسم اشارہ that - کچھ عرصہ ہوا ہم بتا چکے ہیں کہ کیوں کر لفظ head افراد کے لئے استعمال ہونے لگا - قصاب twenty head of sheep بولتا ہے اور اس انداز سے گویا جانور کا یہ حصہ جسم کوئی حقیقت ہی نہیں رکھتا - لفظ hand بھی اسی طرح مستعمل ہے - the head carpenter and his twenty hands کے معنی اگر ایک ”بریاروسی“ * آدمی نہیں ہیں تو گیارہ آدمی تو ضرور ہیں لیکن ہمارے رواج کے

* یونانیوں کا، ایک دیوتا جس کے سوا ہاتھ تھے بریاروس کہلاتا تھا (مترجم) *

مطابق اُس سے ۲۱ آدمی مراد ہیں۔ اور تو اور لفظ body پر بھی جس سے خاص طور سے خیال جسمانیت پیدا ہوتا ہے، روحانیت کا رنگ چڑھا دیا گیا جیسا کہ anybody; somebody; if a body meets a body وغیرہ سے پایا جاتا ہے۔ یہہ کہنا کہ nobody was present یا not a soul was there برابر ہے اور درست بھی، خواہ کتنی ہی لاشیں یا چرندے یا فلزی، سیالی یا ہوائی اجسام کیوں نہ ہوں۔ فعل grow کے ٹھیک ٹھیک معنی to change from smaller to larger, to increase ہیں لیکن ہم اکثر اُس کے سیدھے سادے معنی تدریجی ترقی کے لیتے ہیں یعنی becoming، اور to grow thin or small, to grow tired بولتے ہیں۔ اُسی عمل کو زیادہ وسعت دینے سے اُس فعل کے، جو ہماری زبانوں کے سارے خاندان میں در اصل to grow (سنسکرت (भृ) یونانی (phūō) معنی رکھتا تھا، معنی بہتوں میں becoming سے being ہو گئے۔ لاطینی کا fui اور ہمارے be اور been اُسی سے نکلے ہیں۔ درحقیقت ہمارا فعل to be، جس سے کسی شے کا وجود ظاہر ہوتا ہے اور جو سب لفظوں سے زیادہ جسم سے مبرا اور رنگ آمیزی سے پاک ہے، یعنی محض فعل اور فاعل کے درمیان ایک رابطہ ہے، کئی افعال کی باقیات سے بنا ہے جو کسی زمانے میں صاف طور سے مادی دلالت رکھتے تھے۔ جیسا کہ ابھی بتایا گیا be اور been سے growing کا، are, is, art, am سے sitting کا اور was اور were سے dwelling اور abiding کا خیال وابستہ ہے۔ موجودہ فرانسیسی زبان کے اُس سے ملتے ہوئے فعل کی تھوڑی بہت کمی لاطینی کے stare (= to stand) سے پوری کی گئی ہے (être, étais, éte) *

وضع مرکبات ناقص

زبان کے بولنے اور بنانے والوں نے صرف چند الفاظ کو اُن کے مادی معنی ہی سے معرا نہیں کر دیا جس سے کسی زمانے میں وہ مستعار

مفتخر تھے بلکہ دو یا زیادہ الفاظ سے مرکبات ناقص بھی بنادالے اور اُن کو اُن معنی میں استعمال کرنے لگے جن کو اُن لفظوں کے عام اور صحیح صحیح معنی سے کوئی واسطہ ہی نہیں جن سے وہ بنائے گئے ہیں مثلاً ہم کہتے ہیں *an event takes place* or comes to pass*; *a young man turns out ill*; *his foibles are tellingly hit off or taken off*; *though they had seriously fallen out, they made up their quarrel, and a good understanding was brought about between them* وغیرہ وغیرہ۔

جیسے یہہ مرکبات ناقص ہیں ایسے ہی زبان کے ہر حصے میں بکثرت ملتے ہیں اور اُن کے مجازی اور لغوی معنی میں ہر قسم اور درجے کا بعد ہے۔ بعض تو ایسے ہیں کہ اگر ذرا سا غور کیا جائے تو معلوم ہو جاتا ہے کہ اُس مجاز یا استعارے کی وجہ سے موجود استعمال میں اُن کے یہہ معنی معین کردئے گئے، اور بعض میں ”نقل“ اس قدر بعیدی ہے اور اُس کے بعض اعمال ایسے سریع اور دقیق ہیں کہ ہوشیار سے ہوشیار محقق بھی نہیں بتا سکتا کہ یہہ کیوں کر واقع ہوئی۔ یہہ امر بخوبی روشن ہے کہ مرکبات ناقص کو ہماری زبان کے مکاتبات میں کس قدر دخل ہے۔ استعمال صرف یہی فیصلہ نہیں کرتا کہ ہر لفظ کی دالت کیا ہوگی بلکہ یہہ بھی کہ اور لفظوں کے ساتھ یہہ کیونکر استعمال ہوگا تاکہ محض افہام مطلب کے علاوہ اور اغراض بھی حاصل ہو جائیں یعنی بلاغت، فصاحت، زور *

وضع اشکال

جیسا کہ گذشتہ لیکچر میں دہایا جا چکا ہے وضع الفاظ بذریعہ ترکیب وضع مرکبات ناقص سے بہت ہی مشابہ ہے۔ وضع الفاظ بذریعہ ترکیب

* اس کے لفظی معنی ہیں ”جڑہ لینا“ مگر مکاتبات میں ”ظہور پذیر ہونا“ کے معنی دیتا ہے۔ اُسی طرح دیگر انیلک میں چھپے سونے الفاظ کے لغوی اور مجازی معنی میں فرق ہے (مترجم)

کیا ہے فقط اُن عناصر کا ظاہری طور سے اور باقاعدہ ملادیا جانا جن کو ہمارا ذہن پہلے ہی سے ملا کر شے واحد بنا چکا ہے۔ take place کے دونوں لفظوں کے جداگانہ اور ممیز معنی کا ہمیں بالکل اسی طرح کبھی خیال نہیں آتا جس طرح کہ لفظ breakfast کے دونوں لفظوں کا ۔ یہہ ایک اثنافنی امر ہے کہ ہم breakfasted بولنا روا رکھتے ہیں لیکن it takeplaced نہیں بولتے، اس کی اس سے معقول تر کوئی وجہ نہیں کہ یہہ محض آئین و رواج کی مطلق العنانی ہے ۔ hit off اور take on ویسے ہی خیال واحد پر دلالت کرتے ہیں جیسے doff (مشتق از do off) اور don (مشتق از do on) اگرچہ شاید کبھی ایسا نہ ہوگا کہ ہم اول الذکر دونوں کو ملا کر ایک لفظ بغالیں جیسے کہ ثانی الذکر دونوں ہیں ۔ یہہ امر محتاج بیان نہیں کہ خارجی شکل الفاظ سے دلالت الفاظ زیادہ لوچ دار ہے جس کا دعویٰ ہم اس سے پہلے بھی کرچکے ہیں ۔ اگرچہ اب ہماری زبان سے منفرد عناصر سے نئے الفاظ بنانے کی عادت جسے ہم ”قوت“ سے موسوم کرتے ہیں مفقود ہوگئی لیکن یہہ منفرد عناصر کو ملانے اور یک جان کرنے پر اب بھی کچھ کم قادر نہیں *

لیکن وضع اشکال میں وہی عناصر ترکیبی کے معنی میں تخفیف کرنا، وہی ممیز و مادی دلالت کو خارج کر کے اُس کی جگہ اُس دلالت کو دینا جو کہ تعلق اور ترکیب سے علائقہ رکھتی ہے بطور جزو لازمی شامل ہے جس کا ذکر ہم تاریخ الفاظ منفرد کی توضیح کرتے ہوئے کرچکے ہیں۔ lively, godly اور homely وغیرہ کے ly کے معنی اب like نہیں رہے اور fully اور mostly وغیرہ کا ly تو اور بھی اصل سے دور جا پڑا، lordship کے ship میں منفرد لفظ shape اپنی دلالت کی وجہ سے اتنا نہیں پہچانا جاتا جتنا کہ شکل کے باعث، حتیٰ کہ healthful اور cheerful کے full سے بھی full of کے معنی بدل کر possessed of اور characterised by ہو گئے لیکن اب تک جتنے مرکبات ناقص بیان کئے گئے اُن نے علاوہ اور بھی ہیں جو وضع اشکال سے زیادہ مشابہت اور گہرا تعلق رکھتے ہیں ۔ جیسا کہ ہم پہلے بتاچکے ہیں

loved کی d ناتمام did سے نکلی ہے۔ بروئے اشتقاق I loved کے معنی ہیں I did or performed a loving — ایک منفرد لفظ سے بدانکر d ایک عنصر ترکیبی بن گئی جس کے love سے ملنے سے صدور فعل بزمان گذشتہ ظاہر ہوتا ہے اور پھر اس love سے اسے جو تعلق ہے اس نے اس کے جداگانہ معنی اور قوت کو زائل کر دیا اور اس کا کام اتنا رہ گیا کہ ”زمانہ“ میں ترمیم کرے۔ I loved در حقیقت I did love کا مترادف ہے، دونوں ایک ہی قسم کے عناصر سے بنے ہیں اور منطق و استدلال کی رو سے ایک ہی حیثیت رکھتے ہیں۔ وہاں did اُسی غرض کے لئے رکھا گیا ہے جس غرض کے لئے یہاں d رکھی گئی ہے جو مدتوں سے اُس کی قائم مقام چلی آتی ہے۔ did خیال بھی وہی ظاہر کرتا ہے جو d، جو کہ ایک عنصر ترکیبی ہے، اور جس لفظ کے ساتھ لکایا جاتا ہے اس کے ”زمانہ“ میں ترمیم ہو جاتی ہے؛ اُس کے سوا اس کا کوئی اور استعمال نہیں — بروئے قواعد ابھی تک یہہ ایک الگ لفظ ضرور ہے مگر اس کے یہہ معنی نہیں کہ ان دونوں مترادفات کے معنی میں کوئی فرق ہے اگر کچھ فرق ہے تو فقط شکل و شباهت کا — یہی حال have کا ہے جس سے ہم دیگر صیغہ ماضی بناتے ہیں اور جس کی قدیم دلالت possession ہے — ہامانی سمجھہ میں آسکتا ہے کہ I have my arms stretched out کیونکر I have stretched out my arms ہو گیا، یا کیونکر لوگوں نے مان لیا کہ مفعول پر اُس حالت میں جو اسم مفعول بقانا ہے قابض ہونے کا اعلان مفعول کے مذکورہ حالت میں رکھنے کے تکمیل یافتہ کام کو کافی طور سے ظاہر کر رہا ہے جیسا کہ : he has put on his coat ; they have finished their work ; we have eaten our breakfast سے عیاں ہے۔ درحقیقت زمان حال میں قابض ہونا اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ زمان گذشتہ میں ایک فعل کا صدور ہوا اور اگر ہم have کو صرف انہیں صورتوں میں استعمال کرتے جب صریحاً ایسی

دلائل موجود ہوتی تو جن عبارتوں میں اسے استعمال کرتے وہ محض مرکبات ناقص ہوتیں ، لیکن جب کہ ہم دلائل زمان گذشتہ کو وسعت دے کر اسے ہر صورت و حالت کے لئے استعمال کرتے ہیں جیسے کہ *he has lost his breakfast; I have discharged my servant; we have exposed his error*، جن میں قبضہ کا خیال قطعی نہیں کہ اس سے دلائل زمان ماضی پیدا ہو ؛ یا بصورت افعال لازم *you have been in error; he has come from London; they have gone away* وغیرہ ، جن میں *have* کے لئے کوئی مفعول صدور فعل کے لئے نہیں اور جہاں محض حالت ظاہر کی جاتی ہے نہ کہ فعل ، اور قیاساً *you are been, he is come* اور *they are gone* صحیح تر ہیں (کیونکہ جرمانی میں صرف یہی صحیح ہیں) تو منفرد کلمہ نہیں رہتا فقط ایک عنصر ترکیبی ہو جاتا ہے — اسی لفظ سے ہم کبھی کبھی تعدیہ بنانے کا کام ہی لیتے ہیں جیسا کہ ذیل کے مرکبات ناقص میں — *I will have him well whipped for his impertinence; he has his servant wake him every morning* — اس کے علاوہ ہم اسے زمان آئندہ میں واقع ہونے والے فعل کی علامت بھی بنا دالتے ہیں جس سے یہہ معنی بھی نکلتے ہیں کہ فاعل کام کرنے کے لئے مجبور ہے جیسے *I have to go* *him directly* — یہہ امر محتاج بیان نہیں کہ موجودہ یورپی زبانوں میں جو لاطینی سے نکلی ہیں صیغ مستقبل اسی مرکب ناقص کے ذریعہ بنائے جاتے ہیں اور اُن کے معنی صرف اتنے لئے جاتے ہیں کہ زمان آئندہ میں کوئی فعل صادر ہوگا مگر فاعل اُس فعل کے کرنے کے واسطے مجبور نہیں ہے — ہمارے *I shall love* کی کیفیت یہی ہے کیونکہ *I shall* کے تھیک تھیک معنی *I am under obligation; I owe* ہیں ، اور *he will* کا *will* بھی *intent, wish* اور *determination* کی جانب خیال کو متبادر کرتا ہے گو اب یہہ بالعموم محض بطور علامت مستقبل ہی مستعمل ہے — اینگلو سیکسن

میں زمانہ مستقبل نہ تھا اور لوگ حال کو حال و استقبال دونوں معنی میں بولنے کے عادی تھے۔ ہم نے اپنی موجودہ زبان میں کثرت سے مترادفات تراش لئے ہیں۔ جن سے صدور فعل بزمان آئندہ ظاہر کرتے ہیں۔ I will go ; I shall go کا ذکر پہلے ہی آچکا ہے ، ان میں سے ہر ایک کو محض صدور فعل بزمان آئندہ یا دلالت ” صورت “ (mood) کے لئے استعمال کیا جاسکتا ہے۔ ان کے علاوہ یہہ اور ہیں : I have to go ، جو قریب قریب I am to go کا مترادف ہے ، I am on the point of going ، I am about to go ان میں سے آخری دو اُپرستانیوں کے مترادف I am after going سے ملتے ہوئے ہیں جسے وہ I have gone کی جگہہ بولتے ہیں۔ ان مرکبات ناقص سے واضح ہوتا ہے کہ جس زبان میں لوچ ہے اور اس کا خزانہ لغات سے مالا مال اس میں کس آسانی سے ذرائع مل جاتے ہیں ، کیسے کیسے مرکبات ناقص تراشے جاتے ہیں ، اور کیوں کر من مانے طریقے سے چند کو دن رات بولنے کے لئے منتخب کر لیا جاتا ہے *

حرف جر to ، جو بطور علامت مصدر استعمال ہوتا ہے ، ایک مختلف قسم کے محض ایک ترکیبی لفظ کی مثال پیش کرتا ہے۔ مصدر در اصل اور صحیح صحیح طور سے دیکھا جائے تو ایک اسم ہے اور یہ حیثیت اسم موقع اور محل کے لحاظ سے ہر حرف جر کا معمول ، لیکن ہماری زبان کا موجودہ استعمال اس قسم کی آزادی ترکیب کا مانع ہے اور اس نے to کو مصدر کا ہم زاد بنادیا۔ پہلے پہل to صرف وہیں استعمال ہوتا تھا جہاں اس کی دلالت صحیح ہوتی تھی مثلاً in order to the helping him یعنی I am here to help him یا lawful for him to eat یعنی to the eating لیکن اب کوئی ذرہ بھر بھی اس کا پاس و لحاظ نہیں کرتا اور ہر انگریزی بولنے والے کے ادراک کے لئے to فعل کی ایسی ہی من مانی اور معرا از دلالت علامت ہے جیسا کہ جرمن لفظ essen کا لاحقہ en یا لاطینی کے edere کا re *

لیکن ایک اور قسم کے الفاظ کی مثال حرف جر of ہے جس کا ذکر آچکا ہے۔ یہ الفاظ بروئے قواعد فقرے کے مستقل عناصر کا رتبہ رکھتے ہیں لیکن بروئے استعمال عناصر ترکیبی کے ہم پلہ ہیں۔ crown of gold کا of مترادف ہے۔ golden crown کے لاحقہ صفت en کا اور the son of the king کا of مترادف ہے the king's son کے لاحقہ اضافی s کا *۔

ہم نے الفاظ کی اس قسم پر اسلئے زیادہ توجہ کی کہ وہ تاریخ لسان میں اہمیت رکھتے ہیں۔ کلام کے ایسے دھندلے اور ادھورے حصے جیسے کہ an اور the ہیں یا ایسے ملقبس اجزائے ترکیبی جیسے کہ do اور have یا to اور of ہیں ارتقائے زبان کا نتیجہ ہیں۔ ان کا رواج دو باتیں ظاہر کرتا ہے، ایک، خاص رجحان جسے ”ترکیبی“ کہتے ہیں؛ دوسری، کم و بیش ایک ایسی خصوصیت جو ان زبانوں میں پائی جاتی ہے جن سے ہماری زبان علاقہ رکھتی ہے۔ اب ہم اپنے ایک اور مضمون (دیکھو لیکچر نمبر ۷) کے ضمن میں اس قسم کے الفاظ بے مزید بحث کرینگے *۔

ایک ہی مادے کے مختلف مشتقات

اب ہم ایک مثال واحد کی جانب توجہ کرتے ہیں جس سے معلوم ہوتا ہے کہ اعمال ارتقائے معنی ایک ہی فعل کے مشتقات میں کیسی کیسی شگوفہ کاریاں کرتے ہیں۔ لاطینی میں pono کے معنی ہیں put یا place (رکھنا) لیکن بیجا نہوگا اگر ہم ایک گھنٹہ ان کثیر خیالات کا پتلا لگانے میں صرف کردیں جن کو ہماری زبان اس کے ذریعہ سے بجاتی ہے۔ اس کے بعض استعمال تو ہمیں لاطینی سے ورثے میں ملے ہیں، بعض فرانسیسی کے دور آخر میں تراشے گئے اور بعض سر زمین انگلستان ہی میں پیدا ہوئے، اور اب بھی یہ نہ سمجھنا کہ اس سے زیادہ مطالب اس سے ادا نہیں کئے جاسکتے۔ مفرد مادے سے pose، poser، position (مع اپنے بے انتہا معنی کے) post (مع اپنے اور بھی زیادہ مختلف و مخصوص استعمال کے) posture اور positive

وغیرہ مشتق کئے گئے ہیں۔ پھر سابقات سے ملا کر جو زیادہ تر سمت و مقام پر دلالت کرتے ہیں، apposite, apposition, component, composure, composer, composition, composing-stick, compost, compound (اسم صفت) و compound (فعل) و deponent, depose, (تخت سے اتارنا) depositions, depository, deposits, depot, exponent, expose, exposed, exposition, exposure, imposing (اسم صفت) و imposts, impostor, imposition, impound, imposing-stone, disposable, disposed (اسم صفت), disposition, indisposed, disposed (اسم منقول), dispose (فعل), opponent, opposite, opposition, interposition, proposed, proposition, propound, repose, purpose, suppose, suppositions وغیرہ۔ یہاں ہم نے اُس کے بے انتہا اسالیب میں سے جو تصورات مختلفہ کے لئے تراشے گئے ہیں چند کا انتخاب کر لیا ہے۔ ان تصورات مختلفہ کا مآخذ ایک سادہ خیال یعنی putting یا placing ہے۔ اگرچہ یہ ایک حیرت انگیز مثال ہے مگر شان و نادر نہیں۔ رواج و استعمال مواد لسان سے اسی طرح پیش آتا ہے۔ نئے تجربات ہوتے ہیں، نئے نتائج اخذ کئے جاتے ہیں، نئی رائیں قائم کی جاتی ہیں، ذہن نئی تراکیب بناتا ہے، نئی چیزیں پیدا ہوتی ہیں، نئی ہستیوں کا وجود متکشف ہوتا ہے تو زبان کو بھی ان کے اظہار کے لئے اپنی ذات میں وسعت پیدا کرنے میں کوئی دقت نہیں ہوتی۔ جو سامان سامنے پڑا ہوتا ہے خواہ ذرا دور ہی ہو اُسے اٹھا لیتی اور اُسی سے اپنا مطلب نکال لیتی ہے۔ عام خاص بنجاتا ہے اور خاص عام، شے مجسم خیال مجرد ہو جاتی ہے۔ ہر قسم کے استعارات اور محذوف و پر معنی اسالیب سے کام لیا جاتا ہے اور ابتداء میں اُن میں خواہ کیسی ہی غرابت و تناظر کیوں نہ ہو مگر رفتہ رفتہ ایک عام و بے لطف نام کے رتبے پر

پہنچ جاتے ہیں - جو لفظ پہلے مترادف تھے انہیں رفتہ رفتہ الگ کر کے اُن سے معنی کے باریک باریک فرق بنائے جاتے ہیں - ہماری مثالیں اُن تغیرات کی کثرت اور اُن کے نتائج کی اقسام کو کامل و واضح طور سے دکھاتے سے قطعی قاصر رہیں مگر جو کچھ ہم دکھا چکے ہیں اُس سے ممتاز حقائق و اصول ضرور منکشف ہو جاتے ہیں - معلوم ہو جاتا ہے کہ ہماری زبان کی فطرت میں ترمیم اور ضرورت کے مطابق ہیئت اختیار کر لےنے کی کس قدر قوت ہے ، اور تصورات اشیاء کے نام کی تلاش و جستجو کے لحاظ سے اس کا میدان عمل تنگ و محدود نہیں ہے

اعمال الفاظ سازی میں شعور کو کہاں تک دخل ہے

یہہ نہ سمجھنا چاہئے کہ الفاظ کے تراشنے اور نام گہرنے کے مختلف اعمال میں ارادہ و ”شعور“ کو پورا پورا دخل ہے یعنی کہنا یہہ مقصود ہے کہ زیادہ تر الفاظ و اسماء پہلے سے سوچ کر اور غور و فکر کر کے نہیں بنائے جاتے - یہہ بے شک ممکن ہے کہ اُن میں سے بعض میں ہر طرح کا غور و فکر دخیل نظر آئے حتیٰ کہ بعض بعض موقعوں پر معلوم ہو کہ پہلے سے کامل غور و خوض کر لیا گیا ہے - جب کوئی مادہ یا پیداوار خواہ وہ قدرتی ہو یا مصنوعی ، کسی ایجاد یا اکتشاف کا نتیجہ ، کوئی عمل جو پہلے نا معلوم تھا ، پہلی دفعہ کسی جماعت کے علم میں آئے ہیں تو لوگ دانستہ اپنے نفس سے سوال کرتے ہیں کہ اسے کیا کہیں اور بے شک وہ دانستہ کوشش کے ذریعہ ہی اس کا نام ایجاد و معین کرتے ہیں ، مگر اس کے ساتھ ہی ساتھ اس عمل کا ایک حصہ ہے جس کا شعور نہیں ہوتا ، یعنی اُن کی زبان کے پہلے سے موجود رواج و مشابہات نے اس انتخاب کی کس طرح رہنمائی اور تعیین کی اس میں اُن کے شعور کو دخل نہیں ہوتا - علمائے حیوانیات ، کیمیا اور ارضیات کو کسی نئی علمی اصطلاح یا ممیز نام کی ضرورت پڑتی ہے تو دانستہ ایسے وسائل کی طرف دہرتے ہیں جیسے لاطینی یا یونانی کی لغات

یا مقامی اور ذاتی کوائف پر نظر ڈالنے ہیں تاکہ اُن پر اپنے انتخاب کی بنیاد قائم کرسکیں — جس کا نام رکھنا ہے اُس کی مختلف صفات ممیزہ یا اتفاقی کوائف پر غور کرنے اور اُس کی قابلیت و مصلحت کا اندازہ لگانے میں اتنا ہی دماغ لڑاتے ہیں جتنا کہ بعض شخص اس کا فیصلہ کرنے میں لڑاتے ہیں کہ اپنے لڑکے کا نام اُس کے کسی مالدار چچا یا مشہور آدمی کے نام پر رکھاجانا چاہئے۔ بعض اوقات کسی کسی سائنس داں پر یہ مصیبت آن پڑتی ہے کہ اُسے دو طرح کی اصطلاحات وضع کرنی پڑتی ہیں ؛ ایک سے صفات اور دوسرے سے اسماء ظاہر ہوتے ہیں — گذشتہ صدی کے اواخر میں فرانسیسی کیمیادانوں کو اسی سے سابقہ پڑا سارے کے سارے ترکیبی عناصر یعنی لاحقوں اور سابقوں کی مدد سے آئندہ کے لئے اصطلاحات سائنس کے معنی ٹھیک ٹھیک مقرر کرنے پڑے ، مثلاً sulphuret, sulphuric, sesquisulphide, sulphate, sulphite, sulphide, sulphurous bisulphate, وغیرہ — ان اصطلاحات کی کیفیت تو بلاشبہ ایک مصنوعی ہمہ گیر زبان کی سی ہے جو ٹھیک ٹھیک بخوبی ممیز اور باقاعدہ تعلقات خیالات کی علامات سے بنی ہو یعنی ایسی ایک زبان جس کا بعض خام خیالوں نے ایجاد کرنا اور تکلم کی لامتناہی ضروریات کے لئے تمام نسل انسان کو سکھادیا جانا ممکن خیال کیا ، اور اُن کا اپنے دائرہ عمل میں ہر جگہ استعمال ہوتا ہے اور مختلف قوموں اور زبانوں کے بولنے والے کیمیا دانوں نے انہیں اختیار بھی کرلیا لیکن اس کے یہہ معنی نہیں کہ انسان کی زبان بھی اسی طرح بنی — نمونے لسان کا بہت ہی اہم اور ہر وقت کام آنے والا حصہ ، یعنی وہ حصہ جو کہ روز مرہ اور عام لغات پر اثر ڈالتا ہے ، جسے ہر بچہ سیکھتا ہے اور جو معمولی تعلقات حیات میں کام دیتا ہے ، چپکے چپکے ترقی کرتا رہتا ہے اور کوئی اُس کی طرف آنکھ اٹھا کر بھی نہیں دیکھتا — اس کی رفتار ترقی اس قدر سست ہے کہ قریب قریب اس کا احساس ہی نہیں ہوتا ، یہہ نتیجہ ہوتا ہے بتدریج علم میں اضافہ ہونا ، نہ اشیا کو سمجھنے

عق قوت کے قیز ہو جانے کا ، گویا یہہ ان اسالیب بیان کے مجموعہ سے جو پہلے سے موجود ہیں رفتہ رفتہ بنتا ہے ۔ خیال کی نظر ایک اصطلاح پر جا پڑتی ہے جس کی دالالتوں سے وہ آگاہ ہے ، بس وہ اس کی صلاحیت توسیع یا ترمیم یا باریکی تعریف میں اضافہ کر دیتا ہے ، پرانے خیالات جن کا عرصہ ہوا پہلو بہ پہلو رکھ کر مقابلہ کے بعد فرق دریافت کیا جا چکا ہے نئے خیال کے معرک ہوتے ہیں ، وہ نتائج جو اب تک نہ سوچے تھے مقدمات معلومہ سے اخذ کئے جاتے ہیں ، کسی شے کے فرق کی باریکی اور بڑھادی جاتی ہے ، کسی تصور کو نئے ابتلاعات عطا ہوتے ہیں ، اور تجربہ پیچیدہ خیالات پیش کر دیتا ہے جن سے باہم تعلق رکھنے والے اسالیب پیدا ہو جاتے ہیں ۔ گفتگو کیا ہے ؟ نتیجہ ہے دماغ کے اپنے تصورات ، ان کی ترائب اور تعلقات سے واضح طور سے شعور کا ، اور اس کے ساتھ ہی ایک ذریعہ ہے جس سے کہ مذکورہ واضح تر شعور حاصل ہوتا ہے ؛ لہذا اپنی ترقی کی راہیں وہ آپ نکالتی ہے ۔ اس کا استعمال اس کی ترقی کی ترکیب سکھاتا ہے ۔ خیالات سے جیسا کہ لفظ انہیں ظاہر کرتے ہیں کام لینے کی مہارت بتاتی ہے کہ کدوں کر الفاظ کو زیادہ باملیقہ اور موثر طریقے سے استعمال کریں ۔ یہہ ممکن ہے کہ کسی زبان کی لغت کے الفاظ و اشکال میں تو کسی قسم کی توسیع نہ ہو تاہم اس کی قوت اظہار خیال میں بے انتہا اضافہ ہو جائے ، اس کو نئے معنی سے آراستہ کیا جائے ، اور اس کے الفاظ و مرکبات نافص کی دلالت میں زیادہ تعمق و دقت اور زیادہ اختلاف پیدا کر دیا جائے ۔ اگر اس کے بولنے والوں کے حالات و کوائف کی فطرت میں اس قسم کی نمو کی قابلیت موجود ہے تو گفتگو ایسا کرسکتی اور کیا کرتی ہے ۔ کسی جماعت کی گفتگو اس کی اوسط اور مجموعی قابلیت کا آئینہ ہوا کرتی ہے کیونکہ جیسا کہ ہم اس سے قبل بیان کر چکے ہیں صرف ہر جماعت ہی اپنی زبان کے بنانے اور بدلنے کی مجاز ہے ۔ جو چیز کہ عام طور سے سمجھ میں نہیں آتی پسند و قبول نہیں کی جاتی ؛ وہ خزانہ اسالیب خیال میں داخل نہیں

ہوسکتی - بعض اوقات پڑھایا یا اشارتاً بقایا جاتا ہے کہ ایک قوم میں ایک صاحب دماغ و بلند خیال اٹھتا ہے اور زبان پر اپنے گہرے نقوش مرتسم کردیتا ہے ، مگر یہہ غلط ہے اور خاص کر ارتقائے لسان کے ابتدائی زمانوں پر یا جب کہ تہذیب بہت ہی وحشیانہ و قدیم حالت میں تھی اس وقت پر عائد نہیں ہوتا - گفتگو پر کسی کا بلا واسطہ اثر نہیں پڑتا ، وہ شخص صرف اس کی چند باتیں بدل دیا کرتا ہے تاکہ نقل کے واسطے اوروں کو ایک نمونہ مل جائے - ان تغیرات کے لوگ اتنی ہی نقل کرتے ہیں جتنے کہ وہ پہلے سے موجود و مروج استعمال کے مطابق ہوتے ہیں اور استعمال مذکور اُن کی جانب طبعاً اشارہ کرتا ہے - زبان کی عام ساخت اور وصف تک اس کی رسائی نہیں ہوتی ، وہ صرف ذہانت عامہ کا پایہ بلند اور اپنے ہم جنسوں کے دماغوں میں جودت و تیزی پیدا کرسکتا ہے اور یوں ایسے بیج ہوتا ہے جو ممکن ہے کہ بوستان سخن میں بھی اُگیں اور بارآور ہوں - اگر اُسے کہیں ہوس جدت دامن گیر ہوئی تو جماعت کی قدامت پرستی اور تنگ نظری اس زور و شور سے مقابلہ کے لئے صف آرا ہوجاتی ہے کہ اُس کے بنائے کچھ نہیں بن پڑتا - بلند خیال شخص کو مہذب اور خواندہ اشخاص میں بہت ہی کامیابی سے کام کرنے کا موقع ہے کیوں کہ اُس کا ترغیب دلانے والا اور پستی سے ابھارنے والا اثر اس کے ہم جنسوں کی کثیر تعداد پر بلکہ کئی اُندہ نسلوں پر پڑتا ہے *

شکل سازی میں غور و فکر کو دخل نہیں

اس میں تو کلام ہی نہیں کہ شکل الفاظ رفتہ رفتہ بدلتی ہے اور غور و فکر کو اُس سے کوئی واسطہ ہی نہیں ہوتا ، مثلاً یہہ قطعی نہیں فرض کیا جا سکتا کہ اسم صفت like کو بدل کر لاحقہ متعلق فعل ly بنانے میں ارادہ یا فکر ماسبق کو ذرا بھی دخل ہے یا کسی نے پہلے اس کے تقابض پر غور کر لیا تھا - ایک بات نے دوسری کے وقوع کے اسباب پیدا کئے اور وہ اس کا باعث وقوع ہوئی - ہم اس کے تدریجی مدارج نقل کا سراغ لگا سکتے ہیں لیکن ہماری نظر

ن تاریخی حالات اور لسانی عادات تک نہیں پہنچ سکتی جنہوں نے اس نقل کے لئے سہولتیں بہم پہنچائیں یا ہم نہیں بقا سکتے کہ تمام جرمانی قوم میں صرف انگریزوں ہی نے کیوں اس لاحقہ کے لئے یہ خاص استعمال معین کیا ، اوروں نے کیوں لاحقہ متعلق فعل کے فقدان پر قناعت کی ، کیوں انہیں احساس نہ ہوا کہ ان کا تعلقات فعل ظاہر کرنے کا طریقہ ہمارے طریقے سے کم واضح ہے یا زوردار نہیں - یہی حال اور لفظوں کی شکل بدلنے کا سمجھنا چاہئے - عناصر گفتگو سے قابلیت کے ساتھ کام لینا ، اس کے سمجھنے کی قابلیت کہ وسائل اظہار خیال سے کیوں کر ترکیب الفاظ میں کام لیا جا سکتا ہے ، یہہ میلان کہ محض معنوی طور کے بجائے ظاہری طور سے تعلقات الفاظ بقائے جائیں وغیرہ وہ باتیں ہیں جن کے طبعی فائدالشعور اعمال ہی اُس قوت کا منبع ہیں جو قواعدی شکلیں پیدا کرتی اور رفتہ رفتہ ایک قواعدی نظام مرتب کردیتی ہے جو کم و بیش جامع و کامل ہوتا ہے - ہر زبان سے ظاہر ہوتا ہے کہ کس قوم میں زبان سازی کی کتنی قابلیت ہے اور اس بارے میں اُس کے کیا رجحانات ہیں اور زبان اسی قابلیت و رجحانات کے لحاظ سے بنتی ہے - اس سے واضح ہوتا ہے کہ قوم مساعی انسان کے اس خاص شعبہ میں کیا کارنمایاں کرسکتی اور اس کی کوشش کے نتائج کے فرق سے پتا چلتا ہے کہ وہ اس بارے میں ودیعت ایزدی سے کس قدر بہرہ ور ہے - زبان جس خوبی کے ساتھ مختلف قوموں کے ودایع ایزدی کو ظاہر کرتی ہے اس خوبی کے ساتھ اُن صنایعوں کا فرق بھی انہیں ظاہر نہیں کرسکتا جس سے معلوم ہوتا ہے کہ صنعت کے باب میں کس قوم کا متخیلہ کس قدر بڑھا ہوا ہے اور وہ اپنے متخیلات کو کس حد تک منصفہ شہود پر جلوہ گر کر سکتی ہے *

تقدم تصورات بر اسماء

یہ پہلے ہی بیان کیا جا چکا ہے اور اس پر پھر زور دیا جاتا ہے کہ ارتقائے لسان کے ہر دور میں جب کبھی الفاظ سازی یا زبان سازی کے لئے کوئی کام کیا گیا ہے تو اُس کا کرنے والا انسان ہی تھا - خواہ

اُس نے بہہ کام کم و بیش دانستہ ہی کیوں نہ کیا ہو لیکن اُس سے اُس کی نوعیت میں کوئی فرق نہیں آتا یعنی بہہ لوگوں کے بلا جبر و اکراہ فعل کا نتیجہ تھا - اُس فعل کی وجوہ انسانی حالات و کوائف تھے - انہیں سے انسانی دماغ متاثر ہوئے تھے اور انہیں نے اعضائے انسانی کو کوشش کرنے پر آمادہ کیا تھا - جب کوئی نام گھڑا گیا ہے تو ایک آدمی یا بہت سے آدمیوں کے دل میں کوئی خیال پیدا ہوا ہے جس کے اظہار کی ضرورت پیش آئی ہے اور اُس نے یا انہوں نے اُس کو ظاہر کیا ہے - ہر تصور اُس سے پہلے کہ اُس کے لئے کوئی علامت مقرر کی جائے اپنی الگ ہستی رکھتا تھا - تصور مقدم ہے زبان سے جو اسے ظاہر کرتی ہے - اُس کے برعکس پر مصر ہونا یا بہہ ماننا کہ لفظ کی امداد کے بغیر کسی تصور کا دل میں آنا ہی ممکن نہیں ، سخت سے سخت غلطی ہے - اگر ہم تقدم زبان مان لیں تو ہم اس بات کے کہنے پر مجبور ہوئے جاتے ہیں کہ گالوانیت کو جب تک اس کے دریافت کرنے والے نے اس کا نام نہ مقرر کیا تھا ہم قدرتی قوت کی ایک نئی شکل ہی نہ مان سکتے تھے یا منجم کی دربین میں اُس فیصلے سے پہلے مشقہ عکس فگن ہی نہ ہوسکتا تھا کہ اس کا نام کس یونانی دیوتا کے نام پر رکھا جائے یا کائنات کی مشین کا نام وضع کرنے سے پہلے اُس کا موجد مشین ہی نہ بنا سکتا تھا ، یا یہہ کہ لوگوں کو دفتیری طور وطریق کے دقت طلب اور فضول ہونے کی اُس وقت تک تمیز ہی نہ تھی جب تک اُنہوں نے متفقہ طور سے اُس کو red tape سے موسوم نہ کیا ، یا جب تک کہ انسان نے لفظ growing سے ایک اور نام green اور اسی طریق سے اور چیزوں کے نام نہ گھڑے اُس کو پتے اور گھاس کے رنگ سے صاف آسمان ، خون ، زمین اور ہر رنگ الگ ہی نظر نہ آتا تھا - لوگ خیالات کی ایک فہرست لکھکر صندوق میں نہیں رکھتے چھوڑا کرتے کہ جب کبھی مناسب وقت آئے گا تو ان کے لئے تقریری علامات بنالیں گے اور نہ وہ

الفاظ ہی کی فہرست مرتب کر لیتے ہیں کہ جب کبھی خیالات ہاتھ لگ جائیں گے تو ہم ان لفظوں میں سے اُن پر لفظ چسپاں کر دیں گے۔ کسی شے پر نظر پڑے ہی اُس کا تصور بھی ذہن میں آجاتا ہے اور لوگ موجودہ وسائل زبان ہی میں سے اُس کے اظہار کی ترکیب نکال لیتے ہیں یعنی کسی نام سے جسکا مدلول اس سے ملتی ہوئی کوئی شے تھی کام لے لیتے ہیں یا کسی مجموعۃ الفاظ یعنی مرکب ناقص کو جو ویسے تو مرکب ناقص ہی بنا رہتا ہے گھلا ملا کر ایک لفظ بنا لیا جاتا یا اُس کی جگہ ایک لفظ رکھ دیا جاتا ہے، مثلاً رومائے قدیم میں لوگ اس لئے پیش ہوتے تھے کہ اُن کے شہر والے آزادانہ رائے دیں کہ آیا وہ فلاں فلاں عہدہ کے لائق ہیں یا نہیں اور اُس سے پہلے کہ ایسے شخص کے لئے کوئی نام تجویز کیا جائے جب اُس کا ذکر آتا تھا تو لوگ اپنے اپنے طور پر بے تکلف سمجھا دیتے تھے کہ کس کا ذکر ہے، لیکن یہہ اتفاقیہ امر کہ جو لوگ علی الاعلان عہدوں کی تلاش میں ہوں اُن کو روما کے رواج کے مطابق سفید (candidus) لباس میں ملبوس ہونا چاہئے (candidatos) رفقہ، رفقہ وضع اصطلاح candidate کا باعث ہو گیا اور اب ساری مہذب دنیا میں جو شخص کسی عہدہ یا اسمی کے لئے منتخب کئے جانے کا خواہشمند ہے اُس کو candidate کہتے ہیں *

اشتقاقی وجہ کا مدار سہولت ہے نہ کہ ضرورت

پس اُس سے معلوم ہوتا ہے کہ کسی چیز کو ہم جس نام سے پکارتے ہیں اس نام سے پکارنے کی وجہ ایک تاریخی وجہ ہے۔ اس کا خلاصہ یہہ ہے کہ کسی گذشتہ زمانے میں یا تو جب وہ چیز پہلے پہل تصور میں آئی ہے یا اس کے بعد اُس کو اُس نام سے موسوم کرنے میں آسانی ہوتی تھی اور اس میں خاص بات یہہ تھی کہ فلاں فلاں چیزوں کو لوگ اس سے پہلے ہی فلاں فلاں نام سے پکارتے تھے۔ گفتگو کے بالکل ابتدائی زمانے کو چھوڑ کر (اس پر مابعد کے لیکچروں میں بحث کی جائیگی) جو نام ملتا ہے وہ کسی اور نام یا

ناموں کی ترکیب یا اشتقاق یا محض نقل معنی کے ذریعہ سے بنا ہے۔ اس لوگوں کے ہاتھوں میں کوئی چیز نہیں لگی ہوتی کہ جس سے وہ جہت سے نئے لفظ بنا لیتے ہیں؛ اُن کو پرانے مصالح سے نئے لفظ بنانے پڑتے ہیں۔ ہمیشہ اور ہر حالت میں جب کبھی کسی اصطلاح کو اُس کی دلالت سے آراستہ کیا گیا ہے تو چند دیگر وسائل اظہار خیال جو پہلے سے موجود تھے انہوں نے چند رواج ہائے گفتگو اور طریقہائے غور و فکر سے ملکر اور خارجی اسباب کا اثر قبول کر کے قرعہ انتخاب بجائے اور مجموعہ اصوات (مراد لفظ) کے نام پر ڈالنے کے اس پر ڈال دیا۔ پس ہر لفظ کا ایک ماخذ و اشتقاق ہے اور اس کے اشتقاق کا پتا لگانے کے یہیہ معنی ہیں کہ اُس کے نقل معنی اور تغیرات شکل کو تلاش کر کے جہاں تک اور جس قدر کامل طور سے ممکن ہو دکھایا جائے۔ اب ہم اپنی گذشتہ مثال کی جانب پھر رجوع کرتے ہیں۔ candidate موجودہ مخفف شکل ہے candidatus کی۔ یہیہ اسم مفعول ہے لاطینی وضعی مصدر candidare (= to whiten سفید کرنا) کا جو candidus (= white سفید) سے بنا ہے۔ وہ تاریخی امر جو اس اطلاق و انتخاب کا باعث ہوا پہلے ہی بیان ہو چکا ہے۔ خود candidus ایک مشتق اسم صفت ہے جو فعل candeo سے نکلا ہے جس کے معنی ہیں to shine, to shimmer (چمکانا - چمکانا) صحیح صحیح طور سے یہیہ چمکتی یا دھمکتی ہوئی سفید شے ظاہر کرتا ہے۔ ہماری زبان کا لفظ candid اسی کی کسی قدر بدلی ہوئی شکل ہے لیکن اگرچہ قدیم تصنیفات میں یہیہ کہیں کہیں اپنی محسوس اور طبعی دلالت یعنی ”سفید“ کے معنی میں مستعمل پایا جاتا ہے مگر ہمارے روز مرہ میں اس کے معنی ایک استعارے کے ذریعہ نقل کر دئے گئے اور یہیہ وصف دماغ ظاہر کرتا ہے یعنی تعصب، جانب داری، دغا فریب سے، جو دامن اوضاع کے سیاہ و بدنما داغ ہیں، پاک ہونا۔ شان و نادر ہی کسی کو خیال آتا ہوگا کہ candid اور candidate میں کوئی تعلق ہے۔ اُس وجہ سے اس کا خیال اور بھی کم آتا ہے کہ ثانی الذکر لفظ کو اول الذکر سے کوئی

واسطہ ہی نہیں جس سے حسن سیرت ظاہر کیا جاتا ہے۔ لفظ candeo کا ہم دوا یک منزل آگے تک پتا لگا سکتے ہیں۔ ہم caneo اور canus سے گذر کر مادہ can تک پہنچ جاتے ہیں جو ظاہر کرتا ہے shining (چمکتا ہوا)۔ یہاں ہمارے تجزیہ و تحلیل کا خاتمہ ہو جاتا ہے اور اس وقت اس سے آگے قدم بڑھانا ناممکن ہے *

اشتقاق کے جاننے سے استعمال الفاظ میں کوئی مدد نہیں ملتی

اگرچہ الفاظ کے وجوہ و اسباب تاریخی ہیں اور عالم اشتقاقیات بتا سکتا ہے کہ جو قدر و قیمت ہم ان کی جانب منسوب کرتے ہیں وہ انہیں کیونکر نصیب ہوئی لیکن ہمیں یہ نہ سمجھنا چاہئے کہ جو کچھ ہے اشتقاقی وجہ ہی ہے یہ وجہ لازمی نہیں، اس میں کوئی بات جبر و اکراہ کی نہیں پائی جاتی۔ عہدہ تلاش کرنے والے رومانی کو proponent (= proposer تجویز پیش کرنے والا) یا petent (= seeker تلاش کرنے والا) کے نام سے بھی موسوم کیا جاسکتا تھا اور درحقیقت بعد میں اُسے آخر الذکر نام سے موسوم بھی کیا جانے لگا۔ یہ دعویٰ کیا جاسکتا ہے کہ بہ نسبت candidate کے مطلب کو بہت دنوں زیادہ خوبی کے ساتھ ظاہر کرتے ہیں۔ candidate تو محض ایک اتفاقی امر یعنی لباس ظاہری بتاتا ہے اور جو شخص سفید کپڑے پہن لے وہی اس نام کا مستحق ہو سکتا ہے۔ اس اعتراض کے جواب میں اس سے زیادہ کچھ نہیں کہا جاسکتا کہ درحقیقت رومیوں نے یہ نام پسند کرتے وقت ایک بین دلالیت وضعی ظاہر کرنے والے واقعہ کو چھوڑ کر ایک اتفاقی امر کا لحاظ کیا۔ اسی طرح لاطینی کا لفظ albus یا جرمانی لفظ white نہایت خوبی کے ساتھ candidus کی جگہ آرا دی رائے ظاہر کرنے کے لئے بولا جا سکتا تھا، صرف زبان بنانے والوں کی مرضی یہ نہ تھی کہ ان میں سے کوئی لفظ استعمال ہو اس لئے یہ اس معنی میں مستعمل نہیں ہیں لیکن اگر اُن سے پوچھا جائے کہ ان لفظوں کو کیوں ترک کر دیا تو وہ خود بھی اس کی وجہ نہیں بتا سکتے۔ بہت سے استعارات میں

سے جو اس حسن سیرت کو ظاہر کر سکتے ہیں اور جنہوں نے وقتاً فوقتاً اس کو ظاہر کیا اس لفظ نے اتفاقہ ایذا سکھ چما دیا اور استعمال ہونے لگا۔ لوگ دفعہ دفعہ اس کی اصلیت کو قبول کئے کیوں کہ بہت سی ترکیبوں میں سے یہی اس خاص ضرورت کو پورا کرنے یعنی اس قسم کے وسائل اظہار خیالات میں اضافہ کرنے کے لئے انتخاب کر لیا گیا۔ مختصر یہ کہ جب ایک دفعہ ترکیب ہاتھ لگ جاتی ہے، جماعت کسی نام کو قبول و منظور کر لیتی ہے اور اُس کا محل استعمال معین کر لیا جاتا ہے تو وجہ اشتقاق کا اثر زائل ہو جاتا ہے۔ محض رواج اور رضائے عام اس اصطلاح کے استعمال کی سند کے واسطے کافی وافی سمجھے جاتے ہیں۔ لوگ فعل ”نقل“ معنی کا جس نے کسی لفظ کو کسی خاص استعمال کے لئے معین کر دیا ہمیشہ اعادہ نہیں کرتے رہتے، وہ خیال اور اُس کی علامت کے درمیان ایک بلا واسطہ اور ذہنی تعلق قائم کر لیتے ہیں اور ہمیشہ وہی ان کا مدار علیہ ہوتا ہے۔ پہلے لیکچر میں اس کا ذکر آچکا ہے کہ جب بچہ بولنا سیکھتا ہے تو وہ اشتقاق الفاظ کبھی نہیں پوچھتا۔ جو لفظ وہ سیکھتا ہے انہیں تسلیم کر لیتا اور بے تامل استعمال کرتا ہے، محض اس وجہ سے کہ اُس کے ارد گرد کے لوگ انہیں استعمال کرتے ہیں۔ جیسا جیسا وہ بڑا ہوتا جاتا ہے کم و بیش اپنے میلان طبع، تربیت عام اور تعلیم مخصوص کے مطابق اشتقاقی تحقیقات کی جانب متوجہ ہوتا اور یہہ معلوم کر کے خوش ہوتا ہے کہ کیوں وہ الفاظ جو سیکھ چکا یا سیکھتا ہے اُس خدمت کے لئے پسند کئے گئے جو خدمت وہ خود اُن سے لے رہا ہے؛ لیکن اس امر کا ہمیشہ غور و فکر اور استعجاب عالمانہ سے تعلق ہے، زبان کے عام بولنے والوں سے اسے کوئی واسطہ نہیں، صرف انہیں کو ہے جو زبان کی تاریخ کا مطالعہ کرنا چاہتے ہیں۔ اشتقاقیات کے برے سے برے عالم کے نزدیک جو بقید حیات ہے اور جاہل سے جاہل زبان کے بولنے والے کے نزدیک بھی کسی خاص خیال کا کسی خاص لفظ سے موسوم کئے جانے کا سبب یہی ہے کہ جس جماعت میں وہ

رہتا ہے وہ اس خیال کو اسی نام سے موسوم کرتی ہے اور جب وہ اسے بولیگا تو وہ جماعت اس کا مطلب سمجھ لے گی — اس کا جاننا کہ candid اور candidatہ کے جو معنی ہیں وہ کیونکر پیدا ہوئے فضول نہیں ہے لیکن ان کے اشتقاق کے جاننے یا نہ جاننے پر ہمارے استعمال کا تعین اور ان کا سمجھنا منحصر نہیں — اس میں شک نہیں کہ عالم کیمیا کا یہہ جاننا کہ گالوانیت (galvanism) کا نام اس کے مکتشف کے نام پر رکھا گیا ہے ، وہ بات ہے کہ جس سے ہر طالب علم اور باخبر آدمی کو آگاہ ہونا چاہئے لیکن یہہ بعید از امکان نہیں کہ ایک شخص اس لفظ کو ضروریات کے مطابق بولتا رہا ہو اور اُس نے کبھی گالوانی (Galvani) کا نام بھی نہ سنا ہو ، ہزاروں آدمی آج ایسا ہی کر رہے ہیں — جو لوگ electricity (قوت برقی) کا ذکر کرتے ہیں ان میں سے ایسے تو بہت ہی تھوڑے ہیں جو اس سے آگاہ ہیں کہ برونے اشتقاق اُس کے معنی ہیں : the quality of being like amber (Greek, *ēlektron*) اور اُس کی وجہ اس کے سوا کچھ نہیں ہے کہ یہہ زبردست قوت پہلے پہل اس طرح دریافت ہوئی کہ جب عنبر (amber) کے ٹکڑے رگڑ دئے جاتے تھے تو وہ ہلکی ہلکی چیزیں اپنی طرف کھینچ لیتے تھے ، اب اگر آپ یہہ پوچھیں کہ خود *ēlektron* کی جو یونانی میں عنبر کا نام ہے اشتقاقی وجہ تسمیہ کیا ہے تو اس کا جواب یہہ ہے کہ یہاں پائے فکر لنگ ہے یہہ ایسی معدوم ہوئی کہ اب پتا نہیں لگ سکتا ، اس پر بھی ہم اس کے متجاوز نہیں کہ یہہ کہیں کہ electricity کا اشتقاق پوچ اور ناکافی ہے اور ارادہ کر لیں کہ ہم تو وہ نام رکھیں گے جس سے اس قوت کی کوئی بہت ہی ممتاز صفت ظاہر ہوتی ہو اور جس کی تاریخ کا ہم ابتداء تک پتا لگا سکتے ہیں — جو اس قسم کے انقلاب کی کوشش کریگا لوگ اسے احمق سمجھیں اور ہنسین گے — جس نام کو استعمال جماعت نے اتفاق رائے سے منظور کر لیا وہ ہر شخص کے لئے اچھا ہے ، اُس کو کسی اور کی منظوری کی حاجت نہیں — اگر یہہ صورت نہوتی ، اگر لفظوں کے استعمال کا حق

کسی طریقے سے بھی اشتقاق پر موقوف ہوتا تو ہر شخص کو عالم اشتقاقیات ہونے کی ضرورت پیش آجاتی اور اسے تیار رہنا پڑتا کہ جب کوئی چوچھے کہ تم نے فلاں لفظ کیوں بولا تو وجہہ بتائے ، لیکن حقیقت یہ ہے کہ محض وہی طالب علم جو اپنی مادری زبان کا ماہر و مشاق ہے اس کی لغت کے بہت بڑے حصے کی تاریخ بتا سکتا ہے اور اُس کی تحقیقات کی رسائی بھی اُس کی نمونے انہیں مدارج تک ہے جن کو واقع ہوئے عرصہ نہیں گذرا ۔

اشتقاق کی مثالیں

پس ہم تاریخ الفاظ کا مطالعہ اس واسطے نہیں کرتے کہ ہم کو اس کا اطمینان ہو جائے کہ جس طرح ہم انہیں استعمال کرتے ہیں اس کا ہمیں حق ہے بلکہ اس واسطے کرتے ہیں کہ اپنے روزمرہ کے ضروری ذریعہ مبادلہ خیالات کے بارے میں جو فطری استعجاب پیدا ہو گیا ہے وہ جانا رہے اور جن لوگوں نے انہیں روزمرہ کے استعمال میں جگہ دی ہے ان کا کچھ حال اور طرز روش معلوم ہو جائے ۔ چونکہ الفاظ سازی کا ہر فعل تاریخی فعل ہے یعنی انسانی حالات و کوائف کی ہدایت کے مطابق دماغ انسان نے عمل کیا ہے ، اس لئے تحقیقات اسان انسان کی ظاہری و باطنی تاریخ کی تحقیقات کی مترادف ہے ۔ اس تحقیقات کے نتائج گوناگوں ہوتے ہیں : کسی لفظ کی تہ میں تو محض فلسفے کی غلطی کا پتا لگتا ہے مثلاً جب ہم lunatics کا ذکر کرتے ہیں تو معلوم ہوتا ہے کہ گویا اب بھی ہمارا عقیدہ یہی ہے کہ لوگوں کے فائرالعقل ہونے کا مدار چاند (luna) کی مختلف گردشوں پر ہے ؛ کسی کی تہ میں تاریخ حیوانیات کی غلطی کارفرما ہے مثلاً جب ہم اپنے امریکہ کے رہنے والے پر دار دوپائے کو turkey (ترکی) کہتے ہیں تو یہہ انگریزوں کی اس ناقص العقل پشت کی کورانہ تقلید ہوتی ہے جس کو یہہ تو معلوم نہ تھا کہ یہہ مرغ کس ملک کا ہے مگر اس نے قیاس کر لیا کہ اغلباً اس کا وطن ترکی ہے اور

اس کا نام the turkey fowl (ترکی کی مرغی) رکھ دیا، کسی کی تہ میں جغرافیوی غلطی نظر آتی ہے، مثلاً ہمارے ملک کے اصلی باشندوں کا اس لئے Indians سے موسوم کیا جانا کہ اس براعظم کے زمان آغاز کے متکشف یورپ سے مغرب کی طرف ہندوستان کی تلاش میں نکلے تھے اور شروع شروع میں اُن کا خیال تھا کہ انہوں نے ہندوستان کا پکا لکالیا — magnet, copper اور parchment ہمارے دلوں میں Magnesia, Cyprus اور Pergamos کے ملکوں کی یاد تازہ رکھتے ہیں جہاں سے پہلے پہل یہہ چیزیں ہمارے بانیان تہذیب کے پاس پہنچی تھیں — candidate کی طرح manumit کی ہستی بھی ایک رومانی رواج کی مرہون منت ہے، یعنی غلام کو ایک طمانچہ مار کر آزاد کرنے کی رسم کی — money اور mint (جو کہ ایک ہی اصل لفظ moneta کی الگ الگ شکلیں ہیں — پہلا لفظ فرانسیسی monnaie سے نکلا ہے اور دوسرا اینگلوسیکسن mynet سے) رومانوں کی اوہام پرستی اور سہولت ہی کا فسانہ کہہ رہے ہیں — پایہ تخت

میں Juno Moneta کے، جس کے معنی ہیں Juno the Monisher نام سے ایک مندر بنایا گیا کیوں کہ رومانوں پر کبھی مصیبت پڑتی تھی اور اس دیوی نے مافوق الفطرت نصائح و ہدایات کی تھیں، اتفاق کی بات ہے کہ پہلی دفعہ اسی مندر میں ٹھہرا بنا اور سکھ پر ضرب پڑی — ہم لفظ calculate بولتے ہیں، کیونکہ قدیم رومانی چھوٹے چھوٹے پتھروں (calculi) کی مدد سے گنتی کنا کرتے تھے — ہم چاہلوس، بے اصولے مکار کو sycophant کہتے ہیں — کیوں؟ اس لئے کہ ایک دفعہ ایتھنز (Athens) کے لوگوں کے دل میں آگئی کہ آئیکا (Attica) سے انجیروں کی برآمد قانوناً ممنوع قرار دی جائے — قانون بنادیا گیا لیکن جیسا کہ ایسے قوانین کا اکثر حشر ہوا کرتا ہے، یہہ بھی لفظ مہمل سے زیادہ وقعت نہ رکھتا تھا، تاہم اُس جماعت میں ایسے کیفے (süko phantēs, fig-blabber) موجود تھے جو حصول اغراض ذاتی

کے واسطے اُن لوگوں کا بھانڈا پھوڑ دیتے یا پھوڑنے کی دھمکی دیتے تھے جو اس قانون کی خلاف ورزی کیا کرتے تھے - ہم a pair of rubbers پہنتے ہیں - کیوں؟ اس لئے جب یہہ طرح طرح سے فائدہ دینے والا مادہ پہلے پہل ہمارے پاس لایا گیا تو ہمیں پنسل کے نشانات مٹانے (rubbing) کے سوا اس کا کوئی اور استعمال ہی معلوم نہ تھا۔ Rome سے romantic کا اشتقاق بیان کیا جائے تو تاریخ ادبیات کا ایک پورا باب سننا پڑیگا۔ یہہ لفظ دھناتی اور عام بولیوں کے، جن کے پہلو بہ پہلو سلطنت روما کے مختلف اضلاع میں ادبی اور شستہ لاطینی رائج تھی؛ موجودہ یورپی ”افسانہ“ (fiction) کے، جو انہیں بولیوں میں اس قدر صاف صاف لکھا گیا ہے کہ اس علم کا نام ہی اس سے وضع کیا گیا؛ اور سب کے بعد عبارت ”افسانہ“ کے لہجہ اور اسلوب کے اور جو پتلیاں اُس میں آتی ہیں اُن کے پیدا ہونے کا حال بیان کرتا ہے - اسی طرح تاریخ مذہبیات کا ایک باب لفظ pagan (لغوی معنی villager دیہاتی) میں مضمر ہے - یہہ قلمرو روما کے ماتحت گاؤں اور چھوٹیوں میں کتر قسم کی اصنام پرستی کا اس وقت تک موجود ہونا بقاتا ہے جب کہ شہروں میں عیسائیت اپنا سکہ جما چکی تھی اور ہر طرف اس کا دور دورہ تھا۔ ایک مثال اور سہی۔ لفظ slave تاریخ قومیات کے ایک باب کی جانب اشارہ کرتا ہے - یہہ بقاتا ہے کہ وسطی اور مشرقی یورپ کے رہنے والے یعنی slaves یا slavonians (سربی) کو ان سے طاقتور اور شایستہ جرمن کس حقارت کی نظر سے دیکھتے تھے اور کیوں کر ان میں سے بہتوں کی گردن میں طوق غلامی ڈال دیا گیا - جن لفظوں کی ہم مثالیں دے چکے ہیں، مثلاً lunatic money, romantic, candidate اُن میں سے کئی کی تاریخ میں ایک مہذب بنانے والی اور زبردست فاتح طاقت کا رویہ بھی بطور جزو اہم شامل ہے، جس کی زبان مع اُس کے علوم و مراسم و انجمن کرۂ ارض کے ہر حصے میں پھیل گئی ہے - لفظ moon، جس کے معنی ہیں measurer، ہمیں ان اقوام قدیم کی طرز خیال کا ایک پرلطف نظارہ

دکھا چکا ہے جنہوں نے زمیں کے سیارے کا پہلے پہل یہہ نام رکھا اور جن کے نزدیک اُس کا وقت کا تقسیم کرنے والا ہونا اس کی اور صفات سے زیادہ اہمیت رکھتا تھا — یہہ تو بہت سی مثالوں میں سے صرف ایک ہی مثال ہے جس سے ہمارے خیالات کو عہد اقوام قدیم کے بارہ میں مدد ملتی اور ان میں تعین و صفائی پیدا ہوتی ہے — کسی زبان کے اخلاق اور کیفیات ذہنی سے تعلق رکھنے والی لغات کا مطالعہ نہایت ہی پر لطف اور اُن قوانین و مظاہر ایلاف کی ہدایات کا گنجینہ ہے جنہوں نے اُس کو ابتدائی زمانے کی جسمی اور محسوس اشیاء کی علامات کی دلدل سے نکالا اور اُس کی ترقی کے خضر راہ بن گئے — وحدت فطرت انسان کو ، جیسی کہ وہ اُن عام مشابہات سے ظاہر ہوتی ہے جن پر یہہ مطالعہ روشنی ڈالتا ہے ، اور اختلاف حالات و عادات انسان کو ، جیسا کہ وہ ملتی ہوئی اشیاء کے اختلاف اسماء سے عیاں ہوتا ہے ، ہمیں قدم قدم پر ماننا پڑتا ہے — جیسا کہ ہم اپنی تحقیقات کے شروع میں کہہ چکے ہیں زبان کی اس صلاحیت میں تو یہہ بات ہے کہ وہ اپنی تاریخ کی تحقیقات کرنے والے کو اُن لوگوں کی حیات باطنی اور تاریخ و حالات ظاہری سے آگاہی بخشتی ہے جنہوں نے اس کو اُس رتبے پر پہنچایا جس پر کہ وہ متمکن ہے *

نہوٹے لسان کے واسطے اشتقاق کا بھولنا ضروری ہے

لیکن اشتقاقی یادگاریں کو اُس شخص کے لئے نہایت قیمتی ہیں جو زبان پر غور اور اُس کی تاریخ کی جانچ پڑتال کرتا ہے لیکن بلحاظ ضروریات گفتگو اُن کی قدر و قیمت بہت کم ہے بلکہ اگر وہ ہر وقت ہماری نظر کے سامنے رہیں تو واقعی باعث پریشانی ہو جائیں — اگر ہم کو یاد رکھنا پڑے کہ اُس کے عناصر کی جو قدر و قیمت ہم نے مقرر کی ہے وہ کیوں اور کیسے مقرر ہوئی تو استعمال کے وقت زبان قریب قریب ستیاناس ہو جائے — احساس اشتقاق کے ہر وقت دخیل ہونے سے زبان کی باطنی نشو و نما بھی بہت کچھ رک جائیگی — نقل دلالیت ، نئے معنی کے پیدا

ہونے ، اور ہیئت بدلنے کا کل دار و مدار اس پر ہے کہ ہم بہت جلد اپنی اصطلاحات کا ماحذ بھول جاتے ، تاریخی تعلقات کا رشتہ منقطع کر دیتے ، اور محض رسمی استعمال کو علامت اور مدلول علامت کے درمیان باعث تعلق سمجھتے ہیں ۔ ہماری زبان کے بہت سے وسائل اظہار خیال یک قلم ندارد ہوجائیں اگر مشتقات کے وجود و استعمال کے لئے مادہ اور مشتق کے درمیان ایک تعلق مرئی کا ہونا ضروری ہو ، پس وہ لوگ بڑی غلطی کرتے ہیں جو عناصر ترکیبی کی قدر و قیمت اور اصلی حیثیت اور اُن اصطلاحات کی وضعی دلالت چن کے معنی نقل کئے جاچکے ہیں حافظے میں محفوظ رکھنے کے میلان کو linguistic sense (sprachsin) شعور لسانی سے موسوم کرتے ہیں ، جو زور دیتے ہیں کہ اس قسم کا میلان فایم رکھنا چاہیئے اور جو اس کے زوال کو کمزوری خیال کرتے ہیں اور اس کو ساخت لسان کے تنزل کی جانب قدم بڑھانے سے تعبیر کرتے ہیں — اس اصول کی ضد وہ اصول ہے کہ جس سے زبان خوب پھلتی پھولتی اور ترقی کرتی ہے کیا بلحاظ شکل کیا بلحاظ سرمایہ ۔ آگے چل کر معلوم ہوگا کہ یہ بات اُن زبانوں میں بہت پائی جاتی ہے جو اعلیٰ اوصاف سے متصف ہیں اور جنہیں قدرت نے مہمات عظیمہ کی انجام دہی کے لئے انتخاب کیا ہے ۔ یہ سچ ہے کہ اُس اصطلاح میں کسی قدر شگفتگی ، نیرنگی اور بانگین آجاتا ہے جسے بذریعہ استعارہ کسی ذہنی یا فلسفیانہ استعمال کے لئے معین کر لیا جاتا ہے کیوں کہ استعارہ کا مفہوم ہر وقت پیش نظر رہتا ہے ، لیکن شگفتگی وصف ہی ایسا ہے کہ جو صفائی بیان کا خون کر کے مہنگے داموں خرید لیا جاتا ہے ، اور اس کے واسطے خشک مگر معقول صحت بیان کی قربانی کرنی ہی پڑتی ہے ، اور جب رکھی اس کی واقعی ضرورت ہو تو ہمیشہ نئے استعاروں سے حاصل کی جاسکتی ہے بشرطیکہ پرانے استعارات بے لطف اسماء کے درجے پر پہنچ گئے ہوں ۔ جیسے جیسے ہم استعمال زبان کے بارہ میں اُس سطح سے بلند ہو کر جہاں سادگی جلوہ گر اور دقت نظر مفقود ہے اُس سطح پر پہنچتے ہیں جہاں وضاحت ، معنی آفرینی اور مصوری کا دور دورہ ہے

ویسے ہی ویسے اکثر اشتقاقی امور بھی قدر و قیمت میں بڑھتے جاتے اور اُس اشارت معنی کا اہم جزو بن جاتے ہیں جو ہر لفظ کی ذات میں موجود ہے - اُن سے اُس میں نزاکت استعمال پیدا ہوتی ہے اور وہ دلالت و شکوہ آجاتا ہے کہ اگر اُس کی جگہ کوئی اور لفظ جو اُس کا قدرے قلیل مترادف ہے رکھ دیا جائے تو بے لطف و بے اثر معلوم ہوتا ہے - اکثر اشتقاقی معنی بیان کی قوت و اثر کو دو بالا کر دیتے ہیں - تاہم مذکورہ امور بہت سے عنصروں میں سے صرف ایک عنصر ہے اور مجھے یقین ہے کہ اُس کی اہمیت میں مبالغہ سے کام لیا جاتا ہے - اب ہم اپنی گذشتہ مثالوں میں سے چند کی طرف پھر رجوع کرتے ہیں - لفظ candid جس صفا (whiteness) باطن کی جانب چشمک زن ہے اُس سے ممکن ہے کہ وہ شخص متاثر و محظوظ ہو جو اپنی ادبی تعلیم کی وجہ سے اسے سمجھ سکتا اور اسکا لطف اٹھا سکتا ہے لیکن candidate کا اشتقاق معلوم ہونے کے بعد یا تو ہنسی آئیگی یا نخوت پیدا ہوگی - apprehend کا اُس طرح استعمال کیا جانا ممکن ہے کہ جس سے معلوم ہو جائے کہ آیا فعل دماغ یا حرکت اعضاء مقصود ہے ، مگر understand اُس طرح نہیں استعمال کیا جا سکتا - ہمارے بہت سے الفاظ کی حالت دہی ہے جو candid candidate اور understand کی حالت ہے یعنی یا تو جیسی کہ آخری دو کی حالت ہے کہ اشتقاق پوچھ اور مدہم ہے یا جیسی کہ پہلے کی حالت ہے کہ اُس تک محض عالموں ہی کی رسائی ہے ، عام بولنے اور سننے والوں کو اُس سے کچھ فائدہ نہیں ہو سکتا - مختصر یہ کہ کسی لفظ کی دلالت و اشارت معنی ویسی ہی ہوتی ہے جیسی کہ ہمارے استعمال نے مقرر کر دی - home اور comfort سے بڑھکر گہرے معنی والے شاید ہی ایسے دو لفظ ملیں جن کا کسی اور زبان میں ترجمہ کرنا مشکل ہو ، لیکن ان میں سے کوئی ذرا بھی اشتقاق کا شرمندہ احسان نہیں ؛ ایک تو صرف وہی شے ظاہر کرتا ہے جس سے رات دن سابقہ پڑتا ہے یعنی رہنے کی جگہ اور دوسرے کے معنی ہیں ”قوت دینے والا“ (con-fortare)

انگریزی میں بغیر تلاش و جستجو کے دونوں میں سے کسی کا مادہ ایسی معلوم نہیں ہو سکتا۔ یہہ سچ ہے کہ womanly, fatherly, brotherly ہمارے نزدیک feminine, fraternal, paternal وغیرہ سے زیادہ گہرے معنی رکھتے ہیں اور ہم ان کی دلالت سے آگاہ بھی زیادہ نہیں مگر اس میں brother, father اور woman سے بدیہی تعلق کو جس قدر دخل ہے وہ غالباً اتنا نہیں جتنا کہ لوگ سمجھتے ہیں۔ دونوں کا فرق زیادہ تر ان کے اینگلو سیکسن اور لاطینی ہونے پر منحصر ہے اور اس پر بھی کہ لاطینی الفاظ بمقابلہ اینگلو سیکسن الفاظ ایسے مکمل و موقع پر استعمال ہوتے ہیں جہاں تکلف و تبصرہ ظاہر کرنا ہوتا ہے۔ ہماری زبان میں جہاں جہاں لاطینی الفاظ استعمال ہوتے ہیں وہاں عام طور سے اسی غرض سے استعمال ہوتے ہیں۔ ہم اپنی زبان کے مختلف النوع واقعات نفس الامری سے دکھا سکتے ہیں کہ جن لفظوں کو ہم رات دن استعمال کرتے ہیں انکے معنی کا رسمی مفہوم اعانت اشتقاق کا محتاج نہیں۔ ہمارے افعال و اسماء کے مختلف تصریفی حصوں کی شکل و معنی میں مطابقت کا ہونا باعث سہولت ہے۔ جہاں ہم I love بولتے ہیں وہاں he loves, we love, they loved, having loved, بھی بولنا پڑتا ہے، جہاں ہم man بولتے ہیں وہاں ہم man's, men's, men بھی بولنا پڑتا ہے جن میں مطابقت شکل نظر آتی ہے، مگر پھر بھی I am, he is, we are, they were, having been; I, my, we, our, she, her; go, went; think, thought وغیرہ بولتے ہیں ذرا بھی تامل یا دقت نہیں ہوتی اگرچہ ان میں سے مطابقت شکل مفقود ہے۔ پس اسی طرح ان الفاظ کو ایک دوسرے سے جدا کرنے میں ذرا بھی زحمت نہیں ہوتی جن کو ہماری زبان کے عام اصول نے مطابق تعلقات معنی کے لحاظ سے پہلو بہ پہلو آنا چاہئے۔ ان الفاظ کی شکلوں میں خواہ کیسی ہی مطابقت کیوں نہ ہو مگر یہہ ہمارے اُس فعل میں منحل نہیں ہوتی

جس سے کہ بذریعہ ایتلاف ہم ہر علامت اور اس کے رسمی خیال کو باہم منسلک کرتے ہیں — مثال کے طور پر home, homely ; scarce, scarcely ; direct, directly ; lust, lusty ; naughty, naughty ; clerk, clergy ; a forge, forgery ; candid, candidate ; hospital, hospitality ; idioms, idiocy ; light, alight, delight ; guard, regard ; approach, reproach ; hold, beheld, beholden — ایسے الفاظ کی ایک طویل فہرست کا مرتب کرنا دشوار نہیں ہے — یہہ در حقیقت اس امر کی ایک مزید مثال ہے کہ دماغ اپنے آلات اظہار پر کس قدر قادر ہے۔ دماغ کی یہہ قدرت اس بات سے بخوبی ظاہر ہوتی ہے کہ وہ کس آسانی سے مختلف الفاظ میں سے جن کے معنی میں بھی اکثر بہت کچھ فرق ہوتا ہے ایک لفظ کا مقتضائے حالات و تعلقات کے مطابق انتخاب کر لیتا اور اس سے اپنا کام نکالتا ہے — الفاظ کی مدد سے ہم اپنے نطق و خیالات کے حقیقی تعلق کو سمجھ لیتے ہیں، یہہ خیالات کے معاون اور ذریعہ اظہار ہیں، لیکن نہ تو ان کے ہادی و رہبر ہیں اور نہ یہہ ضروری ہے کہ اُن کے ساتھ ساتھ خود بھی پیدا ہوں *

اب ہم اُن اعمال پر نظر ڈال چکے جو زبان کے سرمایۂ حیات ہیں — اس کے بعد کے لیکچر میں ہم اُن اسباب پر غور کریں گے جو ان اعمال کے فعل میں سستی یا تیزی پیدا کرتے ہیں اور جن کے اثر سے زبان منقسم ہو کر بولیاں عرصۂ وجود میں آجاتی ہیں *

چوتھا لیکچر

اس سے پہلے کے دو لیکچروں میں ہم ان خاص اعمال نمونے لسان اور مسلسل تغیر کا پتہ لگانے اور مثالیں دے دے کر توضیح کرنے میں مصروف رہے جن کی وجہ سے ہم کسی زبان کو زندہ کہہ سکتے ہیں اور جن کے باعث کسی جماعت کے دماغ و دھان میں کسی زبان میں تبدیلیاں ہوتی رہتی ہیں، تاکہ وہ ہر وقت اس کی ضروریات کے دوش بدوش چلے اور ہمیشہ اس کی پسند و تلوں کے قالب میں ڈھلتی رہے۔ ہم دکھا چکے ہیں کہ ان اعمال کا تعلق اس کی خارجی ہیئت یعنی ملفوظ و مسموع شکل سے ہے اور باطنی سرمایہ یعنی ان معنی سے بھی جو مقصود متکلم ہیں اور فہم سامع میں بھی آتے ہیں۔ بلحاظ خارجی ہیئت یہہ اعمال دو قسموں یا زمروں میں منقسم ہوتے نظر آتے ہیں، ان میں سے پہلے قسم کے اعمال کے اثر سے تخریب و انحطاط واقع ہوتے ہیں یعنی موجودہ الفاظ کی ہیئت میں تخفیف ہونا اور اس کا بدلنا ، عناصر ترکیبی کا گھٹنے گھٹنے ہیأت مختلفہ کا ندارد کردینا ، قدیم علامات میوزہ کا مع ان کے ذرائع کے ترک کیا جانا اور الفاظ و مرکبات ناقص کا بھولنا اور متروک ہونا ؛ اور دوسری قسم کے اعمال کے اثر سے زبان نمو کرتی ہے یعنی نقصان کی تلافی ، اور وسائل اظہار خیالات میں نئے نئے اضافے کرتی ہے، یعنی پرانا مصالح ملا جلا کر نئے نئے مرکبات بنائے ، مستقل معنی رکھنے والے الفاظ سے عناصر ترکیبی تراشے اور اتفاقی فرقوں کے جداگانہ و مخصوص معنی و استعمال معین کئے جاتے ہیں - یہہ خارجی نمو اور انحطاط ذہنی سرمایہ کو روز افزوں ترقی دیتے اور اس کی اعانت کرتے ہیں - دوران ترقی میں گفتگو کے مصالح سے من مانے طریقے سے کام لیا جاتا ہے۔ الفاظ کے معنی گھٹا بڑھا دئے اور ”نقل“ کئے جاتے ہیں، مجسم و مادی اشیاء کو افکار ذہنیہ و مجردہ کا رتبہ دیا جاتا ہے ، وحدت میں اختلاف پیدا کیا جاتا ہے ، اور نئے تصور ، نئے استنباط

یا تحزانہ لغات میں نئے اضافے کے لئے نئی علامات بہم پہنچانے کے ذرائع بے تکلف نکالے جاتے ہیں۔ ہم حیات لسان کی اس بحث کو جاری رکھیں گے مگر پہلے اعمال نمو کی گہٹنے بڑھنے والی رفتار پر غور کرنا اور بعض ایسے اسباب کا پتہ ضروری ہے جن سے یہ رفتار متاثر ہوتی ہے *

رفتار نموئے لسان میں فرق

ہم بطور تمہید کہہ دیتے ہیں کہ نموئے لسان کا گہٹنا اور بڑھنا ایک بہت ہی بدیہی حقیقت نفس الامری ہے۔ گذشتہ ڈھائی سو برس میں ہماری انگریزی اتنی نہیں بدلی جتنی کہ اس عرصے سے ماسبق ڈھائی سو برس میں بدلی تھی اور گذشتہ پانسو برس میں جو تغیر ہوا وہ اس تغیر کے مقابلے میں ہیچ ہے جو اس عرصے سے پانسو برس پہلے کی مدت میں واقع ہوا۔ قدیم جرمانی سے اگر موجودہ جرمن اور چھ سات سو برس پہلے کی انگریزی کا مقابلہ کیا جائے تو جرمن زبان میں اتنے انقلاب نظر نہیں آتے جتنے کہ انگریزی میں اسوقت تک آچکے تھے۔ آئس لینڈی اور شہنشاہ الفرید اور اُس کے پیش رو فرسارواؤں کی اینگلو سیکسن کا جرمانی سے مقابلہ کیا جائے تو یہی نتیجہ یہی ہوتا ہے۔ جدید رومانی بولیوں یعنی ہسپانی، فرانسیسی، ایطالوی وغیرہ اور سسرو (Cicero) اور ورجل (Virgil) کے زمانے کی لاطینی میں جتنا فرق پڑ گیا اتنا فرق موجودہ یونانی اور سسرو کے یونانی معاصرین کی زبان میں نہیں ہے۔ اپنے وطن سے کسی قدر دور نکل کر جب نظر دوڑانے ہین تو کیا دیکھتے ہیں کہ اس صدی کے بدو کی عربی اُن قبائل کی عربی سے بہت ہی ملتی ہوئی ہے جن کی سرحدوں پر حضرت موسیٰ بنی اسرائیل کو لیکر گذرے تھے۔ اگر ہم اس زمانے کی یورپی زبانوں میں سے کسی زبان کا اُس کی اُس زمانہ کی ہیئت سے مقابلہ کریں جو حضرت موسیٰ کے وقت میں رائج تھی تو کوئی عربی کی ہمسری کا دعویٰ نہیں کر سکتی۔ ہر خلاف اس کے روئے زمین پر ایسی زبانیں بھی موجود

ہیں کہ جو اس تیزی سے بدل رہی ہیں کہ اُن کے بولنے والے چار پانچ پشت پہلے کے اسلاف یا چار پانچ پشت بعد کے اخلاف کی بات سمجھنے سے قاصر ہیں *

اسباب خارجی نہوئے لسان پر اثر کرتے ہیں

تغیر لسان کے خاص طریقوں اور شعبوں میں اتنا فرق ہے کہ یہ نہیں کہا جاسکتا کہ ایک ہی وجہ کا یا ایک ہی قسم کی وجہ کا ان سب پر اثر پڑنے یا ان سب پر ایک سا اثر پڑنے سے وہ جلد جلد یا آہستہ آہستہ ظہور میں آتے ہیں لیکن صریح تریں اور بہت ہی اچھی طرح سمجھہ میں آنے والا وہ اثر ہے جو خارجی اسباب، ماحول، طرز تمدن، جسمانی و دماغی مشاغل اور آداب و عادات سے پڑتا ہے اس لئے پہلے ہم اسی اثر کی طرف توجہ کرتے ہیں — ایسے اسباب کا زبان پر کتنا زبردست اثر پڑتا ہے یہ بہترین طریقے سے یوں دکھایا جاسکتا ہے کہ ہم ایک انتہائی درجے کی مثال پر غور کریں — فرض کرلو کہ ایک جہاز کے تباہ ہونے سے انگریزوں کا ایک خاندان بھراکھل کے ایک مونگے کے چربے میں پہنچ گیا اور کئی پیشوں تک وہاں اس خاندان کے افراد کے سوا کوئی اور متنفس نہ تھا، فوراً ہی ہماری زبان کا ایک بہت بڑا حصہ اُن کے نزدیک بیکار ہو جائیگا — نیرنگی مناظر یعنی کوہ و ہادی، چٹان اور دریا وغیرہ، اختلاف موسم و حرارت، کثرت حشرات و نباتات، گونا گوں تجربات و معدنیات، طرح طرح کی حرمت و پیداوار کہاں سے لائیں گے کہ ان سے تعلق رکھنے والے لفظ بولیں گے — کچھ عرصے تک تو اس کا کچھ حصہ حافظے اور روایت کی مدد سے محفوظ رہ سکتا ہے لیکن ہمیشہ محفوظ رہنا ناممکن ہے — پہلے اس کی تصویر کا آئینہ ذہن میں صاف صاف نظر آتا موقوف ہو جائیگا، پھر کچھ یوں ہی سا عکس پڑے گا حتیٰ کہ قطعی عکس ہی نہ پڑے گا۔ دماغ پر آب و ہوا اور طرز تمدن اور ان دونوں کے محدود دائرہ عمل اور بے لطف بکرنگی کا جو اثر پڑتا ہے وہ اس تصویر کے ضائع ہونے

میں آسانیاں پیدا کرے گا، زور تخیل اور جوش احساس سرد پڑے لگے گا اور جب ان اسباب کو اتنا زمانہ گذر جائیگا کہ ان کا اثر اپنا رنگ اچھی طرح جمالے تو انگریزی زبان افلاس کا شکار ہو کر اہل پولی نیشیا (Polynesian) کی بعض موجودہ بولیوں کی ہم رتبہ رہ جائیگی۔ اب ایک اور مثال پر غور کرو جو اس کی ضد ہے۔ مان لو کہ پولی نیشا کا ایک خاندان آیس لینڈ کے سے کسی ملک میں جابسا جہاں حیرت انگیز اور ہوش ربا مناظر ہیں، جہاں قدرت اپنی بوقلمونی کے کرشمے دکھا رہی ہے اور جہاں جینے اور ہنسی خوشی سے بسر کرنے کے لئے سخت محنت اور دوراندیشی سے اخلاقی و جسمانی قوتوں پر زور ڈال کر کام لینا پڑتا ہے اور یہ بھی مان لو کہ یہ خاندان اس تغیر عظیم کو برداشت کرنے اور اپنی طرز بود و ماند کو اس کے مطابق بدلنے کے قابل ہے۔ اب اس کی زبان میں بہت تیزی کے ساتھ اشیاء، اعمال، تجربات، جذبات اور تعلقات کے لئے نام اور اسالیب بیان پیدا ہو جائیں گے *

زبان میں جو کچھ ہمیشہ اور ہر جگہ ہوتا رہتا ہے یہ اس کی فقط ایک مبالغہ آمیز مثال ہے۔ یہ اپنے استعمال کرنے والوں کی ضروریات و حالات کے بالکل دوش بدوش چل کر اپنا دائرہ وسیع یا تنگ کرتی رہتی ہے۔ استعمال کرنے والوں کی پرواز خیال ترقی کرتی رہتی ہے تو یہ بھی ترقی کرتی ہے اور اُس پر زوال آیا تو اس پر بھی۔ ہم پہلے بتا چکے ہیں کہ انگریزی بولنے والوں کے ادنیٰ ترین اور سب سے کم تعلیم یافتہ طبقات میں جتنے الفاظ رائج ہیں وہ اُن الفاظ کا دسواں حصہ بھی نہیں جن سے ہمارے خیال کی رو سے یہ زبان بنی ہے۔ پس اگر بباعث تنزل تمام انگریزوں کی وہ حالت ہو جائے جو کہ مذکورہ طبقات کی ہے تو اس سے یہ نتیجہ اخذ کرنا پڑیگا کہ ہماری زبان کا ۹۰ سے زیادہ حصہ معدوم ہو جائیگا۔ تہذیب کے گہتے، قدرتی قوت کے بگڑنے اور تعلیم کے مفقود ہونے کا یہی نتیجہ ہوا کرتا ہے۔ برخلاف اس کے جس قوم کا علم بڑھتا اور اخلاق ترقی

کرنا جاتا ہے وہ جادہ پیمائی ارتقاء کے وقت ہر قدم پر اپنی زبان کو مالا مال اور آراستہ و پیراستہ کرتی جاتی ہے۔ ایسے ظاہر و باہر صداقت پر اس سے زیادہ زور دینا فضول ہے۔ کسی کو بھی اس سے انکار نہ ہوگا کہ بلحاظ الفاظ، مرکبات ناقص اور معنی ہر زبان کی وسعت اتنی ہی ہوگی جتنی کہ اُس کے بولنے والوں کی پرواز خیال کی رفعت۔ اسی رفعت سے اس کی وسعت کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے اور جب پرواز خیال میں کوئی تغیر و تبدل ہوگا تو وسعت زبان پر ضرور اثر پڑے گا۔ یہہ نتیجہ اُس حقیقت نفس الامری سے بے تکلف نکلتا ہے جو ہم اس سے پہلے ثابت کرچکے ہیں، یعنی لوگ اپنی زبان خود بناتے، بذریعہ روایت اس کی ہستی کو صرصر فنا سے بچاتے، حصول مقاصد کے لئے اسے بناتے اور منتقل کرے ہیں، اور حصول مقاصد کے علاوہ زبان کی اور کوئی غرض و غایت نہیں *

ایک بہت ہی دقیق و مشکل سوال یہ ہے کہ وہ نمونے لسان کیا چیز ہے جس کا تغیر کیفیات متقاضی ہوتا ہے یا جس کی جانب اختلاف طبع و پسند کشان کشان لے جاتے ہیں۔ کس حد تک تو اضافۃ الفاظ یا ترک الفاظ اور ترک معنی الفاظ کو نمو سے تعبیر کر سکتے ہیں اور کس حد تک ساخت لسان کی ترقی یا تنزل کا یہ نام رکھا جاسکتا ہے۔ ہم پہلے لیکنچر میں بتا چکے ہیں کہ گو لغات کا دلنا تغیرات لسان میں سب سے زیادہ جائز اور ناگزیر تغیر ہے مگر اس کا اثر سب سے کم پڑتا ہے اور گفتگو کی اس حیثیت میں کہ وہ آلہ اظہار خیال ہے پڑائے نام فرق آتا ہے۔ اس کے بعد ہم یہہ بھی بتا چکے ہیں کہ کیوں کر photograph اور telegraph کے سے لفظ زبان میں داخل کیے گئے اور اس کا جزو بن گئے اور زبان کے پاس جو تصنیفی ساز و سامان تھا اس نے انہیں اس سے آراستہ کر دیا اور اس سے زیادہ کچھ نہوا۔ ایسے لفظ زبان میں فقط اضافہ کرتے ہیں ان سے وسائل اظہار خیالات کی تعداد اور مجموعی قدر و قیمت پر اثر پڑتا ہے اور کبھی کبھی بہت اثر پڑتا ہے مگر نظام لسان میں ان سے کوئی ترمیم نہیں ہوتی، نہ اسکی

قواعدی شکل بدلتی ہے ، نہ اس کے تعلقات الفاظ سمجھنے میں فرق آتا ہے ، اور نہ ان تعلقات کو ظاہر کرنے کے ذرائع میں خلل پڑتا ہے ؛ باوجود اس کے وہی کیفیات جو لغات کی بہت زیادہ اور سریع نشو و نما کا باعث ہوتی ہیں بلا واسطہ قواعدی نشو و نما پر بھی اثر کر سکتی ہیں ۔ جہاں بہت تبدیلی ہو رہی ہو اور بہت سے نئے لفظ استعمال میں داخل ہو رہے ہوں وہاں کسی نہ کسی حد تک زبان کے ہر حصے کا متاثر ہونا ایک طبعی امر ہے ۔ ہماری زبان کی تاریخ عصر حاضرہ میں بھی کچھ نہ کچھ باتیں ایسی پائی جاتی ہیں جن سے قواعد پر اثر پڑنے کا اندیشہ ہے مثلاً graph اس کثرت سے الفاظ مرکب کے آخر میں بطور جزو لفظ مرکب لایا جاتا ہے کہ انگریزی بولنے والوں کو معلوم ہوتا ہے کہ یہہ ایک ’’ ترکیبی عنصر ‘‘ ہے جس کا ایک محل استعمال معین ہے اور اسلئے یہہ انگریزی سامان اشتقاق کا ایک جزو ہے — ism بالکل انگریزی لاحقہ بن گیا ہے حالانکہ اس کا ماخذ یونانی ہے اور ہم تک فرانسیسی کے ذریعہ پہنچا ہے ، اس کے ذریعہ نئے لفظ نہایت بے تکلفی سے اور بکثرت بنائے جاسکتے ہیں اس لاحقے کی قدر و قیمت کو ہم اسقدر صاف صاف سمجھتے ہیں کہ ہم نے اسے الگ کر لیا اور ایک مستقل لفظ بنا دیا ؛ کسی کے مشاغل ، معتقدات و اصول وغیرہ کا ذکر کرتے ہیں تو کہتے ہیں his isms or favourite ism — اسی طرح کا ایک اور لفظ مگر ذرا کم رائج ana — جس کے معنی ہیں personal reminiscence and anecdote اسی طرح کسیقدر مذاق میں ologies مستعمل ہے جس کے معنی ہیں * branches of learned studies

انگریزی کے زمانہ حال کے طریقہائے نمو

طریقہائے تغیر لسان کی اس حیثیت سے کہ کیفیات و حالات کے اثر نے ہر ایک طریق تغیر کا دائرہ کس قدر وسیع ہونے دیا اس سے بہتر طور سے توضیح نہیں کی جاسکتی کہ ہم مختصراً اپنی زبان کے اُس طریقے کی جانچ پرتال کریں جس کے ذریعہ وہ اپنے بولنے والوں کی

روز افزوں ضروریات کے دوش بدوش چل رہی ہے - گذشتہ اور موجودہ صدی میں ہماری زبان کو اپنی قوت اظہار میں اضافہ کرنے کی ضرورت پڑی اور اُس سے کسی طرح کم نہیں پڑی جتنی ضرورت کہ اُن اہل پولی نیشیا کو اپنی قوت اظہار میں اضافہ کرنے کی پڑتی جن کو ہم نے فرضی طور سے آئیس لینڈ میں آباد کر دیا تھا - اس میں کلام نہیں کہ تاریخ عالم میں کبھی ایسا زمانہ نہیں آیا جبکہ لوگوں نے ازمنہ ماضیہ اور کل مخلوقات عالم کے موجودہ نظام کے بارہ میں اس قدر تیزی سے اپنی معلومات میں اضافہ کیا ہو جیسا آج کل ہو رہا ہے اور یہہ بھی سچ ہے کہ نئی معلومات لازمی طور سے دانائی یا اوصاف حمیدہ میں داخل نہیں ہیں گو میرے نزدیک یہہ دونوں میں داخل ہوسکتی ہیں اور ہونی چاہئیں - ان معلومات کا ایک حصہ اور حصہ بھی وہ جو عوام کے لئے نہایت اہمیت رکھتا ہے اس قسم کا ہے جو زبان میں کسی طرح کے تغیر کا طالب نہیں ہے کیونکہ اُس میں صرف اُن چیزوں کو بہتر طریق سے سمجھنا شامل ہے جو مدتیں ہوئیں لوگوں نے دیکھ لی تھیں اور جن کا نام اُڑکے ہوئے عرصہ گذرچکا - نجوم و طبیعیات ہم کو چاہے جتنا سورج اور سیاروں کا اور حال کیوں نہ بتادیں مگر ہم تو اُن کو دہی کہتے رہیں گے جو کہتے چلے آئے ہیں - heat, cold, light, red, blue, green استعمال میں اب بھی ویسے کے ویسے ہی بنے ہوئے ہیں باوجودیکہ نئے نئے نظریات ارتعاش و اهتزاز قائم ہو گئے اور حال ہی میں رنگوں میں عجیب و غریب اکتشافات ہوئے ہیں - اب بھی pudding-stone اور trap ویسے کے ویسے pudding-stone اور trap ہی ہیں جیسے کہ وہ ارضیات دان کے تشریح و توضیح کرنے سے پہلے تھے - جیسے زمین کی قوت کشش دریافت ہونے سے پہلے مادوں کے لئے زمین پر گرنا (fall) اور ہوا میں بلند ہونا (rise) اور اُڑنا (float) بولا جاتا تھا ویسے ہی اب بھی بولا جا رہا ہے - رگڑے ہوئے عنبر اور مقناطیس کے واسطے ٹھینچنا (attract) ویسے ہی استعمال ہو رہا ہے جیسے کہ وہ اُس کے دریافت ہونے سے پہلے مستعمل

تھا کہ قوت پائے برق و مقناطیس دنیا بھر کو گھیرتے ہیں — اس کی کوئی حد معین نہیں کی جاسکتی اور نہ صورت زیر بحث میں اس کا امکان ہی ہے کہ اس طرح سے زبان کہاں تک معلومات کو زیادہ اچھی طرح سمجھانے اور الفاظ کے معنی میں وسعت پیدا کرنے کی مہتمم ہو سکتی ہے — اس کا ذکر ہم پہلے کرچکے ہیں کہ ان اوصاف کے لحاظ سے ایک ہی زمانے کے لوگوں کی گفتگو کے فرق کی کوئی انتہا نہیں ہو سکتی اور نہ عام جماعت ہی کی مختلف زمانوں کی گفتگو کے فرق کی کوئی حد مقرر کی جاسکتی ہے ، لیکن موجودہ زمانے میں گفتگو میں جو اضافہ ہوا ہے وہ اکثر ایسا ہے کہ نئی علامات بہم پہنچانی جانے کا طالب ہے — اس میں بے شمار نئی تفصیلات شامل ہیں مثلاً وہ چیزیں جن کی جانب پہلے توجہ نہیں کی گئی تھی یا وہ چیزیں جن کے سمجھنے میں پہلے اس لئے دھوکا ہوتا تھا کہ جو نام ان کا تھے وہی اور چیزوں کا بھی تھے لیکن جو اب ذہن میں اپنا صاف صاف تصور پیدا کرنے چاہتی ہیں کہ اُن کا نام الگ رکھا جائے تاکہ لوگ اُن کے بارے میں باہم گفتگو کر سکیں — مگر کسی قدر یہ ضرورت بھی زبان میں خارجی تبدیلی کے بغیر داخلی وسائل کی توسیع ہی سے پوری کر لی گئی جیسا کہ ہم تیسرے لیکچر میں دکھا چکے ہیں یعنی بہت سے پرانے لفظ نئے معنی میں استعمال پائے جانے لگے ؛ جب کبھی کوئی نیا شعبہ علم ، ہنر یا سائنس پیدا ہوتا ہے یا ان کے کسی شعبے میں توسیع یا اسکی تکمیل کی جاتی ہے تو طبعاً خواہش یہی ہوتی ہے کہ اس کے نئے فوائد کی پرانے الفاظ سے اشاعت کی جائے — نئی تقسیم ، مادے ، پیداواریں اس تقسیم ، مادے اور اعمال سے جو ہمیں پہلے سے معلوم ہیں اس قدر مختلف نہیں ہوا کرتے کہ اگر ہم اول الذکر میں سے بہتوں کا وہی نام رکھ دیں جو ثانی الذکر کا ہے ، تو دھوکا ہونے کا اندیشہ ہو ، پس ہر صنعت و حرمت کی نسبت زیادہ تر ایسی اصطلاحات سے بنی ہوئی ہے جن سے

روزانہ لوگوں کو کام پڑتا ہے مگر یہہ اصطلاحات زیادہ صحت اور وسعت معنی کے ساتھ استعمال کی جاتی ہیں، نباتات داں جب پتوں اور پھولوں کا ذکر کرتا ہے تو دونوں اصطلاحات کے معنی میں وہ کچھ ایسی چیزیں بھی شامل کر لیتا ہے جن کو عوام ان سے خارج سمجھتے ہیں اور اسکے برعکس صورت بھی ہوتی ہے، یعنی جن چیزوں کو نباتات داں خارج سمجھتا ہے عوام انہیں ان میں شامل خیال کرتے ہیں۔ برقیات داں کے نزدیک current اور conductor اور induction کے دو معنی ہیں اس شخص کے تصور میں نہیں آ سکتے جو طبیعیات سے ناواقف ہے۔ بہت سے آدمی جو جانتے ہیں کہ cohere کے معنی ہیں stick together وہ cohesion اور adhesion کا فرق نہیں بتا سکتے۔ reaction اور affinity, salt, acid, base, atom ان بے انتہا الفاظ میں سے چند کی مثالیں ہیں جنہیں کیمیادان نے نئے اور خاص معنی سے آراستہ کیا ہے۔ درحقیقت روزمرہ کے تمام سامان گذشتہ میں اس باعث سے کہ جب اس سے سائنس میں کام لیا جاتا ہے تو استعمال الفاظ میں زیادہ تعین اور باریک بازیک فرق پیدا کرنے پڑتے ہیں ایک طرح کا رد و بدل کرنا پڑتا ہے اور ضرورت کے مطابق نئے مداول مقرر کرنے پڑتے ہیں (جسے ہم معجاز سے تعبیر کر سکتے ہیں - مترجم) اس رد و بدل اور معجاز کی کوئی حد نہیں - ایسے دانستہ اور مصنوعی اطلاق سے لیکر جو لفظ salt (نمک) سے عیاں ہے، جس سے کہ کیمیائی مرکبات کی، جنہیں کہ اس شے سے مشابہ خیال کیا جاتا ہے جو اس نام سے پہلے سے موسوم چلی آرہی ہے، ایک بڑی قسم بنائی جاتی ہے، کسی ایسی اصطلاح کے سیدھے سادے تعین معنی یا اس کے صحیح قوت کے ایسے واضح تر ادراک تک کے، جسے ہم بغیر تبدیل ہیئت کے اس تغیر دلالت سے بمشکل جدا کر سکتے ہیں جس کی مثالیں heat, sun fall, rise وغیرہ سے اوپر پیش کی جا چکی ہیں، مدارج پائے جاتے ہیں - نمونے لسان کا وہ طریقہ جس پر ہم اس وقت غور کر رہے ہیں در حقیقت رفتہ رفتہ پہلے طریقے سے مل جاتا ہے اور نوعیت و ضرورت کے

لفاظ سے اس سے بہت ہی ملتا جلتا ہے — کوئی زبان اس صلاحیت کو زابل نہیں کر سکتی تارقیکہ وہ مردہ نہو جائے اور بعض زبانوں میں، جیسا کہ ہم آگے چل کر دکھائیں گے، ہر موقع و محل پر معجاز ہی سے کام لینا پوتا ہے کیونکہ وہ خارجی نمو سے نا آشنا ہیں *

مگر ہماری زبان میں خارجی نمو جیسی کہ وہ نئے مشتقات کے بننے اور موجودہ مصالح سے نئے مرکبات وضع کرنے سے ظاہر ہوتی ہے، قطعی معدوم نہیں ہے اگرچہ اس کے عمل کے موقع بہت کم کردئے گئے ہیں اور اس کا دائرہ محدود کر دیا گیا ہے۔ اس کے خاص طریقہائے عمل کا اور مباحث کے سلسلے میں پہلے ہی ذکر ہو چکا ہے — یہ خارجی نمو وہی شے ہے جسے ہم اپنے الفاظ کی اس صلاحیت سے موسوم کر چکے ہیں کہ ان کو جس طرح چاہیں اس طرح استعمال کر سکتے ہیں، یعنی الفاظ میں ان عناصر ترکیبی کا اضافہ کرنا جو اب بھی مستعمل ہیں اور جن سے ہم جب موقع آتا ہے تو تصریف اور اشتقاقی الفاظ میں کام لیتے ہیں — ہمارے ان ذرائع ارتقائے داخلی میں اب اضافہ نہیں کیا جاسکتا — ly ہمارا وہ الحقہ متعلق فعل ہے جس کو بنے بہت ہی تھوڑا زمانہ گذرا اور جو اس امر کی توضیح میں بہت ہی مفید ثابت ہو چکا ہے کہ لاحقات کے بننے کا عام طریقہ کیا ہے، تاہم بہت سے لاطینی الاصل عناصر نے رفتہ رفتہ اس کا حق حاصل کر لیا ہے کہ وہ نئے انگریزی الفاظ کے وضع کرنے میں داخل ہوں — اس قسم کے عناصر میں سابقات re, dis, en اور لاحقات fy, ism, ize, ic, ous, able, ess, ment وغیرہ داخل ہیں اور جیسا کہ ہم دکھا چکے ہیں اس فہرست میں اضافہ ہونا خارج از امکان نہیں — کیمیائی مصطلحات کا داخلہ، جن کا ذکر گذشتہ لیکچر میں آچکا ہے، سامان ترکیبی کی کس قدر مصنوعی اور غیر معمولی توسیع کی مثال پیش کرتا ہے — مصطلحات سائنس کی تاریخ جدید میں اس قسم کی اور مثالیں بھی ملتی ہیں اور ممکن ہے کہ روزمرہ کی ضروریات رواج اور سند علماء سے مدد لیکو ان بدیشی عناصر سے اور الفاظ وضع کر لیں اور انہیں عام نظام زبان کا جزو

لائفنگ بنادیں ، لیکن ہماری اصلی زبان کے عناصر کو جو اب مستقل حیثیت رکھتے ہیں باہم ملانے اور ایک جان کرنے سے یہہ نقانچ ہرگز مرتب نہیں ہو سکتے۔ خزائن لغات کو مالا مال کرنے کے اس ذریعہ سے کہ الفاظ کو باہم ملایا جائے ہم شاد و نادر ہی کام لیتے ہیں۔ Steamboat اور railroad اس قسم الفاظ کی معمولی مثالیں ہیں جو ہماری زبان کی موجودہ نمو کا اس کی ہم رشتہ زبانوں کے مقابلے میں ایک ہیچ مہر جزو ہے *

انگریزی میں لاطینی اور یونانی الفاظ کا داخلہ

زبان سازی کی جو ضروریات کہ وہ طریقے نہیں پوری کر سکتے جن کا ذکر نیا جا چکا ہے وہ اور زبانوں سے لفظ قرض لیکر پوری کی جاتی ہیں اور ہر شخص جانتا ہے کہ انگریزی اس پر بہت عامل رہی ہے۔ ہماری کتب لغات ہزاروں لاکھوں لاطینی الفاظ سے بھری پڑی ہیں اور ابھی ہزاروں لاکھوں صنعت و حرفت کی اصطلاحیں ایسی ہیں جن کو کتب لغات میں تو ابھی جگہ نہیں ملی مگر لوگ انہیں بولتے ہیں۔ ان حالات و کیفیات کی کہ جن کی وجہ سے یہہ طریق نمو ہم لوگوں میں رائج ہو گیا کوئی انتہا نہیں اور وہ گوناگوں ہیں۔ ان میں سب سے پہلی بات تو ہمارے ترکیبی سامان کی قلت اور کثرت سے نئے مرکبات وضع کرنے سے نفرت ہے جو ہماری زبان کی خصوصیت ہے۔ ارتقاء داخلی کی قابلیت و صلاحیت کو ان قیود کی زنجیروں میں جکڑ دینا اس بات کے لئے مجبور کر دیتا ہے کہ خارجی دولت سے استفادہ کیا جائے۔ اس کے بعد تاریخی حالات و کیفیات نے ہماری بولی کو جس کا ماخذ جرمانی تھا زبردستی نارمنز کی (رومانی زبان سے گھلا ملا دیا۔ اس کے باعث فوراً ہی بہت سی اصطلاحات جن کا ماخذ کلاسل تھا عام طور سے داخل استعمال ہو گئیں۔ اس باعث نے ان اصطلاحات کے بے انتہا اضافے کے لئے ایسی مشابہات پیدا کر کے جن سے وہ وابستہ کی جاسکتی تھیں اور رواج عام کی ایسی تائید کے بل پر چسنے ان کی شکل سے اجنبیت دور کی ، فنی صورت پیدا کر دی ؛ باوجود اس کے اس میں شک نہیں کہ روزمرہ کے لفظ یعنی وہ

لفظ جنہیں ہر انگریزی بولنے والا بچہ سب سے پہلے سیکھتا اور جن کا وہ کثرت سے استعمال کرتا رہتا ہے زیادہ تر اینگلو سیکسن سے نکلے اور جرمانی ہین - لاطینی اور یونانی مشتقات کی بھرمار تربیت تعلیم اور مخصوص سائنٹفک تدریس کے ساتھ ساتھ ہوتی رہتی ہے اور موجودہ زمانے میں ایسے مشتقات کی کثرت رواج کا یہی سبب ہے — جو علم ان کے ذریعہ سے سکھایا اور پڑھایا جانا ہے اسکو تبصر و علمیت سے تعلق ہے اور اسکی تفصیلات سے انگریزی بولنے والی جماعت کو کسی قسم کی دل چسپی نہیں اور نہ ان تک انکی رسائی ہی ہے، بلکہ ان کا تعلق ایک خاص جماعت سے ہے جو سمجھتی ہے کہ ہم وطنوں سے میرا اتنا تعلق نہیں ہے جتنا کہ میری سی اور قوموں کی جماعتوں سے کیونکہ میں اور وہ ایک ہی ”شجر معرفت کی شاخیں“ ہیں۔ مثلاً یورپ اور امریکہ کے کیمیادانوں میں ایک قسم کا رشتہ و اتحاد ہے جس کے باعث وہ چیزوں کے نام ان اصول کے مطابق رکھتے ہیں جو متفق علیہ ہیں، اور اپنے اپنے ملک کے خزانہ اسالیب بیان کی مدد اور رواج کے مطابق ان زبانوں سے وضع کرتے ہیں جو دونوں کو آتی ہیں۔ اس میں شک ہے کہ دنیا میں آج تک جتنی زبانیں بنی ہیں ان میں سے کوئی سی بھی اپنے داخلی وسائل کی مدد سے اس کا پہلے سے انتظام کرسکتی تھی کہ وہ ان بے شمار نئی معلومات کو ظاہر کر سکے جنہیں کچھ عرصے سے سائنس جدید ہمارے خزانہ علم میں داخل کر رہی ہے۔ مثلاً ذرا اس طبیعیات دان کی پریشانی کا خیال کرو جس نے نئی تحقیقات کے لئے سفر کیا تھا اور واپسی پر ہزاروں نئی قسم کے پودے اور جانور لایا ہے مگر اسے متحیر کیا جا رہا ہے کہ ان کے نام اپنی مادری زبان سے وضع کر کے رکھے — ذرا اسے بھی سوچو کہ اسکی کس قدر محنت رانگان جائے گی۔ اس کے اہل ملک میں سے $\frac{1}{10}$ جو اس کی زبان بولتے ہیں شاید ان سے ناواقف ہی رہیں گے اور اگر اتفاقاً ان چیزوں میں سے کسی سے عوام روشناس ہو گئے تو وہ آسانی سے اسکے لئے نام تراش لیں گے۔ پس موجودہ زبانوں میں سے کوئی زبان بھی خواہ اسے بلحاظ

صلاحیت داخلی نمو انگریزی پر کیسی ہی فوٹیت کیوں نہ ہو اس قسم کے اسالیب بیان کے شعبے کو لاطینی اور یونانی سے عاریتاً لفظ لینے کے سوا اور کسی طریقے سے آراستہ و پیراستہ نہیں کرتی ، اور خوش ہوتی ہے کہ اس کے قبضے میں اشتقاق الفاظ کے لئے ایسے خزانے ہیں جو منہا منہا بہرے ہوئے ہیں ، جن تک رسائی آسان ہے اور جن سے جس طرح چاہیں کام لے سکتے ہیں ۔ تمام دنیا میں انواع حیوانات و نباتات ، ان کے حصوں اور مخصوص فرقوں ، مرکبات و عناصر معدنیات ، ان کے اعمال و تعلقات وغیرہ کے نام لاطینی یا لاطینی ماخذ زبانوں سے لئے گئے ہیں۔ مانا کہ جرمنی والوں کا زیادہ تر رجحان یہ ہے کہ اپنی ہی زبان کے مشتقات برتیں اور ہیڈروجن آکسیجن اور ایسڈ کے بجائے (wasserstoff) (water-substance) sauer (sourness) sauerstoff (sour substance) وغیرہ بولیں۔ لیکن اس میں بہت کچھ شک و شبہ ہے کہ واقعی اس سے کوئی فائدہ ہے — ہم دکھا چکے ہیں کہ وہ اختلاف جو خیال اور علامت، خیال کو ایک ہی رشتہ میں منسلک کرتا ہے برائے نام ہی اشتقاقی اشارت معنی کا محتاج ہے اور کسی زبان کے پرانے مصالح کو ایک قلیل مدت میں طرح طرح کے نئے مخصوص معنی سے زبردستی مزین کرنا جیسا کہ باعث ابہام و ابہام ہو سکتا ہے ویسا ہی فہم مطالب میں سہولت اور بیان میں شگفتگی بھی پیدا کر سکتا ہے — ہر جماعت اپنی مادری زبان کے وسائل گفتگو سے علم ، تجربہ اور فزائیکی کی محض معمولی ترقی کی ضروریات اُن تصورات میں کات چھانت کر کے جو خود مع اپنے نام کے پہلے سے موجود ہیں یا کسی قدر نئی معلومات کے ادراک کی مدد سے ، باسانی پوری کر سکتی ہے لیکن یہ مقام مسرت ہے کہ ہماری زبان حسن اتفاقی سے اُس مصیبت سے بچ گئی جو ہماری تربیت کی حالت موجودہ کے باعث اُس پر نازل ہونے کو تھی — یہ مصیبت ایسی سخت مصیبت تھی جو آج تک کسی زبان پر نہیں پڑی *

بدیسی الفاظ کا داخلہ اور اسکی وجوہ

لیکن ہماری زبان میں اُن چیزوں کے نام بھی جنہیں ہم ہر گھڑی استعمال کرتے ہیں اور ہر شخص جانتا ہے ایسے ہیں جسے مولوپت اور

بہن گھڑت ٹپکتی ہے — ایک خوبصورت پھول ڈاہلیا (Dahlia) کہلاتا ہے۔
 ایسے تھوڑے ہی دن گذرے کہ سفارش علماء نے امیروں کی پھولوں کی
 کاریوں میں جگہ دلانی اور آج کل غریب سے غریب کے باغ میں ملتا ہے،
 اس سے سب ایسی ہی اچھی طرح واقف ہیں جیسے کہ سرج مکھی یا
 گلاب سے، اس کی وجہ تسمیہ یہ ہے کہ جس نباتات دان نے اسے عوام سے
 روشناس کیا اُس نے حسن عقیدت ظاہر کرنے کے لئے اس کا نام ایک
 سابق نباتات دان Dahl کے نام پر رکھ دیا — ایک اور سائنٹفک ایجاد
 یعنی telegraph نے اپنا بدیسی نام محض ہمارے ہی ملک میں
 نہیں بلکہ تمام رُٹے زمین پر قائم رکھا اگرچہ اب یہہ ایک ایسی شے ہو گئی
 ہے کہ جو دنیا بھر میں رائج ہے اور جیسے ڈاک خانے کے بغیر کام نہیں
 چل سکتا اس کے بغیر یہی گذر نہیں — ایک مادہ جس کے انکشاف
 و استعمال کے بارے میں چند سال ہوئے ہمارے ملک کے بہت بڑے حصے
 میں کھلبلی مچ گئی تھی اپنا صحیح صحیح انگریزی نام rockoil یا
 mineral oil نہ قائم رکھ سکا اور اس نے علماء سے اس کا لاطینی مترادف
 petroleum قبول کر لیا — لاکھوں آدمی اسے بولتے ہیں مگر انہیں اس
 کا قطعی علم نہیں کہ یہہ لفظ کس زبان سے لیا گیا ہے اور اس کے کیا
 معنی ہیں — انگریزی میں نام وضع کرنے کے باب میں کئی صدیوں سے علماء
 کا اثر بہت بڑا رہا ہے اور اب تو یہہ حد سے بڑا گیا — اس کے ساتھ ساتھ
 کسی قدر بیجا حد تک پلاٹک الفاظ اور مرکبات ناقص کے داخلے میں بھی
 اس غرض سے ترقی ہوئی کہ وہ اصلی انگریزی اسالیب بیان میں اضافہ
 کریں — ایک قسم کا عالمائہ طرز ہے جس کی بنیاد انگریزی لغات کے بجائے
 لاطینی لغات پر رکھی گئی ہے اور اس میں اس طریقے سے گفتگو کی جاتی ہے
 کہ سو ان لوگوں کے جنہیں لائسنس تعلیم دی گئی ہو اور لوگ اُس کا
 آدھا حصہ بھی نہیں سمجھتے مگر یہہ اُس رجحان کا ایک احمقانہ غلو
 ہے جو انگریزی کا جزو لاینک بن گیا ہے — اگر اسی طرح کسی اور زبان
 مثلاً جرمن وغیرہ سے استفادہ کیا جائے تو اس کو ایک اور طرح کے عیب
 سے منسوب کیا جائے گا یعنی اس کو قطعی محال اور بیہودہ تصنع سے تعبیر

کیا جائیگا کیونکہ ہماری مادری زبان میں پہلے سے کوئی ایسی بات رائج نہیں جس سے اس کی تائید ہوتی ہو * *

پس ہم دیکھتے ہیں کہ نمونے لسان انگریزی کی بہت ہی صریح اور حیرت انگیز خصوصیت یعنی بدیسی اصطلاحات کا کثرت سے زبان میں داخل کرنا ایک ایسی خصوصیت ہے کہ جس کے اور دیگر لسانی نمونے مدارج میں فرق ہے اور یہہ بھی کہ ان مختلف مدارج کا باعث صورت معاملہ ہے یعنی معلومات کے بہت بڑے حصہ کی عالمانہ نوعیت کا طالب اظہار ہونا۔ بدیسی اعمال الفاظ سازی کی سستی اور ہمارے روزمرہ میں تلاسک اصل کے بہت سے الفاظ کی موجودگی، یہہ تمام کیفیات اس عادت کی تخلیق و تربیت کا باعث ہوئی ہیں کہ ہم اپنی روزانہ ضروریات پوری کرنے کے لئے کلاسکل اسالیب زبان کے خزانے کے سامنے بار بار دست سوال پھیلائیں جو خوب مالا مال ہے اور جس تک ہماری رسائی ہے — اس گدائی کے اسباب تاریخی ہیں — داخلی ارتقاء کی اہلیت کا نہ ہونا اور عاریت کی صلاحیت کا ہونا، جو ہماری زبان کا خاصہ ہے اور دیگر جرمانی سے نکلی ہوئی زبانوں کا نہیں ہے، دونوں کے اسباب کو حملہ نارمنز سے منسوب کر سکتے ہیں — اس واقعہ کے باعث ایک عرصے تک تو یہی اندیشہ تھا کہ کہیں اینڈلوسیکسن معدوم نہ ہو جائے یا انحطاط اسے دھندانی بولوں کے درجے پر نہ پہنچا دے۔ سیاسی کیفیات نے اینڈلونا رمن مفاد کا تعلق بر اعظم کے مفاد سے منتطج کر کے تمام آبادی میں انگریزیت کا احساس پیدا کر دیا باوجودیکہ اس آبادی کے عناصر میں بہت اختلاف تھا، اس لئے بچانے اس کے کہ سینکسن انگلش کو نارمن فرنچ شمال باہر کرتی، دونوں ملکر شیر و شکر ہو گئیں، لیکن جب نئی زبان اس رنگ میں رونما ہوئی تو معلوم ہوا کہ اس کی قراعدی قوت بہت کچھ زائل ہو گئی اور اس کی شکلوں اور ترکیب کے طریقوں میں بہت فرق پڑ گیا، روایت نے ہم تک بچو زبان پہنچائی وہ خالص اور آمیزش سے پاک نہ تھی — سیاسی

زبان پر اُس کے بولنے والوں کے تعلیم یافتہ طبقے نے جو حافظ الکمال اثر ڈالا وہ کچھ عرصے کے لئے جاتا رہا ، عوام کی غلطیوں اور خرابیوں نے خوب اپنا رنگ جمایا ، ان میں سے بہت سے لوگوں نے ایک قسم کا طریق گفتگو سیکھ لیا جسے ان کے آباؤ اجداد حیرت کی نظر سے دیکھتے اور وحشیانہ سمجھتے تھے ، رہے سہے جو تھے انہوں نے اپنے روزمرہ میں بہت سے نئے لفظ داخل کر لئے اور ان پر اپنے قدیم طریقہائے تصریف کا اطلاق کر دیا۔ نارمن فرنیچ اور سیکسن انگلش کے شیر و شکر ہونے کا نتیجہ یہہ ہوا۔ جب کبھی دو قوموں کا جن کی زبانیں الگ الگ ہیں باہم مسدیانہ میل جول ہوگا اور باہمی اتحاد اور رعایت ضروریات سے ایک نئی مخلوط زبان بنے گی ، جسے سب سیکھیں اور بولیں گے ، تو ہمیشہ ایسا ہی ہوتا رہے گا *

ہمیں ذرا ہوشیار رہنا چاہئے تاکہ ہم اُس مانع کی ماہیت کو غلط نہ سمجھ جائیں جو ہمیں پرانے مصالحوں سے نئے لفظ بنا کر اپنی لغات میں اضافہ نہیں کرنے دیتا — یہہ مانع تمام تر موضوعی ہے ، اُس کو ہماری عادت اور پسند و نا پسند سے تعلق ہے ، مثلاً اگر صرف یہی مد نظر ہو کہ جو لفظ ہم بنائیں ان کا مفہوم سمجھ میں آجائے تو جرمن زبان میں جو مرکبات بنے ہیں اُن میں سے شاید ہی کوئی ایسا ہوگا کہ جس کا کسی نہ کسی انگریزی لفظ سے لفظی ترجمہ کیا جائے اور وہ سمجھ میں نہ آئے اور اُس لئے جرمن کی تقاید مناسب نہیں — مگر بات صرف اتنی ہی نہیں ہے ، ہمیں جماعت کے اُن خیالات کی بھی رعایت کرنی پڑتی ہے جو پہلے سے اُس کے دل و دماغ میں بسے ہوئے ہیں۔ وہ نہ تو اُس کی عادی ہے اور نہ اسے پسند کرتی ہے کہ ایسے مرکب لفظ بنائے جائیں کہ جن میں صرف اسی کو مدنظر رکھا جائے کہ وہ سمجھ میں آئے ہیں یا نہیں — زبان سازی اور تغیر زبان کے تمام عمل کا ، زبان کے خواہ کسی شعبے سے اُس کا تعلق کیوں نہ ہو ، ان اعمال مجردہ پر دارومدار ہے جو لوگوں سے صادر ہوتے ہیں — باوجود

اُس کے ہر فعل کی قدر و قیمت کا اندازہ محض معاملہ پیش نظر کے لحاظ ہی سے نہیں لگایا جاتا بلکہ اس کا بھی خیال رکھنا پڑتا ہے کہ جماعت کے ، اس حقیقت سے کہ وہ کسی شخص پر کیا اثر رکھتی ہے اور اُس حد تک وہ شخص اُس کا نمائندہ ہے ، عام رواج و استعمال کیا ہیں — پس اس عمل کی ابتداء ، قبولیت اور تصدیق درحقیقت جماعت کا ایک فعل ہے اور یہہ فعل ایسا ہی حقیقی طور سے ”اجماعی“ ہے جیسا کہ وہ فعل ہوسکتا ہے جس کے مباحثے اور فیصلے کے لئے لوگوں نے جلسہ کیا ہو *

رفتار انحطاط لسان پر کن کن اسباب کا اثر پڑتا ہے

اب تک ہم نے خاصکر نمونے لسان پر حالات و کیفیات کا جو اثر پڑتا ہے، یعنی زبان کا نئے خیالات و آراء کے نام گھر گھر کر خود کو مالا مال کرنا ، اس پر غور کیا ہے — ہم کواپنی اس کی مختصر جانچ پر تال کرنی ہے کہ حالات و کیفیات کا انحطاط لسان ، تغیر صوت اور تخریب قواعد پر کہاں تک اثر پڑتا ہے — جیسا کہ اس سے پہلے بقایا جا چکا ہے انحطاط وغیرہ ناقص روایت لسان کا نتیجہ ہیں — تحصیل الفاظ میں بے پردائی برتنے یا اُن کے دھرانے میں غلطی کرنے سے لوگ نسل بعد نسل اُس زبان کو مسخ کرتے رہتے ہیں جو وہ آئندہ پشتوں کے حوالہ کرتے ہیں — پس اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ ہر بات جو صحت روایت کی ممد ہے زبان کی صوتی اور قواعدی ساخت کو بدلنے سے بچالیتی ہے — جب زبان سے بہت ہی فائدہ الشعور طریقے سے کام لیا جاتا ہے، محض حاضر الوقت سہولتوں اور ضرورتوں کا خیال رہتا ہے اور قدیم استعمال و رواج کا بہت کم لحاظ کیا جاتا ہے تو اُس کے تغیر کی بھی حد نہیں رہتی — اگر غور و فکر کو اس میں ذرا بھی دخل دیا جائے گا تو اس کا نتیجہ یہہ ہوگا کہ زبان بھال خود قائم رہے گی — جو قوم اپنی زبان پر غور اور اس پر بحث کیا کرتی ہے ، اس کے قواعد و استعمال کے مطالعہ اور استقراء و استخراج میں مصروف رہتی ہے وہ اُس کو بہت ہی آہستہ

آہستہ بدلتی ہے - بعض قوموں کی یہ خصوصیت ہے کہ وہ اس کی طرف مائل ہیں - یہہ میلان اُن اوصاف و کیفیات کا نتیجہ ہے جن کا پتا لگانا اور بیان کرنا قریب قریب یا بالکل ناممکن ہے لیکن اکثر یہہ بہت ہی صریح اسباب کے باعث عرصہ وجود میں آتا ہے یا وہ اس کو تقویت دیتے اور اس کی اشاعت کرتے ہیں ، مثلاً قدما کے طریقوں اور الفاظ کے نقل کرنے کو پسند کرنا ، ایسے ادب کا مالک ہونا جو بذریعہ روایت اُن تک پہنچتا ہے - لیکن تہذیبی ادب ، تصنیف کی عادت اور طریقہ تعلیم کے رواج کو اس میں بہت دخل ہے - اُن قوموں میں سے جو تغیر لسان کی بہت ہی روک تھام کرتی ہیں تعلیم و تربیت کا درجہ سب سے بڑھا ہوا ہے - وہ شخص سب سے کم باعث تغیر ہوگا جسے یہہ سکھایا گیا ہے کہ بوقت گفتگو صحت الفاظ کا خیال رکھے اور جس کی عادت ہے کہ جب کچھ کہتا ہے تو وہی لکھتا ہے جو ہر موقع پر اور بے تکلف اس کی زبان سے نکلتا ہے - الفاظ کی حقیقی شکل اور مستقل حیثیت اسے ہر وقت اس قدر صاف صاف نظر آتی رہتی ہے کہ نہ تو وہ انہیں باہم خلط ملط کر سکتا ہے اور نہ ان کی صورت بدلتی سکتا ہے - پس ادبی تربیت کا یہہ اثر ہرنا ہے کہ زبان کسی پشت کو جس حالت میں ملتی ہے اُسی حالت میں قائم رہتی ہے اور جو عمل اُس وقت سبب ارتقاء ہوتے ہیں اُن کے جاری رہنے کا اہتمام کر دیا جاتا ہے مگر اور اعمال کا داخلہ یا تو روک دیا یا قطعی بند کر دیا جاتا ہے ؛ اُس کی عادات و طریقے غیر مبدل قانون بنادیئے جاتے ہیں ؛ اور اُس کی صوتی صفت میں تغیر کے سوا اور کسی امر کو دخلیں نہیں ہونے دیا جانا مگر اس کو بھی بہت ہی آہستہ آہستہ اور احتیاط کے ساتھ دخل کا موقع ملتا ہے *

ابھی تک دنیا کی تاریخ میں اس قسم کا حافظہ کمال اثر عام طور سے ایک فرقے ہی میں اپنا کام کرنا رہا ہے - علماء یا پنجابیوں کا گردہ قومی ادبیات کا والی و وارث اور اس زبان کی حفاظت کا جس میں یہہ لکھا گیا ہے یہہ دار بن بیٹھا مگر عوام اس سے نا آشنا

اور بیٹانہ ہوتے چلے گئے - قائد عوام سے محروم ہوتے ہی تعلیم و تعلم کی زبان اپنی قوت حیات زائل کرنے لگتی ہے کیوں کہ کوئی سی زبان کیوں نہ ہو اگر وہ تمام جماعت کی ہر طرح کی ضروریات پوری کرنے سے قاصر ہے اور جو تبدیلیاں اس جماعت میں واقع ہو رہی ہیں ان کے درس بدوش نہیں چل سکتی تو وہ زندہ نہیں رہ سکتی - جب یہہ عام طور سے استعمال نہیں کی جاتی اور ایک خاص فرقے کی ملک بن جاتی ہے تو اس کی طبعی اور ضروری نمو کا دائرہ محدود ہو جاتا ہے - پس ایک ہی قوم میں دو زبانیں پیدا ہو جاتی ہیں ایک تو وہ ہرتی ہے جو 'ماضی' سے رڑے میں ملتی ہے ، یہہ روز بروز دشوار ہوتی جاتی ہے اس میں تصنع کا سا رنگ پیدا ہوتا جاتا ہے اور اس کے استعمال کے خاص خاص مرقع رہ جاتے ہیں اور دوسری کو 'حال' پیدا کرتا ہے جو پہلی سے روز بروز اعمال لسانی تیز کے باعث الگ ہوتی جاتی ہے ، اس میں غلطیاں اور خرابیاں بھری پڑتی ہوتی ہیں لیکن اس کی حیات تندرستی اور قوت سے معمور ہوتی ہے جس کے باعث آخر یہہ اس قابل ہو جاتی ہے کہ عالمانہ اور مقدس بولی کو جس سے یہہ نکلی ہے اکھاڑ دے اور اُس کی جگہ خود لے لے - اُن عالماہ بولیں کی جو دنیا کے مختلف حصوں میں کسی جماعت کے روزمرہ کے درجے سے گرنے کے بعد بہ حیثیت 'مردہ زبان' ، عالمانہ تحریروں کے لئے مہنرظ رکھی گئی ہیں یہی اصلیت ہے اور یہی حشر ہوا ہے - اس کی مثالیں یہہ ہیں :- قدیم مصری زبان جو اس کے بعد جب کہ عوام خط و زبان دونوں کی شکل بدل چکے تھے ، عرصے تک اس لئے زندہ رکھی اور خطصور ہی میں لکھی جاتی رہی کہ امور مذہبی میں اس کا استعمال ہو ، زند متبعین زردشت کی ماک ؛ سنسکرت جو اب بھی ہندوستان کے پاتھہ شالوں میں پڑھائی جاتی ہے ، باوجودیکہ اس سے نکلی ہوئی دھال بے شمار زبانیں رائج ہیں ؛ اور لاطینی جو صدیوں تک تعلیم یافتہ طبقے کی زبان مشترکہ بنی رہی اگرچہ اسی اثناء میں بعد

کی رومانی بولی کی اقسام بھی، جو آج یونان و روم کی تہذیب سے بڑھی ہوئی تہذیب کی آئینہ اظہار ہیں، رائج تھیں مگر محض دھقانی بولیوں کا رتبہ رکھتی تھیں — ہر بولی جو ادبی تعلیم و تربیت کا ذریعہ بنانی جائیگی اُس کا وہی حشر ہوگا جو لاطینی کا ہوا — سیاست اور لسان دونوں میں تنہا پسندی باعث زوال ہوتی ہے — بہت سے آدمیوں کی ضروریات و مفاد چند اشخاص کی ضروریات و مفاد سے زیادہ اہمیت رکھتے اور آخر کار ان پر غالب آجاتے ہیں — اصلی حفاظت زبان یہہ ہے کہ ایک تعلیم یافتہ اور اوصاف حمیدہ رکھنے والی جمہوریت قائم کی جائے اور کامل و ہمہ گیر تعلیم کے ذریعہ تمام جماعت کو اس امر میں ہم نوا بنالیا جائے کہ صحیح گفتگو کے مسلمات کا مناسب اور مفید تحفظ کیا جائیگا اور اس کے بعد پھر جو تغیر ناگزیر ہے اس سے تعرض نہ کیا جائے — نیکسالی زبان کے حامیوں کا ایک گروہ ہے جو چاہتا تو یہہ ہے کہ زبان کی سالمیت پر حرف نہ آنے پائے مگر درحقیقت یہہ اُس کی ترقی کی راہیں بند کر دیتا ہے — نئے لفظ، نئے معنی اور عام طور سے مستعمل اسالیب بیان سے حد سے زیادہ دُورنا، زندہ زبان کے لئے اُس سے کچھ ہی کم مہلک ہے جتنا کہ ان کی قطعی روک تھام نہ کرنا

قدیم و جدید ادبی زبانیں

شاید اُس بات کے بتانے کی ضرورت نہیں ہے کہ یہہ پسندیدہ شرطیں بہ نسبت قدیم زمانے کی ترقی یافتہ و ادبی زبانوں کے عصر حاضرہ کی ترقی یافتہ و ادبی زبانیں قریب قریب بالکل پوری کر رہی ہیں اور اول الذکر کا جو حشر ہوگا وہ ثانی الذکر کا نہ ہوگا — یورپ اور امریکہ کی تعلیم یافتہ سوسائٹی میں عام خالصیت زبان کی حفاظت کرنے والی قوتیں جس درجہ ارتقاء پر پہنچ چکی ہیں زمانہ ہائے قدیم میں بہت ہی موافق کیفیات و حالات کی صورت میں بھی اُس درجے پر پہنچنا تو درکنار اُس سے کوسوں دور رہی (ہیں) زبان کا سوچ سمجھکر اور غور و فکر کر کے استعمال کرنے والوں، تعلیم و ترقی یافتہ اشخاص اور اپنے

خیالات کو ضبط تحریر میں لانے والوں کا ہر جگہ ایک گروہ بن گیا ہے جس کے افراد کی تعداد کثیر اور جس کا اثر غالب ہے - تعلیم اب اعلیٰ طبقے ہی میں محدود نہیں بلکہ عوام میں بھی پھیل گئی ہے - کتابوں نے ہر شخص کے ہاتھ میں پہنچ کر تحریر و تقریر کے اصول قائم کر دیے اور سب پر ایک ہی رنگ چڑھا دیا - عام گفتگو کی وہ ہیئت جس کے بہترین دماغ اور شیریں کلام و خوش نوا اصحاب حامی و مددگار ہیں اوروں پر غالب آ رہی ہے - ان کے محاورات و قواعد کو جڑ سے اکھاڑے پھینکتی اور وعدہ کرتی ہے کہ میں اصلی زبان عام بنونگی اور ہمیشہ خدمت کرتی رہوں گی *

ہم جن اثرات کا ابھی ذکر کر رہے تھے امریکہ میں ان کی ہیئت میں ایک خصوصیت ہے ، ایک طرف تو کسی اور ملک میں تعلیم یافتہ گروہ کے افراد کی تعداد نہ تو اس قدر بڑی اور نہ اس کا مجموعی اثر اس قدر بڑھا ہوا ہے ؛ دوسری طرف بہترین تعلیم یافتہ اور بلند ترین طبقے کی قوت جیسی یہاں کم ہے پرانی دنیا کے کسی جمہوری شہر میں اتنی کم نہیں - مختلف گروہوں کے نرم لہجہ اخبارات اُس مروجہ ادبی اثر کے حد سے بڑھے ہوئے نمونے ہیں کہ جو ہماری آئندہ نسل کے طریق گفتگو کو سانچے میں ڈھال رہا ہے - ہم کو بحیثیت امریکی جس بدعت سے بچنا اور جس کو روکنا چاہئے وہ نامقبول الفاظ ، غیر فصیح محاورات حتیٰ کہ دھنانی زبان کی جانب رجحان ہے - حصول جمہوریت کامل کے واسطے ، جو زبان کی روح رواں اور جان ہے ، اور اپنی انگریزی کو تمام قوم کے احساسات و خیالات سے معمور رکھنے کے لئے ہم کو نہ تو اعلیٰ طبقے کے لہجے و اسلوب کا معیار گھٹا دینا چاہئے اور نہ تمام طبقات کے لہجے و اسلوب سے ایک اوسط درجہ قائم کرنا چاہئے بلکہ ان کو پست سطح سے اٹھار بلند سطح پر پہنچانا لازم ہے *

اور اسباب جن سے رفتار نمونے لسان متاثر ہوتی ہے

ہمارا ان اسباب کا تبصرہ جامع اور مانع نہیں ہے جن سے اندازہ کیا جاتا ہے کہ ہر عمل نمونے لسان نے کیا اور کس قدر اثر کیا - اس

مضمون پر مکمل بحث کے واسطے ایک جداگانہ دفتر کی ضرورت ہے ۔

اس کے بعض حصے نہایت دشوار اور دقیق ہیں ۔ ہم محض خارجی اور تاریخی حالات کی طرف متوجہ رہے ہیں ، جن کا پتہ لگانا آسان ہے ۔ ہم نے کہیں کہیں ان زیادہ گہرے اور زبردست اثرات کی جانب اشارہ کر دیا ہے جن کا گہرا نقش مختلف زبانوں کے اوصاف ذاتی اور ان قوموں کی خصائل پر مندرش ہے جو انہیں بولتی ہیں ۔ ذاتی قابلیتوں اور مزاجوں ، انسانی اور موروثی عادات ، اور متحرک افعال حالات کا پیچیدہ اور تیرھا مندرجہ جس سے کہ ہر جماعت کی عام گفتگو ایک خاص ہیئت اختیار اور مسائل ارتقاء طے کرتی ہے دنیا کی ہر جماعت میں ایک ایسے ہی رنگ ، پس جلوہ گر ہے اور اس کے سمجھنے کے لئے خاص اور وسیع مطالعہ کی ضرورت ہے ۔ قومیات داں مندرجہ ہوتے ہیں کہ خصائل قومی کے فرقوں کو واقعات حقیقی مان کر ان کو واضح طور سے بیان کرنے پر قناعت کریں اور ان فرقوں کی وجوہ بقائے مدعی نہوں ۔ اسی طرح انسانیات داں کو بھی جب فروق لسانی سے سابقہ پڑتا ہے تو وہ بھی مندرجہ ہوتا ہے کہ ان کو واضح طور پر بیان کرنے پر اکتفا کرے اور ان کی وجوہ بیان کرنے کی جرأت نہ کرے ۔ یہی نہیں کہ وہ صرف ان خصوصیات و خصائل کے موجود ہونے کی وجہ نہیں بقاسکتا جو خصوصیات گفتگو کی تعیین و تحدید کرتی ہیں بلکہ ان کی تشریح و تفصیل بھی اس کی تحقیقات کی دسترس سے باہر ہے ۔ ان خصوصیات کو خود ان کا اثر ہی ظاہر کرتا ہے کسی اور ذریعہ سے ان کی تشریح و توضیح ناممکن ہے ۔ لسان یا نمونے لسان کے فرقوں کو محض طبیعی اسباب کی طرف منسوب کرنا یعنی ان کو خصوصیات ساخت اعضاء کے تابع سمجھنا خواہ ان خصوصیات کا تعلق منہ سے ہو ، حنجرے سے ہو یا اور کسی چیز سے ، قطعی بے معنی اور فضول ہے ۔ زبان کسی طبیعی یا مادی افعال و اعمال کا نتیجہ نہیں ہے بلکہ یہہ انسان کا بنایا ہوا ایک نظام ہے جس کے قیام ، دوام اور تغیر کا ضامن فعل انسان ہے چو ہر قسم کی قیود سے آزاد ہے ۔ تعلیم اور عادت کے سوا کوئی چیز

نہیں جو کسی شخص کو منحصر اسی مہارے کا پابند کر دے جسے وہ بچپن سے جوانی تک استعمال کرتا رہا ہے۔ ایک ہی جماعت کے اندر ایسے شخص مل سکتے ہیں جن کے فطری ودایع میں اتنا ہی فرق ہے جتنا کہ دور و دراز کی رہنے والی اور مختلف قوموں کے فطری ودایع میں نمایاں طور سے نظر آتا ہے۔ اس میں کلام نہیں کہ طبیعی اسباب زبان پر اپنا اثر ڈالتے ہیں مگر فقط دو طرح سے، یعنی ایک تو وہ ان حالات و کیفیات کو بدل دیتے ہیں جن کے اظہار کے لئے جیسی ضرورت ہوتی ہے لوگوں کو اپنی زبان کو بھی ویسا ہی بنانا پڑتا ہے اور دوسرے وہ لوگوں کی فطرت و مزاج میں بھی فرق کا باعث ہوتے ہیں۔ اس سے پہلے کہ کوئی طبیعی سبب ان علامات پر اپنا اثر ڈال سکے چن سے ہم اپنے دماغی افعال ظاہر کرتے ہیں ضروری ہے کہ وہ باعث تحریک افعال یا میلان طبع کی صورت اختیار کرے۔ اس کو دنیا بھر مانتی ہے کہ طبیعی حالات و کیفیات قومی خصوصیات پر اپنا دائمی اثر ڈالتی ہیں، داخلی اور خارجی دونوں طرح کا، پس اور باتوں کے ساتھ ساتھ ان خصوصیات پر بھی اثر پڑتا ہے جن کے ارتقاءے لسان تابع ہے۔ لیکن اس بارہ میں بہت ہی اختلاف آراء ہے اور مردار بھدیں ہوتی رہتی ہیں کہ یہ اثر کتنا، کس رفتار سے، اور کس کس طریق ذریعہ سے پڑتا ہے۔ ایک کڑواہ عجلت پسند مادہ پرستوں کا یہ جس کا فیصلہ ہے کہ انسان فطرت کا غلام اور کھلونا ہے جن خارجی اسباب میں اسکی پرورش ہوتی ہے وہ اُسے جس طرف چاہتے ہیں لیجائے ہیں۔ اس کڑواہ کا دعویٰ ہے کہ اثر یہ اسباب معلوم ہوں تو انسان کی تاریخ بقائی اور اس تاریخ کی نسبت پیشین گوئی کی جاسکتی ہے حالانکہ ابھی تک بہت اُن طریقوں کے مبادی کا بھی پتا نہ لگا سکا جن کے مطابق ماحول سرشت انسان کو بنا دیتا ہے، لسانیات کا مطالعہ کرنے والوں میں بھی اس کڑواہ کا جواب موجود ہے۔ لیکن آئندہ تحقیقات سے خواہ کسی قسم کے انکشاف کی توقع دیوں کہ ہو اس وقت تو یہ بہ محقق ہے کہ اب تک اس نے کوئی کام ایسا نہیں کیا جس سے معلوم

ہوتا کہ نمونے لسان کی نوعیت و رفتار پر کیوں کر اثر پڑتا ہے - کوئی انسانی بولی ایسی نہیں کہ جو بلحاظ ساخت حقیقی طور پر جیسی کی جیسی نہ بنی رہی ہو ، خواہ وہ ایسے ملکوں ہی میں کیوں نہ پہنچ گئی ہو جنہیں اُس ملک سے کوئی واسطہ ہی نہیں جہاں وہ بنی تھی اور خواہ جن لوگوں نے اسے اپنا آلہ اظہار خیال بنایا اُن کی تربیت و معاشرت لحاظ بہ لحاظ ہی کہوں نہ بدل رہی ہو - ایک ملک سے دوسرے میں جا بسنے کو اکثر تغیر لسان کا خاص اور زبردست سبب مانا گیا ہے مگر وہ اکثر زبان پر حافظہ الحال اثر بھی ڈالتا ہے ، اس نظریے کے خلاف یہہ بھی ممکن ہے کہ زبان کا شیرازہ بہت جلد بکھر جائے یا اُس میں تغیر صوت واقع ہو یا اُس کی لغات کے اصلی اجزاء میں اختلاف رونما ہو باوجودیکہ اُس نے گھر سے باہر قدم نہ نکالا ، یا جن کیفیات حیات انسانی کو ظاہر کرتی تھی ان میں فرق نہ آیا - جبکہ لسانیات کا مطالعہ کرنے والے ایسے واقعات نفس الامری کی وجہ بخوبی بتا سکتے ہیں کہ کیوں آئیس لینڈی کی ہیئت اپنے خاندان کی تمام زبانوں سے قدیم ترین ہے ، کیوں لٹوانی میں زمانہ موجودہ کی معلومہ زبانوں کی نسبت انڈو یورپین کے قدیم طریقہائے تصریف اب تک باقی ہیں ، کیوں یہہ شناخت کرنا دشوار ہے کہ آرمینی بھی ایک ایرانی ہی زبان ہے اور کیوں دنیا بھر کی بولیوں میں امریکی بولیاں سب سے زیادہ بدلی ہوئی ہیں تو شاید اُن کا یہہ دعویٰ بیجا نہ ہوگا کہ تندر نمونے لسان نے اسباب کو ہم ہی سمجھتے ہیں *

نمونے لسان پر اثر کرنے والے اسباب

نقل مکان یعنی ایک ملک سے دوسرے ملک میں جانے کے باعث زبان میں فرق کا پڑنا ایسا ہی ایک صریح حقیقت نفس الامری ہے جیسا کہ تبدیل زمانہ ، یعنی اُس کا ایک دور سے دوسرے دور میں پہنچنے کے باعث فرق پڑتا - دنیا بے شمار بولیوں سے بھری پڑی ہے - ان میں آئیس میں کم بیش ضرور اختلاف ہے اور تاریخی شہادت کی بناء پر بعض

کی نسبت ہمیں یہہ بھی معلوم ہے کہ اُن کا ماخذ ایک ہے — اس کی آسان اور سادہ توجیہ اُن اُصول سے ہوتی ہے جو اس سے پہلے بیان کئے جاچکے ہیں پس اب اسی قدر ضرورت ہے کہ مختصراً اُن اُصول کے محل اطلاق بقائے جائیں اور اُن کی مزید توضیح کر دی جائے *

نمونے لسان کی بحث کرتے ہوئے ہم کہتے رہے ہیں کہ جیسے حیوانات کے جسم میں ایک نسیج کو دوسرا نسیج ہتاکر خود اس کی جگہ لیٹا یا روئی میں خود بخود خمیر اُٹھتا رہتا ہے ، اسی طرح زبان میں بھی بہت سے عمل جاری رہتے ہیں جو اس کے لئے باعث حیات ہیں ، لیکن ساتھ ہی ساتھ ہم نے اس کا بھی خیال رکھا ہے کہ لفظ عمل کا استعمال متجاوز و استعارہ کے طور پر ہو — ہر وہ بات کہ جسے نمونے نطق انسانی سے تعبیر کرتے ہیں انسانوں کی کوشش ارادی کا نتیجہ ہوا کرتی ہے ، زبان کے ذرات یا سالمات جن سے کہ یہہ خمیر ہونے والی شے یا نمو کرنے والے نسیج بنتے ہیں بے حس و حرکت مادہ نہیں ہیں جن پر قوانین الف و اجتماع اپنا عمل کرتے رہتے ہیں بلکہ وہ خود باہوش و حواس مخلوق ہیں جو ایک غایت کے حصول کے لئے کلم کرتے رہتے ہیں ، پس بہت سے افراد کے جداگانہ افعال کے مجموعی اثر کا نام نمونے لسان ہے — یہہ اُس جماعت کی ، جن میں یہہ افراد بھی شامل ہیں ، پسند و ناپسند کے اشارے پر چلتی اور اُن کی مہر تصدیق کی محتاج ہوتی ہے — بولیوں کے الگ الگ ہونے اور مل جانے کے تمام مظاہر کا دار و مدار اس پر ہے کہ زبان پر فرد واحد اور جماعت کے مختلف فعل اور نیز اُس فعل کا کیا اثر پڑا جو فرد واحد نے جماعت اور جماعت نے فرد واحد کی خاطر کیا

کئیوں کہ سب سے پہلے تو یہہ بات ہے کہ ذی عقل ہستیوں کی جن کے قبضے میں زبان ہے حالت و خصامت میں بے انتہا اختلاف ہیں پس ضروری ہے کہ اُن کے فعل اور اُس کے نتائج میں بھی بے انتہا اختلاف ہوں — ہر خود مختار دماغ جو اپنی خواہشات و میلانات کے مطابق بے روک ٹوک کام کر رہا ہے ارتقائے زبان پر اپنا جداگانہ ہی

اثرِ دالے کا - ہم اپنے مباحثے کی ابتداء ہی (صفحہ ۲۷) میں دکھا چکے ہیں کہ ہرگز ایسے دوشخص نہیں مل سکتے جن کی زبان میں ذرا بھی فرق نہ ہو - جب یہ بات ہے تو پھر کیوں کر ممکن ہے کہ جو زبان وہ بھلا رہے ہیں وہ بالکل ایک سی ہوگئی - ہر شخص کی لغات الگ ہیں ؛ اُس کے مرغوب و مطبوع لفظ اور مرکبات ناقص الگ ہیں ؛ معمولی معیار تلفظ ، ترکیب اور قواعد سے گریز و اعراض مخصوص ہیں ؛ ایک ہی ضرورت دوسرے کی ضرورت سے کچھ نہ کچھ فرق ضرور رکھتی ہے ؛ احساسات و تجربات سے دماغ پر جو اثر پڑتا ہے اور جس طریقے سے کہ وہ صدور فعل کا باعث ہوتے ہیں وہ من و عن نہیں ملتا ، اور مروجہ مشاہدات سے متاثر ہونے کا طریقہ جدا ہے - اس میں کلام نہیں کہ یہ رجحان اختلاف ایک تنگ دائرہ میں محدود ہے اور اگر ہر انگریزی بولنے والے کو آزادی دیدی جائے کہ جو لفظ چاہے بولے اور تراشے تو وہ بے سوچے سمجھے چانتا یا کمچانتا زبان کی تقلید شروع کر دیتا ، تاہم یہ نہ سمجھو کہ اُس کے تقابلی رنگ ہی نہ لائیں گے یا اس قابل نہیں کہ اُن کی پرواہ نہ کی جائے - اس کا حال بلحاظ خصوصیات ساخت و مزاج حیوانات یا نباتات کے افراد کے اختلاف کا سا ہے ، جو خواہ کیسا ہی آہستہ آہستہ ترقی کیوں نہ کر رہا ہو لیکن اگر اُس کے اثر کی روک تھام نہ کی گئی تو آخر کار ایک دن 'نوع' کو منقسم کرے صاف صاف ، اصول ، بنادینا - پس اثر ہم یہ نہیں تو بے جا نہ ہوگا کہ نمونے لسان بے انتہا ایسی قوتوں سے بنی ہے جو ایک ہی مرکز سے نکل کر مختلف سمتوں میں پھیل جاتی ہیں یا ایک ہی مرکز کے گرد گھومنے گھومتے جس جانب چاہتی ہیں رخ کرتی ہیں *

لیکن دوسری بات یہ بھی ہے کہ وہ موثر قوت بھی معدوم نہیں ہے جو اور سب قوتوں کو ایک ہی مرکز سے وابستہ رکھتی ہے اور اُن کی روک تھام اور ان کا تجزیہ و تحلیل کر کے اُن میں سے ہر ایک کے فقط اُس حصے کو قابل قدر ٹھہراتی ہے جس نے کسی معاملے میں کوئی اثر ڈالا ہے اور باقی حصوں کو رد کر دیتی ہے - اس ایک ہی مرکز سے

وابستہ کرنے والی قوت کو ضرورت افہام و تفہیم خیالات کہتے ہیں انسان اپنے آپ سے تو بانیں کیا ہی نہیں کرتا اور نہ وہ اپنا دل بھلانے اور آکھنی کے لئے باتیں کرتا ہے بلکہ اپنے ہم جنسوں سے میل جول اور مبادلہ خیالات کے لئے بولتا اور بات کرتا ہے پس اس کو زبان نہیں کہتے جس کو ایک ہی شخص سمجھ اور بول سکتا ہے - بے شک جیسا کہ ہم اس سے پہلے کہہ چکے ہیں ہر شخص اپنے اپنے طور و طریقے اور بساط کے موافق زبان میں ترمیم کرتا رہتا ہے لیکن کسی شخص کا فعل عام زبان پر اثر نہیں ڈالتا جب تک اور لوگ اُسے پسند اور استعمال کر کے اس پر مہر تصدیق ثبت نہ کریں - ہر علامت خیال (مراد لفظ - مترجم) جو میرے منہ سے نکلتی ہے میں خود بالارادہ کوشش کر کے اپنے اعضاء صوت سے ادا کرتا ہوں جن پر مجھے بے روک ٹوک ہر طرح کی قدرت حاصل ہے - میں علامت خیال کو جس طرح اور جس قدر چاہوں بدل سکتا ہوں حتیٰ کہ اگر چاہوں تو اس کی جگہ ایک بالکل نئی علامت رکھ دوں، لیکن اگر یہہ اُس مفہوم زبان کے خلاف ہوا جو لوگوں کے دھن میں ہے یا وہ میرا مطلب نہ سمجھے تو جس مقصد کے لئے میں بولتا ہوں وہ قطعی قوت ہو جائیگا - یہی وہ خیال ہے جو مانع ہوتا ہے کہ میں اپنی گفتگو میں مطلق العنانی اور آزادی سے اصلاح و ترمیم نہ کروں اور جس کے باعث زبان پر میں اپنا ذاتی اثر اُس جماعت کے ذریعہ اور معرفت ڈالنا چاہتا ہوں جس کا میں ایک فرد ہوں - اگر وہ افراد جن سے جماعت بنی ہے ایک ہی طرز گفتگو کے پابند نہ ہوں اور آپس میں ایک دوسرے کا مطلب نہ سمجھیں تو یہہ کہنا چاہئے کہ زبان اپنا اصلی اور ضروری فرض انجام دینے سے قاصر رہی، اس لئے زبان میں خواہ کسی قسم کی تبدیلیاں کیوں نہ کی جائیں یہہ ضروری ہے کہ ان میں ساری کی ساری جماعت شریک ہو؛ ہر شخص کے معارے کی خصوصیات کے بے ہنگم پن کا استعمال عام کی خرابی پر چڑھکر سدول ہونا ضروری ہے تاکہ عام زبان ایک صاف

ستھری اور شئے واحد بن جائے۔ اس سے یہہ مراد نہیں ہے کہ کسی جماعت میں جو بولی رائج ہے اُس کی ذرا ذرا سی باتیں اس جماعت کے ہر فرد میں یکساں پائی جائیں۔ ایک خاص حد کے اندر جس کا صحیح صحیح تعین اگرچہ دشوار ہے مگر جو عملی اغراض کے لئے کافی طور سے نمایاں ہے ہر شخص کو اختیار ہے کہ جس قدر جدت و جودت سے چاہے کام لے۔ اور یوں تو کسی کا جی چاہے تو وہ اپنے انوکھ پن اور ابہام کو اس حد تک پہنچا سکتا ہے کہ وہ ضبط و جنون کے درجے تک پہنچ جائیں اور کوئی اُس کا مطلب نہ سمجھے، یا دل میں آئے تو اس سے بھی آگے بڑھ جائے بشرطیکہ وہ اس سے بے نیاز ہو کہ کوئی اُس کی بات سمجھتا ہے یا نہیں، زمانہ کیا کہتا ہے اور اُس کے دماغ میں یہہ ہوا سمائی ہوئی ہو کہ تمام جماعت اور دنیا کا مصداق فقط میری ذات ہے۔ بحث زبان کے سلسلے میں جب لفظ 'جماعت' کا ذکر ہو تو اُسے ضرورت سے زیادہ محدود و معین معنی میں ہرگز نہ لینا چاہئے۔ اس کے مختلف مدارج، وسعت اور حدود در حدود ہیں۔ ایک ہی شخص کا کئی جماعتوں سے تعلق ہو سکتا ہے اور وہ ہر جماعت میں الگ الگ محاورات استعمال کر سکتا ہے، مثلاً فرض کر لیجئے کہ میں اپنے گھر میں ایک خاص قسم کی زبان بولتا ہوں جس میں کسی قدر تو بچوں کی سی گنگناو اور بہت کچھ میرے مرغوب و مطبوع خاص خاص محاورے شامل ہیں جن میں اُن لوگوں کو جو میرے گھرانے میں شامل نہیں ہیں اگر وہ میرا مطلب بھی سمجھے جائیں پھر بھی غراہت تو ضرور ہی نظر آئیگی۔ اب آپ یہہ مان لیں کہ میں ایک اہل حرفہ ہوں جس کا پیشہ تجارت یا صنعت کا کوئی خاص شعبہ ہے یا میں کسی خاص پیشے یا مطالعہ یا شعبۂ فن میں مصروف ہوں اس حیثیت سے میں ایک دوسری جماعت کا فرد ہوں اور ایک حد تک ایک عجیب و غریب زبان بولونگا جسے نہ تو میری بیوی اور بچے سمجھیں گے اور نہ بہت سے انگریزی بولنے والے۔ اسی طرح سمجھتے کہ میں مافوقیات کے کسی مسئلے کی تہ تک پہنچ گیا

یا میں نے سالمات کی طبعی ساخت کے مبادی دماغ سوزی کر کے
 تھوندہ نکالے پس اگر میں اس مضمون پر جو میری نظر میں بہت ہی
 نتیجہ خیز اور دل چسپ ہے ایک جلسے کے سامنے تقریر کروں تو بیس
 آدمیوں میں سے شاید ایک تو میری گفتگو سمجھے اور عیش عیش کرے گا
 لیکن باقی انیس اُسے مجذوب کی برقرار دینگے — لیکن ایک عام
 انگریزی بولنے والے کی حیثیت سے ، جو اس قابل ہے کہ ان لوگوں
 سے ملے جو انگریزی بولتے ہیں اور اُن سے ان معاملات کی نسبت جو سب
 کے لئے اہمیت رکھتے ہیں اس قسم کی گفتگو کرے کہ اُس کا مطلب
 اور لوگ سمجھے لیں ، میں جو گفتگو کروں گا اُس میں کم و بیش
 مقامی اور ذاتی خصوصیات اچھی طرح موجود ہوں گی اگرچہ ممکن
 ہے کہ میرے لہجے میں کوئی بات خلاف معمول ہو یا میرے معادرات
 غیر معمولی نظر آئیں جن سے اگر میں چاہتا ہوں کہ لوگ میرا مطلب
 باسانی اور بخوبی سمجھے لیں مجھے بچنا چاہئے — گفتگو کے ان تمام
 اختلافات کا دائرہ گو تنگ ہے مگر یہ درحقیقت ’بولی‘ سے تعلق رکھتے
 ہیں۔ ایسے معادرات میں جن کو ہم بجا طور سے معادرات کہہ سکتے
 ہیں اور ممتاز و ممیز بولیوں یا ایک ہی رشتے میں منسلک مگر مستقل
 زبانوں میں جو فرق ہے وہ فرق نوعیت نہیں ہے بلکہ فرق مدارج ہے —
 اگر میں اپنے دور کے رشتہ داروں یعنی روسیوں ، ایرانیوں اور ہندوؤں
 کو چھوڑ بھی دوں تو یہی میری زبان کے ایک بہت بڑے حصے
 میں اہل نیدرلینڈ ، جرمنی اور سویڈن شریک ہیں ، اور اگر
 ان سے باتیں کرتے وقت میں کسی ترکیب سے ایسے لفظ اپنی
 گفتگو سے خارج کردوں جو محض میری بولی سے تعلق رکھتے ہیں
 اور اس کے علاوہ باقی الفاظ کا تلفظ نہ تو اس لہجے میں
 کروں جو میرے وطن سے مخصوص ہے اور نہ اُن کو خاص معنی میں
 استعمال کروں تو میری اُن کی خوب نہیہ جائیگی اور جو کچھ ایک
 کلمہ کا دوسرا اس کو بخوبی سمجھے لے گا۔ میں ان کے ساتھ دن دن
 ہر حساب و کتاب کر سکتا اور ریاضیاتی اصول و قواعد بنا سکتا ہوں

یا اگر ہم دونوں کیمیادان ہیں تو مادوں کی ساخت کی نسبت خواہ وہ نامی ہوں یا غیر نامی اپنی اپنی آراء کا مقابلہ کر سکتے ہیں کیونکہ اگر ریاضیاتی اور کیمیائی زبان اور ان کے طریق ہائے ہندسہ و تسمیہ کو مد نظر رکھا جائے تو وہ سب لوگ جو یورپی تہذیب میں شریک ہیں ایک ہی جماعت کے فرد ہیں *

پس اس تمام بوقلمونی کے لئے، جس کی نسبت ہم پہلے لیکچر میں بیان کر چکے ہیں کہ ایک ہی جماعت کے مختلف افراد اور مختلف گروہوں میں پائی جاتی ہے، مع اُس مطابقت کے جس کے باعث اُن کو ایک ہی زبان کا بولنے والا مانا جاتا ہے، گنجائش موجود ہے۔ اثر جماعت کے دائرۂ عمل کے مختلف مدارج اور مختلف حدود ہیں جو اثر دائرے والی جماعت کے مزاج و وسعت پر مبنی ہیں۔ کسی بچے کی ترنگ اور اُس کے والدین کا اس ترنگ کو تسلیم کر لینا خاندان کے معاررے کو بدل سکتا ہے، کسی حرفت کے تمام کام کرنے والوں کا متفقہ فیصلہ اس لئے کافی ہے کہ کسی نئی اصطلاح کو اُس حرفے کی مصطلحات میں جگہ دی جائے، اچھی انگریزی بولنے اور لکھنے والوں کی کثرت رائے ہی وہ سند ہے جو کسی لفظ کو ہماری زبان کے اُس حصے کا تکسالی لفظ بنا سکتی ہے جسے ہم سب بولتے اور اچھا سمجھتے ہیں، اور اگر اعداد ہندسہ یا کیمیائی علامات عناصر کو بدلنا ہو تو یورپ کے تمام علماء کو مل کر یہ کام کرنا پڑے گا۔ لیکن اصول سب جگہ یکساں ہے یعنی جس طرح باہمی افہام مطالب ہی وہ شے ہے جو شیرازہ زبان کو منتشر نہیں ہونے دیتی اُسی طرح ضرورت افہام مطالب ہی اس شیرازے کے تحفظ و دوام کی کفیل ہے *

لہذا اگر ضرورت اظہار خیالات ہی وہ قوت ہے جو سب کو ایک ہی رنگ میں رنگتی ہے اور افعال افراد کے جو مختلف اثرات زبان پر پڑتے ہیں اُس کو معتدل بناتی، ان کے تناقض و تخالف کو متاکر اُن میں یک رنگی پیدا کرتی، اور باجودیکہ اُس میں ہر وقت تغیر ہوتے رہتے ہیں مگر وہ زبان کو ایسی حالت میں رکھتی ہے کہ ایک

ہی جماعت کے تمام فرد اُس کو ایک ہی طریقہ سے استعمال کریں
 تو یہ نہ صرف ہر وہ بات زبان کو بارہ بارہ کر کے بولیاں بنانے میں
 مدد دیتی ہے جس سے دائرۂ اظہار خیالات تنگ ہوتا ہے اور جماعتیں
 الگ الگ رہنے لگتی ہیں۔ برخلاف اس کے وہ سب باتیں زبان کی
 یک رنگی و یکسانیت کی مدد ہوتی ہیں جو دائرۂ اظہار خیال کی
 توسیع کا باعث ہوتی اور اُن تعلقات کو استوار کرتی ہیں جو کسی
 جماعت کے مختلف حصوں کو ایک ہی رشتے میں منسلک رکھتے ہیں۔
 فرض کرلو کہ کسی ملک کے ایک حصہ میں ایک قوم رہتی ہے جو
 ایک ہی زبان بولتی ہے جیسے سب یکساں بولتے اور سمجھتے ہیں۔
 جب تک یہ قوم ایک فرد سے حصے میں قید رہے گی ، ایک فرد سے
 تمام اور تمام افراد سے ایک فرد تعلیم پاتا رہے گا۔ زبان خواہ کتنی ہی
 سرعت سے اُن قوتوں سے کیوں نہ اثر پذیر ہوتی رہے جن سے کہ وہ نمو
 کرتی ہے ، نسل بعد نسل ہر آدمی اپنے پڑوسی کی بات بے تکلف
 سمجھ لے گا خواہ اُسے اپنے پردادا یا اس سے بھی دس پتڑھی پہلے کے بزرگ
 کی روح سے بات کرنے میں کیسی ہی دقت کیوں نہ ہو۔ لیکن اگر
 اُسی قوم کی تعداد افراد بڑھ جائیگی ، وہ ایک ملک سے دوسرے پر
 چھاتی چلی جائیگی ، اور اُس کے آدمی دور و دراز ملکوں میں
 جا بسیں گے تو اُس زبان کا یکساں رہنا بہت دشوار ہو جائیگا اور
 تاریک اسی کیفیات و حالات نہ ہوں جو اُس کے یکساں رہنے
 میں خاص طور سے اعانت کریں اُس میں ضرور فرق آئیگا۔ اور جیسا
 کہ ہم ابھی بتا چکے ہیں یہہ کیفیات اُن کیفیات کی بہ نسبت جو تغیر
 کے طریقے اور رفتار کے تعین کا باعث ہیں ، کہیں زیادہ خارجی ہیں
 اور اُن کا مدار بالخصوص فقط تعلیم و تربیت کی نوعیت و مدارج اور
 اُن اثرات پر ہے جو اس تعلیم و تربیت سے طبعاً پیدا ہوتے ہیں۔
 اگر تہذیب گری ہوئی حالت میں ہے تو جماعت کا ایک وسیع ملک
 پر پھیلا ہوا ہونا قطعی ناممکن ہے۔ الگ تہلک رہنے کا میلان
 غالب ہوتا ہے ، مقامی اور قبیلے کے احساسات کا دور دورہ ہوتا ہے

اس لئے قومی اتحاد اور مشترک مفاد کا وسیع و شریف تر احساس پیدا نہیں ہونے پاتا۔ ہر چھوٹا قبیلہ یا حصہ باقی قبیلوں یا حصوں سے حسد رکھتا اور خائف رہتا ہے ، تنازع للبقا انہیں حریفانہ ایک دوسرے کے سامنے صف آرا کر دیتا ہے — یا اگر بہت ہی اچھی صورت ہوئی تو بھی یہہ ہوتا ہے کہ ملک کے مختلف حصوں کے رہنے والوں کے درمیان دایمی اور کامل میل جول کے ذریعہ نہیں ہوتے اور اُس کے ساتھ ہی وہ خیال بھی منقود ہوتا ہے جو انہیں اُس میل جول کی طرف مایل کرتا ، پس تمام اختلاف کی روک تھام کرنے والا کوئی نہیں ہوتا وہ جو صورت چاہتے ہیں اختیار کر لیتے ہیں ، گوناگوں حالات و تجربات ، طرز معاشرت اور آب و ہوا کے بلاواسطہ اثر اور وہ اسباب جن کا بیان کرنا ان سے بھی زیادہ دشوار اور منبع ذاتی و قومی ترنگ ہیں ، الگ الگ مرکوز میں رفتہ رفتہ اپنی مخالفت کے اثروں کا پلہ بھاری کرتے رہتے ہیں — ان سے زبان میں مقامی اختلاف پڑتے اور بولیاں بن جاتی ہیں اور ہوتے ہوتے یہی اختلاف اُخرکار بالکل ہی جداگانہ زبانوں کے رنگ میں رونما ہوتے ہیں — بولیوں میں آہستہ آہستہ یا جلد جلد فرق پڑنے کا دار و مدار بہت کچھ اُس پر ہے کہ آیا عوام کی گفتگو آہستہ آہستہ یا جلد جلد بدل رہی ہے — چونکہ الگ الگ نمونے کرنے سے بولیوں میں فرق پڑتا ہے پس اگر یہہ رفتار نمو آہستہ ہے تو وہ عرصے تک یکساں رہیں گی اور اُس پر بھی فقط نمو کے بلاواسطہ عمل ہی سے اثر نہ پڑے گا بلکہ ناقص اور قلیل میل جول کی کمزور قوتوں کو موقع دینا پڑیگا کہ وہ اور قوتوں کے اثرات کو بخوبی زایل کرسکیں — پس انہیں تمام اثرات کے باعث جن کی نسبت کہا جاچکا ہے کہ وہ زبان میں پشتہا پشتہ تک فرق نہیں پڑنے دیتے کسی قوم کے مختلف حصوں کی زبان میں بھی فرق نہیں آنے پاتا ، لیکن ان اثرات میں جنہیں سب سے زیادہ اہمیت حاصل ہے ان کا نتیجہ ایک اور طریقے سے بھی یہی ہوتا ہے کیونکہ وہ جماعت کے تعلقات کو براہ راست مضبوط اور وسیع کر دیتے ہیں — تعلیم و تربیت سے ایک عجیب و غریب

قوت پیدا ہوتی ہے جو مختلف اجزاء کو باہم ملائے رکھتی ہے ، ان کی وجہ سے وسیع سیاسی اتحاد ہو جاتا ہے ، ایک ہی قسم کے آئین و مراسم پیدا ہو جاتے ہیں ، یاد رکھنے کے قابل واقعات و روایات کے اشتراک میں آسانی ہوتی اور احساس قومیت ترقی کرتا ہے ، ایسی ضرورتیں اور مذاق عرصہ وجود میں آ جاتے ہیں جن کی وجہ سے مختلف ملکوں کے رہنے والے باہم ملتے اور آپس میں مدد کرتے ہیں ، تعلیم و تربیت ہی باسانی اور بار بار ملنے جلنے کا ذریعہ بن جاتے ہیں ؛ مذکورہ سب باتیں وحدت لسان کا بہت بڑا باعث ہیں — وہ علم ادب جو پیشوں سے مایہ ناز چلا آ رہا ہے ، خواہ مذہبی ہو یا رزمی ، اُس کو بھی وحدت لسان کا کچھ کم سبب نہ سمجھنا چاہئے ، مگر ادب مرقوم اور منظم و وسیع طریق تعلیم کا رتبہ سب سے بڑھا ہوا ہے جن کی بدولت سب کے سامنے ایک ہی طرح کے طرزہائے ادائے خیال اور احساس و تجربات بطور نمونہ پیش کردئے جاتے ہیں اور یوں لسانی ارتباط کا بہت ہی موثر طریقہ قائم ہو جاتا ہے *۔

وہ اسباب جو اجزائے زبان میں مجانست پیدا کر لے ہیں
 علاوہ اس کے وہی آپس میں ایک دوسرے کا مطلب سمجھنے کی ضرورت جو کسی جماعت بھر کی زبان کی شبیہ میں فرق نہیں پڑنے دیتی ، اس کی قوت بھی رکھتی ہے کہ اختلاف ہی میں سے اس شبیہ کو پیدا کرے — کسی شخص کے لئے بھی یہ لازمی اور ضروری نہیں ہے کہ وہ محض اپنے اور مقامی و مخصوص معیارے بولے حتیٰ کہ وہ اپنی مادری زبان کے بولنے کے لئے بھی مجبور نہیں ، صرف عادت و سہولت کی وجہ سے وہ انہیں ہی بولتا ہے اور اس کو نہیں بولتا ، لہذا وہ ہر وقت اس کے لئے آمادہ رہتا ہے کہ اگر حالات و کیفیات اس کی طالب ہوں اور اُسے کچھ فائدہ ہوتا ہو تو وہ انہیں چھوڑ کر اور اس کو استعمال کرنے لگے — وہ ان گھڑ اور بیہودہ دھنائی جس کو جبلی اوصاف اور قابلیت تربیت یافتہ لوگوں کی صحبت میں بٹھا دیتی ہے ، اپنے گلؤں کی بولی بھول جاتا اور ایسی صحبت و فصاحت سے بات کرنا

سیکھ جاتا ہے جیسی کہ وہ شخص جس کو روز پیدائش ہی سے نہایت شستہ و شایستہ زبان سکھائی جاتی ہے — جو لوگ برطانیہ کے مختلف حصوں سے اپنے اپنے وطن کی بولی چھوڑ کر تلاش معاش میں لندن آجاتے ہیں وہ وہاں کی انگریزی کی کوئی نہ کوئی مروجہ ہیئت سیکھ جاتے ہیں اور چاہے وہ خود اپنے وطن کے معاہدات قطعی طور سے ترک نہ کرسکیں مگر اُن کو اولاد تو پکی لندنیہ ہوتی ہے گویا اُن کے خاندان والے شہر سے کبھی اتنی دور بھی نہیں رہے کہ جہاں کلیسائے سینٹ میری لی بو (St. Mary-le-Bowe) کے گھنٹے کی آواز نہ پہنچتی ہو — ہم میں سے ہر شخص جو کسی غیر ملک میں جا بسا اور غیر زبان کے بولنے والوں میں اُٹھنے بیٹھنے لگتا ہے، وہ جہاں تک اُس کی سابقہ عادات اجازت دیتی ہیں اُن سے اُنہیں کی زبان میں بات چیت کرنا سیکھ لیتا ہے اور اُس کی اولاد اور اُن لوگوں کی اولاد کی زبان میں کوئی فرق نہیں ہوتا، خواہ دونوں کے رنگ و روپ اور چہرہ مہرہ میں کیسا ہی تفاوت کیوں نہ ہو — اگر مختلف قوموں اور زبانوں کے بولنے والے سیاح کسی ویرانے میں جابسیں تو اُن کی زبان میں فوراً عمل مجانست، شروع ہو جائیگا جو دیر سویر ایک واحد اور ہم جنس اجزاء سے بنی ہوئی چیز بنا کر چھوڑیگا — یہ نتیجہ کس قدر جلد مرتب ہوگا اور آیا ایک عنصر اوروں پر غالب آجائیگا یا جو بولی اس اجتماع سے بنیگی اُس میں سب کا برابر حصہ ہوگا اس کا اندازہ خاص حالات و کیفیات سے لگانا پڑے گا — اُن ہزاروں جومذوں میں سے جو اپنا وطن چھوڑ کر ہمارے ملک (امریکہ) میں آسکتے ہیں، بہت سے تو ایک ہی جگہ آباد ہوتے ہیں، ان کی آبادیاں مغربی حصہ ملک کا ایک قطعہ یا ہمارے بعض حصوں اور شہروں کے محلے گہرے ہوئے ہیں، اس صورت میں وہ ایک قسم کی اپنی ہی جماعت بنالیتے ہیں جو اُس جماعت کے درمیان واقع ہے جو اول الذکر سے بڑی ہے — اِس بڑی جماعت سے وہ بہت ملتے رہتے ہیں مگر اُس میں مدغم

نہیں ہوجاتے — اُن میں انگریزی بولنے والوں کی خاصی تعداد ہے جو اُن کے اور اُس دنیا کے درمیان واسطہ ہے جس کی انہیں ضرورت ہے — انہیں اپنی جرمن قومیت پر فخر ہے اور وہ اسے عزیز رکھتے ہیں — اُن کے مدرسے ، اخبارات اور پیشوایان دین الگ ہیں مگر اُن کی زبان کو آخر کار اُن ' اثرات مجانس ' کے آگے سر تسلیم خم کرنا پڑے گا جن سے وہ گہری ہوئی ہے ؛ زیادہ سے زیادہ وہ اسے چند پشتوں تک بچا سکتے ہیں — یہی حال اُن ایرستانیوں کا ہوگا جو کسی شہر کے مضافات یا قصبے میں ایک ہی جگہ جمع ہو گئے ہیں اور اپنی معمولی سی تعلیم اپنے ہی مدرسوں میں پارہے ہیں جن میں انہیں کے پادری معلم ہیں ، اُن کا ایرستانی لہجہ اور الفاظ و مرکبات ناقص کی دیگر خصوصیات ممکن ہے کہ امتناہی عرصے تک قائم رہیں — بر خلاف اس کے بدیسی قوموں کے وہ خاندان جو ہم لوگوں میں پہلے ہوئے ہیں وہ اس قوت کے مقابلے میں سرسبز نہیں ہوسکتے جو انہیں انگریزی بولنے والی جماعت میں اچھی طرح سے مدغم کر رہی ہے ، وہ بہت جلد اپنی زبان چھوڑ کر ہماری زبان بولنے لگتے ہیں *

بظاہر اس کی کوئی انتہا نہیں کہ زبانوں کی یہہ مجانست و ادغام کس حد تک جاری رہے گا — وہی اسباب جو کسی شخص یا خاندان یا گروہ کو اس طرف مائل کرتے ہیں کہ وہ اُس زبان کے بجائے جو وہ خود اور اُس کے باپ دادا بولتے چلے آئے ہیں چھوڑ کر نئی زبان سیکھے تاریخی وجوہات کی بنا پر کسی کل فرقے یا ملک پر اپنا اثر ڈال سکتے ہیں ، جب دو جماعتیں ملکر ایک ہوجاتی ہیں تو دو زبانوں کے بجائے ایک ہی زبان رہ جاتی ہے — اُن تعلقات کا تعدد و استحکام جو کسی قوم کے مختلف فرقوں کو ایک ہی رشتے میں منسلک رکھتے ہیں مختلف اقسام کی بولیوں کے فرق کو مٹانا اور زبان میں یک رنگی و یکسانیت پیدا کرتا ہے *

بولیوں کی قسموں کا مٹنا اور اُن کا گھل مل کر یک رنگ ہوجانا اور اسی طرح نئی بولیوں کا بننا اور اُن کا نئے نئے رنگ اختیار کرنا

کیفیات و حالات کے اثر کے تقاضے کے مطابق جماعتوں میں ہمیشہ جاری رہتا ہے ؛ اور اگر ہم کسی زبان یا زبانوں کے خاندان کی تاریخ کو سمجھنا چاہتے ہیں تو ضروری ہے کہ ہم دونوں طرح کے اثروں پر یعنی جو بولیدوں کو ملا کر ایک کرتے ہیں یا جو ایک ہی بولی میں فرق پیدا کر کے کئی بولیاں بنا ڈالتے ہیں ، مناسب طریقے سے غور کریں - آؤ اب دو ایک مثالوں پر بھی نظر ڈال لیں جن سے کہ ان اثروں کے متفقہ عمل کے ، یا جو عمل ایک نے دوسرے پر کیا ہے اُس کے ، نتائج کی توضیح ہو جائے گی اور جو اصول ہم نے قائم کئے ہیں اُن کی صداقت بھی اُن سے بہت اچھی طرح معلوم ہو جائے گی *

جرمن زبان کی تاریخ

سب سے پہلے ہم زمانہ حال کی ممتاز زبانوں میں سے اُس زبان پر غور کریں گے جس کو یہہہ رتبہ حاصل ہوئے بہت دن نہیں گذرے ، یعنی جرمن زبان - طلوع مہر تاریخ کے بہت ہی ابتدائی زمانے سے جرمنی بے شمار مختلف النوع زبانوں کا گہوارہ رہی ہے ، ان میں سے ہر ایک اپنے محدود رقبے میں بولی جاتی تھی اور کوئی بھی اس قابل نہ تھی کہ صحیح جرمن کے لئے شمع ہدایت بن سکے - یہہہ نہیں کہا جاسکتا کہ یہہہ کس زمانے میں الگ ہوئی تھیں ، کہاں سے آکر ، کب اور کس طور سے جرمانی قوم وسطی یورپ میں داخل ہوئی کہ اُس کی زبان اتنی زبانوں کی جنم داتا بن گئی اور جرمنی اور اسکندینیویا کو گھیر کر انگلستان میں ہوتی ہوئی ایک نئی دنیا کے ساحلوں اور صحرائوں تک جا پہنچی یا جو مقام اس کے مستقر ہیں اُن میں آنے سے پہلے ہی اُس کی زبان میں فرق پڑ کر بولیاں بننی شروع ہو گئی تھیں - یہہہ وہ اسرار مخفی ہیں جن کا اچھی طرح بے نقاب کرنا خارج از امکان ہے - اُن زمانہ ہائے جدال و قتال میں جب کہ اہل جرمنی اور روما جنگ حیات و ممات میں مصروف تھے جرمانی بولیدوں کے میدان عمل اور نوعیت میں انقلابات کی آندھیل آتی رہیں ،

قوم جرمن کی پوری کی پوری شاخیں جن میں سے بعض بہت ہی مشہور و معروف اور صاحب جلال و جبروت تھیں مثلاً گاتھس (Goths) اور وندالز (Vandals) حرف غلط کی طرح صفحہ ہستی سے مت گئیں، آج اُن کا نام و نشان بھی باقی نہیں، اُن کو اور جماعتوں نے سلب کر لیا اور اُن کی زبانیں فنا ہو گئیں - دھڑے بندی اور ہجرت، آپس کی لڑائیوں اور بیرونی فتوحات نے اُن کو کہیں گھلا ملا دیا، کہیں سلب کر لیا، کہیں بڑھا دیا، کہیں گھٹا دیا اور کہیں بالکل مٹا دیا، لیکن ان میں وحدت کبھی نہ پیدا کی اور سارے تین صدی پہلے جب کہ موجودہ جرمنی زبان نے پہلے پہل دعویٰ کیا کہ میں جرمنی کی مشترکہ زبان ہوں اُس وقت بھی وہاں ویسے ہی طرح طرح کی بولیاں رائج تھیں جیسے کہ سن عیسوی کے آغاز میں - جس زمانے سے کہ عیسائیت نے وہاں قدم رکھا اور تہذیب کی ابتداء ہوئی ہے کئی بولیوں میں، جنہیں ہائی جرمن کہتے ہیں اور جو وسطی و جنوبی جرمنی میں مروج تھیں، ایک چند روزہ ادبی ترقی کی رو درِ گئی، ساتویں اور تیرھویں صدی کے درمیان یکے بعد دیگرے المانی، فرنچی اور ہویری حصص قوم کی بولیوں کا یہی حال تھا، پھر کچھ عرصے کے لئے سوانہی کا ستارہ چمکا اور اس میں کثرت سے اعلیٰ درجے کے قصے کہانیاں لکھی گئیں جو قومی شجاعت و شہامت کی یاد گاروں سے مملو تھیں، جہاں جرمنی زبان رائج ہے وہاں اُن قصوں کو لوگ آج بھی شوق سے پڑھتے اور قدر کی نگاہوں سے دیکھتے ہیں، اس سے ایک حقیقی قومی زبان کا سنگ بنیاد رکھے جانے کی امید پڑتی تھی لیکن رفتار زمانہ ایسی نہ تھی کہ جو ایسی تحریک کو بار آور ہونے دیقی اور اُس پر مہر دوام ثبت کرتی - اس کے تین سو برس بعد وہ عظیم الشان قومی انقلاب شروع ہو گیا جسے ریفارمیشن (Reformation) کہتے ہیں - لیوتھر (Luther) کی تحریرات جنہیں فن طباعت نے اضعاف المضاعفہ اور سو کئی قوت سے مسلح کر دیا تمام ملک کے طول و عرض میں پھیل گئیں، قریب قریب ہر طبقے اور درجے کے لوگوں میں جا پہنچیں اور ہر دل میں

ایک فوق و شوق پیدا کر دیا - جو زبان اُس نے لکھی وہ کسی مخصوص ضلع کی بولی نہ تھی بلکہ یہ وہ بولی تھی جسے لوگوں کے مقابلے میں عام جرمن زبان ہونے کا پہلے ہی سے زیادہ حق حاصل تھا ، وسطی اور جنوبی جرمنی کی بڑی بڑی سلطنتوں کے حکام اور درباروں میں اسی کا رواج تھا ، یہ سولہ ، آسٹری اور دیگر بولیوں کے عناصر سے بنی تھی - ایک ایسی مختصر زبان کو عام طور سے رواج دینے اور قابل قدر بنانے کے لئے مذہبی جوش کا اندرونی ہیجان جس کے ہم عنوان سیاسی انقلاب تھا اور مطبع کا خارجی اثر ، جس کے باعث علم ادب اور بالخصوص لیوتھر کا ترجمہ انجیل ہر تعلیم یافتہ گھر میں پہنچ گیا ، کافی تھے - یہ بولی تمام قوم کے سامنے جرمن زبان کی نہایت ہی ترقی یافتہ شکل میں منظر پر آئی ، اس کو اعلیٰ درجے کی بولی سمجھا اور مانا گیا ، تعلیم یافتہ اور شایستہ لوگوں میں باہم اظہار خیال کے لئے یہی موزوں و مناسب قرار پائی - اُس وقت سے آج تک اس کا اثر اور قوت دن دردن رات چوگنی ترقی کر رہے ہیں ، ہر جگہ اسی کے ذریعہ سے تعلیم و تربیت دی جاتی ہے ، ادنیٰ طبقات میں سے کسی طبقے کی طرز گفتگو خواہ کچھ ہی ہو مگر تعلیم یافتہ لوگ جن کو اعلیٰ سماج سے تعبیر کیا جاتا ہے یہی ادبی جرمن بولتے ہیں ؛ اُن کے بچوں کو یہی سکھائی اور پڑھائی جاتی ہے اور تھریز پر اسی کا تصرف و قبضہ ہے - عوام کی بولیاں آج بھی اتنی ہی ہیں جتنی کہ ہمیشہ تھیں کیونکہ تعلیم اس قدر عام اور کامل نہیں ہے کہ انہیں جز سے اُٹھاڑ بھیکے مگر ادبی زبان ان سب کو دبانے اور سب کو ایک رنگ میں رنگنے کے لئے بہت زور لگتا رہی ہے ، اُس نے انہیں تربیت یافتہ لوگوں کی بہت کچھ توجہ اور مدد سے محروم کر کے اُن کی قدر و منزلت گھٹادی اور اوصاف ذاتی کا رتبہ کم کر دیا ، ان سب میں اپنا مصالح اور اپنی طرز و طریق کو داخل کر دیا اور ممکن ہے کہ ایک روز وہ بھی آجائے کہ وہ سب کا قلع و قمع کر کے انہیں متروک بولیوں کی صف میں کھڑا

کردے ۔ اس کی قلمرو اتنی ہی وسیع ہے جتنی کہ اُن ظاہری اثرات کی پہنچ ہے جنہوں نے اسے مسند آرائے فبولیت کیا ، اس کی حدود کی وسعت میں وہی خطہ داخل نہیں ہے جس میں ہائی جرمن بولیوں کا رواج ہے جو اُس سے قریب ترین تعلق رکھتی ہیں بلکہ باقی حصہ جرمنی سے سیاسی ، سماجی اور مذہبی اشتراک کے باعث شمالی اضلاع کے باشندے بھی اسے ہی ماننے اور بولنے کے لئے مجبور ہیں ، اگرچہ اُن کی بولیوں کا ماخذ ' لو جرمن ' ہے اور وہ نیدرلینڈ (Netherland) کی زبان حتیٰ کہ انگریزی سے بھی زیادہ قریب کا رشتہ رکھتی ہیں۔ برخلاف اس کے سیاسی آزادی نے جس کا سماجی اور مذہبی رسم و رواج نے ہاتھ بٹایا ہے قج یا نیدرلینڈ کی زبان اور بالخصوص انگریزی کو بہ حیثیت ادبی زبان ایک جداگانہ شے بنادیا۔ بہت سی لو جرمن بولیاں بھر شمالی کے ساحلوں پر رائج تھیں انہیں میں سے کوئی نہ کوئی اُن کا ماخذ ہے مگر جن بولیوں سے یہ نکلی ہیں اُن کو درحقیقت اور بولیوں پر کوئی فوقیت حاصل نہ تھی *

دیگر ادبی بولیوں کا وہی یہی حال ہے جو اُس زبان کا جس کو ہم نے ابھی محک امتحان پر کسا ہے۔ ابتداء میں ہر زبان اُن بے انتہا بولیوں میں کی ایک بولی تھی جن میں آپس میں تعلق - کم و بیش فرق بھی تھا ، اس بولی کے غائبہ پا جانے کی یہ وجہ نہ تھی کہ اس کی ذات میں کوئی بات ایسی تھی کہ جس کے باعث یہ ایک عمدہ آلہ اظہار خیال یا ذریعہ افہام و تفہیم سمجھی گئی ہو بلکہ یہ خارجی اسباب کا صدقہ تھا کہ اس کو کسی جماعت نے اس قابل سمجھا کہ اس کی تحصیل و رواج کو وسعت ہو ؛ مثلاً موجودہ فرانسیسی کا ماخذ فرانس نے محض ایک چھوٹے سے حصے کا روز مرہ ہے ، اور عرصے تک اس میں اور جنوبی فرانس کی ایک ابتدائی اور بہت ہی ترقی یافتہ بلکہ اس سے بھی افضل بولی میں جسے پرووانسال یا langue d'oc کہتے تھے رقابت رہی ؛ اگر سلطنت تولوز (Toulouse) معدوم نہ ہو جاتی تو یہ موجود الذکر پر

ہرگز غالب نہ آئی ، لیکن شمالی صوبوں کو تمام فرانس پر سیاسی تفوق حاصل ہو گیا پس ان کی زبان تمام ملک مین سب سے اچھی زبان سمجھی جانے لگی ، ' langue d'oc ' رفتہ رفتہ ترقی یافتہ زبان کے رتبہ سے گر گئی اور اب دیہاتی بولیوں میں شمار کی جاتی ہے ، اسی طرح کوہ الپس (Alps) اور صقلیہ (Sicily) کے درمیان جو بہت سی بولیاں رائج ہیں ایتالوی۔ ان مین سے محض تسکنی (Tuscany) والوں کی بولی تھی مگر تمام جزیرہ نما کے تعلیم یافتہ طبقے میں اس کے رواج کا باعث محض تعلیم و ادبیات کا اثر ہوا *

لاطینی زبان اور اس کی تاریخ

لاطینی کی تاریخ ایک جداگانہ قسم کی مثال پیش کرتی ہے۔ جتنی زبانیں عرصہ وجود میں آئی ہیں سب کی تاریخ سے اس کی تاریخ ممتاز و اہم ہے ، یہ فاتح زبان جس کی اولاد نے آج یورپ کا بہت بڑا اور اچھا خاصہ حصہ گھیر رکھا ہے اور جو اپنی سوتیلی بہن انگریزی کو مانہہ لیکو قریب قریب تمام نئی دنیا اور بہت سے منتشر اقطاع سواحل اور جزائر پر جو ہر براعظم اور سمندر مین واقع ہیں چھا گئی ، اور جس نے تمام ترقی یافتہ اقوام کی زبانوں کی ترقی کے لئے مصالح بہم پہنچایا اور انہیں قعر پستی سے نکالا ، ۲۵ صدیاں بھی نہیں گذریں کہ ایتالیہ کے وسط میں ایک چھوٹے سے اور الگ قہلک ضلع کا روزمرہ تھی ، یہ اتنا بڑا خطہ ہے کہ اگر دنیا کا نقشہ واقعی بہت بڑے پیمانے پر نہ کھینچا گیا ہو تو آپ کے انگلی رکھنے سے دھک جائیگا۔ ہمیں معلوم نہیں کہ یہ کب اور کیوں کر وہاں آئی ، اتنا جانتے ہیں کہ آریس میں تعلق رکھنے والی بہت سی بولیوں میں سے یہ بھی ایک بولی تھی ، یہ بولیاں ایک قدیم زبان سے نکلی تھیں اور متفقہ طور سے اس کی نمایندگی کرتی تھیں — اس قدیم زبان کو مہاجرین کی پہلی کھپ اپنے ساتھ لائی تھی مگر اعمال فارق کے اثر نے اس کے تکررے تکررے کر ڈالے — ان ہم سر بولیوں میں سے کم سے کم دو یعنی امبری

اور آئین کے کچھ کچھ نقش اب بھی اس لئے باقی ہیں کہ مدعیان علم و فضل کے شہباز فکر کو فضائے خیال میں پرواز کا موقع مل جائے اور ایتالیوں کے زمانہ قبل تاریخ کی توضیح ہوسکے — لاطینی کو شمال میں اتروری زبان نے دیا اور جنوب میں یونانی نے آنکھیں دکھائیں ، یہ دونوں بہت ہی زبردست اقوام کی زبانیں تھیں علاوہ اس کے یونانی تو حقیقی وصف میں بھی افضل اور ترقی کی دور میں کوسوں آگے بڑھی ہوئی تھی ، اُس وقت کسی کو اس کا وہم و گمان بھی نہ تھا کہ ایک دن وہ آئیگا کہ لاطینی اُن سے سبقت لے جائیگی — سلطنت روم کی توسیع کے ساتھ ساتھ اس نے بھی پھیلنا شروع کیا اور اس سلطنت کی کامل اور نہ تک اثر کرنے والی سرشت کی بہت ہی صریح و غیر مبہم علامت تھی — رومانیوں نے اسی پر قناعت نہ کی کہ وہ اپرائیوں کی طرح اپنی وسیع سلطنت کے مختلف النوع حصص پر برائے نام حکومت کریں یا اُن سے بھی گئے گذرے مغاوں کی طرح وسیع فتوحات پر جھوٹ مروت کی بادشاہت سے خوش ہوں بلکہ اُنہوں نے اس بہت بڑے جسد متحد میں ایک روح نامیہ پھوک دی جس کے وہ حکمران تھے اور اس کے رگ و ریشہ میں اپنا اثر دورا دیا — سب سے پہلے اُنہوں نے ایتالیہ پر اپنا تسلط جمایا اور اُس پر رومانی رنگ چڑھایا ، اس کے بعد وہ غاشیہ حکومت جو اُنہوں نے اور حصوں کے کندھوں پر رکھا اور فوجی نوآبادیوں سے مستحکم کیا ، اُن کے قوانین اور رسم و رواج ، اُن کی تہذیب و تعلیم ، اور اُن کا ہر شے پر اثر کرنے والا نظام و نسق ایک ایسا سبب اشتراک تھا کہ جس کے مقابلے پر اور تمام اسباب اپنا رنگ نہ جما سکے — جزیرہ نما بھر کی تمام زبانیں شمال کی گالی سے لیکر جنوب کے انتہائی گوشہ کی یونانی تک نے رفتہ رفتہ فاتحین کی زبان کے سامنے سر تسلیم خم کر دیا ؛ اور ایتالیہ ایک متحد اللسان ملک بن گیا ، باوجود اس کے بھی اس اتحاد کو اتحاد کامل نہ کہنا چاہئے ، بعض دوردست اضلاع میں قدیم زبان کی یادگاریں عرصے تک قائم رہیں اور جزیرہ نما کے

مختلف حصوں کی مقامی بولیوں میں بے شک و شبہ اُن کے اثر کی جھلک نظر آتی تھی اور یہ حقیقت اس کے نقش آج بھی وہی دکھائی دیتے ہیں — اُن بولیوں کے فرقوں سے قطع نظر کیا جائے تو کون اِطالیہ کی عام زبان بھی نسرو اور درجل کی تعسالی اور شستہ لاطینی نہ تھی ، بلکہ ایک دھغانی زبان تھی ، جس میں پہلے ہی سے اُن تغیرات کے جراثیم پوشیدہ تھے جو موجودہ لاطینی اور دیگر رومانی زبانوں میں نمایاں ہیں ، یورپ کے اور ملکوں میں بھی یہی عمل وسیع پیمانے پر جاری رہا یعنی قوموں کو فتح کر کے رومانی جماعت میں شامل کر لیا جاتا تھا — گال (Gaul) کے سیلتس (Celts) اور ہسپانیہ کے سیلتس اور ایریون (Iberians) نے اپنی اپنی زبانیں چھوڑ کر اپنے حاکموں اور تہذیب سکھانے والوں کی زبان اسی طرح اختیار کر لی جس طرح کہ گذشتہ چند صدیوں میں ایرسٹان کے سیلتس نے اپنی ایرسٹانی کے بجائے انگریزی بولنی شروع کر دی ، موجودہ فرانسیسی اور ہسپانی میں سیلتی (Celtic) الفاظ و استعمال کے خال خال نشانات پائے جاتے ہیں — جرمنی کا بھی یہی حشر ہوتا اگر اُس کی بہادر اور جفاکش قومیں سلطنت کی گھنٹی ہوئی قوت کی تلافی کرنے کے لئے کمر ہمت نہ باندہ لیتیں — یہی بلا برطانیہ پر نازل ہونے والی تھی اگر رومانی اسے ایک دردست و نا قابل التفات ضلع سمجھ کر اپنا سکھ کم نہ بٹھاتے اور جلد ہی اس سے کنارہ کش نہ ہو گئے ہوتے — جلاوی مشرقی یورپ کے چھوٹے چھوٹے اقطاع جو شمالی اِطالیہ سے دریائے ڈینیوب کے عین دھانے تک پہلی ہوئے ہیں اس اثر سے نہ بچ سکے ، اِطالیہ کی فوجیں جگہ جگہ چھاونی ڈالے ہوئے دلوں پر اس کے جلال و جبروت کا سکھ بٹھا رہی تھیں ، بہت سے اِطالوی ترک وطن کر کے مفتوحہ علاقے میں آ بسے تھے ، نظم و نسق پر اِطالوی سیاست پرتو فگن تھی ، اور اِطالوی تعلیم و تربیت معیار تہذیب بن گئی تھی ، اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ لوگ اپنی زبان بھول گئے اور اِطالوی بولنے

لکھ- زبانوں کا وہ اہم زمرہ جسے رومانی کہتے ہیں یوں عرصہ وجود میں آیا ، اس میں ایتالیائی ، فرانسیسی ، ہسپانیائی اور پرتگالی ، جنوبی سوئٹزرلینڈ کی ریتورومانی اور ویلیکن شامل ہیں جو خود بہت سی مختلف النوع بولیوں پر منقسم تھیں ، سب کا ملحد لاطینی تھا اور انہیں ایسی قومیں بولتی تھیں جن کا محض تھورا سا حصہ لاطینی تھا *۔

لاطینی کی اولاد

مگر ہم کو ہرگز یہہ نہ فرض کر لینا چاہئے کہ کبھی ایسا زمانہ بھی تھا جب کہ لاطینی یورپ کے ایک وسیع حصے میں عام لوگوں کی بولی تھی ، یا یہہ کہ جب ایتالیہ رومانی رنگ میں ڈوبا ہوا تھا تو اس کے بہت بڑے حصے کی زبان لاطینی تھی - یہی متضاد اسباب اپنا وسیع اور زبردست اثر دائر صحت و معانست اجزائے زبان کی راہ میں درزا اتنا رہے تھے ، عوام بجائے اس کے کہ تعلیم یافتہ رومانیوں اور مستند تصانیف سے لاطینی سیکھتے ، فوج اور شاگرد پیشہ لوگوں ، نوآباد اشخاص اور ادنیٰ درجے کے عمال حکومت سے زبان سیکھتے تھے - اگرچہ اس میں شک نہیں کہ ابتداء میں اعلیٰ ترین اور اندلی ترین طبقوں کی گفتگو میں اتنا فرق نہ تھا کہ وہ ایک دوسرے کی بات نہ سمجھ سکتے لیکن تھورا بہت جو کچھ بھی فرق تھا وہ رفتہ رفتہ بڑھتا گیا اور جب کہ مطالعہ اور غیر مبذل نمونوں کی تقلید نے ادبی لاطینی پر عالموں اور پنجاریوں کا قبضہ قائم رکھا اور اُس میں برائے نام بربریت ، مقامی بولیوں سے الفاظ و تراکیب قرض لینے سے ، زبردستی داخل ہو گئی علم لوگوں کی زبان اُس سے روز بروز الگ ہوتی چلی گئی اور اُس کی وہ بیشمار شکلیں پیدا ہو گئیں جن کا ہم ذکر کر چکے ہیں - اُن لاکھوں آدمیوں میں سے جو اپنی زبان چھوڑ کر رومانی بولنے لگے تھے کوئی ایسی معاف اور ہم جنس بنانے والی قوت نہ تھی کہ انہیں لاطینی کے مستند استعمال سے انحراف نہ کرنے دیتی یا ان کے مدللج

نمونے لسان کو مساوی رکھتی - بعض جگہ خاص اسباب پیدا ہو گئے جنہوں نے تہذیب ہی الٹ دیا - جرمنوں کی یورش و فتح کی وجہ سے ہسپانیہ ، فرانس اور اطالیہ کی زبانوں میں جرمانی عنصر داخل ہو گیا صدیوں تک عربوں کے زیر نگین رہنے سے ہسپانی عربی الاصل الفاظ سے مزین ہو گئی ، سب کے بعد میں یہ ہوا کہ جب یورپ ظلمات جہالت سے نکلا اور تعلیم و تعلم چند مخصوص اشخاص کی ملک نہ رہے اور ہر شخص ان سے فیضیاب ہونے لگا تو لاطینی ”مردہ زبان“ ہو چکی تھی ، عوام کی ضروریات سے اس قدر دور جا پڑی تھی اور وہ اس سے اس قدر بے اعتنائی کا سلوک کرنے کے عادی ہو چکے تھے کہ نئی قومیں اس سے کسی قسم کا کام ہی نہ لے سکتی تھیں ، پس ہر ملک میں قریب قریب ایک ہی زمانے میں ایک نئی قومی زبان بنگئی جس میں قومی تہذیب جلوہ نما تھی اور جس کے ذریعہ سے اس تہذیب کی اشاعت ہوتی تھی - رومانی رنگ میں ڈوبے ہوئے تمام وکمال یورپ کی وہی حالت تھی جو ہم بتا چکے ہیں کہ موجودہ عروج پر پہنچنے سے پہلے جرمنی کی حالت تھی ، یعنی بہت سی بولیوں کا ایک معجون مرکب موجود تھا اور صرف خارجی و تاریخی حالات و کیفیات کو مد نظر رکھ کر یہہ اندازہ لگایا جاسکتا تھا کہ ان میں سے کونسی میدان ترقی میں آگے نکل جائے گی اور اوروں کو دبا کر انہیں سلب کر لے گی *

بولیوں کے اس تمام مقابل و متواتر انفرج و استدفاق میں کوئی ایسی بات نظر نہیں آتی جو راز سر بستہ یا باعث حیرانی ہو ، تاریخی زبان کا تو ابتداء سے اور چار دانگ عالم میں یہی حال رہا ہے ، ہر صورت واقعہ کو سمجھنے سمجھانے کے لئے فقط اس کے معلوم ہونے کی ضرورت ہے کہ آیا زبان میں صلاحیت اختلاف ہے یا نہیں اور جماعت کس حد تک اس کو روک سکتی یا محدود کر سکتی یا اس کا رخ پھیر سکتی ہے - ہر صورت واقعہ کی مخصوص کیفیات سے اس کا فیصلہ کرنا پڑے گا کہ بھیئیت مجموعی ان کے متفقہ فعل کا یہہ اثر ہوگا کہ زبان کے اجزاء

ہمجنس ہو کر اسے شے واحد بنادیں گے یا ان میں فرق پڑ کر لگتی زبانیں پیدا ہو جائیں گی ، جن اسباب سے یہ نتیجہ مرتب ہوگا ان کی نوعیت و مدارج جیسے ہوں گے ویسے ہی اس نتیجہ کی نوعیت و مدارج بھی ہوں گے *

زبان کا نقل مکان کرنا اور انگریزی زبان کی تاریخ

پس جیسا کہ پہلے بتایا جا چکا ہے جب دو جماعتیں خواہ وہ چھوٹی ہوں یا بڑی گھل مل کر ایک ہوتی ہیں اور دونوں کی زبان الگ الگ ہوتی ہے تو کسی عام قاعدہ و قانون کی بناء پر یہ فیصلہ نہیں کیا جا سکتا کہ دونوں کے ملنے سے کون سی زبان پیدا ہوگی — جب رومانوں نے گال (Gaul) فتح کیا ہے تو انہوں نے گالی کو قریب قریب نیست و نابود کر دیا حالانکہ انکی تعداد تھوڑی سی تھی — انہوں نے گالی کی جگہ لاطینی کو دیدی کیونکہ تہذیب و نظام سیاست ، فنون و سائنس ، علم و تعلیم اس ملک میں ان کے ساتھ ساتھ آئے — سیلتوں کے لئے اپنی قدیم بولی کی یہ نسبت لاطینی کا سمجھنا زیادہ سود مند ہو گیا مگر جب چند صدی بعد جرمنی کے افرنجیوں (Franks) کی باری آئی کہ وہ رومانی رنگ میں ڈوبے ہوئے گال کو فتح کریں اور اسے سلطنت فرانس بنائیں تو انہوں نے خود سے تعداد و تہذیب میں بڑھی ہوئی رعایا کی زبان اختیار کر لی ، صرف اس کی لغات میں چند جرمانی لفظ بڑھا دیے اور شاید انحطاط نظام لاطینی قواعد کو جو پہلے ہی شروع ہو چکا تھا ذرا سہارا دیدیا تاکہ وہ لاطینی قواعد کے اصول کا جلد خاتمہ کر دے۔ ایک دفعہ اور بھی ایسا ہی ہوا ، شمالی اسکندنی نیویا (Scandinavia) کے باشندے جو جرمانی خاندان کی ایک شاخ تھے فرانس کے ہزیمت خوردہ شہنشاہوں سے ان کا اچھے سے اچھا علاقہ چھین لینے کے بعد پرشکوہ و خوفناک نارمنز بن گئے — اگرچہ ان لوگوں کی حالت بظاہر ایسی اچھی تھی کہ وہ اپنی زبان کی آزادی سلب ہونے سے بچا سکتے تھے کیونکہ وہ بہت ہی چھوٹے رقبے میں ایک ہی جگہ آباد تھے ، اس کے مطلق العنان مالک تھے اور اس میں زیادہ تر

انہیں کے ہم قوم تھے اس پر بھی وہ اُن زبردست اور ایک ہی رنگ میں رنگنے والے اثرات سے نہ بچ سکے جو انہیں ہر چہار طرف سے گھیرے ہوئے تھے۔ اس قدر کم مدت میں کہ جس کا خیال آکر حیرت ہوتی ہے ان کی زبان نارس (Norse) قطعی متروک ہو گئی اور اسکی کچھ نشانیاں صرف چند جغرافیوی ناموں میں باقی رہ گئیں۔ فرانسیسی طرز معاشرت و علوم و سیاست کے ساتھ ساتھ انہوں نے بے تکلف فرانسیسی زبان بھی اختیار کر لی۔ خود تو ابھی سیم ناقص العیار ہی تھے مگر اپنے نئے معتقدات انسانی کی تلقین اس ملک میں شروع کردی جہاں اس بولی سے ملتی ہوئی بولیاں رائج تھیں جس سے خود چند روز ہی ہونے کے عہد وفا توڑ چکے تھے۔ اسی اثناء میں اینگلز (Angles) سیکسنز (Saxons) اور جرمانی قومیں برطانیہ کے سب سے بڑے اور سب سے اچھے قطعہ زمین پر سے سیلتی (Celtic) زبان کے استیصال کا کام ختم کر چکی تھیں جس کی رومانیوں نے ابتداء ہی کی تھی، مگر انہوں نے اس کام کو ایک اور طریقے سے کیا، اصلی باشندوں کو محض قوت کے بل پر تباہ کر دیا اور ان حصوں کو چھوڑ کر جہاں ان کی پہنچ نہ تھی باقی کے تمام جزیرے کو اپنے خونخوار ہم قوموں سے بھر دیا۔ یہی وجہ ہے کہ ہماری انگریزی کے معمولی خزانہ اسالیب بیان میں سیلتی کا عنصر بہت ہی کم پایا جاتا ہے۔ دولت عیسائیت و تہذیب سے فاتحین اپنے نئے مسکن میں بہرہ مند ہوئے اور اینگلو سیکسن کا علم ادب پیدا ہو گیا۔ اگو زمانہ مساعدت کرتا تو یہہ ادب ملک کی مختلف بولیوں کو ایک رنگ میں رنگنے میں قومی سلطنت، رسم و رواج اور تہذیب کی وحدت کا ہاتھ بٹاتا اور ایک قومی زبان پیدا کرتا جس کی شستگی و ثروت ہماری موجودہ زبان سے کسی طرح کم نہ ہوتی، لیکن چاہ کن را چاہ در پیش، اردون کو تلوار کے گہات اُتارنے والے خود بھی اسی گہات اترتے ہیں، اینگلو سیکسنز پر وہی ستم توڑے گئے جو انہوں نے سیلتس پر دہائے تھے۔ دینز (Danes) اور نازمنز (Normans) کے

حصول نے عرصے تک حکومت سیکسن کا ناطقہ بند رکھا اور اسے کمزور کر دیا، حتیٰ کہ وہ تاب مقاومت نہ لاسکے اور ہمیشہ کے لئے صفحہ ہستی سے مٹ گئے۔ اب کے ان سیاسی حالات کے تحت جن کا ذکر ہو چکا ہے ایسی دو مختلف زبانوں کا تصادم ہوا جن کی تہذیب کا درجہ مساوی تھا اور اگر نار منز کی تہذیب کا پلہ کسی قدر گراں تھا تو اس کے مقابلے میں ان کی تعداد بہت کم تھی۔ اس تصادم سے جو نتیجہ نکلا اُس کو ان نتائج سے کوئی واسطہ ہی نہیں جن سے ہم اس سے پہلے بحث کر چکے ہیں، یعنی حقیقی معنی میں ایک مرکب زبان پیدا ہوئی جس نے دونوں سے اپنا مصالح اور قوت قریب قریب اس قدر مساوی مقدار میں لیا ہے کہ اب علماء میں یہ مسئلہ متنازعہ فیہ ہے کہ موجودہ انگریزی میں سیکسن کا عنصر غالب ہے یا فرانسیسی کا۔ اس کے بننے کی تفصیل کی بحث میں اب ہم زیادہ وقت نہیں لگا سکتے ہمیں اس زبان کی تاریخ کے اُس باب کی طرف توجہ کرنی ہے جسکا زمانہ مابعد کی بولی سے تعلق ہے۔ ہم محض اسی اہم اور عام طور سے جانی ہو چکی حقیقت سے بحث کریں گے کہ اس کا ”ترکیبی سامان“ خواہ وہ تصریف ہو، بالاحقات و سابقات لگا کر مشتقات کا بنانا ہو، یا حروف عاطفہ و متعلقات فعل ہوں، مع اس کے عام اور بہت ہی ضروری حصہ لغات کے قریب قریب خالص سیکسن ہے۔ پس بلحاظ ساخت اسکو جرمانی بولی تصور کرنا چاہئے اگرچہ رومانی اسمالیپ بیان سے بھی یہ بہت کچھ آراستہ و پیراستہ ہے *

ملک بھر میں ہر جگہ یا ہر طبقے میں جو زبان بولی جاتی تھی اس میں نارمن اور سیکسن برابری شریک نہ تھیں، اور نہ یہ بات تھی کہ ان سے پہلے جو بولیاں وہاں رائج تھیں اسنے انکے باہمی فرق کو مٹا دیا ہو کہ جس سے ایک نئی اور بالکل متجانس الجزاء زبان بن جاتی، اور پھر اس زبان میں از سر نو فرق پڑ کر نئی بولیاں بننے لگتیں۔ بر خلاف اُس کے برطانیہ میں بھی جو مٹی کی طرح مگر کسی قدر

اس سے کم ، آج بھی بہت سی بولیاں رائج ہیں جن کی کچھ خصوصیات تو ایسی ہیں جو ان قبیلوں کی بولیوں کے فرق کو ظاہر کرتی ہیں جنہوں نے تیرہ سو برس پہلے اس جزیرے کو فتح کیا تھا ، اور باقی خصوصیات اینگلو سیکسن کی فتح سے لیکر آج تک وقتاً فوقتاً پیدا ہوتی رہیں ۔ ان بولیوں میں سے دو ایک مثلاً اسکاٹ لینڈ اور یورک شائر کی بولیوں سے تو ہم نظم و فسانہ کے ذریعہ سے واقف ہیں اور باقی بولیوں میں طالب علم لسانیات ہی کو لطف آنا اور دھبی انہیں خوب سمجھتا ہے ، کیونکہ انگریزی زبان کی تاریخ کو اچھی طرح سمجھنے کے لئے ان کی شہادت اس کے واسطے اتنی ہی ضروری اور سودمند ہے جتنی کہ ادبی بولی کی *

امریکہ کی انگریزی

لیکن یہ ناممکن تھا کہ جب انگریزی براعظم امریکہ میں منتقل ہو کر آئی تو یہ بولیاں صحیح و سالم یہاں اُجائیں یہ تو جیسی ہو سکتی تھا کہ جن جماعتوں میں یہ رائج تھیں ان کے الگ الگ حصے اس ملک میں ہجرت کر کے آئے اور پھر اس نوآبادی میں بھی وہ اپنی جداگانہ حیثیت و شخصیت قائم رکھتے مگر جس نہریک نے اس ملک کو انگریزی بولنے والوں سے بھر دیا اس کی نوعیت کا یہ تقاضا نہ تھا ، انگلستان میں جو قدیمی فرق تھے وہ یہاں آکر مت گئے ، اور نئے نئے رشتہ ہائے اتحاد جماعت پیدا ہو گئے — یہ جماعت ہر ضلع اور ہر رتے کے آدمیوں سے بنی تھی ، جیسے کہ یہ بالکل ممکن الوقوع تھا کہ اُن اقوام کی زبانوں کو جو یہاں بعد میں آکر آباد ہوئیں انگریزی متاثرے جس کا یہاں دنیا بچ رہا تھا ، اسی طرح یہ بھی قطعی حیطہ امکان میں تھا کہ انگریزی کی مختلف شکلیں مت کر اُس شکل کے رنگ میں رنگ جائیں جو ان بولیوں میں سب سے زیادہ مروج تھی ، یہ امر بھی مشکوک نہ تھا کہ ان بولیوں میں کون سی بولی ہے جو اوروں سے زیادہ مروج

ہے اور جس کے نقش قدم پر اور بولیں گو چلنا پڑے گا۔ شایستہ و
 خواندہ جماعت میں ادبی بولی یعنی خواندہ لوگوں کا روزمرہ ہی
 وہ خاص مرکز ہے جس کی طرف باقی لوگ اُس وقت کھنچ کر
 چلے آتے ہیں جب کہ وہ اپنی جماعت سے الگ ہو جاتے ہیں اور
 اُن پر مقامی اثر نہیں رہتا۔ جو لوگ ابتداء میں یہاں آئے اُن میں
 زیادہ تر تعلیم یافتہ ، اچھی اوضاع و اطوار ، قابلیت و تہذیب والے
 لوگ تھے۔ وہ اپنے ساتھ ایک تھریری زبان اور بہت بڑا خزانہ علم
 ادب لائے۔ اُن کو لکھنا پڑھنا آتا تھا ، انہوں نے ہر قسم کے مدرسے
 قائم کئے اور اس کی احتیاط کی کہ اُن کی اولاد تعلیم و تربیت میں
 اُن سے پیچھے نہ رہنے پائے۔ انہوں نے اپنے سماج کا سنگ بنیاد بھی
 مساویانہ حقوق و مراعات پر رکھا ، اس نے بھی زبان کو یکساں بنانے
 میں دیگر اسباب کی مدد کی۔ اُن تعین کرنے والے حالات کا نہ کہ
 ہماری کسی ایسی خوبی کا کہ جس پر ہم فخر کر سکیں یہہ نتیجہ
 ہوا کہ انگلستان کے اوسط درجے کے لوگوں کی زبان اتنی متجانس الاجزاء
 اور نکسالی انگریزی کے معیار کے مطابق نہیں ہے جتنی کہ امریکہ کی
 آبادی کے حصوں اور اُن کے مختلف طبقوں کی ہے۔ جن اسباب نے اس
 میں یہہ بُت پیدا کی انہیں نے اس میں آج تک اس کو قائم بھی رکھا۔
 ہماری انجمنوں اور مجلسوں کے جمہوری وصف اور ملک میں تعلیم
 کے قریب قریب عام ہونے نے اس بارہ میں بہت کچھ کام کیا کہ ہماری
 جماعت بھر میں قریب قریب یکساں زبان بولی جائے۔ اس میں
 کلام نہیں کہ اس سے پہلے کوئی ایسا ملک نہ تھا جہاں ادنیٰ سے انہیں
 درجے کے لوگوں نے نصاب مدرسہ کی ایک ہی قسم کی کتابوں سے
 پڑھنا اور ہجے کرنا سیکھا ہو ، مقرر ، میز کے پاس کھڑے ہو کر لیکچر
 دینے والے اور منبر پر سے وعظ کہنے والے ایک ہی قسم کی زبان
 بولتے ہوئے سننے لگتے ہوں اور جو ایک ہی قسم کی کتب و اخبارات
 پڑھتے ہوں ، جہاں ایک جگہ سے دوسری جگہ لوگ آباد ہوتے رہے

ہوں اور آبادی اس قدر مخلوط اور مختلف طبقات و ممالک کے لوگوں میں اس قدر ارتباط ہو ، مختصر یہہ کہ اور مقامات سے زیادہ ہمارے یہاں ہر قسم کا ارتباط زیادہ اپنا رنگ جماتا اور گہرا اثر کرتا ہے ۔ ہر وہ اثر جو اجزاء میں متجانست پیدا کرتا ہے اُسے جو آزادی و وسعت دائرۃ عمل یہاں نصیب ہے کہیں اور نہیں — یہی وجہ ہے کہ کہیں اور کی ساری کی ساری اور اتنی بڑی آبادی میں کبھی ایسا نہیں ہوا کہ جیسے امریکہ میں قریب قریب ایک ہی قسم کی زبان بولی جاتی ہے اُس میں بھی بولی گئی ہو — موجودہ تہذیب مع اُن بڑے بڑے نظام ہائے حکومت کے جنہیں یہہ پیدا کرتی ہے اور وسیع و کثیر میل جول کے جس کی یہہ محرک ہوتی اور جس کے لئے سہولتیں بہم پہنچاتی ہے ، اس قابل ہے کہ غیر آباد رقبہ ہائے زمیں پر جماعت کو اتنے بڑے پیمانے پر قائم کر دے اور اُسے وہاں برقرار رکھے کہ جس کی مثال ازمنہ ماضیہ میں کہیں نہیں ملتی *

اپنی مشترکہ زبان کی آدستہ آدستہ آگے بڑھنے والی نمو کے لحاظ سے بھی ہم نے اپنے برائش اعزا کا ساتھ دیا ، اپنے اصلی وطن سے ہمارا گہرا تعلق ، وہ اشتراک تعلیم و تربیت جسے ہم نے قائم رکھا ، اور علوم و ادب کے بارے میں ہمارا اپنے اصلی وطن کو افضل تسلیم کرنا ، ان باتوں نے آج تک ہم دونوں کی زبانوں کے اپنے اپنے طریق ہائے نمو میں کوئی فرق نہیں پڑنے دیا — باوجودیکہ ہمارے اور ان کے درمیان سمندر حایل ہے مگر باہم اس قسم کے باطنی تعلقات ہیں کہ جو ہم کو ایک ہی جماعت بنائے رکھتے ہیں اس پر بھی ہماری تراکیب و قواعد ناقص ہیں — انگلستان کے نقاد ہماری اعلیٰ درجے کی تحریر و تقریر دونوں میں فی نکالتے اور کہتے ہیں کہ اُن میں ”امریکائیت“ کی بو آتی ہے اور لہجہ اور روز مرہ کے معاذرات میں تو صاف صاف فرق ہے — ہم لوگوں میں ابھی تک کچھہ پیرانے لفظ ، مرکبات ناقص اور معنی باقی ہیں جنہیں وہ چھوڑ چکے ہیں ،

کچھ لفظ جو ہمارے چلے آنے کے بعد وہاں پیدا ہو گئے انہیں ہم نے ابھی تک بولنا شروع نہیں کیا ، اور کچھ لفظ ہم نے تراش لئے جنہیں وہ نہیں مانتے اور تسلیم نہیں کرتے - ان معاملات میں بروئے استدلال ہم بھی اتنے ہی حق بجانب ہیں جتنے وہ لیکن سوال تو یہ ہے کہ ہم دونوں میں کس کا اجتہاد مستند ہے کہ جس کا پسند کیا ہوا استعمال صحیح انگریزی کا سنگ بنیاد رکھے گا - ابھی تک تو ہم نے چھوٹے بٹے رہنے پر قناعت کی ہے لیکن شاید ہم ہمیشہ انہیں اپنا بزرگ نہ سمجھیں گے - ہماری بڑھتی ہوئی تعداد اور تربیت و اوضاع کی روز افزوں آزادی ہمارے دل میں یہ خیال پیدا کر دیگی کہ ہم اُن سے کچھ کم نہیں ، روز بروز یہ خیال ترقی کرتا جائے گا کہ ہم انہیں افضل سمجھیں ، پس ممکن ہے کہ ایک زمانہ ایسا آجائے جب کہ امریکہ کی انگریزی اور برطانیہ کی انگریزی کے مصالح ، ہیئت اور طریق استعمال الفاظ میں بہت ہی بڑا فرق نظر آنے لگے - ان رجحانات فارق کو روکنے اور ان کے نتائج سے بچنے کے لئے ہم توقع کرتے ہیں کہ اعلیٰ درجے کے تعلیم یافتہ اصحاب علم ادب کے ذریعہ اپنا اثر ڈالیں گے - علم ادب ہی اُن قوتوں میں سے جو زبان کی حفاظت کرتی ہیں سب سے عمدہ ، سب سے بڑھکر جائز اور سب سے زبردست قوت ہے ، یہ جتنا اچھا ہوتا ہے اتنا ہی عمدہ طور سے کام کرتا اور زبان و مکان کی رکاوٹوں سے آزاد رہتا ہے - علم ادب ہی کے ذریعہ سے امریکہ نے انگریزی کی توسیع میں شرکت کا حق حاصل کیا ، اور اسی ذریعہ سے حاصل کرتا رہے گا - امریکی نظم ، فلسفہ اور سائنس کی جن اعلیٰ تصانیف کو قدر و محبت کی نظر سے دیکھتے ہیں انہیں کو انگریز بھی عزیز رکھتے ہیں ، اس بات نے انگریزی بولنے والوں کے دو بہت بڑے گروہوں کو متحد کر کے ایک جماعت بنا دیا اور اسی کو چاہئے کہ اس اتحاد کو قائم رکھے ، ہمیں امید ہے کہ یہ ایسا ہی کریگی - لیکن اس اتحاد کے ناقص و کامل ہونے کا مدار اس پر ہوگا کہ جماعت کا وہ حصہ جس تک علم

ادب کی رسائی ہے اور جس کی یہ رہنمائی کرتا ہے وہ باقی حصے پر اپنا کتنا اثر ڈال سکتا ہے *

لیکن یہ نہ تصور کرنا چاہئے کہ امریکہ میں بولیاں ہی نہیں ہیں ، یہاں بھی ہیں مگر ہمیں امید ہے کہ جیسے آج ان میں اور نکسالی انگریزی میں بہت ہی تھوڑا سا فرق ہے ویسے ہی عرصے تک یا ہمیشہ رہے گا ، غایر نظر اصحاب نیو انگلینڈ (New England) مغربی اور جنوبی امریکہ کے تعلیم یافتہ لوگوں کی زبان سے تازہ لیتے ہیں ، کہ وہ کہاں پیدا ہوئے ہیں ، جتنی کسی کی تعلیم و تربیت کم ہے اتنی ہی یہ خصوصیات اُس کی زبان میں زیادہ نمایاں اور ممتاز طور سے نظر آتی ہیں ۔ اس ملک میں چھوٹی یا بڑی کوئی جگہ ایسی نہیں ہے جہاں کے مرکبات ناقص یا لب و لہجہ میں ایک خاص بات نہ ہو جو اسی جگہ سے مخصوص ہے اور جو اُن لوگوں میں نہ پائی جاتی ہو جن کے وطن کی زبان تعلیم کی خداداد پر چڑھکر شستہ نہیں ہوئی یا جن کا حلقہ ارتباط بہت وسیع نہیں ہے ۔ ہم سب اس بات سے واقف ہیں کہ اسالہب تحریر و تقریر میں بھی کچھ نہ کچھ فرق ضرور ہے ، ایسے لفظ و مرکبات ناقص موجود ہیں جو تقریر میں تو معیوب نہیں خیال کئے جاتے لیکن اگر کتابوں میں نظر پر جائیں تو مبتذل اور بھدے سمجھے جائیں گے ، یہ خلاف اُس کے ایسے لفظ و مرکبات ناقص بھی ہیں جنہوں ہم عبارت آرائی کے وقت تو لکھتے ہیں لیکن اگر اُن سے تقریر میں کام لیا جائے تو بونے ” اورد “ و قصع آتی ہے ، گو یہ فرق اتنا بڑا فرق نہیں ہے کہ وہ ادبی انگریزی کو عام لوگوں کی انگریزی سے ایک بالکل جدا شے بنادے بلکہ اس سے بھی انکار نہیں کیا جاسکتا کہ یہ اُس فرق کی ابتداء ضرور ہے — کسی ادبی زبان جس سے ہم تاریخ کے ذریعہ آگاہ ہوئے ہیں اور اُن کم تربیت یافتہ بولیوں کے درمیان جو ادبی زبان کے پہلو بہ پہلو استعمال عوام کے

سبب سے پیدا ہو گئیں اور جنہوں نے آخرش اُس کو تباہ کر کے اُس کی جگہ چھین لی، مابہ امتیاز پیدا کرنے کے لئے مذکورہ فرق کو اپنی نوعیت بدلنے کی ضرورت نہیں ہے بلکہ مدارج بدلنے کی ضرورت ہے *

پس جیسا کہ ہم دیکھ چکے ہیں کوئی چیز بولیوں کی نمو قطعاً نہیں روک سکتی، حتیٰ کہ وہ اثرات بھی جو بہت ہی شد و مد کے ساتھ شبیہ زبان کو بحال خود قائم رکھتے ہیں اگر ان کو اپنا عمل کرنے کے لئے عمدہ سے عمدہ موقع جو حیضہ امکان بشری میں ہیں نصیب ہوں تو صرف اتنا ہی کر سکتے ہیں کہ وہ اُس رفتار نمو کی راہ میں قدم قدم پر روڑے اٹکاتے رہیں *

زبانیں اور بولیاں

آپ نے دیکھا ہوگا کہ جب ہم نے کسی زبان (tongue) کا ذکر کیا ہے تو ”بولی“ (dialect) اور زبان (language) دونوں اصطلاحات کو اُس طرح استعمال کیا ہے جس سے اُن میں کوئی خصوصیت ظاہر نہیں ہوتی اور ایک کی جگہ دوسری بولنے رہے ہیں؛ جو کچھ اُس سے پہلے بیان ہو چکا اُس سے یہ بھی عیاں ہو گیا ہوگا کہ ان دونوں میں ایک خاص اور ضروری فرق قائم کرنے یا اُن کے معنی میں تعین پیدا کرنے کی کوشش بھی فضول ہے، کیونکہ یہ دونوں لفظ آپس میں تعلق رکھنے والی زبانوں کے محض باہمی اختلاف مدارج ظاہر کرتے ہیں۔ اگر ”بولی“ کے یہ معنی لئے جائیں کہ وہ ایک مختصر جماعت کی مخصوص طرز گفتگو (idiom) ہے بمقابلہ ان جماعتوں کے جن کی مخصوص طرز گفتگو اس سے کسی قدر مختلف ہے تو نطق انسان کی کسی ہیئت کی نسبت بھی، جس کا ہمیں علم ہے خواہ وہ مروج ہو یا متروک، یہ نہیں کہا جاسکتا کہ وہ ”بولی“ نہیں ہے، یا نہ تھی — علیٰ ہذا القیاس اگر ”زبان“ کے یہ معنی لئے جائیں کہ وہ ایک وسیلہ ہے بنی نوع کے ایک ممیز و ممتاز حصے کے مبادلہ خیالات کا اور اُسکی حالت اِس حصے کی قابلیت و استعداد کے مطابق ہوتی اور وہ اُسکی

ضرورت پوری کرتی ہے تو یہہ کہنا پڑتا ہے کہ کوئی ہیئت نطق انسان نہیں جس پر لفظ زبان کا اطلاق نہ ہو سکتا ہو۔ ہر ملک اور ہر زمانے میں تقریری زبان (spoken language) کی تمام تاریخ مختلف و متواتر ہیئات کا ایک سلسلہ نظر آتی ہے، ان ہیئات میں سے بعض کو خارجی اسباب کی بدولت جو اکثر اتفاقی ہوتے ہیں ایک امتیاز و اہمیت اور دوام و رواج نصیب ہو جاتا ہے جو اوروں کو نہیں ہوتا؛ اسی اہمیت کے مدارج کو مد نظر رکھ کر ہم کسی کو مخصوص طرز گفتگو، کسی کو گزوازی، کسی کو بولی اور کسی کو زبان کہتے ہیں۔ ”فصل“ اور ”نوع“ میں ماہ الامتیاز قائم کرنے میں تاریخ طبیعیات کو بھی قدرے قلیل اسی طرح کی دقت کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ طبیعیات میں بھی یہہ دقت ویسی ہی طاری و ساری اور لاینحل ہوتی جیسی کہ لسانیات میں ہے بشرطیکہ لسانیات کی طرح محض ”نوع“ ہی نہیں بلکہ حیوانات و نباتات کی ”اجناس“ اور اعلیٰ طبقات کے خد و خال سے معلوم ہوتا کہ یہہ ایک دوسرے کی، یا مشترک مورث اعلیٰ کی اولاد ہیں اور ایک پشت سے دوسری پشت میں جو بتدریج فرق پڑا ہے اس کا تمیز کرنا دشوار ہوتا۔ اقلیم لسانیات میں نوع کا ہیئت تبدیل کرنا محض ایک فرضی بات نہیں ہے بلکہ ایک بین حقیقت ہے اور مطالعہ لسانیات کے ان اصول میں سے ایک اصول جس پر کہ اس کا سنگ بنیاد رکھا گیا ہے *

پانچواں لیکچر

گزشتہ صحبت میں تغیرات لسان کے مختلف طریقوں پر کسی قدر تفصیل سے بحث کرنے کے بعد ہم ان حالات و کیفیات کی طرف برابر توجہ کرتے رہے جن کا ان اعمال تغیر پر اثر پڑتا ہے، جو کبھی اس عمل کو نمایاں کردیتی ہیں اور کبھی اس عمل کو، کبھی کسی عمل کی رفتار میں تیزی پیدا کردیتی ہیں اور کبھی ان اعمال کا متفقہ اثر گھٹا دیتی ہیں۔ اس کے بعد ہم نے اس کی تحقیقات کی کہ کیونکر مذکورہ اعمال، مرور ایام نطق انسان کی کسی ہیئت کو مختلف شکلوں میں منقسم کردیتے ہیں یا کسی زبان کو بدل کر اس کی بولیاں بناتے ہیں۔ ہم نے ان اسباب کا بھی تبصرہ کیا تھا جن کے باعث بولیوں کے اختلاف کو منازل ارتقاء طے کرنے میں مدد ملتی ہے، اور ان کا بھی جو اس ارتقاء کو محدود اور اس کی مخالفت کرتے ہیں حتیٰ کہ اختلاف سے یک رنگی پیدا ہو جاتی ہے۔ ہم بقا چکے ہیں کہ یہ سبب دو طرح کے ہیں: ایک قسم کا منبع اشخاص ہیں، لوگوں کی روش اور حالات پر مبنی ہیں اور ان کے اختلاف کی انتہا نہیں؛ دوسری قسم کے اسباب کا، جن کا دائرہ عمل جماعتیں ہیں اور جن کی صورت ضرورت افہام و تفہیم مطالب ہے جو زبان کا مقصد اولین ہے، اثر یہ ہوتا ہے کہ زبان میں یک رنگی و متجانست پیدا ہوتی ہے، شخصی خصوصیات وسیع تر وحدت کی قربان گاہ پر بھیئت چڑھائی جاتی ہیں، یعنی شخص واحد اس سماج میں مدغم ہو جاتا ہے جس کا فرد ہے۔ زبان کیا ہے؟ ایک نظام جو انسان کی معاشرت پسند طبع پر قائم کیا گیا اور اس لئے بنایا گیا ہے کہ اس کی ضروریات معاشرت پوری ہو سکیں لہذا اگرچہ محض افراد ہی ہر لفظ اور اس کے معنی کی ساخت و اصلاح کا سبب ہیں لیکن درحقیقت جماعت ہی زبان بناتی اور بدلتی ہے۔ افراد کو قوت سالمی (molecular) اور جماعت کو قوت نامیہ (organic) سے تعبیر کرنا چاہئے۔ جیسا کہ ہم پہلے بیان کرچکے ہیں دونوں قوتیں ہمیشہ اپنا

اپنا کام کرتی رہتی ہیں اور تاریخ زبان دونوں کے متفقہ اثرات کا ایک دفتر ہے لیکن انفرادی اور فرق پیدا کرنے والی قوتیں تہ میں پوشیدہ ہیں ، بہت ہی داخلی ہیں اور نطق کے استعمال عام کا خاصہ ہیں ، خارجی اسباب ان پر اثر نہیں کر سکتے ۔ ہم بجایا طور سے دعویٰ کر سکتے ہیں کہ زبان اختلاف کی طرف مائل رہتی ہے مگر جن صورتوں میں اس سے کام لیا جاتا ہے وہ اس کے اس میلان کو روکتی اور زایل کرتی حقیقت کہ اس کا رخ بدل دیتی ہیں ، وہ اس کی وحدت کو قائم رکھتی اور جہاں یہ وحدت مفقود ہے وہاں اسے پیدا کر دیتی ہیں *

بولیاں قدیم نہیں ہیں

زمانہ حال میں لسانیات پر خاصہ فرسائی کرنے والے دو ایک اصحاب نے بہت بڑی غلطی یہہ کی ہے کہ زبان کی یکسانی اور بولیوں کے اختلاف میں جو باہمی تعلقات ہیں انہیں بالکل ہی الٹ دیا، اس سے تمام تاریخ ارتقاء لسان الٹ جاتی ہے ۔ عصر حاضرہ کی ترقی یافتہ بولیوں کی روش اور ان کے موجودہ فرق مت کر وسیع خطوں میں متجانس الاجزاء زبان پیدا ہونے سے بے انتہا متاثر ہو کر اور ان قوتوں کی نوعیت نظر انداز کر کے جن کی وجہ سے بولیوں کی یہہ روش عرصہ وجود میں آئی ، ان مصنفین نے یہہ دعویٰ کیا ہے کہ زبان کا خطری رجحان یہہ ہے کہ اختلاف سے یکسانی ظہور پذیر ہو ، بولیاں زبان سے مقدم ہیں اور نطق انسان کی ابتداء ، لاتعدولا تھیں بولیوں سے ہوئی جو ابتداء ہی سے آپس میں مل جل اور گھٹ رہی تھیں ۔ ایک ایسی رائے کی تردید میں وقت صرف کرنا قطعی فضول ہے جس کی غلطی جو کچھ کہ ہم کہہ چکے ہیں اس سے صاف صاف ظاہر ہے تاہم اس کے متعلق تھوڑی سی بحث کیجاتی ہے تاکہ دو ایک اصول بخوبی سمجھ میں آجائیں جن کا اچھی طرح سمجھنا اس لئے ضروری ہے کہ مزید تحقیقات ہوجہ احسن کی جاسکے

بولیوں کے اختلاف کی توضیح

اس کے تسلیم کرنے میں کسی کو تامل نہوگا کہ دو بولیوں کے درمیان جن کا ماخذ ایک ہے جو فرق ہے وہ بے انتہا اختلافات پر اور ان اختلافات کے مجموعہ اور مجموعی اثر پر مبنی ہے ، مثلاً جو لفظ ایک میں موجود ہیں وہ دوسری میں نہیں پائے جاتے یا پائے تو جاتے ہیں مگر اُن کا تلفظ الگ الگ ہے یا اُن کے معنی میں یونہی سا یا بہت بڑا فرق ہے ، یا بعض مرکبات یا هیأت ان میں سے ایک کے لئے مخصوص ہیں ، یا دونوں میں مروج ہیں تو تبدیل ہیئت کے مدارج میں فرق ہے ، یا بعض مرکبات ایسے ہیں کہ ایک بولی میں تو وہ بامعنی ہیں مگر دوسری میں بالکل مبہل - اس قسم کے اختلافات کا رفتہ رفتہ پیدا ہو جانا ایک ایسا امر ہے جو ہمیں تاریخ انسان کے اُس زمانے میں برابر وقوع پذیر ہوتا نظر آتا ہے جس کا حال ادبی تحریکات سے معلوم ہوتا ہے ، بلکہ گذشتہ ہی پر کیا جہر ہے آج بھی ایسا ہی ہو رہا ہے - اگر truth (سچ) کے معنی میں لاطینی verita ہسپانی میں verdad ، فرانسیسی میں vérité اور انگریزی میں verity مستعمل ہے تو اس کا یہہ نہ سمجھنا چاہئے کہ ایک زمانہ تھا جب کہ یہہ تمام لفظ ایک ہی قوم میں مروج تھے حتیٰ کہ ان میں سے بعض نے ایک کو پسند کیا اور بعض نے دوسرے کو اور ان میں سے ہر لفظ کا پسند کرنے والا گروہ اور الفاظ کے پسند کرنے والے گروہوں سے الگ ہو کر ایک جماعت بن گیا ، بلکہ اس کی وجہ یہہ تھی کہ کسی زمانے میں ایک قوم ایک لفظ اس معنی کے لئے بولتی تھی جو ان تمام الفاظ میں سے کسی ایک سے بالکل ملتا تھا یا ان میں سے ہر ایک سے مشابہ تھا ، اسی لفظ سے یہہ تمام لفظ معیولی طور سے جب کہ زبان بذریعہ روایت منتقل ہو رہی تھی نکلے ہیں - نقل لسان بذریعہ روایت اس احتمال سے کبھی ارفع نہیں ہے کہ لسان میں تغیر ہوگا - یہہ ایک اتفاق کی بات ہے کہ بلا واسطہ تاریخی شہادت کی بناء پر ہمیں ان الفاظ کی نسبت

• معلوم ہے کہ یہہ کس لفظ سے نکلے ہیں اور جو لوگ اس کو بولتے تھے وہ کون تھے؛ یہہ اصلی لفظ *vērītāt* (veritas کی حالت فاعلی) تھا اور روما کی زبان یعنی لاطینی سے اس کا تعلق تھا اس کی موجودہ شکلیں صرف تخریب صوتی کے معمولی اثروں کو ظاہر کرتی ہیں - اسپطرح اگر میں attend بولتا ہوں تو فرانسیسی attendez ، ہم دونوں کے الفاظ کے تلفظ اور قواعدی شکل (یعنی فرانسیسی کے لفظ میں علامت جمع موجود ہے جو انگریزی کے لفظ میں نہیں ہے) اور معنی میں (فرانسیسی میں اس کے معنی ہیں انتظار کرنا) فرق ہے اور ان تمام صورتوں میں باستثنائے صورت آخر دونوں لاطینی لفظ attendite سے نہیں ملتے ، باوجود اس کے یہہ دونوں اسی سے نکلے ہیں ، کوئی رومانی attend یا attendez نہ بولتا تھا - اب اسی طریق استدلال کو اور صورتوں میں کام میں لاتے ہیں اور باوجودیکہ بلاواسطہ تاریخی شہادت ہماری دستگیری نہیں کرتی مگر نتیجہ یہی نکلتا ہے - مثلاً گو ہم true، جرمنی والے treu ، ہالینڈ والے tro ، اور نیدرلینڈ والے trouw بولتے ہیں مگر اس میں کبھی شک نہیں ہوتا کہ ہم سب کے پاس قریب قریب ایک ہی لفظ ہے جو ایک ہی معنی میں مستعمل ہے اور ایسی روایت کے ذریعہ جس میں فرق نہیں آنے پایا ، ہم کو کسی قدیم جماعت سے ملا ہے جس میں اس کا سا کوئی لفظ بولا جاتا تھا - اس یقین کے بعد ہم اس کے دریافت کرنے کی فکر میں پڑتے ہیں کہ وہ لفظ کیا تھا اور اس میں کیوں اور کیا تغیر ہوئے کہ جن کی وجہ سے یہہ شکلیں پیدا ہو گئیں جو آج نظر پڑتی ہیں - ہمارے لفظ father اور اینگلو سیکسن fæder ، انسلینڈی fadir ، ڈچ vader اور جرمنی vater میں جو فرق ہے وہ verity اور اس کے مشابہات کی طرح ہمیں اس بات کے فرض کرنے کے لئے مجبور نہیں کرنا کہ ایک زمانہ تھا کہ جب ایک ہی جماعت کی مختلف قدیم بولیوں میں یہہ لفظ رائج تھے بلکہ ہم یہہ خیال کرتے ہیں کہ یہہ ایک جماعت کی کئی

جماعتیں بنجانے کا نتیجہ ہیں ، ان سب کا جب لاطینی کے pater ، یونانی کے patēr ، فارسی کے peder (پدر) اور سنسکرت کے pitar (पितृ) سے مقابلہ کیا جاتا ہے جو صریحاً ایک ہی لفظ ہی مختلف شکلیں ہیں جس سے کہ یہہ پیدا ہوئے ہیں ، تو بھی ہمارے استنباط پر اس سے کوئی اثر نہیں پڑتا - اب ہم پھر اسی مثال کی طرف رجوع کرتے ہیں جسکا اس سے پہلے ذکر آچکا ہے یعنی لفظ is — اس کا جرمن مترادف ist ، لاطینی est ، یونانی esti ، لہوائی esti ، سری yesti ، فارسی est (است) اور سنسکرت asti (अस्ति) ہے — طالب علم لسانیات کے نزدیک یہہ لفظ اس سے زیادہ کچھ حقیقت نہیں رکھتے کہ وہ ایک ہی لفظ کی کسی قدر مسخ شدہ صورتیں ہیں - اس کا فوق اُن بے انتہا فرقوں میں سے ایک فرق ہے جن کے باعث یہہ رو نہیں الگ الگ نظر آتی ہیں — اس میں کلام نہیں کہ معاصر تحریرات موجود نہیں ہیں کہ ہم بے شک و شبہ اُن لوگوں تک پہنچ جائیں جن میں یہہ لفظ پیدا ہوا تھا اور اُس زمانے کا پتا لگالیں جب یہہ بنا تھا، لیکن جیسے ہم مسطور الصدر صورتوں میں یہہ نتیجہ اخذ کرنے پر مجبور نہ تھے کہ اشکال زیر بحث الگ الگ قدیم الفاظ کی ہیئت مختلفہ کی قائم مقام ہیں ویسے ہی اب بھی یہہ ماننا ضروری نہیں کہ ist وغیرہ قدیم الفاظ کی موجودہ شکلیں ہیں ، اور ان سب سے یہہ ظاہر ہوتا ہے کہ کسی زمانے میں بہت سی بولیاں رائج تھیں جن میں فعل to be (ہونا) کا صیغہ واحد غائب حال مختلف طرح سے ظاہر کیا جاتا تھا ، اور نہ یہہ تسلیم کرنا ہی لازم آتا ہے کہ جن قوموں میں یہہ لفظ بولے جاتے ہیں وہ کسی سابقہ جماعت کے گروہوں (groups) کی اولاد ہیں جن میں سے کسی نے ist ، کسی نے est اور کسی نے esti پسند کر لیا - برخلاف اس کے اُس یقین واثق کی بناء پر جو منطقی استدلال سے پیدا ہوتا ہے ، ہم یہہ نتیجہ نکالتے ہیں کہ جن لفظوں پر ہم غور کر رہے ہیں وہ سب ایک ماخذ واحد یعنی

asti (अस्ति) سے نکلے ہیں اور یہہ بھی اُسی استدلال سے مستنبط ہوتا ہے کہ اگر ایک جماعت نے جس کا وجود ہم اسباب کو مدنظر رکھ کر تصور کر سکتے ہیں ، زمانۂ ماضی میں ، جو ہمارے علم سے خارج ہے ، مادہ فعل as (अस्) جس کے معنی ہیں ex istence (موجود ہونا) اور ضمیر ti (ति) کو جس کے معنی ہیں that (وہ) ملا کر اصلی لفظ (asti) نہ بنایا ہوتا تو یہہ لفظ عرصہ وجود ہی میں نہ آتے *

مذکورہ استدلال کا اطلاق صرف انہیں صورتوں پر نہیں ہوتا جو زیر بحث رہی ہیں ، بلکہ بولیوں میں جو جو فرق پڑے ہیں اُن سب پر ہوتا ہے ۔ کچھ ہم ہی اُس طرز استدلال سے کام نہیں لیتے بلکہ اُن اصحاب کا بھی جو اس کے قائل ہیں کہ بولیاں زبان سے مقدم ہیں ، طرز استدلال ہر صورت میں یہی ہے ۔ جس تقابل و استنباط کی ہم توضیح کرتے چلے آئے ہیں وہ تحقیقات لسانی میں علمائے لسانیات تقابل کے معمول ہیں اور مخالفین کو علمائے لسانیات تقابل ہی کے زمرے میں شمار کئے جانے کی آرزو ہے ، صرف فرق اتنا ہے کہ یہہ برزگوار یہہ نہیں سمجھتے کہ بولیوں کے سارے کے سارے فرق کا دار و مدار اسی قسم کے اختلاف ہیں اور یہہ کہ اگر یہی اختلاف قدم قدم پر یہہ بتائیں کہ دراصل ایک شئے واحد اُن کا ماخذ ہے تو وہ من حیث المجموع وحدت ماخذ پر دلالت کریں گے ۔ ہمیں بتایا جانا ہے کہ ”جس طرح قوم سے پہلے خاندانوں ، قبیلوں ، جماعتوں اور قوموں کے حصوں کا ہونا ضروری ہے اُسی طرح زبان سے پہلے بولیاں تھیں“ (میکس میلولر) اُس طرز استدلال میں اُس تمام طرز استدلال کی طرح ، جس سے اُس رائے کو مستحکم و استوار کیا جاتا ہے جس کی ہم

+ یہاں مصنف سے لغزش ہوئی ہے ۔ تی علامت صیغۂ واحد غائب حال ضرور ہے مگر اُس کے کچھ معنی نہیں ہیں کیونکہ کہ یہہ प्रत्यय ہے جس کے کچھ معنی نہیں ہوتے

مخالفت کر رہے ہیں ، یہہ مغالطہ مخفی ہے کہ یہہ محض سطحی ہے — بجائے اس کے کہ یہہ تاریخی ارتقاء کے ابتدائی واقعات سے سلسلہ بحث شروع کرے اس کے وسطی زمانے کے واقعات سے بحث کرنا شروع کرتا ہے — اگر ہم یہہ تسلیم کرتے ہیں کہ خاندان ، قبائل ، اور حصص اقوام تاریخ انسان کے عناصر اولیٰ ہیں اور ان میں سے ہر ایک جس خطہ زمین پر آج آباد ہے اُسی سے خود بخود پیدا ہوا ہے تو محض برہائے مشابہت ہی نہیں بلکہ ایک تاریخی نتیجے کے طور پر یہہ اخذ کیا جاسکتا ہے کہ ابتدائی زمانوں میں ہی نطق انسان میں بے انتہا اختلاف تھے مگر یہہ اختلاف اساسی تھے بولیوں کے اختلاف نہ تھے — لیکن آبادی کے حصوں کے تفرق ہونے کے اگر یہہ معنی ہیں کہ لوگ پہلے ایک ہی مقام پر آباد تھے اور بعد میں منتشر ہوئے ، اور اگر یہہ ضروری ہے کہ گذشتہ تاریخ نوح انسان کی تحقیق کرتے کرتے ہم اُس منزل پر پہنچ جائیں جہاں معدودے چند خاندان یا محض ایک مرد اور ایک عورت رہ جاتے ہیں جن کی تعداد طبعاً بڑھ اور پھیل کر منتشر ہوئی اور چھوٹی چھوٹی جماعتیں بن گئیں اور ان جماعتوں نے بعد میں گھل مل کر بڑی جماعتوں کی شکل اختیار کر لی (اور اس سے کوئی انکار بھی نہیں کرسکتا) تو پھر مشابہت اور تاریخی ضرورت دونوں سے یہہ منہج ہوتا ہے کہ ہم نے زبان اور بولی کے درمیان جو تعلق اوپر بیان کیا ہے وہی تعلق درست اور سچا ہے ، یعنی جماعتوں کے پھیلنے اور تعلقات قطع ہونے کے ساتھ بولیاں نمود کرتی اور متفرع ہوتی ہیں اور جب وہ گھل مل کر ایک ہونے لگتی ہیں تو بولیوں میں متجانست پیدا ہو جاتی ہے *

بولیوں کے اختلاف ناکم ہونا

بے شبہ ازمئہ ماضیہ میں ایک ہی زبان کا رونے زمین کے وسیع قطعات پر پھیلنا ناممکن تھا ، اور مرور ایام کے ساتھ ساتھ من حیثیت المبحوع نطق انسان کے اختلاف کم ہوتے جاتے ہیں لیکن اس کا باعث فقط

یہ ہے کہ وہ خارجی اسباب جو زبان کے فطری میلان اختلاف کا سد باب کرتے ہیں زیادہ مکمل ہوتے جارہے ہیں - جس طرح کہ امریکہ میں ایک واحد و تربیت یافتہ قوم جس کی زبان متجانس الاجزاء ہے ، وحشی قوموں کا مع ان کی مختلف النوع زبانوں کے استیصال کر رہی ہے ، اسی طرح یہ کام تھوڑا بہت ہرجگہ ہو رہا ہے - تہذیب اور وہ کیفیات جنہیں تہذیب پیدا کرتی ہے بربریت اور اثرات فارق پر غالب آرہی ہیں - اس واقعہ سے کہ فرانسیسی ، ہسپانی اور ایطالوی ہماری جماعت میں داخل ہو کر سب کے سب verity بولنا سیکھ لیتے ہیں یہ بات ثابت نہیں ہوتی کہ vérité, verity اور verdad مختلف قدیم بولیوں کے لفظ ہیں جو رفتہ رفتہ وحدت پیدا کر دیں گے اور نہ زمانہ حال کی تربیت یافتہ زبانوں کے دور دور تک پھیلے ہوئے ہونے میں کوئی بات پائی جاتی ہے جس سے یہہ سان گمان بھی ہو کہ یکسان و یک رنگ زبان سے بولیاں مقدم ہیں اور ہر جگہ بولیوں سے زبان پیدا ہوئی ہے *

بولیوں کے اختلاف کا اجتماع

یہہ سچ ہے کہ تاریخ لسان کے ہر زمانے میں اُس میں سیقدر اختلاف ضرور رہا ہے جس کو بولی کے اختلاف سے تعبیر کر سکتے ہیں - ہم بتا چکے ہیں کہ خود ہماری قوم میں جہاں زبان کی یکسانی روئے زمین کی کسی زبان کی یکسانی سے کم نہیں ہے دو آدمیوں کی گفتگو بالکل یکساں نہیں ہے یا اگر ایسی صورت پیدا ہو جائے کہ ان میں سے ہر ایک بجائے خود روایات لسانی کا بانی بن جائے تو وہ ایسی زبان پھیلانے کا جو من و عن یکساں نہ ہوگی - پس ہمیں ماننا پڑیگا کہ چھوٹی سے چھوٹی جماعت کے بھی ، جس نے کسی موجودہ زبان یا زبانوں کے خاندان کا سنگ بنیاد رکھا ہے ، افراد یا خاندانوں کے روزمرہ (idioms) میں ضرور فرق تھا ، اور پھر اگر ہم یہہ فرض کر لیں کہ اس جماعت کے بہت ہی چھوٹے چھوٹے حصے منتشر ہو گئے اور ہر حصہ ایک الگ جماعت کا جنم داتا

بن گیا تو اس مقولے میں کسیقدر صداقت پائی جائے گی، کہ ان جماعتوں کی تاریخ بولیوں کے اُن اختلافات سے شروع ہوئی جو پہلے ہی بڑے چکے تھے۔ اشارے سے پہلے اصلی جماعت جس قدر زیادہ پھیلی ہوئی تھی اسقدر مقامی اختلاف زیادہ نمایاں تھے مگر اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ آپس میں لوگ ایک دوسرے کی بات ہی نہ سمجھتے تھے۔ جتنا مقامی اختلاف زیادہ تھا اتنا ہی بعد میں فرق بھی زیادہ پڑتا گیا، لیکن بولیوں کے یہ اختلاف بذات خود سابقہ نمو کا نتیجہ اور بالکل بے معنی تھے کیونکہ ابتداءً وحدت زبان میں مختل نہ تھے، نظر تعمق سے دیکھنے سے بھی ان کا بقا روزمرہ کی اُن خصوصیات میں نہیں لگ سکتا جو بعد میں پیدا ہو گئیں۔ اور یہ دعویٰ قطعی غلط ہے کہ خصوصیات اصلی اور قدیم ہیں یا یہ کہ ابتدائی زمانے کے خفیف اختلاف ان کا منبع اور باعث ہیں بلکہ یہ کہنا چاہئے، اور اس میں ذرا بھی شک کی گنجائش نہیں ہے، کہ مابعد کی بولیاں ایک متجانس الجزاء زبان کے رفقہ رفقہ اپنے مرکز ثقل سے دور نکل جانے سے ظہور پذیر ہوئی ہیں *

تخصیص زبان

ناترینیت یافتہ جماعت میں جن اختلافات استعمال کا ہونا حیطہ امکان میں ہے اُن کی قدر و قیمت بہت بڑھی ہوئی ہے، یہ نہ سمجھنا چاہئے کہ یہ دعویٰ محض ایک قیاس بعید از حقیقت ہے۔ یہ اختلاف اُن لوگوں میں ہمیشہ پائے جاتے ہیں جن کو ایک ہی زبان کا بولنے والا محض اس لئے تصور کیا جاتا ہے کہ اُن میں سے ایک دوسرے کو اپنا مافی الضمیر بے تکلف سمجھا سکتا ہے۔ جسے ہم ”تخصیص زبان“ سے تعبیر کرتے ہیں اُس کا پہلا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ اُس قسم کے اختلاف معدوم ہو جاتے ہیں اور یکونگی زبان کا دائرہ وسیع اور درجہ کمال بلند ہو جاتا ہے۔ تخصیص زبان جن اختلافات پر اپنے نقش مرتسم کرتی ہے اُن کے مدارج میں خواہ کم فرق ہو خواہ زیادہ مگر یہ ابتداءً سے ابتداءً

تک اپنا کام بذریعہ انتخاب انجام دیتی ہے نہ کہ بذریعہ ادغام - مختلف مقامات و اشخاص کے استعمال کے فرقوں کا اوسط نہیں نکالا جاتا ، بلکہ جماعت کے ایک جزو کے مستعملات کو ایک اصول یا قاعدہ تسلیم کر لیا جاتا ہے جس کی پابندی باقی جزو کے لئے لازمی قرار دیجاتی ہے اور ان مستعملات کی حدود سے قدم نکالنے کی روک تھام یا قطعی ممانعت کر دی جاتی ہے۔ اس سے استعمال زبان میں ایک طرح کا رقف و شعور اور غور و خوض داخل ہو جاتا ہے - لوگ پہلے عام وسائل افہام و تفہیم سے بے غور و خوض اور طبعی طریقے سے کام لیتے تھے ، محض ضروریات افہام و تفہیم اُن کی مشعل ہدایت تھیں اور ضروریات بھی وہ جن کو دل محسوس کرتا رہے مگر جن کی معقولیت کو زبان نہ ثابت کرسکے ، اب چند نمونوں کی ایک مسلم و معروف طریقے سے تقلید کی جاتی ہے اور معاملات تکلم میں مستند اساتذہ کے سامنے سر تسلیم خم کر دیا جاتا ہے۔ سب سے اچھے بولنے والے یعنی وہ لوگ جو لفظوں کو بہت ہی صحت کے ساتھ بولتے اور بہت ہی اچھے اور زوردار معنی میں استعمال کرتے ہیں اور ان کے استاد بن بیٹھتے ہیں - تحصیل زبان کا اثر چاہے جس طرح پڑے ، خواہ چولوگ اس اعزاز کے مستحق ہیں اُن کو سند ماننے سے یا عام علم ادب کے ذریعہ جو روایتاً پہنچا ہے ، خواہ اس سے بھی افضل طریقے یعنی قواعد و لغات کی تحصیل اور نوشت و خواند اور دولت علم سے بہرہ مند ہونے سے ، مگر اس کی نوعیت میں فرق نہیں پڑتا ، یہہ برابر ایک ہی طریقے سے وہ نتائج پیدا کرتی رہتی ہے جو زبان کی ترقی کے ضامن اور تخلیص و تہذیب کے کفیل ہیں - یہہ قومی مستعملات کی مشیر و خضر راہ ہے نہ کہ حاکم و فرمان فرما - یہہ زبان سے اُن بے انتہا ذرائع اظہار خیالات کو جنہیں ان پرزہ اُس میں داخل کرنا چاہتے ہیں خارج نہیں کرتی ، اسے اس قسم کے مواد و مصالح سے کام ہی نہیں پڑتا - بعض اصحاب کی تحریر و تقریر سے معلوم ہوتا ہے کہ گویا نطق سے کام لینے والا ناقریبیت یافتہ شخص

مجبور ہے کہ بے شمار نئے لفظ اور شکلیں تراشے اور اپنے مخلوقات لسانی کی کثرت کے نشیے میں سرشار رہے حتیٰ کہ قواعد آکر اُس کی بیہودہ سرب کی حد معین اور عام زبان کو تراش خراش کر اُس کی ایک معقول جسامت مقرر کر دے ، مگر وسائل زبان میں وسعت پیدا کرنا نہ تو کھیل ہے اور نہ کوئی دل فریب کام ۔ جب پیاپے لفظ ہونتوں تک چلے آتے اور اظہار کے طالب ہوتے ہیں تو ہم لغات و قواعد کی کتابوں میں یہہ دیکھنے نہیں بیٹھتے کہ انہیں استعمال کریں یا نکریں ۔ نمونے لسانی ایک آہستہ آہستہ ظہور پذیر ہونے والا عمل ہے جس کا ضرورت یا تقاضائے محل استعمال نے زبان کے بولنے والوں کو زبردستی منبج بنادیا ۔ ہر شخص کا مجبور ہونا کہ اپنی بات اوروں کو سمجھا دے اور اوروں کی خود سمجھ لے اس بات کے لئے روک تھام اور کافی روک تھام ہے کہ وہ جدھر چاہے منہ اٹھا کر نہ نکل جائے ۔ ارتقائے زبان کا خاص عنصر کفایت شعاری ہے ، ہر بولی میں جو چیز فضول ہے ، جس کے استعمال کی ضرورت نہیں پڑتی ، وہ خود بخود معدوم و متروک ہو جاتی ہے اور اس کا انتظار بھی نہیں کرتی ، کہ قواعد داں کی مقرض اصلاح آکر اُس کی قطع و برید کرے ۔ گوناگوں اسالیب و مقولات و مرکبات ناقص جو ناقص افہام و تنہیم کے باعث ایک ہی جماعت کی حدود میں بے روک ٹوک پیدا ہو گئے ہیں ، تعلیم و تحصیل اُن میں سے اُن کا انتخاب کر لیا کرتی ہے جنہیں سمجھتی ہے کہ سب کے نزدیک اس قابل ہیں کہ تباہ و برباد نہ ہونے دئے جائیں ۔ یہہ اچھی باتوں کو قائم رکھتی ، برائیوں سے خبردار اور ان لغزشوں کی اصلاح کرتی ہے جو ایک حصہ جماعت سے استعمال مروج کے خلاف سرزد ہوتی ، رہتی ہیں ۔ پس تربیت یافتہ زبان مخلص وہ زبان ہے جس کی طبعی نمو ایک عرصے تک اس کے اعلیٰ سے اعلیٰ بولنے والوں کے سایہ عاطفت میں دانستہ و باحتیاط ہوتی رہی ہے اور جو اس لئے اُن کے سپرد کی گئی ہے کہ وہ اس کا ایک معیار قائم رکھیں ، اُس کو بد صورت بنانے والی تبدیلیوں سے بچائیں اور بلند خیالات اور دقیق معانی کے لئے اسالیب وضع کر کے اُسے مالا مال کریں ، مختصر یہہ کہ

وہ اپنے غور و خوض کئے ہوئے روزمرہ کو اُن لوگوں میں رائج کریں جن کی تعلیم ناقص ہے اور جماعت کے اُن گروہوں میں پھیلائیں جو زیادہ بے پرواہ ہیں *

بولیوں کی باہمی مطابقت ہمیشہ وحدت ماخذ پر دلالت کرتی ہے

یہہ صریحاً ایک فضول سی بات ہے کہ زبان کے زمان ارتقاء میں کہیں کوئی خط فاصل قائم کرنے کی کوشش کی جائے، یعنی یہہ کہا جائے کہ فلاں فلاں اختلاف تو مابعد کی نمو کے نتائج ہیں اور فلاں فلاں اصلی ہیں یعنی وہ نطق انسان کے قدیم فرقوں اور عدم تحدید کا ایک حصہ ہیں — نطق کے استعمال و نوعیت اور وہ قوتیں جو اُس پر اثر دالتی اور تغیرات پیدا کرتی رہی ہیں تاریخ نطق کے کسی دور میں کبھی نہیں بدلیں خواہ حالات کیسے ہی کیوں نہ بدلتے رہے ہوں اور اُس نے کتنے ہی روپ کیوں نہ بہرے ہوں؛ اور اس کے نامعلوم ماضی کی تحقیقات کا اس کے سوا اور کوئی طریقہ نہیں کہ اس کے ”حال“ اور ضبط تحریر میں لائے ہوئے ”ماضی“ کا بغور مطالعہ کیا جائے اور جو قوانین و اصول اس مطالعے کی مدد سے اخذ کئے جائیں اُن کی توسیع و اطلاق ارمٰنہ ماضیہ کی کیفیات پر کیا جائے۔ ہم اپنے ایک گذشتہ دعوے کا اعادہ کرتے اور کہتے ہیں کہ اقلیم زبان میں یہی افہم طبیعیات کی طرح یکساں معلول دلالت کرتے ہیں کہ اُن کے علل بھی یکساں ہیں، اور جو اس کا مدعی ہے کہ قدیم بولیوں اور نطق کی شکلوں کی اصل اور وصف موجودہ بولیوں اور نطق کی شکلوں کی اصل اور وصف سے اساسی اختلاف رکھتے ہیں اس کی مثال اُس ارضیات داں کی سی ہے جو اس کو تو مانگا ہے کہ زمانہٴ حال کے کنکر اور کنکریئے طبقات تو پانی کے اعمال کے اثر سے بنے ہیں لیکن زمانہٴ قدیم کے مکمل اور احجار رملي کی ساخت میں پانی کو دخل نہیں *

تاریخ لسانی کی ہر منزل کے ارتقاء میں تسلسل اور یکسانی کا پایا جانا اور لسانی مطابقتوں کا ، جہاں جہاں اُن کا پتا لگتا ہے ، وحدت اصل اور مشارکت روایت ثابت کرنے کے قابل ہونا وہ صداقتیں ہیں جن کو میدان تحقیقات لسان میں آگے قدم بڑھاتے وقت ہمیں یاد رکھنا چاہئے — اگر مختلف زبانوں میں ایسے لفظ پائے جائیں جو پتا دیتے ہوں کہ باوجود اختلاف شکل و معنی ایک ہی لفظ سب میں رائج ہے تو اس کے سوا چارہ نہیں کہ یہہ نتیجہ نکالا جائے کہ یہہ سب لفظ ایک ہی لفظ کے مظہر مشترک ہیں جس کو کسی زمانے میں ایک جماعت نے بنایا اور اختیار کیا ، اور اسی لفظ سے یہہ لفظ اعمال و روایت لسانی کے ذریعہ نکلے ہیں جو آج بھی موجود ہیں اور جن کی وجہ سے ہمیشہ اور ہر جگہ ممکن ہے کہ لفظوں کی ظاہری صورت اور باطنی ہیئت میں فرق آجائے — یہہ سچ ہے کہ زبان میں بعض بعض ایسے لفظ بھی ملتے ہیں جو بظاہر شکل و شباهت میں یکساں ہیں لیکن اُن کے ماخذ بالکل الگ الگ ہیں ، ان سے ہم ایک بعد کے لیکچر (نمبر ۱۰) میں خاص طور سے بحث کریں گے لیکن اس قسم کے مستثنیات قاعدہ کو کالعدم نہیں کرتے ، ان کا وجود اشتقاقیات دان پر صرف یہہ فرض عاید کرتا ہے کہ لفظوں کا مقابلہ کرتے وقت زیادہ حزم و احتیاط سے کام لے اور جن لفظوں سے بحث کر رہا ہے اُن کی تاریخ کا بخوبی مطالعہ کرے — یہہ بھی ممکن ہے کہ دو زبانوں میں کچھ لفظ ایسے بھی مل جائیں جن کی تاریخ میں حقیقی مطابقت موجود ہو مگر اس سے یہہ نہ ثابت ہوتا ہو کہ دونوں زبانیں در اصل ایک ہیں یا اگر کچھ ثابت ہوتا ہو تو یہہ کہ انہوں نے ایک دوسرے کے خزانہ اسالیب بیان سے استفادہ کیا ہے — مثال کے طور پر ہماری ہی زبان کو لیجئے قطع نظر اس سے کہ دو مختلف قوموں کی زبانوں سے ملکر بنی ہے اس نے کم و بیش یورپ کی ہر زبان سے اور ایشیا ، افریقہ اور امریکا کی اکثر زبانوں سے لفظ لئے ہیں باوجود اس کے یہہ ظاہر ہے کہ قرض لینے کی بھی ایک حد ہے کیا

بلحاظ مدارج اور کیا بلحاظ نوعیت ، اور طالب علم لسانیات بآسانی پہچان سکتا ہے کہ اس کے نتائج کون سے ہیں اور روایات لسانی کی اصلی مشارکت کے نتائج کون سے ؟

پیدائشی تعلق کی بقاء پر زبانوں کا زمروں میں تقسیم کیا جانا

جو طریقہ کہ ہمیں اُن زبانوں کی تقسیم کے لئے اختیار کرنا چاہئے جو بنی نوع آج بولتے ہیں یا ازمئہ ماضیہ میں بولتے تھے اُن اصول سے خود بخود پیدا ہوتا ہے جو ہم قائم کرچکے ہیں — ہم دیکھ چکے ہیں کہ کسی زبان کو کیوں نہ لیا جائے وہ ایک حالت میں نہیں رہتی ، ہر زبان ہمیشہ بدلتی رہتی ہے کیا بلحاظ ساخت اور کیا بلحاظ لغات ، اور رفتار زمانہ کے ساتھ ساتھ مختلف بولیوں اور شکلوں میں منقسم ہوتی رہتی ہے — کوئی موجودہ زبان ، کوئی ضبط تحریر میں لائی ہوئی زبان ، جیسی کی جیسی نہیں ، اُن میں سے ہر ایک کسی ابتدائی زمانے کی زبان سے نکلی ہے جس سے کہ دیگر موجودہ اور ضبط تحریر میں لائی ہوئی زبانیں بھی شاید نکلی ہیں — جب یہ سیدھا سادہ پتا ہماری رہنمائی کرے تو پھر نطق انسان کی بھول بھلیاں کیونکر بھول بھلیاں بنی رہ سکتی ہے ، اس میں وہ راستے داخل ہوتے ہیں جن پر ہم آنکھ بند کر کے چل سکتے ہیں — صرف جو زبانیں معلوم ہیں اُن کے تعلقات کو مدنظر رکھ کر اُن کو زمروں میں تقسیم کرنے کی ضرورت ہے ، اور وہ اس طور سے کہ سب سے پہلے تو اُن زبانوں کو ایک ہی سلک میں منسلک کر دیں جن کی تمام و کمال ساخت اور وہ باتیں جو تاریخ ہمیں اُن کے ماخذ کے بارے میں بتاتی ہے ، انہیں ایسے صریح طور سے ایک ہی اصل کی فرع ثابت کرتی ہیں کہ کتر سے کتر منکر کی بھی مجال نہیں کہ اُن کے تعلق سے انکار کر سکے ، اور اس کے بعد ہم صراحت سے ابہام کی طرف متوجہ ہوں یعنی بہت ہی قریب کا تعلق رکھنے والی زبانوں کو ختم کر کے بہت ہی بعید کا تعلق رکھنے والی زبانوں کی تقسیم میں مصروف ہوں

حق کی کہ شہباز فکر سدرۃ المنتہائے پرواز پر پہنچ کر نوایرداز عجز برتر
پروازی ہو اور تجزیۂ و تحلیل اور استنباط و استقراء دستگیری سے عاجز
ہو جائیں - ابتداء میں شاہ راہ بہت ہی صاف نظر آتی ہے اور سیدھی
ہے اور بہت ہی بے پرواہ سالک بھی بے خوف ضلالت اس کی جادہ
پیمائی کر سکتا ہے لیکن منزل مقصود تک پہنچنے کے لئے سخت ریاضت و
مشقت کے علاوہ دیدۂ دوربین و حقیقت شناس کی بھی ضرورت ہے *

اب تھوڑی سی دیر کے لئے اپنی اساسی تحقیقات کی راہ راست سے
یعنی ” ہم یوں اور یوں کیوں بولتے ہیں “ اعراض کر کے ہم سوال
کرتے ہیں کہ اس ” ہم “ میں کون کون داخل ہے ، جس سے اس
تحقیقات کا تعلق ہے یعنی وہ لوگ اور اس لفظ کے مدلول میں
ہم بھی شامل ہیں جو انگریزی کی مختلف شکلوں کو اپنے وطن کی
زبان مانتے ہیں (کون کون ہیں جو اُن زبانوں کو بولتے ہیں جو
بہر حال ایک بڑی اور اصلی امالسنہ کی شکلیں ہیں اور بولیاں
کہلاتی ہیں *)

اپنی تمام بحث میں ہم ایک حد تک فرض کرچکے ہیں کہ
انگریزی کے تعلق کی اس قسم کی تحقیقات کے نتائج کیا ہیں —
اس سے مفر نہ تھا ، ورنہ پیدائشی تعلق کا ذکر ہی محال ہو جاتا
اور اعمال نمونے لسان کی توضیح و تشریح ناممکن - اب ہم کو اس
مبحث سے ایک منظم طریقے سے بحث کرنی پڑیگی اور دکھانا پڑے گا کہ
یہ تعلق کہاں تک پہنچتا ہے اور وہ شہادت پیش کرنی پڑے گی جو
اِس کے حقیقی ہونے کو ثابت کرتی ہے *

یہ دعویٰ کرنا کہ خود ہمارے ملک کے مختلف خطوں میں طرح
طرح کی بولیاں رائج ہیں جن میں برائے نام فرق ہے اور برطانیہ کی
آبادی کے بعض حصوں میں ایسا روزمرہ بولا جاتا ہے جو زیادہ توجہ
کا مستحق ہے محض ایک حقیقت کا اظہار ہے — کوئی ذی ہوش
اِس میں شک نہیں کر سکتا - کوئی تاریخ سے کیسا ہی بے بہرہ کیوں

نہ ہو مگر جب وہ روئے زمین کی سیاحت کرنے چلے گا اور اُس کو
 بھر اوقیانوس کے دونوں ساحلوں پر ہر جزیرے میں انگریزی بولنے والی
 جماعتیں ملیں گی تو باوجودیکہ اُن کی زبان پر مقامی رنگ چڑھا
 ہوا ہوگا اس کے دل میں یہہ شک پیدا نہیں ہو سکتا کہ یہہ سب
 ایک ہی مرکز سے منتشر نہیں ہوئی ہیں ، اور مشارکت روایت لسانی
 اُن کو ایک ہی رشتہ میں منسلک نہیں کرتی - اگر ہم بر اعظم یورپ
 تک اُن الواالعزم قوموں کے نقش پا پر واپس جانیں جن کی ، تاریخ صاف
 صاف بتاتی ہے کہ انہوں نے عرصہ نہیں ہوا کہ جزائر برطانیہ کو آکر آباد
 کیا تھا اور غور کریں کہ ان ساحلوں پر کون کون سی زبانیں بولی جاتی
 ہیں جہاں سے وہ ہوس جہانگیری میں روانہ ہوئی تھیں تو
 بے تامل اس قسم کا ایک نتیجہ اخذ کرنا پڑیگا جیسا کہ ہم کہہ آئے
 ہیں - انگریزی کا زیادہ تر اور ضروری حصہ اپنے ہم جنسوں سے جرمنی
 میں ملے گا جہاں سے ہمارے اسلاف کا سیکسن اور انگلین (Anglian)
 حصہ آیا تھا ، جرمنی نیدرلینڈی ، سویڈی ، ڈینی وغیرہ اور انگریزی میں
 مشارکت روایت کا عنصر اس قدر غالب ہے اور اسکی شہادتیں اسقدر
 بہن ہیں کہ جس شخص نے اُن زبانوں میں سے کسی کی تحصیل کا
 اپنی مادری زبان کی تحصیل پر اضافہ کیا ہے اسے غالباً ضرور اس سے
 حیرت ہوئی ہوگی اور یقین ہو گیا ہوگا کہ اصلی مصالح اور ساخت
 کے لحاظ سے دونوں ایک ہیں لیکن اس کے تجربے نے اسے یہہ
 بھی سکھایا ہوگا کہ اگرچہ دونوں میں بہت تفاوت نہیں پھر بھی
 وہ جرمنی یا سویڈی محض اسوجہ سے کہ انگریزی کا اور ان کا
 ماخذ جرمانی ہے نہ تو بول اور نہ لکھ سکتا ہے - اگر یہہ شخص
 امریکی ہے تو کسی تعلیم یافتہ انگریز سے بے تکلف بات چیت کر سکے گا
 اور یارک شائر کے باشندے یا زندہ دل اسکات لینڈ کے رہنے والے یا
 ایرستانی کی جو ابھی اپنی دلدل سے نکل کر آیا ہے بات سمجھنے کی
 ترکیب نکال لیتا لیکن ایک جرمن کو اور اُسے ایک جگہہ اکٹھا کر دو

تو دونوں ایک دوسرے کے لئے گونگے اور بہرے بن جائیں گے گویا دونوں میں سے ایک یونانی ہے یا ہندو - صاف نظر آتا ہے کہ ان کو وقت اس لئے پیش آتی ہے کہ یہ دونوں جرمانی بولیاں جو دراصل ایک ہی زبان اور ایک ہی جماعت سے تعلق رکھتی ہیں اس قدر مدت سے الگ الگ رہی ہیں اور اس عرصے میں ان میں اس قدر تبدیلیاں واقع ہوئی ہیں کہ اب وہ لوگ آپس میں بے تکلف اور قابل فہم گفتگو ہی نہیں کر سکتے جنہوں نے انہیں حاصل نہیں کیا۔ اس حقیقت نفس الامری کو دریافت کرنے کے لئے کہ دونوں میں کوئی تعلق ہے دونوں کا تھوڑا بہت علم ضروری ہے *

یہ بات بھی غلط ہے کہ سب جرمانی بولیاں انگریزی سے مساوی درجے کا تعلق رکھتی ہیں - جو لو جرمن بولیاں کہلاتی اور شمالی ساحلوں اور ملک کے حصہ زیرین میں بولی جاتی ہیں وہ نمایاں طور سے ہماری زبان سے بہ نسبت وسطی و جنوبی جرمانی کی بولیوں یعنی ہائی جرمن اور اس سے ملتی ہوئی بولیوں کے زیادہ مسائل ہیں - اس تعلق کی کافی اور آسان وجہ وہ حالات ہیں جن کے باعث جرمانی قومیں گھر چھوڑ کر برطانیہ میں آکر آباد ہوئیں - ہمارے اسلاف ساحلی اضلاع سے آئے اور جو بولیاں وہاں رائج تھیں ساتھ لائے - علاوہ ان کے جرمانی زبانوں کا ایک اور زمرہ ہے جو ان دونوں کا ہم پلہ ہے اور جس کا وطن شمالی جرمانی کے پار کے اقطاع ہیں یعنی ڈنمارک ، سویڈن ، ناروے ، اور ان کی دوردست آبادی آئیس لینڈ - اس زمرے کو عام طور سے آئیس لینڈی کہتے ہیں - ہماری موجودہ گفتگو میں اس کے مخصوص الفاظ و مستعملات کے بہت سے نقش پائے جاتے ہیں جنہیں انگلستان میں خونخوار نارٹھ مین (Northmen) اپنے ساتھ لائے - انگریزی مورخوں کی اصطلاح میں انہیں ڈین (Dane) کہتے ہیں - ان کے حملوں نے سیکسن شہنشاہی کا صدیوں تک ناک میں دم رکھا *

جرمانی زمرہ

پس ان تینوں زمروں یا موجودہ بولیوں کی قسموں یعنی لو جرمن ، ہائی جرمن اور اسکندینی نوی سے جسمیں انکی بہت سی شاخیں بھی

شامل ہیں آپس میں تعلق رکھنے والی زبانوں کا ایک ممتاز خاندان بنتا ہے اور اگرچہ جو لوگ انہیں بولتے ہیں وہ آپس میں ایک دوسرے کا مطلب پرانے نام ہی سمجھ سکتے ہیں لیکن ان میں سے جب کوئی سی دو زبانوں میں ایک فقرہ یا پیراگراف لکھا جائے گا تو ممکن نہیں کہ ایسی اور نیز بکثرت مشابہات نظر نہ آئیں کہ جو محض سطحی جانچ پر تال کرنے سے پیدائشی تعلق کا یقینی ثبوت نہ معلوم ہوتی ہوں - اس میں اب ذرا بھی شک باقی نہیں رہا کہ تمام جرمانی بولیاں ایک زبان واحد کی اولاد اور مشترک مظاہر ہیں ، جسے کہیں کسی زمانے میں ایک واحد جماعت بولتی تھی اور ان میں جو فرق اب نظر آتے ہیں اس کا باعث یہہ ہے کہ مرور ایام سے یہہ جماعت ایسے الگ الگ حصوں میں منقسم ہو گئی جو ایک دوسرے سے الگ الگ رہے تھے جس کا نتیجہ یہہ ہوا کہ روایت لسانی کی مشترک موج منتشر ہو کر مختلف سمتوں میں جانکلی - یہہ بھی صحیح ہے کہ اگر ان بولہوں کو مد نظر رکھا جائے جو آج بھی زندہ ہیں تو معلوم ہوتا ہے کہ اس انتشار و افتراق نے تین بڑی شاخیں پیدا کیں جن کے قائم مقام زبانوں کے وہ تین زمرے ہیں جو ابھی بیان کئے گئے *

رومانی زمرہ

پچھلے لیکچر میں ہم واضح طور سے بتا چکے ہیں کہ کیوں کر بہت سے ایسے الفاظ کا خزانہ ملتا ہے جنہیں اور تمام جرمانی بولیوں سے کوئی واسطہ نہیں لیکن انہیں ہم بھی بولتے ہیں اور جنوبی یورپ کی قومیں بھی بولتی ہیں - ہم دیکھ آئے ہیں کہ نارمنز جن کی رگوں میں جرمانی خون دور رہا تھا فرانس میں اس قدر عرصے تک آباد رہے کہ اپنی فراموش شدہ زبان کے بدلے اُس ملک کی زبان بولنے لگے - انہوں نے انگلستان میں روایت لسانی کی ایک نئی لہر دور آدی جو ہرور ایام اس ملک میں چپ چاپ پھیل گئی - فرانسیسی ، پرتگالی ، ہسپانی ، ریتورومانی اور ویلیکین جن میں سے ہر ایک میں بے انتہا بولیاں شامل ہیں ، وہ زبانیں ہیں جن سے ہماری زبان

نے ایک قسم کا رشتہ قائم کر لیا - صفحات تاریخ بخوبی شاہد ہیں اور ہم بھی ایک مختصر تبصرہ کرچکے ہیں کہ یہہ زبانیں جن کے ملنے سے رومانی زمرہ یا خاندان بنتا ہے ایک ہی مان یعنی لاطینی کی بیٹی ہیں

زبانوں کے اور زمرے جو انگریزی سے ملتے جلتے ہیں

یہہ امر کہ لسان بنی نوع کے یہہ دونوں ممتاز خاندان یعنی جرمانی اور رومانی آپس میں اور نیز دیگر قدیم و جدید خاندانوں سے بایں حیثیت کہ وہ خود سے بھی ایک وسیع تر خاندان کی شاخیں ہیں ، ایک بعیدی تعلق رکھتی ہیں ایک ایسی حقیقت ہے جس سے انکار نہیں کیا جاسکتا اگرچہ یہہ صریح و واضح نہیں ہے - حیات لسان کے متعلق جو اصول ہم اس سے پہلے قائم کرچکے ہیں اُن سے یہہ دعویٰ کافی طور سے واضح ہوتا ہے - اس کی کوئی حد معین نہیں کی جاسکتی کہ ایک مشترک لسانی خاندان کی شاخیں کدھر کدھر نکل جائیں گی اور ایک دوسرے سے کس قدر الگ الگ ہو جائیں گی - اس سوال کا جواب واقعات اور شہادت پر منحصر و موقوف ہے - اُن کے مواد لسانی کی نہایت حزم و احتیاط سے چھان بین کرنے ہی سے پتا لگ سکتا ہے کہ ہم کس حد تک اُن زبانوں کو جو بظاہر بالکل الگ الگ نظر آتی ہیں ایک ہی رشتے میں اس بقاء پر منسلک کرسکتے ہیں کہ بلحاظ پیدائشی تعلق وہ ایک ہی مرکز سے متفرع ہوئی ہیں - اگر دو ہم رشتہ زبانوں میں الگ الگ ترقی اور نمو کرنے سے اس قدر فرق پڑسکتا ہے جتنا کہ انگریزی اور جرمانی میں موجود ہے تو پھر کوئی وجہ موجہ نظر نہیں آتی کہ ان دونوں میں اتنا فرق کیوں نہ پڑجائے جتنا کہ انگریزی اور پولی یا ہونانی یا ہندوستانی میں ہے - تحقیقات لسانی کے مسلمہ و مقبول سائنٹیفک طریقوں کی مدد سے طالب علم لسانیات نے نطق انسان کے ایک بہت بڑے خاندان کی حدود کا پتا لگالیا ہے جن میں رومانی اور جرمانی زمروں کے ساتھ قریب قریب تمام یورپ کی زبانیں شامل ہیں اور وہ بھی جو جنوبی مشرقی ایشیا کے ایک بہت بڑے حصے میں رائج ہیں - چنانچہ پہلے

تو ہم ایک سرسری نظر اُن شاخوں پر ڈالیں گے جن سے کہا جاتا ہے کہ یہہ خاندان بنا ہے اور پھر اُس شہادت کی جانچ پڑتال کریں گے جس پر اس دعوے کی بنیاد رکھی گئی ہے *

قدیم یونانی وہ زبان ہے جو لاطینی سے بہت ہی قریب کا رشتہ رکھتی ہے اور جس کی تاریخ کو بھی اُس کی تاریخ سے بہت ہی گہرا لگاؤ ہے۔ کلاسیک میں یونانی لاطینی کی ہم مرتبہ ہے اگرچہ لوچ اور خوبصورتی میں لاطینی سے بڑھی ہوئی ہے — اگر اُن لوگوں کی قابلیت اور تربیت کو مد نظر رکھا جائے جن کے خیالات کا آلہ اظہار تھی تو بھی یونانی ہی کا پلہ بھاری ہے باوجود اُس کے اس کا دور حیات اس قدر ممتاز و درخشان نہیں اور آج نطق انسان کے مجمع میں ایک ادنیٰ رتبہ رکھتی ہے ، کیوں کہ اس کو خود یونان کی ذرا سی آبادی بولتی ہے یا وہ قومیں جن کے خون میں کسی قدر یونانی خون شامل ہے اور جو بحر ایجین (Aegean) اور بھر اسود کے جریروں اور ساحلوں پر آباد ہیں *

ہم اس سے پہلے دکھا چکے ہیں کہ لاطینی نے جن زبانوں کو متاثر اپنا تسلط جمایا وہ زیادہ تر سیلتی سے نکلی تھیں — تاریخ کے ازمئہ اولیٰ میں یورپ کا بہت بڑا حصہ سیلتوں کی قلمرو میں شامل تھا ، برطانیہ ، فرانس اور ہسپانیہ کے حصے اور شمالی اٹالیہ مع یورپ کے بعض اضلاع کے ان کے زیرنگیں تھے ، مگر جرمانی اور اٹالی (Italic) قومیں جو جفاکشی اور استقلال میں بڑھی ہوئی تھیں ان پر بہت جلد غلبہ پاگئیں اور اب تو صدیوں گذرین کہ جب سے سیلتی قوم کا ہر حصہ اپنی سالمیت اور آزادی کھو بیٹھا — آرس یا اسکاچ ہائی لینڈز کی گیلک ، اہرستان یا انیرلینڈ کی گیلک ، اور جزیرہ مان کی ناقابل التفات بولی ، جن سے ملکر سیلتی کا وہ حصہ بنا جو گڈھیلک کہلاتا تھا ، اور ویلز ویلز میں اور بریٹن یا آرموریک بریٹنی میں ، جن سے کمریانی حصہ بنتا ہے ، آپس میں تعلق رکھنے والی زبانوں کے اس بڑے خاندان کے دھندلے نقش یا ہیں جو در ہزار برس سے کچھ ہی ادھر اتنا بڑا رتبہ گھیرے ہوئے تھا کہ

جرمنی ، لاطینی اور یونانی ملکر بھی انہی بڑے رقبے پر قابض نہ تھیں مگر آرس وغیرہ سب کی سب آج غالباً مفازل فضا طے کر رہی ہیں *

یورپ کے مشرقی حصے کو ایک اور اہم خاندان کی بہت سی شاخوں نے گھیر رکھا ہے یعنی سلاوی یا سیلوانی (Slavic or Salvonic) خاندان کی شاخوں نے ، اگرچہ جرمانی نے مغرب کی طرف زبردستی کس قدر حصہ دبا لیا ہے مگر اس نے ہیچ اور پوچ ابتداء سے ترقی شروع کی اور جب سے منظر تاریخ پر نمودار ہوئی رفتہ رفتہ اپنی اہمیت بڑھا کر مشرقی یورپ میں شمالی اور وسطی ایشیا کا ذریعہ تہذیب ہونے کی حیثیت سے ایک ممتاز درجہ حاصل کر لیا ۔ یہہ یورپ میں روس پر ، جس میں پولینڈ بھی شامل ہے ، آسٹریا کے مشرقی اضلاع پر اور ترکی کے شمالی حصے پر چھائی ہوئی ہے ۔ اس کی خاص خاص شاخیں یہہ ہیں : روسی جس میں اُس کی بہت سی شاخیں بھی شامل ہیں ، پولی ، بوہیمی ، سربہ ، بلغاری ۔ یہہ سب آپس میں ایسا ہی صاف صاف اور بہت ہی قریب کا رشتہ رکھتی ہیں جیسا کہ زمانہ حال کی جرمانی بولیاں *

اسی خاندان کی ایک اور شاخ جو اس سے بعیدی تعلق رکھتی ہے بلکہ خود بھی قریب قریب ایک خاندان کا رتبہ رکھتی ہے خلیج فنلیٹڈ سے لیکر جرمنی کی سرحد سے پرے تک کے اُس رقبے کو گھیرتی چلی گئی ہے جو بحر بالٹک کے کنارہ کنارہ ساحل کے ساتھ ساتھ خم کھاتا ہوا چلا گیا ہے ، اس میں لٹھوانی ، لونی یا لیتھس اور قدیم پروشی شامل ہیں ؛ آخری تو پہلے ہی فنا ہو چکی اور باقی کی ارد گرد کی زیادہ طاقتور زبانوں کے اثر مجانست سے دب کر دم توڑتی نظر آتی ہیں *

جدید یورپ کی تمام زبانوں پر ایک سرسری نظر ڈالی جا چکی ، اب باقی رہیں صرف (۱) البانی جو الیرین (Illyrian) کی زندہ یادگار ہے اور جس کا تعلق مشکوک ہے (اگرچہ ممکن ہے کہ آئندہ ایک ہی خاندان کی شاخ ہونے کی وجہ سے اوروں سے اس کا تعلق ثابت کر دیا جائے) ، (۲) باسک جو پائییری نیز (Pyrenees) میں بولی جاتی اور

سب سے بالکل الگ اور مشتبہ بولی ہے ، (۳) ہنگاری اور اس سے
رشتہ رکھنے والی بولیاں فنی اور لیپش (Lappish) جن کا مرکز شمال کا
وراءالوراء ہے مع اُن زبانوں کے جنہیں وہ قومیں بولتی ہیں جو روس
کے شمال و مشرق میں پھیلی ہوئی ہیں ، اور (۴) ترکی مع اُن اپنے
سے ملتی جلتی زبانوں کے جو جنوبی مشرقی سرحد کو کسی قدر دبائے
ہوئے ہیں۔ آخری دو زمرے جیسا کہ ہم آگے (لیکچر نمبر ۸ میں) چل
کر دکھائیں گے ہم رشتہ ہیں اور شمالی اور وسطی ایشیا کا بہت بڑا حصہ
گھیرے ہوئے ہیں ، لیکن اُس خاندان کے تمام افراد کو یک جا کرنے سے
پہلے جس کو ہم قائم کرنا چاہتے ہیں یہ ضروری ہے کہ حدود یورپ کو
پار کر کے جنوبی ایشیا میں قدم رکھیں *

انڈو یورپین خاندان کی ساخت

ایشیائے کوچک خاص طور سے ترکی نسل کی قوموں کے ہاتھ میں
ہے - بہت عرصہ نہیں گذرا کہ یہہ وہاں جا کر آباد ہوئیں اور انہوں نے قدیم
باشندوں کو یا تو جلاوطن کر دیا یا اپنے رنگ میں رنگ لیا۔ یہی قومیں
بھر کاسپین کے انتہائی گوشے تک پھیلتی چلی گئی ہیں ، اور یورپ اور اُن
ملکوں کے بیچ میں آگئی ہیں جن کی زبان سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ
یورپ کی زبان سے رشتہ رکھتی ہے ، لیکن اس انتظام تسلسل کے بعد ہم کو
مدائن (Media) اور فارس کے پہاڑی اضلاع میں اور حذب ایران پر جو
دریائے سندھ تک پھیلتا چلا گیا ہے روایت لسانی کے بکثرت پھر ایسے نقش
ملتے ہیں جو بالآخر ہماری زبان کی روایات لسانی سے مشابہ ہیں —
ہماری زبان کی ایک شاخ فارسی سے بنتی ہے جو فارسی یا ایرانی
کہلاتی ہے ، اس میں اس کی تمام جدید و قدیم بولیاں جو اس کے
یورپی حلقہ شمال مغرب اور جنوب میں بولی جاتی ہیں ، یعنی ارمنی ،
کردی ، اوسیتک (Ossetic) اور افغانی سب شامل ہیں — ایک
قدم اور بڑھانے پر بھی یہ سلسلہ برابر جاری رہتا ہے اور منقطع
ہوتا نظر نہیں آتا — ایرانی زبانیں ہم کو عین ہندوستان کی سرحد پر

پہنچا دیتی ہیں، اس سرحد کے پار سلسلہ ہمالیہ اور وندھیاچل کے درمیان اور گنگا کے دھانوں کے جنوب کی جانب نطق انسان کے بہت بڑے حصے کی، جس سے ہماری شاخ کا بھی تعلق ہے، انتہائی مشرقی شاخ یعنی ہندوستانی واقع ہے۔ اس میں قدیم سنسکرت مع ان زبانوں کے شامل ہے جو اس سے نکلی ہیں یا ملتی ہوئی ہیں *

زبانوں کے سات زمروں جن پر ابھی ایک سرسری نظر ڈالی گئی ہے وہ افراد ہیں جن سے نطق انسان کی ایک وسیع اور بہت ہی اہم شاخ بنی ہے۔ ان زمروں کے نام ہندوستانی، فارسی، یونانی، لاطینی، سلیوانی (مع لٹوانی کے) جرمانی اور سیلٹی ہیں اور ان میں سے ہر ایک بے انتہا بولیوں اور ”تل بولیوں“ سے بنا ہے۔ اس شاخ کے سروں پر کے دو افراد کو لیکر ہم نے اس کا نام انڈوپرین رکھ دیا، اس کے اور نام بھی ہیں۔ بعض اسے یافٹی (Japhetic) کہتے ہیں گویا یہہ بطورک یافت کی اولاد کی زبان ہے اور جیسے سماتیقی (Semitic) سام (Shem) کی اولاد کی زبانوں کا نام رکھ دیا گیا ہے، اسی طرح اس کا نام یافٹی۔ بعض اسے آریں کہتے ہیں یہہ نام بہت ہی پسند اور رائج ہے مگر اس پر ایک اعتراض وارد ہو سکتا ہے یہہ اس خاندان کے انڈوپرین (Indo-Persian) شاخ کے لئے بالخصوص موزوں ہے کیونکہ خود آریہ اپنے آپ کو اس نام سے مشہور کرتے ہیں، کوئی اور انہیں اس نام سے نہیں پکارتا۔ بعض ایسے بھی ہیں جو اس کو اندو جرمنیک (Indo-Germanic) کہنا پسند کرتے ہیں۔ اس سے قومی تعصبات کی بو آتی ہے کیونکہ اس کی کوئی معقول وجہ نظر نہیں آتی کہ مغربی شاخوں میں سے کدوں ایک کا انتخاب اس لئے کیا جائے کہ وہ خاندان کا عام نام ظاہر کرنے میں شریک ہو *

اس تمام خاندان کی زبانوں میں آپس میں تعلق ہے، یہہ ایسا ہی ہے جیسا کہ جرمانی بولیوں میں پایا جاتا ہے، اگر کوئی فرق ہے تو اس تعلق کے مدارج میں۔ ایک سطح پر نگاہ کا اس تعلق کے علامات

پر نہ پڑنا یا اسکول کے لڑکے حتیٰ کہ کالج کے طالب علم کو یونانی اور لاطینی کے سبقوں پر سر کھپاتے وقت کسی قسم کا شک نہ پیدا ہونا اور سمجھانے پر بھی مشکل سے تسلیم کرنا کہ کلاسکل زبانیں اور اسکی مادری زبان محض ایک ہی اصل کی مسخ شدہ صورتیں ہیں اس حقیقت سے انکار کی بددہی وجہ نہیں - ہم کہہ چکے ہیں کہ جاہل انگریزی بولنے والے کے نزدیک تو اس کی مادری زبان سے ملتی جلتی جرمنی بھی ویسی ہی عجیب و غریب اور سمجھ میں نہ آنے والی چیز ہے جیسی کہ ترکی - وہ تو دونوں کو یکساں سمجھتا اور دونوں کی نسبت کہتا ہے - ع

زبان یار من ترکی و من ترکی نمی دانم

با وجود اس کے تھوڑی ہی سی تعلیم حاصل کرنے پر اسے معلوم ہو جاتا ہے کہ جو لفظ وہ بولتا ہے ان میں سے آدھے جرمنی میں بھی ملتے ہیں جنکی صورت اگرچہ بدلی ہوئی ہے ، مگر پہچان میں آسکتے ہیں ، اس شہادت کو دریافت کرنے اور سمجھنے کے لئے جس سے اندویدورپین زبانوں کا بعدی تعلق ثابت ہوتا ہے اس سے اعلیٰ تر تعلیم کی ضرورت ہے ، اس سے وسیع تر مقابلہ اور زیادہ عاقلانہ و دور بین تجزیہ و تحلیل کرنا ہوگا ، لیکن اس طریقے سے ہر صورت میں نتیجہ نہایت آسانی سے معلوم ہو جاتا ہے ، محقق کو یقین کامل ہو جاتا ہے کہ اُن کے مصالح اور ساخت میں اتنی مطابقتیں اور اُن کی نوعیت میں باہم اتنا گہرا تعلق ہے کہ قدرے قلیل معقولیت کے ساتھ بھی اس کو حسن اتفاق یا باہمی عاریت یا تقلید پر محمول نہیں کیا جاسکتا - وہ ان مطابقتوں کو محض مشترک روایات لسانی ہی کا نتیجہ تسلیم کرتا ہے

یورپین زبانوں کے ملتے جلتے الفاظ کی اقسام

ان لیکچروں کے محدود التزام میں اُس شہادت کو کامل و مفصل طور سے دکھانا قطعی ناممکن ہے جو ان زبانوں کے اصلی وحدت کا راز بے نقاب کرتی ہے ، جن کی نسبت دعویٰ کیا جاتا ہے کہ اندویدورپین خاندان میں شامل ہیں - تاہم نہایت ضروری ہے کہ جن مطابقتوں

سے اس قدر اہم نتیجہ مرتب کیا گیا ہے اُن میں سے چند کی طرف توجہ کی جائے۔ یہ کام اگر نہایت ہی اختصار سے کیا جائے تو غالباً کسی کو اس پر اعتراض نہ ہوگا کیونکہ مذکورہ نتیجہ بخوبی ثابت اور بالعموم تسلیم کیا جا چکا ہے اور لوگ اس کے ثبوت سے پہلے ہی سے اچھی طرح واقف ہیں، بلکہ اگر ہم یہ دعویٰ کریں کہ اس نتیجے سے صرف وہی منکر ہیں جو حقائق و طرق استدلال لسانی سے نابلد ہیں یا جن کی چشم بصیرت پر تعصب کا پردہ پڑا ہوا ہے تو بیجا نہ ہوگا *

اندو یورپین زبانوں کے اشتراک اصل کو جو مطابقتیں ظاہر کرتی ہیں اُن میں سے میں اُن کا انتخاب نہ کروں گا جن کو اس سے پہلے کسی نے نہ لیا ہو اور محض میری انتخاب کردہ ہوں، بلکہ اُس راہ کی جادہ پیمائی کروں گا جس کے سالک مجھ سے پہلے بہت سے بزرگ رہ چکے ہیں — یہ وہ راہ ہے جس کو صورت واقعات خود بخود بتا رہی ہے — ہم جن زبانوں کا مقابلہ کرنا چاہتے ہیں اُن میں سے کسی در، مثلاً لاطینی اور یونانی یا یونانی اور سنسکرت یا لاطینی اور روسی یا لٹوانی اور جرمانی، کا انتخاب کر کے اُن کی لغات میں سے ایسے الفاظ کی ایک طول طویل فہرست مرتب کر لینا جو دونوں میں مشترک ہیں کوئی مشکل کام نہیں اور خاص کر اُس صورت میں جب اُن قوانین سے بھٹ کی جائے جن کی روسے اُن کی آراؤں میں تغیر واقع ہوا اور اُن کی بعیدی و بدیہی مطابقتوں کو بقانا مقصود ہو — ہم یہ ثابت کر کے کہ اُن زبانوں میں سے ہر ایک نوبت بہ نوبت اوروں سے تعلق رکھتی ہے، ایک قابل اطمینان طریقے سے ثابت کر سکتے ہیں کہ ان سب میں باہمی تعلق ہے — مگر جب ہم ایسے الفاظ کی تلاش میں نکلتے ہیں جو صاف و صریح طور سے اس خاندان کی سب یا قریب قریب سب شاخوں میں یکساں پائے جاتے ہیں تو چند خاص قسم کے الفاظ کی طرف رجوع کرنا پڑتا ہے، یعنی اسمائے تعداد و ضمیر ہم کیوں انہیں کی طرف رجوع کرتے ہیں اُس کا بقانا دشوار نہیں — اشیاء، افعال و کیفیات کے ایک بہت بڑے حصے کے لئے جن کے ناموں سے ہماری زبانیں بنی

ہیں ، نئے نام تراش لینا کوئی دشوار بات نہیں ، وہ بہت سی نمایاں باتیں پیش کرتی ہیں جن سے ہماری قوت تسمیہ کام لے سکتی ہے ، مثلاً بکثرت مخصوص اوصاف اور چیزوں سے مشابہت وغیرہ موجود ہیں جو مترادفات سمجھاتی اور انہیں پیدا کرتی ہیں — یہی وجہ ہے کہ زبانوں میں اکثر ایک ہی چیز کے لئے مختلف طرزہائے خطاب پیدا ہو جاتے ہیں مثلاً horse (گھوڑے) کے لئے اس سے قریب قریب ہم معنی نام racer, courser, nag, steed اور اسی جانور کی مختلف قسموں اور حالتوں کے لئے filly, gelding, pony, mare, stallion colt وغیرہ — جب زبان منقسم ہو کر بولیاں بن جاتی ہے تو یہہ ہوتا ہے کہ ایک لفظ ایک بولی میں رائج ہو جاتا ہے اور دوسرا لفظ دوسری میں اور اس لفظ کے سوا جس کا انتخاب کر لیا گیا ہے باقی لفظ خود بخود معدوم ہو جایا کرتے ہیں ، کبھی کبھی کسی کسی بولی میں ایک نیا لفظ تراش لیا جاتا ہے اور وہاں رواج پا جاتا اور اس سے پہلے کے جو لفظ تھے انہیں ترک کر دیتا ہے ، مثلاً جرمنی میں درحقیقت ہمارا لفظ horse بشکل ross (ابتدائی زمانے میں hros بولا جاتا تھا) رائج ہے مگر شاذ و نادر ، اس پر pferd کو ترجیح دی جاتی ہے جس کا حال ہمیں کچھ بھی معلوم نہیں — موجودہ رومانی زبانیں اس مطلب کے لئے cheval, caballo وغیرہ بولتی ہیں جن کا ماخذ لاطینی لفظ caballus (nag) ہے اور انہوں نے اس سے زیادہ شاندار لفظ equus کو قریب قریب ترک کر دیا — ایک اور مثال لیجئے فرانسیسی میں ”موچی“ کو cordonnier جس کے لفظی معنی ہیں ”کارووا کے چمڑے کا کام کرنے والا“ ، ”پنیر“ کو fromage جس کے معنی ہیں ”دبا کر ایک شکل بنائی گئی“ ، سانچے میں ڈھالی گئی“ اور ”جگر“ کو foie جس کے معنی ہیں ”انجیر کے ساتھ پکایا گیا“ کہتے ہیں — معلوم ہوتا ہے کہ کسی زمانے میں جن قابوں میں جگر دسترخوان پر آتے تھے اُن کی آرائش اُن کے چوطرف انجیر دکھ کر کی جاتی تھی — اُن تینوں کے لئے جو لفظ لاطینی میں بولے جاتے تھے وہ

مترودک ہیں اور لوگ انہیں بہول گئے - دیکھا اسماء اشیاء نے کیسے کیسے رنگ بدلے - اب اسمائے تعداد و ضمیر پر نظر ڈالئے یہہ جیسے تھے ویسے کے ویسے ہی بنے ہوئے ہیں اور ہماری زبانوں نے ان کے مترادفات پیدا کرنے کا کوئی رجحان ظاہر نہیں کیا، سچ تو یہہ ہے کہ استعداد لسانی (linguistic faculty) کی پیری یہاں نہ چلی، جو خیال یہہ ظاہر کرتے ہیں اُن کے لئے موزوں علامات بہ آسانی اختراع نہ کرسکی اور جب علامتیں ایک دفعہ بن گئیں تو پھر اُنہوں نے ہر جگہ اس اندیشے سے بے فکر ہو کر اپنے قدم جمادئے کہ بعد کی کوئی اختراع ہمیں اکھاڑ دے گی، یہی وجہہ ہے کہ تمام انڈیورپین قومیں، خواہ وہ کتنے ہی فاصلے پر کیوں نہ آباد ہوں اور اُن کی تہذیب و آداب میں کیسا ہی فرق کیوں نہ ہو، ایک ہی قسم کے لفظوں سے گنتی اور لوگوں کو ایک ہی قسم کی ضمائر سے مخاطب کرتی ہیں - شکل و شباهت میں کچھہ فرق ضرور ہے مگر یہہ تغیر صوتی کی گُلکاریوں کا ثمرہ ہے *

جب سے تاریخ کا پتا لگتا ہے اور آج تک انڈیورپین زبانوں کی ان اصطلاحوں میں ایک عام مطابقت پائی جاتی ہے جن سے مدارج قرابت ظاہر کئے جاتے ہیں یعنی الفاظ ماں، باپ، لڑکی، بھائی، بہن - یہہ مطابقت کچھہ کم قابل اعتناء نہیں ہے اگرچہ اس کی وجوہ باسانی بیان نہیں کی جاسکتی - تراشے تو یہہ لفظ مشترک ام اللسنہ کے بالکل ابتدائی زمانے ہی میں گئے تھے لیکن قریب قریب ہر شاخ میں بعد کے اسالیب بیان ان کی ہستی کو نہ متاثر کیا باوجودیکہ ان شاخوں میں ایک بھی ایسی نہیں کہ جس میں اس کے جدید مترادفات نہ پائے جانے ہوں *

انڈیورپین زبانوں میں مطابقت

یقین ہے کہ نقشہ ذیل اُن مطابقتوں کو صاف اور قابل فہم طریقے سے ظاہر کرے گا جن کا ہم ذکر کر رہے ہیں - تاکہ اُن کی قدر و قیمت اور واضح طور سے نظر آئے ہر لفظ کے نیچے تین اور زبانوں یعنی عربی، ترکی، اور ہنگاری کے لفظ بھی لکھے جاتے ہیں جو ان کے ہم معنی ہیں یہہ زبانیں یا تو انڈیورپین زبانوں کی ہم سایہ ہیں یا اُن سے چوتھ طرف گھری ہوئی ہیں لیکن ان سے قطعی کوئی رشتہ نہیں رکھتیں *

English	...	two	three	seven	thou	me	mother	brother	daughter
Germanic:—									
Dutch	...	twee	drie	zeven	...	mij	moeder	broeder	dochter
Icelandic	...	tvö	thriju	siö	thu	mik	modhir	brodhir	dottir
High German	...	zwei	drei	sieben	du	mich	muther	bruder	tochter
Moeso-Gothic	...	twa	thri	sibun	thu	mik	...	brothar	dauhter
Lithuanian	...	du	tri	septyni	tu	manen	moter	brolis	dukter
Slavonic	...	dwa	tri	sedmi	tü	man	mater	brat	dochy
Celtic	...	dau	tri	secht	tu	me	mathair	brathair	dear (??)
Latin	...	duo	tres	septem	tu	me	mater	frater	...
Greek	...	düo	treis	hepta	sü	me	meter	phrater	thugater
Persian	...	dwa	thri	hapta	tum	me	matar
Sanskrit	...	dwa	tri	sapta	twam	me	matar	bhratar	dubitar
Arabic	...	ithn	thalath	sab	anta	ana	umm	akh	bint
Turkish	...	iki	üch	yedi	sen	ben	ana	kardash	kiz
Hungarian	...	ket	harom	het	te	engem	anya	fiver	leany

اس میں کلام نہیں کہ اس نقشے میں جو اقسام الفاظ دکھائی گئی ہیں میں نے اُن میں سے وہی لفظ انتخاب کئے ہیں جن سے ان اقسام کا ایک ہی اصل کا فرع ہونا بہت ہی واضح طور سے نظر آتا ہے، اور لفظ اس واسطے نہیں لئے کہ اس وحدت کو ظاہر کرنے کے لئے صوتی تعلقات سے مفصل بحث کرنی پڑتی، مثلاً سنسکرت کے *panca* (पञ्च) یونانی کے *pente* لاطینی کے *quinque* اور گاتھک کے *fimp* سب کے معنی *five* (پانچ) ہیں اور یہ سب ایسے ہی بے شک و شبہ ایک لفظ واحد کی زمانہ مابعد میں مسخ شدہ صورتیں ہیں جیسے کہ قدیم لفظ *tri* (تین) کی مختلف شکلیں جو ابھی بیان کی جا چکی ہیں — ان میں سے ہر ایک کو آواز بدلنے کے لئے جس زبان میں وہ رائج ہے بکثرت مشابہات ملتی ہیں — اعداد و ضامروں کی صورتوں کی ترکیب اور اصطلاحات قرابت کی ترکیب دونوں اُن تمام زبانوں میں بالکل یکساں ہیں جن کو انڈو یورپین سے موسوم کیا گیا ہے *۔

یہ حقائق بذات خود زیر بحث زبانوں کی وحدت کو بہت کچھ ثابت کردین گے — جو مطابقتیں دکھائی گئی ہیں اُن کو ایک اتفاقی امر پر محمول کرنا سراسر بیہودگی ہے کوئی معقول آدمی انہیں اس وجہ کی طرف منسوب نہیں کر سکتا، اور نہ یہہ فرض کر لینا کچھ زیادہ قابل تسلیم ہے کہ آواز اور عقل کے درمیان ایک قدرتی و فطری تعلق ہے اس لئے دنیا کے مختلف حصوں کے زبان ساز بغیر کسی طرح کا آپس میں مشورہ کئے ان تصورات کے لئے یہہ نام مقرر کرنے پر مائل ہو گئے۔ جن غیر زبانوں کے لفظ نقشہ بالا میں دکھائے گئے ہیں اگر وہ اس مفروضہ کی کافی طور سے تردید نہ کرتے ہوتے تو ممکن تھا کہ فطری تعلق کے وجود کا دعویٰ ضامروں اور الفاظ *father* (باپ) اور *mother* (مادر) کے باب میں قدرے قلیل چل جاتا اگرچہ اس صورت میں بھی اس کا قصہ باسانی پاک کیا جاسکتا تھا۔ ہام قرض لینا یعنی ایک زبان سے دوسری زبان

میں الفاظ کا منتقل کرنا بھی کوئی قابل پذیرائی جواب بہم نہیں پہنچاتا - اگر ہماری بحث محض دوا یک ہم سایہ بولیوں پر محصور و مقصور ہوتی تو بھی یہہ مسئلہ عاریت کچھ وقعت رکھتا مگر یہاں تو جن واقعات سے بحث کی جارہی ہے وہ بہت سی زبانوں میں پائے جاتے ہیں جو دریائے گنگا کے دھانوں سے لیکر ساحل اوقیانوس تک کے رقبہ پر پھیلی ہوئی ہیں - بعض اصحاب جو انڈو یورپین زبان کی وحدت تسلیم کرنے کے لئے آمادہ نہیں ہیں وہ اس مسئلہ عاریت کو اس میں ایک ترمیم کر کے پیش کرتے ہیں - اُن کا مقولہ ہے کہ بعض قبیلوں یا قوموں نے جنہیں فطرت نے فہم و فراست و تربیت اعلیٰ سے بہرہ ور کیا تھا ان سب منتشر اقوام کی زبانوں کی تخمیر میں اپنے استعمال و رواج اور مصالح کو داخل کر دیا جس سے اُن کے اصلی اختلاف پر پردہ پڑ گیا ، اور ان میں مطابقت و وحدت نظر آنے لگی - لیکن یہہ مسئلہ بھی ویسا ہی بے بنیاد ہے جیسے کہ اس قسم کے اور مسائل جن کا ہم تبصرہ کرتے چلے آئے ہیں - اعلیٰ تر تہذیب و تربیت کے منتقل ہونے یا قوموں کے مساویانہ اور اچھی طرح ملنے جلنے یا ان دونوں اسباب کے یک جا ہونے سے جو زبانیں مخلوط ہوئی ہیں ان میں سے اُس قدر کثیر زبانوں کا حال تاریخ سے معلوم ہوتا ہے کہ طالب علم لسانیات کو صاف صاف نظر آتا ہے کہ اس مخالفت کے کیا نتائج ہیں اور نیز یہہ کہ یہہ نتائج اُن نتائج سے بالکل جداگانہ ہیں جن کی وجہ سے انڈو یورپین زبان پہچانی جاتی ہے - کسی زبان میں غیر زبان کی تہذیب اور حرفت و صنعت کے داخلے سے جو علم بنانا ہے یعنی جو خیالات سکھانے اور پیدا کرنے ہیں اُن کے ظاہر کرنے والے لفظ اور محاورے داخل ہوسکتے ہیں لیکن وہ زبان کے باطنی خزانے کو ہاتھ نہیں لگاسکتے، یعنی اُن الفاظ میں رد و بدل نہیں کرسکتے جو ان خیالات کو ظاہر کرتے ہیں جن کے لئے اگر کسی تقریری زبان میں کوئی نام نہ ہو تو وہ زبان زبان ہی کہلانے کی مستحق نہیں ہے - اگر یہہ فرض کیا جاسکتا ہو کہ انڈو یورپین اقوام کے جاہل اسلاف جہالت میں زمانہ حال کے افریقیوں اور پولی نیشیوں (polynesians) سے بھی بڑے ہوئے

تھے اور جب تک مبلغوں کی ایک جماعت نے جو ریاضی کی ابجد کی
 اشاءت کرتی پھر رہی تھی ، انہیں جا کر تعلیم نہیں دی وہ اس قابل
 بھی نہ تھے کہ اپنی انگلیاں بھی گن لیں ، تو خیر یہ گناں ہوسکتا ہے
 کہ انہیں مبلغوں کے اثر کی وجہ سے اندویورپین زبانوں کے طریقہائے شمار
 میں گہری مطابقت ہے - لیکن پھر یہ بھی فرض کرنا پڑے گا کہ انہیں
 اُستادوں نے اُن کو آپس میں ایک دوسرے کو I (میں) thou (تو) کہہ کر
 مخاطب کرنا بھی سکھایا - کیا دنیا میں کوئی ہے جو اس غیر معقولیت
 کی تائید میں صدا بلند کرے گا ؟ شمالی ہند کی سنسکرت بولنے والی
 قوموں کے اعلیٰ تر اثر کا دکھن کی جاہل تر قوموں پر، جنہیں انہوں نے
 نعمت ہائے مذہب اور فلسفہ و معاشرت سے مالا مال کیا ، صرف اتنا سا
 نتیجہ ہوا کہ دکھن کی زبانوں میں علمی سنسکرت کی ایسی ہی بھرمار
 ہوگئی جیسی کہ ہمارے انگریزی میں علمی یونانی اور لاطینی کی —
 ہم چوتھے لیکچر میں کہہ آئے ہیں کہ اُس اختلاط سے بھی کہ جس
 میں قوموں ، زبانوں اور تہذیبوں کا قریب قریب برابر جزو شامل تھا
 اور جس سے وہ زبان بنی جو ہم بولتے ہیں ، روزمرہ کی ضرورت
 پوری کرنے والی زبان یعنی اُس ہیولائے لغات میں جو بچہ سب
 سے پہلے سیکھتا اور انگریزی بولنے والا ہر روز ہر لحظہ بولتا ہے کوئی فرق
 نہ پڑا اور اُس کا جزو اعظم سیکسن ہی رہا — رومانی مصالح سے عمارت
 بلند کی گئی اور ہر حصہ آراستہ و پیراستہ کیا گیا تو کیا ہوا ، انگریزی کا
 سنگ بنیاد تو جرمانی ہی پر رکھا گیا — یہی حال فارسی کا ہے ، اس
 کے عالمانہ اور مستجع و مرصع اسالیب کا جزو اعظم عربی سے بنا ہے —
 ترکی کی آرائش و زینت عربی و فارسی دونوں سے کی گئی ہے۔ لیکن زبانوں
 کے باہم ملکر ایک زبان بننے کی مذکورہ صورتیں اور اس قسم کی ہر
 صورت جو ہمارے علم میں ہے شاہد ہیں کہ قواعدی نظام یعنی وہ آلہ
 جس کی مدد سے ہم افعال کی تصریف کرتے اور لفظ بناتے ہیں ، یا یوں
 کہئے کہ وہ ذریعہ جس کی مدد سے لغت میں سے الفاظ کو جس
 ترتیب میں وہ لکھے ہیں اُس سے الگ کر کے ایک رشتہ میں پروکن

نظام مسلسل بنا دیتے ہیں، عرصہ دراز تک نہایت شدومد کے ساتھ آمیزش کی مخالفت کرتا ہے اور اُس کے قدم نہیں جمنے دیتا اور بدیسی عناصر اور بدیسی عادات کی مداخلت اُسے ایک آنکھ نہیں بھاتی — گو بے انتہا فرانسیسی اسم و فعل انگریزی شہریت کے تمام و کمال حقوق میں شریک کر لئے گئے مگر قواعدی نظام نے سب کو اپنی سابقہ قومیت کو خیرباد کہنے پر مجبور کیا اور سب کی تصریف جرمانی طریقے سے کی — آج تک لسانیات کے طالب علموں کو کوئی زبان ایسی نہیں ملی جس کی قواعد میں آمیزش ہو — اس خیال ہی سے انہیں وحشت ہوتی ہے، وہ اس کو محال سمجھتے ہیں — آندو یورپین زبانوں کی قواعدی ساخت میں بکثرت بہت ہی صریح و غیر مبہم مطابقتیں موجود ہیں، ان میں بے انتہا آثار پائے جاتے ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ طریق الفاظ سازی اور تصریف اسماء و افعال مشترک ہے، تخریب اور زمان مابعد کے تغیر و تبدل کا یہ تہ نقاب بھی اُن آثار پر پردہ نہیں ڈال سکتا جو روایت لسانی کی واقعی وحدت کے ناقابل تردید ثبوت ہیں — ان ثبوتوں میں سے ہم صرف ایک ثبوت کی طرف توجہ کرتے ہیں — آندو یورپین شاید اس سے زیادہ حیرت انگیز ثبوت نہیں پیش کر سکتی — یہ ثبوت تصریف افعال کے صیغ واحد و جمع اور غایب و حاضر و مکمل سے بہم پہنچتا ہے — پہلے جب ہم نے مقابلہ کیا تھا تو انگریزی سے ابتداء کی تھی مگر اب نہیں کر سکتے، اس کی وجہ تیسرے لیکچر میں بتائی جا چکی ہے — انگریزی میں وہ قدیم سامان جس سے کسی صیغے کا غایب و حاضر وغیرہ ہونا معلوم ہوتا تھا ترک کئے جا چکے — اب ہم کو تمام جرمانی شاخ میسوکاتھک کے ذریعہ دکھانے کی بیگی جو اس کی قدیم ترین بولی ہے — نقشہ ذیل ملاحظہ ہو

English	I have	thou hast	he has	we have	ye have	They have
Mæso-Gothic	haba	habai-s	habai-th	haba-m	habai-th	haba-nd
Modern Persian	-d	-m	-d	-nd
Celtic	-d	-m	-d	-t
Lithuanic	...	-si	-ti	-me	-te	-ti
Slavonic	...	-si	-ti	-mu	-te	-nti
Latin	habe-s	habe-t	habe-mus	habe-tis	habe-nt
Greek...	...	-si	-ti	-mes	-te	-nti
Sanskrit	...	-si	-ti	-masi	-tha	-nti

انڈوپورپین ام الالسنہ ہم

اگرچہ وہ مطابقتیں اساسی اور دوررس ہیں جو ابھی دکھائی آگئی ہیں مگر اس پر مصر ہونے کی کوئی ضرورت نہیں کہ یہ تنہا اور بغیر کسی کی امداد کے انڈوپورپین زبانوں کو ایک واحد و اصلی زبان کیا

فروغات ثابت کرنے کی اہلیت رکھتی ہیں - ان مطابقتوں میں بارور کرانے کی قدرت محض اس وجہ سے پیدا ہوئی ہے کہ یہہ خود ان بے انتہا مطابقتوں میں سے چنی گئی ہیں جن سے السنہ زیر بحث کی لغات و قواعد کا ہر حصہ بھرا پڑا ہے اور جو کبھی تو اسقدر صاف نظر آتی ہیں کہ سرسری نگاہ ڈالنے والا بھی انہیں دیکھ لیتا ہے اور کبھی مابعد کی مخصوص نمونے کے پردے میں ایسی روپوش ہو جاتی ہیں کہ دقیقہ شناس و مشاق محلل لسانیات بھی انہیں مشکل سے دیکھ سکتا ہے - جو انہیں اچھی طرح جاننا چاہتا ہے اسے چاہئے ہو کہ اور شلیچر کی قواعد دھانے تقابل (comparative grammars) اور کرٹی اُس (Curtius) کی اشتقاقیات یونانی (Greek Etymologies) کا مطالعہ کرے - ان کا پڑھنا مطالعہ منکر سے منکر شخص کو اس کے یقین کرنے پر مائل کر دے گا کہ ان مطابقتوں سے اس قسم کی مشابہات ظاہر ہوتی ہیں کہ جن کی تاویل کچھ نہیں کی جاسکتی اور ہمیں فرض کرنا پڑتا ہے کہ سب میں ایک وحدت روایت لسانی طاری و ساری ہے جو ایک ہی ام اللسنہ کی مشترک فروغات میں ہو سکتی ہے - برخلاف اس کے ان کے اختلافات کی ، جو اہم اور آپس میں زمین و آسمان کا فرق رکھتے ہیں ، وجہ ان اسباب کے عرصہ دراز کا اثر ہی سمجھا جاسکتا ہے جنہوں نے لاطینی کو تکرے تکرے کے موجودہ رومانی بولیاں بنا دالیں یا اصلی جرمانی کو مختلف موجودہ شکلوں میں منقسم کر کے اور ہزار برس پہلے کی اینگلو سیکسن کو ہماری زمانہ حال کی انگریزی کے رنگ میں جلوہ گر کیا - اس میں شک نہیں کہ علاوہ متفرق نمونے اصلی اندو یورپین زبان میں کہیں کہیں مختلف المآخذ زبانوں کی آمیزش سے بھی تھوڑا بہت فرق ضرور پڑ گیا ، تاہم اس کے بارور کرنے کی کوئی وجہ نہیں کہ اسکی تاریخ ارتقاء میں اس عنصر کو کوئی معقول اہمیت حاصل ہے - زمان قدیم کے کسی عہد میں یورپ یا ایشیا کے کسی حصے میں ایک قوم رہتی تھی جس کی ناقص بولی سے وہ سب وسیع و

تقریباً پانچ سو زبانیں نکلی ہیں جنہیں یورپ اور ایشیا کے بعض نہایت عمدہ حصے آج بولتے اور لکھتے ہیں *

انڈوپورپین کا اصلی وطن معلوم نہیں

افسوس کہ اس قوم کا وطن اور زمانہ دریافت کرنا ہمارے امکان سے خارج ہے۔ بعض اس کے مدعی ہیں کہ انڈوپورپین کا اصلی وطن سلسلہ ہندو کوہ کے قریب ایرانی حدب کا شمالی مشرقی حصہ تھا۔ مگر اس فیصلہ ناطق کی قطعی نہ تو کوئی سند ہے اور نہ قدر و قیمت۔ ہمیں اس کا واقعی کوئی علم نہیں کہ اس کی وہ آخری نقل و حرکات کیا تھیں جنہوں نے اس کی ہر شاخ کو وہاں پہنچا دیا جہاں وہ آج آباد ہے۔ قدیم سے قدیم روایات بھی جو ہمارے علم میں ہیں اس باب میں ہماری دستگیری نہیں کرتیں۔ مہر تاریخ مرقومہ اپنا پرتو سب سے پہلے انڈوپرشین (Indo-Persian) یا آریں شاخ پر ڈالتا ہے جو جانب مشرق انتہائی گوشے میں آباد ہے۔ غالباً ولادت مسیح سے دو ہزار برس پیشتر کا زمانہ نہوگا جب ہمیں سنسکرت بولنے والی قومیں نظر آتی ہیں۔ اسوقت یہہ آستان ہندوستان طے کر کے اس کے شمالی مغربی ضلع یعنی پنجاب کی شاداب وادیاں اور ریتیلے تیلے کھوندتی ہوئی اس بہت بڑے سرسبز رقبے کی طرف بڑھ رہی ہیں جسکو دریائے گنگا اور اسکی معاون ندیں سیراب کرتی ہیں۔ عنقریب یہہ اس پر قبضہ کر لیں گی۔ صحیح، لیکن ہمیں معلوم ہے کہ ہندوستان اس خاندان کا پہلا مستقر نہیں ہے بلکہ اسکی آخری فتوحات کا ایک منظر ہے۔ اگرچہ یہہ عہد ہم کو بہت ہی قدیم نظر آتا ہے مگر اس سے انڈوپورپین ہجرت کا آغاز ہرگز نہیں ہوتا، شاخوں کا بالعموم متفرع ہونا اس سے برسوں پہلے شروع ہو چکا تھا۔ اور کس کی قاب ہے کہ بقا سکے کہ مستقل مسکن کی تلاش میں ان میں سے کونسی سب سے دور نکل گئی ہے۔ اس میں کلام نہیں کہ شمالی مشرقی ایران ہندوستانیوں اور پارسیوں کا مشترک مسکن ہے جہاں قدیم ترین مذہبی و رزمی حکایات و روایات کی

جلوہ گاہیں ہیں لیکن کوئی شہادت اس کی نہیں ملتی کہ اس ملک کی اصلی رہنے والی یہی قومیں ہیں اور یہیں سے مابعد کی ہجرتیں جانب مغرب ہوئیں † - یونان کی تاریخ اور روایات بھی قبل ولادت مسیح کے دوسرے ہزار سال کا دامن چھو لیتی ہیں لیکن اس سے پہلے ہی یونانی اس چھوٹے سے جزیرہ نما پر مع آس پاس کے جزیروں اور بھر ایشیا کے ساحلوں کے قابض تھے جہاں سے ان کے کیاست و فراست کے آفتاب نے طلوع ہو کر کل عالم کو منور کر دیا - وہ اپنی پیدائش کے بارہ میں چاہے جو کچھ کہیں لیکن یہہ بعید از امکان نہیں کہ وہ اسی خاک سے اٹھے ہوں - اپنی نسبت ان کا مقولہ ہے کہ ہم ان پتھروں سے پیدا ہوئے جو ڈیوکیلین (Deucalion) اور پرا (Pyrrha) نے اپنی پشت کی طرف پھینکے تھے ‡ - لاطینی قوم جب پہلے پہل وسطی اٹالیہ میں منظر پر آئی تو مٹی بھر سے زیادہ نہ تھی اور اسے اور جماعتیں گھیرے ہوئے نہیں جن کے کچھ حصوں کی اور اس کی رگوں میں ایک ہی خون دور رہا تھا لیکن جزیرہ نما اٹالیہ میں اس کے داخلے کی نسبت جو روایات بیان کی جاتی ہیں ان میں سے ایک بھی قدرے قلیل تاریخی وقعت نہیں رکھتی - سیلتوں اور جرمنوں کا علم ہمیں پہلے پہل رومن مورخوں کے ذریعہ حاصل ہوتا ہے - سیلتس اپنے ہمسایوں کی دست درازیوں سے پہلے ہی اپنے قدیم وطن میں گھت رہے اور تباہ و برباد ہو رہے ہیں - سیلتی کی وہ کہانیاں جن میں انکے جانب مغرب ہجرت کرنے کا ذکر ہے جس کے باعث وہ یورپ میں آہنچے محض بے بنیاد افسانے ہیں - یہہ محض اس علم کی صدا ہائے

† بعض علماء کا خیال ہے کہ زند ، آوستا (دیکھو باب اول، وندیاد) میں جو جغرافیوی اشارات پائے جاتے ہیں ان سے ظاہر ہوتا ہے کہ آریوں کا مشترک خاندان مشرق طور پر اپنے گھر سے نکل کر کدھر کدھر گیا ہے لیکن یہہ دعویٰ مجھے استقدر بے بنیاد اور لچر نظر آتا ہے کہ میری سمجھ میں نہیں آتا کہ کیسے کوئی سنجیدہ طور سے اسے پیش کر سکتا ہے - ‡ دیکھو نوٹ نمبر ۱ لیکچر کے خاتمہ پر - (مترجم)

بازگشت ہیں جو انہیں بعد میں مشرقی ملکوں اور قوموں کی نسبت حاصل ہوا۔ جرمنی ابتداء ہی سے جرمنوں کا گہوارہ ہے مگر ان سے نچلا نہیں بیٹھا جاتا۔ جنوب مشرق اور جنوب مغرب میں انکے بے چین دستے نکل جاتے ہیں اور صدیوں تک مہذب دنیا کو امن چین سے نہیں بیٹھنے دیتے اور دریائے والگا (Volga) سے ستونہائے ہرقل (Pillars of Hercules) تک تو کوئی ملک نہیں جہاں ان کے نقش قدم نہ پائے جاتے ہوں۔ لیکن اس سوال کا کچھہ جواب نہیں کہ جرمنی میں جرمن کب اور کہاں سے آئے۔ منظر تاریخ پر سب سے آخر میں سلیوینی آتے ہیں اور قریب قریب اپنے موجودہ مسکن ہی میں۔ یہ قوم حوصلے میں تو اوروں سے کم ہے مگر سخت جان اور آزیل، تہذیب میں قدم رکھے مدت نہیں ہوئی مگر کچھہ عرصے سے اس نے بھی ہاتھ پاؤں نکالنے شروع کردئے ہیں *

اندو یورپین کا گھر تلاش کرنے میں اگر تاریخ و روایت دست اعانت دراز کرنے سے دریغ کرتی ہیں تو زبان † میں بھی ایسے آثار نہیں ملتے کہ جن کی بقاء پر ہم وثوق و اعتبار کے ساتھ بتا سکیں کہ اس کا مسکن کہاں ہے۔ اس میں کلام نہیں کہ مشرق میں انتہائی کونوں پر جو شاخیں واقع ہیں یعنی فارسی اور ہندوستانی ان کا مقابلہ اس بولی سے کرنے سے جو تمام بولیوں کا مقابلہ کرنے پر سب سے قدیم نظر آتی ہے، معلوم ہوتا ہے کہ ان میں سب سے کم رد و بدل ہوا ہے، لیکن اس سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ جو قومیں فارسی اور ہندوستانی بولتی ہیں انہوں نے اپنے قدیم مستقر سے باہر قدم نہیں نکالا۔ نہ تو یہ ضروری ہے کہ ہجرت بسرعت تغیرات لسانی پیدا کرے اور نہ یہ لازمی ہے کہ ایک ہی جگہ ہمیشہ بنے رہنے سے زبان کی ہیئت میں کوئی فرق ہی نہ آئے۔ اب ہم اس خاندان کی دو ایک ظاہر و باہر باتیں بتاتے ہیں، مثلاً یونانی نے ارمینی سے زیادہ اس مصالح اور ساخت کو محفوظ رکھا جس کا بہت

ہی ابتدائی زمانے کی اندویدرپین سے تعلق ہے حالانکہ ارمنی کا مرکز بہ نسبت یونانی کے مشرق سے زیادہ تعلق رکھتا ہے۔ اس بڑے خاندان کی تمام زبانوں میں سے لٹووانی میں جو ساحل بالٹک پر بولی جاتی ہے۔ مقابلہ سب سے قدیم ہیئت پائی جاتی ہے اور جرمانی بولیوں میں آئسلینڈ کی زبان اپنے ماخذ سے بہت ہی ملتی جلتی ہے اگرچہ یہہ جرمانی کی سب سے آخری آبادی ہے۔ اس خاندان کی آریں شاخ کی، بلکہ اس شاخ کی بھی قدیم ترین زمانے کی ہندوستانی شاخ جس کا حال ویدوں سے معلوم ہوتا ہے، زبان اور انتجمنوں میں جو قدامت شکل پائی جاتی ہے اسکی عمدہ اور قابل اطمینان تاویل یوں ہو سکتی ہے کہ ہندوستانیوں کی طبیعت میں بے انتہا قدامت پرستی فرض کر لی جائے۔ اس سے یہہ لازم نہیں آتا کہ نہ تو ان کی تاریخ طول طویل ہے اور نہ انہوں نے بارہا ہجرت کی۔ ہم نے انکی جانب ایک ایسی طبیعت منسوب کی ہے جس کے باعث علیحدہ ہونے کے بعد سے اہل ہند اہل ایران سے بالکل الگ تھلگ نظر آتے ہیں اور جس نے انہیں بمقابلہ اہل ایران قدیم سے قدیم اندویدرپین عہد کا نمونہ اور مثال بنادیا *

اندویدرپین کی وحدت کا زمان و مکان معلوم نہیں

مختلف شاخوں کے درمیان جو تعلقات اب تک دریافت ہوئے ہیں وہ بھی تو ایسے نہیں کہ جن سے ان کی تاریخ اور آوارہ گردیوں پر روشنی پڑے۔ یہہ تو سچ ہے کہ اسے سب مانتے ہیں کہ ہندی اور ایرانی شاخیں سب سے آخر میں ایک دوسرے سے الگ ہوئیں علاوہ اس کے قریب قریب سب اس کو بھی مانتے ہیں کہ اسی قسم کا ایک تعلق لاطینی اور یونانی میں بھی پایا جاتا ہے اگرچہ اس تعلق کی درمیانی حیات کے انعدام اور بعد کے باعث بے شبہ بہت کچھہ شک اور دقت پیدا ہوتی ہے مگر تحقیقات نے ابھی تک اس سے آگے قدم نہیں بڑھایا۔ نہایت واقف سے یہہ دعویٰ نوبت بہ نوبت کیا جا چکا ہے کہ کلاسیک

یا گریکولیتھن (Greco-Latin) سلیوانی اور جرمانی زبانوں کو آریں یا
اندوپرشین شاخ سے گہرے اور زمانہ قریب کے تعلق کا فخر حاصل ہے۔ بہت
زمانہ نہیں گذرا کہ ایک بلند پایہ جرمن عالم پروفیسر اگست شلائی کو
(Prof: August Schleicher) نے ایک اسکیم تیار کی جس میں
اس نے اس خاندان کی سب شاخوں کا تعلق دکھایا ہے۔ اس نے
فرض کیا ہے کہ اصلی زبان پہلے دو بہت بڑے حصوں جنوبی و شمالی
میں منقسم ہوئی۔ شمالی میں جرمانی اور سلیوولتھوانی شاخیں
شامل تھیں، بعد میں سلیوولتھوانی کی اور بھی دو شاخیں سلیوانی
اور لتھوانی بن گئیں۔ جنوبی حصے کے ٹکڑے ہو کر پہلے تو آریں اور جنوبی
یورپین زمرے بنے اور پھر ان ٹکڑوں کے بھی ٹکڑے ہو گئے۔ آریں سے تو
فارسی اور ہندوستانی زبانیں بنیں اور جنوبی یورپین سے یونانی اور
ایٹالوسیلٹی۔ سب سے آخر میں اٹالک (Italic) جس کی شاخ لاطینی
ہے، اور سیلٹی نے اپنی اپنی تاریخ کا آغاز کیا، مگر ان دونوں میں
آپس میں اس سے زیادہ تعلق باقی رہا جتنا کہ یونانی اور لاطینی میں
پایا جاتا ہے۔ اس اسکیم کی خصوصیت وہ رتبہ ہے جو سیلٹی زبانوں کو
دیا گیا ہے اس سے بجائے اس کے کہ لوگ اسے تسلیم کریں نہ تسلیم کرنے
پر زیادہ مائل ہوں گے۔ اگرچہ وہ لوگ جنہیں معلوم ہے کہ مختلف
قوموں میں مختلف حالات کے تحت تغیر لسانی کی رفتار میں فرق
عظیم پیدا ہو جاتا ہے اس کے مدعی نہ ہونگے کہ انہیں تعلق کا ہونا غیر ممکن ہے
مگر انے گئے ہی عالم اس بات کو ماننے کے لئے آمادہ ہوں گے کہ یہہ زبانیں
جن میں اندوپورپین زبان کی اصلی خصوصیات پر زوال اور نئے نمونے
متعدد اثرات کا پردہ پڑا ہوا ہے، جن کی اندوپورپین نوعیت ان اثرات
کے باعث سب سے آخر میں تسلیم کی گئی ہے، اور جن کے اپنے ماخذ
سے جدا ہونے کو ان کے انتشار و افتراق کی ابتداء مانا گیا ہے، لاطینی کی
بہت ہی قریب کی رشتہ دار مانی جائیں — ابھی وہ وقت نہیں آیا کہ
ان مباحث متنازعہ فیہ کا قطعی فیصلہ ہو جائے، تاہم ان کے حل کے
فرائم تک جو حقائق لسانی کی تہ میں نہاں ہیں ہماری رسائی ہے اور

کسی نہ کسی دن کامل تر مطالعہ اور دقیق تر تقابل انہیں بے نقاب کر دیگا ۔ اور اس کے ساتھ ہی یہ بھی ممکن ہے کہ ان زبردست نقل و حرکات کے راستے اور ترتیب کو بھی واضح طور سے بقادے جو اس خاندان کی مختلف قوموں کو اُن کے موجودہ مقامات میں لے آئیں — لیکن ایسی یہ اور شہادتوں کی مدد سے ٹھیک اُس ملک کا پتا لگالینا جہاں سے یہہ نقل و حرکات سب سے پہلے شروع ہوئیں بدرجہ اتم مشتبہ ہے ، اس لئے جب تک تحقیق نہ ہو یہی بہتر ہے کہ اس کا صاف صاف اعتراف کر لیا جائے کہ ہمیں اس کا علم نہیں ، بجائے اس کے کہ وثوق کے ساتھ ایک رائے قائم کر لی جائے جو سراسر بے سروپا ہو — مختصر یہہ کہ لسانیات اس کا دعویٰ نہیں کرتا کہ انڈو یورپین کا گھر یورپ میں تھا یا ایشیا میں — زیادہ سے زیادہ یہہ اتنا کرتا ہے کہ چند دھندلے اور عام قیاسات غالب کی بنیاد رکھتا ہے جو زمین اور آب و ہوا کی طبعی کیفیات اور قوموں کی روایات اور زمانہ مابعد کی قوموں کی نقل و حرکات کی سمت سے مل کر اشارہ کرتے ہیں کہ انہوں نے پہلے پہل مغرب سے نہیں بلکہ مشرق سے ہجرت کی * جب مقام و مکان کا مسئلہ ہی یوں شکار ابھام ہے تو وقت و زمان کا مسئلہ کیوں کر صاف ہو سکتا ہے — ارضیات دان زمین کے طبقات میں جو تبدیلیاں ابھی ہوئی ہیں اُن کی صحیح صحیح تاریخیں قائم و ثابت کرنا چاہتا ہے اور بات بنائے نہیں بن پڑتی جب اُس کا یہہ حال ہو تو طالب علم لسانیات کا بھی یہی ہوگا ، اسے بھی تو اپنا قبیلہ ایسے ہی مواد و مصالح پر قائم کرنا پڑتا ہے جو ارضیات دان کے مواد و مصالح سے قلب و اشتباہ میں نہچھ کم نہیں — نطق انسان کے وہ طبقات جو ازمنہ ماضیہ میں بنے تھے اُن پر بکثرت آئین آئی ہیں اور اُن کی ناقابل تلافی قطع و برید ہوئی ہے علاوہ اس کے خود ہمارے زمانے میں رفتار نمو میں اس قدر اختلاف ہے کہ جس سے کوئی ایسا مہیار دست یاب نہیں ہوتا جو ہر صورت پر عاید ہو ، لیکن انڈو یورپین خاندان کے افتراق و انشقاق کی تاریخ کا قین ہزار برس قبل مسیح سے کم مقرر کرنا ہوگز قابل تسلیم نہیں بلکہ ممکن ہے کہ یہہ واقعہ

اس سے بھی بہت پہلے ظہور پذیر ہوا ہو۔ حال کے اکتشافات سے ظاہر ہوتا ہے کہ انسان زمین پر اس زمانے سے بہت پہلے سے آباد ہے جو عام طور سے تسلیم کیا جاتا ہے۔ عجیب و غریب مناظر بعیدہ دکھائی پڑتے ہیں جن سے آگے کی محض ایک جھلک ہی نظر آتی ہے لیکن اس وجہ سے کہ انسان کے لکھے ہوئے واقعات ایک قلیل مدت پر حاوی ہیں، ہمیں یہہ دعویٰ باحقیاط کرنا چاہیئے کہ کبھی وہ زمانہ آئیگا جب قوموں کی ابتداء کا بہت کچھ حال معلوم ہو جائیگا *

انڈو یورپین ام الاقوام کا درجہ تہذیب

مطالعہ لسان زیادہ صحیح اور معتبر طریقے سے بتاتا ہے کہ منفزع ہونے سے پہلے انڈو یورپین ام الاقوام کی طرز معاشرت اور پایہ تہذیب کیا تھا۔ مختلف شاخوں کی لغات میں سے لفظ چن کر بظاہر کسی حد تک اس قوم کی اصلی لغت بنائی جاسکتی ہے۔ ان شاخوں میں ہر زمانے کے لفظ پائے جاتے ہیں یعنی نہایت ہی قدیم و نہایت جدید۔ جیسے کہ قواعدی ساخت کی خاص خاص باتیں افتراق و اشتقاق سے پہلے ہی بن چکی تھیں اور طالب علم تقابل لسانیات انہیں اُن نئی شکلوں میں سے جن سے وہ گہری ہوئی ہیں دھوند نکالنا ہے اسی طرح وہ زبان کے ترقی پزیر فہم مصالح سے بھی کام لے سکتا ہے یعنی ایسی اشیاء، افعال و اعمال، اور صنایعوں کے ناموں سے جن کے اظہار کا موقع قوم کو پیش آیا تھا اور جن کے ظاہر کرنے کی قوت اس نے حاصل کر لی تھی۔ یہی مصالح وہ میراث اسلاف ہے جس سے ہر شاخ نے اپنی اپنی تاریخ جداگانہ کا آغاز کیا اور جو اکتسابات مابعد کے خزانہ میں اب بھی نمایاں اور ممتاز ہے۔ اگر اس نظریہ کے خلاف یقین کرنے کی کوئی وجہ موجود ہو تو خیر ورنہ ہر لفظ جو ہر شاخ یا قریب قریب تمام شاخوں کے پاس موجود ہے اُس کی نسبت معقول طور سے خیال کیا جا سکتا ہے کہ یہہ اُن کی ارث مشترکہ کا اُس وقت سے جزو چلا آتا ہے جب کہ ان شاخوں میں تفرقہ نہ پڑا تھا۔ اُس میں کلام نہیں کہ اس طرح لفظ دھوندہ دھوندہ کر جو لغت تیار کی جائے گی وہ ناقص ہوگی کیوں کہ

کون بتا سکتا ہے کہ ان سب شاخوں کی مابعد کی بولیوں میں قدیم زبان کا کس قدر حصہ ایسا ضائع ہو گیا یا یوں کہتے کہ تخریب صوتی سے اس قدر بدل گیا کہ شناخت میں نہیں آسکتا اور اب اسکی اصلی نوعیت کا دریافت کرنا خارج از امکان ہے - تاہم اگر احتیاط اور ہوشیاری سے ایک فہرست بنائی جائے تو اس پر ، جہاں تک اس سے مدد مل سکتی ہے ، اعتماد کرنے میں عیب نہیں - جس طرح ہم کسی موجودہ یا ضبط تحریر میں لائی ہوئی زبان کے خزانہ الفاظ سے بلا اعانت غیرے اس بارہ میں اہم نتائج اخذ کر سکتے ہیں کہ ان الفاظ کی بولنے والی قوم کے علم و تمدن و معاشرت کا کیا عالم تھا اسی طرح اس اندریورین زبان کے بچے بچائے حصوں سے بھی جسے ہم اس ترکیب سے بنائیں گے ، نتائج اخذ کر سکتے ہیں - یہ امر بدیہی ہے کہ یہ تحقیقات اتنی ہی زیادہ قابل اطمینان ہوگی جتنی کہ وہ قوم جسکی لغت اس طرح تیار کی جائے گی جاہل اور قدیم ہوگی اور اسکی تہذیب پر مقامی رنگ زیادہ چڑھا ہوگا اور وسعت کم ہوگی - ہماری زبان کی سی جو زبان ہو اسے دائرۃ المعارف کہنا چاہئے اس میں تمام عالم اور بے شمار نسلوں کے وقوف و تجربات جمع ہیں ، ہماری تہذیب کی طرح اس کے بھی بے انتہا رخ ہیں ، یہ بھی ہمہ گیر ہے اور اس پر بھی حاوی ہونا اور معنی کی باریکیاں سمجھنا بہت ہی مشکل ہے برخلاف اس کے کسی جاہل اور گوشہ میں پڑی ہوئی قوم مثلاً فیوجینز (Fuegians) فجینز (Figians) اور اسکیموز (Eskimos) کی زبان ایک سادی تصویر ہے جسکے خطوط زبان حال سے اس کی حالت اور اوصاف بتا رہے ہیں *

عرصہ ہوا کہ اندریورین خاندان کی ام اللسنہ جو قوم بولتی تھی اس کی حالت کی بذریعہ زبان تحقیقات کر کے بعض خاص خاص نتائج اخذ کئے جاچکے اور قومیات میں ایک روزمرہ کی سی بات بن گئے ، لیکن یہ نہ سمجھنا چاہئے کہ تحقیقات کا خاتمہ ہوچکا ، ہمیں اُمید

دکھنا چاہئے کہ آئندہ اس سے بھی معتبر نتائج اور صریح و واضح تر تفصیلات اُس وقت ہمارے علم میں آئیں گی جب اس خاندان کی تمام زبانوں کا بخوبی تقابل و تجزیہ کیا جاچکے گا اور بالخصوص جب تمام شاخوں کے مدارج تعلق کی ایک صحیح اور سچی اسکیم بن جانے سے وہ شک و شبہ بہت کچھ رفع ہو جائیگا جو قدامت الفاظ کے بارے میں آج اس لئے پیدا ہوتا ہے کہ ان شاخوں کی بعض زبانوں میں تو وہ ملتے ہیں اور بعض میں نہیں ملتے *

اس قسم کی تحقیقات سے پتا چلتا ہے کہ وہ قوم جو اندونیزین خاندان کی اماللسنہ بولتی تھی صرف ہادیہ گرد ہی نہ تھی بلکہ مستقل قیام گاہیں رکھتی تھیں حتیٰ کہ شہر پر شہر آباد کرتی اور قلعہ پر قلعہ بناتی تھیں، تھوڑی بہت مویشیاں پالنے اور بونے جوتنے کی بھی عادی تھیں، کتے کے علاوہ گھوڑا، بیل، بکری، بھیڑ اور سور بھی اس کے پاس تھے جو ہمارے خاص گہریلو جانور ہیں، ریچھ اور بھیڑے وہ دشمن تھے جو اس کے گلوں پر تاخت و تاراج کیا کرتے تھے اور چوہے اور مکھیاں اس کو گہروں میں ستایا کرتی تھیں — جس قطعہ زمین پر یہ آباد تھی وہ قدرت کی کرشمہ زائیدوں سے معمور تھا — جو اور شاید گیمون بھی کھانے کے لئے ہونے جاتے تھے اور ان سے لذیذ لذیذ کھانے تیار ہوتے تھے، اور سرور اور نشے کے لئے شہد کی شراب بنائی جاتی تھی — فلزات میں سے بھی بعض کا استعمال آتا تھا مگر اس میں شک ہے کہ لوہا بھی ان میں شامل تھا یا نہیں — نساجی سے واقف تھے، اُون، پتھر اور سن سے بھی کام لیتی تھیں، دیگر گہریلو دست کاریوں کا حال اچھی طرح معلوم نہیں لیکن جن کا ذکر ہوچکا ان سے پایا جاتا ہے کہ اور بھی اس طرح کی بہت سی دستکاریاں ہوں گی جن کا ان کے ساتھ ہونا ضروری ہے یا جن کی مدد سے یہ تکمیل کو پہنچتی ہیں — مہاربت و مدافعت کے لئے دھتیار تھے جو قدیم قوموں کے پاس پائے جاتے تھے یعنی سیف و سپر، نیزہ و کمان، کشتیاں بنائی اور چوڑوں سے کھینچی جاتی تھیں، وسیع پیمانے پر در در دور پہلے ہوئے سیاسی نظاموں کے آثار نہیں پائے جاتے — اس میں شک نہیں

کہ پہلے لوگ چھوٹی چھوٹی قوموں کا ایک مجموعہ تھے جن پر راجہ یا سردار حکومت کرتے تھے نہ کہ بادشاہ ، ان کی انجمنیں اُس طرز کی تھیں جن میں بزرگ خاندان حکومت کیا کرتا ہے ۔ اسپر ان جنگ غلام بنائے جاتے تھے ، خاندان کے تعلقات اور ساخت صاف صاف نظر آتے ہیں پیدائش سے پہلے ہی حقیقی رشتہ داروں کے نام مقرر کر لئے جاتے تھے جن سے محبت و معاونت متروشح ہوتی تھی ۔ قابلیت اور درجے میں عورت کے مرد سے کم ہونے کا کہیں نام و نشان نہیں پایا جاتا ، کم سے کم سو تک گنتی بھی سیکھی جاتی تھی ، ہزار کے لئے کوئی اندویورین لفظ نہیں ملتا ، بعض سقاروں تک بھی نظر پہنچ گئی تھی اور اُن کے نام رکھے لئے گئے تھے ، چاند خاص وقت کا ناپنے والا تھا ، مذہب میں ارباب پرستی تھی ، قدرت کی قوتوں کو زندہ و مجسم مان کر پرستش کی جاتی تھی وسمیں خواہ کچھ بھی کیوں نہوں مگر اُن کے ادا کرنے میں پجاریوں سے مدد نہ لی جاتی تھی *

پہلے تھی کیفیت مختصر سے مختصر الفاظ میں اُن سادہ لوگوں کی جن سے وہ زبردست قومیں پیدا ہوئیں جو عرصے سے تہذیب عالم کی خضر راہ چلی آرہی ہیں — اُن کی تقسیم ، تاریخ میں اہمیت اور لسانیات میں اُن کی زبانوں کی قدر و قیمت سے ہم اس کے بعد کے لیکچر میں مزید بحث کریں گے *

پہلا نوٹ

ڈیوکیلین اور پرا - تھسلی (Thessaly) کے بادشاہ اور ملکہ تھے دیوس (Zeus) کے حکم سے ایک طوفان آیا جس نے تمام دنیا کو تباہ کر دیا مگر ان دونوں کی پرہیزگاری آڑے آئی اور بچ گئے — نو دن تک ایک جہاز میں بہتے پھرنے کے بعد ایک پہاڑ پر آکر رہے — ہاتھ غیبی نے اُن کو حکم دیا کہ تم اپنی پیٹھ کی طرف ”اپنی ماں کی ہڈیاں“ پھیک کر نسل انسان کو پھر زندہ کرو، چنانچہ اُنہوں نے اپنی پیٹھ کی طرف پتھر (کیوں کہ زمین دونوں کی ماں تھی) پھینکے جن سے مرد اور عورتیں پیدا ہوئیں *

دوسرا نوٹ

جب سے تقابل لسانیات عرصہ وجود مہن آیا ہے مستشرقین یورپ نے خود کو ہندوستانیوں کا رشتہ دار کہنا شروع کر دیا — اس رشتہ داری سے تو کسی کو انکار نہیں مگر اس ذیل میں ایک سوال یہہ پیدا ہو گیا کہ اُن بزرگوں کا مسکن اولین کہاں تھا جن کی یہہ سب اولاد ہیں — علمائے یورپ کا فکرا قومی اس کو گوارا نہیں کرتا کہ یہہ مقام کہیں ایشیا میں قرار پائے وہ اسے کھینچ تان کر نہیں نہ کہیں اپنے ہی ملک میں قرار دیتے ہیں، مگر علمائے ہند بھی اس کو پسند نہیں کر سکتے کہ سیاسی عظمت کھو کر قدامت و بزرگی سے بھی ہاتھ دھو بیٹھیں، چنانچہ وہ ہمیشہ اس کو کشان کشان ایشیا یا ہندوستان میں لے آتے ہیں — اس طرح یہہ مسئلہ طبع آزمائی کی چولان گاہ بن گیا ہے — رسالہ سرسوتی بابت ماہ فروری سنہ ۱۹۱۶ء میں مسٹر جگن موہن درما نے اسی مبحث پر ایک مضمون شائع کیا — اس کے دس سال بعد اب رسالہ مادھری بابت ماہ مئی سنہ ۱۹۲۶ء میں جناب مہندر پرتاب شاستری اس پر بحث کرتے ہیں کیونکہ پروفیسر جانلز (Giles) نے ”کیمبرج ہسٹری آف انڈیا — جلد اول“ میں لکھ دیا کہ آسٹریا ہنگری پر اتم آریوں کا مسکن تھا — طرفین جو دلائل پیش کرتے ہیں وہ محض عقل آزمائی ہیں اور قیاسات لیکن اس کے سوا چارہ کار بھی نہیں کیونکہ اس زمانے سے بھٹ

کی جارہی ہے جبکہ تحریر و تاریخ دونوں معدوم تھیں - ناظرین کی آگاہی کے لئے مذکورالصدر اصحاب کے مضامین کا خلاصہ درج ذیل کیا جاتا ہے *

مسٹر جگن موہن ورما کا مقولہ ہے کہ کسی قوم کا ابتدائی مقام سکونت دریافت کرنے میں اس کے علم ادب سے زیادہ اس قوم کی وہ زبانی روایات (दन्त कथाएँ) مدد دیتی ہیں جو اس میں نسلاً بعد نسل چلی آتی ہیں - کیونکہ جب کوئی قوم ہجرت کرتی ہے تو وہ اپنے ادب کا انبار ساتھ ساتھ لئے نہیں پھرتی ، علم ادب کسی مقام کی صدیوں تک بود و باش سے پیدا ہوتا ہے - اس میں انہیں مقامات کا ذکر ہوتا ہے جہاں وہ قوم مدتوں رہی ہے یا جہاں اسے آغاز تصنیف ادب کے بعد جانے کی ضرورت ہوئی ہو ، علماء آریوں کے تین ابتدائی مقام سکونت بتاتے ہیں :-

(۱) آریہ وسط ایشیا کے باشندے تھے ، وہیں سے اُن کی ایک شاخ ہندوستان کی طرف آکر سندھ اور سرسوتی ندی کے کنارے آباد ہوئی *

(۲) آریہ جنوب و مغرب کی طرف سے ایشیا میں آئے اور وہیں سے مختلف مقامات میں پھیلے - ان کی ایک شاخ آکر پنجاب میں آباد ہوئی *

(۳) مہاتما تلک نے اپنی تحقیقات سے یہہ ثابت کیا ہے کہ آریوں کا ابتدائی مسکن سمیرو یا قطب جنوبی تھا ، وہاں طوفان (प्राणैय) کے وقت سخت سردی اور جارا پڑنے لگا تو شمال کی جانب رخ کیا انہیں کی ایک شاخ ہندوستان میں آئی جس نے یہاں آباد ہوکر منتر تصنیف کئے *

ویدوں سے پتا چلتا ہے کہ آریہ منقروں کی تصنیف سے مدتوں پہلے سرسوتی ندی کے کنارے اور اس کے آس پاس رہتے تھے جغرافیوی اور ادبی نام بھی اس کو ثابت کرتے ہیں ، ہندوؤں اور پارسیوں دونوں کا ادب اس کی تائید کرتا ہے یہیں سے وہ مغرب و جنوب میں بھرکاسپین

تک اور مشرق میں کوشل تک پہیلے - آتھرو وید کے ایک منتر اور شنت پتھہ براہمن دونوں سے معلوم ہوتا ہے کہ آریہ کہیں دکھن میں رہا کرتے تھے، اس خیال کی اس امر سے بھی تائید ہوتی ہے کہ وہ شمال کو پتروں (پیتروں) کی سمت کہتے اور آبائی ملک (پیتو لوک) شمال کی جانب بتاتے ہیں — دعویٰ کا ثبوت مسئلہ ارتقاء سے بھی ملتا ہے - یجرو وید میں مایو (مایو) نامی ایک جانور کا ذکر ہے جو آب ناپید ہے، اس کی شکل و شباہت انسان سے ملتی تھی مگر بول نہ سکتا تھا، شنت پتھہ براہمن میں اس کا ذکر کیمپورہب کہہ کر کیا گیا ہے، ممکن ہے کہ یہی ابوالبشر ہو—تارون صاحب کا خیال ہے کہ انسان خط استوا کے پاس کے ملکوں میں کم عدم سے عرصہ وجود میں آیا، اور یہی بات آریوں کے اُن قصص و روایات سے ثابت ہوتی ہے جن کا ذکر وید وغیرہ میں آیا ہے— مختصر یہ کہ قدیم آریہ شمال میں خط استوا کے پاس کسی جزیرے میں رہتے تھے جو اب غائب ہو گیا۔ اسی جزیرے میں ان کا ظہور ہوا زان بعد جنوب کی طرف آکر ہمالیہ کے بالائی ملک میں کشمیر وغیرہ کے پاس آباد ہوئے اور وہاں سے چل کر سرسوتی کے آس پاس پہیلے *

جناب مہندر پرتاپ شاستری اپنے مضمون میں مسئلہ زیر بحث پر اظہار رائے کرنے سے پہلے لفظ آریہ کی تصریح و تشریح ضروری تصور کرتے ہیں، وہ اس اصطلاح سے وہ لوگ مراد لیتے ہیں جو زبان، مذہب اور تہذیب کے لحاظ سے ہندوستان و فارس وغیرہ ممالک مشرقی اور یونان، روما اور جرمنی وغیرہ ممالک مغربی کے باشندوں کے بزرگ ہوتے، اس میں وہ اُن آریوں کو بھی شامل سمجھتے ہیں جن کا وید میں ذکر آیا ہے اور جو مذہبی اعتقادات کی رو سے اس دنیا میں سب سے پہلے پیدا ہوئے۔ اس تہدید کے بعد دلائل پر ایک نافدانہ نظر ڈال کر نتائج اخذ کرتے ہیں *

اس مسئلہ لاینکل کے سلجھانے کے لئے اب تک جو ارائیں ظاہر کی گئی ہیں ان کا مدار مندرجہ ذیل شہادتوں پر ہے

(۱) لسانیات کی شہادت

(۲) رگوید یا اور قدیم کتابوں کی شہادت

(۳) کتبوں وغیرہ کی شہادت جو زمین کھود کر نکالے گئے ہیں

شہادت لسانیات:— مغربی ماہران لسانیات نے مختلف ممالک کے الفاظ کا تقابل کرنے پر جن جن زبانوں کے الفاظ میں مطابقت و مشابہت پائی ان کا مآخذ واحد تصور کر کے ان کو ایک خاندان میں داخل کر دیا۔ یہ محض ایک قیاس ہے۔ اسی قیاسی طریق استدلال سے انہوں نے قدیم آریوں کا مسکن اولین دریانت کرنے میں بھی مدد لی ، چنانچہ یہ نظریہ قائم کر کے کہ قدیم آریہ جن درختوں ، پالتو اور جنگلی جانوروں ، پرندوں ، پہاڑوں ، ندیوں اور سمندروں سے واقف تھے اور جس قسم کی آب و ہوا کا ذکر ان کی تصنیفات میں پایا جاتا ہے جہاں یہہ چیزیں پائی جائیں وہی ان کا مسکن اولین ہے یہہ طے کیا کہ ایسا مقام فقط وہی ملک ہے جس کے مشرق میں سلسلہ کوہ کارپتھیہ (Carpathians) ، جنوب میں سلسلہ بلقان (Balkans) ، مغرب میں استریائی آلپس (Austrian Alps) اور شمال میں ارز برج (Erzgebirge) اور دیگر سلسلہ ہائے کوہ ہیں۔ قرعہ ڈالا گیا، آسٹریا ہنگری کا نام نکلا — کیوں؟ ہندوستان سب کی سب مذکورہ شرطیں پوری نہیں کر سکتا — حذب پامیر ایک خشک قطعہ زمین ہے اور جنوبی یورپ اور روس اس معیار پر پورے نہیں اترتے — آسٹریا ہنگری کو آریوں کا مسکن اولین ماننے والے کہتے ہیں کہ غالباً ایک جماعت اپنے مسقط الرأس سے اٹھی اور دریائے ڈینیوب کے کنارے کفارے چل کر ایشیائے کوچک ہو کر مشرق میں پہنچی اور وسطی ایشیا کے پاس آکر دو حصوں میں منقسم ہو گئی ، ایک حصہ فارس اور دوسرا ہندوستان میں جانکلا — دوسرے گروہ نے جس کا نام جرمن ہے علی الترتیب جرمنی ، انگلستان ، ناروے ، سویڈن کو گھیرا ، پھر ایک اور کھیمپ جسے رومن کہتے ہیں مغرب میں ہو کر ایتالیہ پہنچی اور سیلتس ، فرانس میں اور یونانی مقدونیہ ہو کر یونان کے جزیروں میں جا بسے

مستشرقین یورپ کا یہہ ثبوت چنداں قابل اعتناء نہیں — مشابہت الفاظ سے یہہ لازم نہیں آتا کہ جن جن زبانوں میں مشابہ لفظ پائے جاتے ہیں ان کا مآخذ ان کے علاوہ کوئی اور زبان ہے جو ان مقامات کے علاوہ

کسی مقام میں رائج تھی جہاں وہ آج بولی جا رہی ہے — کیا یہہ قرین قیاس نہیں کہ انہیں زبانوں میں سے کسی زبان کے لفظوں کی یہہ مسخ شدہ صورتیں ہیں اور بجائے انڈوجرمینک انہیں میں سے کوئی ان کی ام اللسنہ ہے اور نہایت ہی قدیم ہونے کے باعث یہہ فخر سنسکرت کو حاصل ہے ؟ جیسے یہہ فرض کر لیا گیا کہ یہہ سب لفظ ایک ایسی زبان سے نکلے ہیں جو ان سب سے الگ ہے یہہ بھی تو فرض کیا جاسکتا ہے کہ یہہ لفظ لاطینی وغیرہ میں سنسکرت سے لئے گئے اور آب و ہوا اور طبائع وغیرہ کے اثر سے ان کی کایا پلت ہو گئی — آب و ہوا ، درختوں ، جانوروں وغیرہ سے جو ثبوت بہم پہنچایا گیا ہے اس کی تردید اس سے ہوتی ہے کہ ملکی کیفیات بدلتی رہتی ہیں اور ان کا اتنا بدل جانا کہ زمانہ قدیم کی بہت سی باتیں معدوم ہو جائیں کوئی حیرت انگیز امر نہیں — ارضیات دان اس اصول کو تسلیم کرتے ہیں — آریوں کے مذہبی خیالات کی رو سے تو انکے عروج کو دو ارب سال گذرے مگر زمان حال کے عالم بھی اس کا زمانہ حضرت عیسیٰ سے تین ہزار برس پہلے مانتے ہیں پس پانچ ہزار برس کی مدت اسکی ہیئت بدلنے کے لئے کافی ہے — اس خیال سے یہہ شہادت اور بھی کم زور پڑ جاتی ہے کہ لوگ جانور ، درخت وغیرہ ایک ملک سے دوسرے ملک میں لے جاتے ہیں اور قوموں کے میل جول سے ایک زبان کا لفظ دوسری میں رواج پا جاتا ہے — آج کل بہت سے انگریزی لفظ ہندوستان کی بولیوں میں داخل ہو گئے ہیں مگر کیا اس سے یہہ نتیجہ نکالنا درست ہو سکتا ہے کہ یہہ سب ایک الگ زبان اور ملک سے تعلق رکھتے ہیں ؟ اگرچہ شہادت لسانیات غیر معتبر ہے لیکن اتمام حجت کے لئے اگر اس کو معتبر بھی مان لیں تو بھی آریوں کا مسکن اولین شمالی ہندوستان یا وسط ایشیا ہی رہتا ہے — علمائے مغرب یہہ سقم کرتے ہیں کہ استریا ہنگری کو آریوں کا مسکن اولین ثابت کرتے وقت تو وہ رگوید کے لفظوں کو ثبوت میں پیش کرتے ہیں لیکن جب اس کے زمان و مکان تصنیف کا ذکر کرتے ہیں تو کہتے ہیں کہ رگوید شمالی پنجاب

میں لکھا گیا کیونکہ جن درختوں، جانوروں وغیرہ کا ذکر اس میں آیا ہے وہ شمالی پنجاب میں پائے جاتے ہیں۔ مختصر یہ کہ شہادت لسانیات سے اگر کچھ ثابت ہوتا ہے تو یہ کہ آریوں کا مسکن ازلین ہندوستان ہے *

رگوید اور قدیم کتابوں کی شہادت:— اول تو رگوید سے کچھ ثابت ہی نہیں ہوتا اور بغرض محال اگر کچھ ثابت ہوتا ہے تو وہی جسکا ذکر ابھی کیا جا چکا ہے۔ اگر آریہ کہیں اور سے آئے ہوتے تو جس ملک کو چھوڑ کر آئے تھے اس کا بھی تو اس میں کہیں کچھ حال درج ہوتا مگر وہاں کچھ بھی نہیں۔ اس کے منقروں سے قطع نظر رگوید کی زبان سے بھی ایک ثبوت ملتا ہے اور وہ اس طرح کہ اندوجرمینک خاندان کی زبانوں کو دو حصوں میں تقسیم کیا جاتا ہے ایک حصہ کا نام سینٹم (Centum) اور دوسرے کا سیٹم (Satum = शतम) رکھا جاتا ہے، یہ دونوں لفظ دونوں حصوں میں سو (100) کو ظاہر کرتے ہیں، اندوجرمینک ام اللسنہ کا ”ک“، بعض میں تو قائم رہا اور بعض میں ”ش“ سے بدل گیا، جن زبانوں میں ”ک“، ”ش“ سے بدل گیا وہ مشرقی زبانیں ہیں اور جن میں نہیں بدلا وہ مغربی — رگوید اور پارسیوں کی مقدس کتاب ”اوستا“ کی زبان ایک ہے صرف چند حروف کے بدلنے کی ضرورت ہے۔ مغربی عالم اس سے یہ نتیجہ نکالتے ہیں کہ آریوں کی جو شاخ آسٹریاہنگری سے چلی تھی ایران پہنچ کر اُس کی دو شاخیں ہوئیں اور ایک ہندوستان چلی آئی؛ مگر اس کے برعکس یہ کہیں کہیں نہیں کہا جاتا کہ آریہ ہندوستان سے چل کر ایران پہنچے اور وہاں سے آگے بڑھتے چلے گئے — ایران پاس تھا زبان میں کم فرق ہے، اور ملک جیسے جیسے ہندوستان سے دور ہیں اُسی فاصلے کے لحاظ سے اُن کی زبان میں بھی اختلاف ہے — اس کے ثبوت میں کہ ”اوستا“ کی زبان سنسکرت سے لی گئی ہے یہ بھی پیش کیا جا سکتا ہے کہ وید کی زبان کے حروف صحیح اور حروف غنہ کی تعداد اوستا کے حروف صحیح اور حروف غنہ کی تعداد سے زیادہ ہے۔ اُس کو تسلیم کرنے

کے بجائے کہ ہندوستان میں پہنچ کر آریوں کی زبان نے ترقی کی یہہ ماننا زیادہ معقول معلوم ہوتا ہے کہ ہندوستان سے نکلنے کے بعد آب و ہوا اور مرور ایام کے باعث انہوں نے بعض بعض حرفوں کا کام میں لانا چھوڑ دیا۔ رگوید سے اس کے خلاف کوئی نتیجہ نہیں نکلتا — بے شبہ اس میں ایسے منظر ملتے ہیں جن میں گذشتہ رشیوں کا ذکر ہے مگر اُن سے وہ آریہ نہیں مراد لئے جاسکتے جو آسٹریا ہنگری سے چلکر آئے تھے، یہاں فقط اُن بزرگوں کا ذکر ہے جو ویدک رشیوں کے ہم مذہب تھے۔ اس میں اعلیٰ درجے کی سیاست و تمدن کا بھی ذکر ہے۔ اگر رگوید حضرت عیسیٰ سے تین ہزار برس پہلے کی تصنیف ہے تو اس سیاست و تمدن کی ترقی میں بھی کچھ زمانہ لگا ہوا۔ اب قیاس کر لیجئے کہ یہہ دعویٰ کہ آریہ آسٹریا ہنگری سے حضرت عیسیٰ سے ڈھائی ہزار برس پہلے ہندوستان میں آئے کس قدر معقول ہے — دیگر علوم و فنون رگوید کے بعد ہندوستان میں معراج کمال پر پہنچے مگر اور ملک اس وقت قعر پستی میں پڑے ہوئے تھے؛ پس ہندوستان ہی شایستگی میں سب سے قدیم ہے اور یہی آریوں کا مسکن اولین ہو سکتا ہے *

کتبوں کی شہادت:۔ کچھ عرصہ ہوا کہ علمائے جرمنی کو ”بوغاز کوئی“ (Boghaz Koi) میں جو ایشیائے کوچک کا ایک شہر ہے ایک کتبہ ملا ہے — اس میں ”ہٹائیٹ“ (Hittite) اور ”مٹانی“ (Mitani) کے راجاؤں کے درمیان جو صلح نامہ ہوا تھا اسکی شرطیں درج ہیں — شرطوں کے لکھنے کے بعد یہہ راجہ چند دیوتاؤں سے دعا مانگتے ہیں کہ وہ انہیں ان شرطوں پر قائم رہنے کی توفیق دیں — یہہ دیوتا اندر، مٹر، ورن وغیرہ ہیں، ویدوں کے دیوتا بھی یہی ہیں — کتبہ چودہ پندرہ سو برس کا خیال کیا جاتا ہے، اس سے یہہ ثابت ہوتا ہے کہ کم سے کم اتنے عرصے پہلے ان دیوتاؤں کے پوجنے والے ایشیائے کوچک میں تھے — یہہ کہنا کہ یہہ دیوتا فقط ایشیائے کوچک کے معبود ہیں یا ہندوستان پہنچنے سے پہلے ہی آریوں نے ان دیوتاؤں کو پوجنا شروع کر دیا تھا ایک

مضامین کے خیز بات ہے - پروفیسر ایم وٹرنٹز (M. Winternitz) بھی اس رائے سے اتفاق کرتے ہیں - اس کا کوئی ثبوت نہیں ملتا کہ آریہ یہاں مغرب یعنی آسٹریا ہنگری سے آئے ، اس کے برعکس یہہ کہا جاسکتا ہے کہ یہہ مشرق سے وہاں گئے - پروفیسر کیٹھ (Keith) کا بھی خیال ہے کہ وہ مشرق سے ایشیائے کوچک گئے - بابل کے بادشاہوں کے نام ویدوں کے بگڑے ہوئے لفظ ہیں - حضرت عیسیٰ سے سات سو سال پہلے کی ایک فہرست ہے جس میں ان دیوتاؤں کے نام ہیں جن کی اشور (Assyria) میں پرستش ہوتی تھی - خاص دیوتا کا نام آسر مازس (Assar Mazas) ہے - یہہ لفظ اوستا میں اہرمزد اور وید میں آسر کی شکل میں موجود ہے - اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ویدک تہذیب ایشیائے کوچک میں عرصے تک رہی - ضلع پنجاب کے مقام ہریا میں زمین سے کچھ چیزیں نکالی گئی ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ آریہ اس وقت معراج ترقی پر پہنچے ہوئے تھے - ان کا زمانہ حضرت عیسیٰ سے تین ہزار برس پہلے مانا جاتا ہے - اگر آریہ حضرت عیسیٰ سے صرف دھائی ہزار برس پہلے آسٹریا ہنگری سے نکلے تو یہہ چیزیں ان سے پہلے یہاں کیوں کر آگئیں ؟ اوپر بیان کیا جا چکا ہے کہ اندو جرمینک کے دو حصے سینٹم اور سیٹم ہیں ، پہلے میں مغربی اور دوسرے میں مشرقی زبانیں شامل ہیں ، سینٹم میں بعض خصوصیات ہیں جو سیٹم میں نہیں - اس کو اس کے ثبوت میں پیش کیا جاتا تھا کہ آسٹریا ہنگری آریوں کا مسکن اولین ہے کیونکہ یہہ تمام خصوصیات اسی کی زبان میں پائی جاتی ہیں ، مگر اب ”توکھیری“ (Tokharian) نامی زبان کا پتا چلا ہے ، جس میں یہہ تمام آوازیں پائی جاتی ہیں - جس خطہ میں یہہ رائج ہے وہ مشرق میں ہے ، پس یہہ دعویٰ بھی ساقط الاعتبار ہوا *

جو لوگ جنوبی روس یا اسکندریہ نیویا کو آریوں کا مسکن اولین جاتے ہیں ان کا دعویٰ بھی انہیں دلیلوں پر مبنی ہے جو رد کی جاچکیں مختصر یہہ کہ آریوں کا مسکن اولین بھارت ہے (مترجم)

چھٹا لیکچر

گذشتہ لیکچر میں ہم نے اعمال نمونے لسان اور ان کے ان اثرات پر غور کیا تھا جو لسان من حیث المجموع کی حالت پر اور مختلف زبانوں کے عرصہ وجود میں آنے پر پڑتے ہیں، اور خاتمہ سے پہلے بولیوں کے اصلی اختلاف اور قواعد و علم ادب کے مطالعہ سے ان بولیوں پر جو اثر پڑتے ہیں ان سے بھی مختصر بحث کی تھی۔ اس کے بعد ہم نے اس پر ایک نظر ڈالی کہ جو اصول ہم نے قائم کئے ہیں وہ کیونکر اور کس حد تک روئے زمین پر جو بے انتہا زبانیں پھیلی ہوئی ہیں ان کے ظاہری اختلاف کی توجیہ، تقسیم اور ترتیب میں مدد دیتے ہیں۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ ہمیں تسلیم کرنا پڑا کہ خود ہماری زبان ان بولیوں میں سے ایک بولی ہے جو آپس میں قریبی تعلق رکھتی ہیں اور جرمانی زمرہ میں داخل ہیں۔ ہمیں ماننا پڑا کہ خود جرمانی زمرہ ایک وسیع تر خاندان کا فرد ہے جس میں یورپ کی تمام زبانیں مع ایشیائے ایک حصے کی زبانوں کے شامل ہیں اور اس وسیع تر خاندان کی سات شاخیں ہیں یعنی ہندوستانی، ایرانی، یونانی، لاطینی، جرمانی، سلیوینی (جس میں لٹھوانی بھی شامل ہے جسے بعض بعض ایک الگ شاخ مانتے ہیں) اور سیلٹی۔ ہم نے اس خاندان کا نام انڈو یورپین رکھا۔ کسی جگہ اور کسی زمانے میں ایک جماعت واحد ایک زبان واحد بولتی تھی جس سے یہ سب زبانیں روایت لسانی کے عالم گیر قانون کے مطابق ان اعمال سے ظہور پذیر ہوئیں جو آج بھی نطق انسان کے ہر حصے میں مصروف کار فرمائی ہیں۔ ہم پہلے ہی اس کا اعتراف کر چکے ہیں کہ ہم قطعی کوئی ایسا پتا نہ چلا سکے جس میں تھوڑا بہت بھی صحت کا شائبہ پایا جائے اور جس سے معلوم ہو کہ یہ جماعت کہاں رہتی تھی اور اسے کتنا زمانہ گذرا لیکن گمان غالب یہ ہے کہ اس کا وطن کہیں ایشیا میں تھا اور یقیناً یہ حضرت عیسیٰ سے تین ہزار برس

پہلے گذری ہے — شہادت لسانی سے صرف کچھ قابل قدر باتیں اس بارہ میں معلوم ہوتی ہیں کہ اس کی تہذیب کا اس وقت کیا عالم تھا — اس سوال کو نظر انداز کر کے آیا خود آندویورپین خاندان کو ایک اس سے وسیع تر خاندان کا فرد تصور کرسکتے ہیں یا نہیں جس میں نسل انسان کی تمام یا قریب قریب تمام زبانیں داخل ہیں ، اس لیکچر میں آندویورپین جن افراد سے بنی ہے ان کی نسبت زیادہ مفصل بحث کرنی ہے — یہہ دکھانا ہے کہ یہہ افراد کب اور کہاں بنے ، جو تاریخی اہمیت ان سے اور ان کے بولنے والوں سے وابستہ ہے اس پر نظر ڈالنی ہے ، مبادی لسانیات ہونے کی حیثیت سے ان کے مرتبے کی توضیح کرنی ہے اور تھقیقات لسانی کے اس عام طریقے کی جس کا سنگ بنیاد ان کے مطالعہ پر رکھا گیا ہے از سر نو اور زیادہ منظم جانچ پرتال کرنی ہے *۔

افراد جرمانی

سب سے بہتر یہہ ہوگا کہ ہم آندویورپین زبان کے اختلاف کا تبصرہ اپنی ہی شاخ جرمانی سے شروع کریں — ہم اس سے پہلے تھہ چکے ہیں کہ اس کی موجودہ بولیاں تین زمروں یا زیرشاخوں میں منقسم ہیں: (۱) لوجرمن جس میں شمالی جرمنی اور نیدرلینڈ مع ان دونوں کی نوآبادی یعنی برطانیہ اور خود برطانیہ کے موجودہ کثیر اور دور تک پھیلی ہوئی نوآبادیاں شامل ہیں ، (۲) ہائی جرمن جو وسطی اور جنوبی جرمنی کو گھیرے ہے ، اور (۳) اسکنڈینیوی جو قنمارک ، سویڈن ، ناروے اور آئسلینڈ کے اقطاع پر محیط ہے — زمرہ لو جرمن میں انگریزی سب سے زیادہ اہمیت رکھتی ہے ، اس کی پر از واقعات تاریخ کا ، جس کی توضیح ادبی تھکیرات قدم قدم پر کرتی ہیں ، بتا لگانے چلتے ہیں تو زمانہ وسطی کی انگریزی (سنہ ۱۵۰۰-۱۳۵۰ ع) ، قدیم انگریزی (سنہ ۱۲۵۰-۱۱۲۵ ع) اور نیم سیکسن (سنہ ۱۲۵۰-۱۱۵۰ ع) سے گذرتے ہوئے اینگلو سیکسن تک پہنچ جاتے ہیں جس کا دامن سن

عیسوی کی ساتویں صدی سے وابستہ ہے اور جس سے جرمانی بولوں میں صرف ایک قدامت میں بڑھی ہوئی ہے - اس کی قدیم یادگاریں بلحاظ اسلوب و عروض، اور ان میں سے کم سے کم ایک یعنی Beowulf تو بلحاظ مضمون و مباحث بھی، ہمیں جرمانی تاریخ کے زمان قبل مسیح میں لے جاتی ہیں - ہم یہاں انگریزی زبان کی نوعیت و تغیرات سے مفصل بحث نہ کریں گے اگرچہ یہہ ایک دلچسپ اور مفید کام ہے - ہم اس کام کو اور مصنفوں کے حوالہ کر کے صرف اسکے اتنے ہی حصے سے بحث کریں گے جس سے بعد میں ہمیں عام قوانین لسانی کی توضیح و تشریح کے لئے کام پڑے گا *

انگریزی کی قدیم ترین شکل یا اینگلو سیکسن سے قریب ترین رشتہ رکھنے والوں میں سے ایک تو جرمنی کے شمالی ساحل پر کی فریزی ہے، چودھویں صدی میں اور اس کے بعد تک بھی اس کا اپنا علم ادب تھا، یہہ قانون و آئیں سے مالا مال تھا اور اس کے روز مرہ کی طرز قدیم ہائی جرمن سے کچھ کم دقیانوسی نہ تھی باوجودیکہ مقابلہ اسے منصفہ شہود پر آئے ہوئے عرصہ نہ ہوا تھا - دوسری قدیم سیکسن ہے یعنی شمالی جرمنی کی خاص زبان جو دریائے رائن اور ایلپ کے درمیان رائج تھی، اس کی ہمیں صرف ایک تصنیف Helianth یا Savior ملتی ہے جو غالباً نویں صدی میں لکھی گئی ہوگی اس میں حضرت عیسیٰ کی سوانح عمری نظم میں ہے - اس سے پہلے کے ایک لیکچر (دیکھو صفحہ ۲۱۸) میں بتایا جا چکا ہے کہ فریزی اور سیکسن دونوں کو ہائی جرمن کے زبردست اثر نے موجودہ زمانے کے تربیت یافتہ دائرے سے قطعی خارج کر دیا اور ان کی قلمرو کو ان سے ملتی ہوئی بولوں نے بھی غصب کر لیا، پس آج ان کی ہستی صرف ایک معمولی دھقانی بولی سے زیادہ وقعت نہیں رکھتی - اگر سیاسی آزادی آئے نہ آجاتی تو ہالینڈ کی انوکھی زبان کا بھی یہی حشر ہوتا - نیدرلینڈ یا تچ کے ادب کا پتا تیرھویں صدی تک چلتا ہے، اگرچہ یہہ سولہویں صدی یعنی اس زمانے سے جب کہ یہہ ملک ہسپانیہ

ا کے سیاسی مظالم سے تنگ آکر سخت جد و جہد میں مصروف تھا زیادہ نمایاں طور سے نظر آتا ہے۔ اہل فلائڈر کا اس سے بہت ہی ملنا جلتا روزمرہ یعنی فلمی اپنا جداگانہ دفتر رکھتی ہے جو قدامت میں دچ کا ہم پلہ ہے۔ یہہ زبان اب معدوم ہوگئی *

ہم نے جب ادبی بولیوں کے پیدا ہونے اور پھیلنے کا ذکر کیا تھا ہم اس وقت ہائی جرمن کی تاریخ کا مختصر خاکہ کھینچ چکے ہیں ، اس کے تین دور مانے گئے ہیں۔ پہلا دور قدیم ہائی جرمن (Althoch-deutsch) کا وہ زمانہ ہے جو آٹھویں سے بارہویں صدی تک پر مشتمل ہے، اس کی یادگاروں کی تو کمی نہیں لیکن چند کو چھوڑ کر سب کے ماخذ پر عیسائیت کا رنگ چڑھا ہوا ہے اور مذہب میں دینی ہوئی ہیں یہہ یادگاریں تین خاص ”تل بولیوں“ یعنی (۱) افرنجی (۲) المانی اور سوابی (۳) اور بویری اور آسٹری کو ظاہر کرتی ہیں۔ دوسرا دور یعنی زمانہ وسطی کی ہائی جرمن (Mittelhochdeutsch) قریب قریب چار صدیوں پر محیط ہے جو بارہویں صدی سے شروع ہو کر پندرہویں صدی پر ختم ہوتا ہے، اس زمانے کی ممتاز بولی سوابی ہے، اس کا کثیر ادب ہمیں اس زمانے کی شاعری کی قابل قدر تصنیفات سے روشناس کرتا ہے، جو Minnesingers کی غزل سرائی کا نتیجہ ہیں اور قدیم قومی جرمن روایات کی پیش بہا یادگاریں یعنی رزمیہ قصص (Heldensagen) ہیں۔ رزم میں نیپیلنجن کی مثنوی (Nibelungenlied) اعلیٰ درجے کا کلام ہے، اس سے بہتر کسی ملک نے کسی زمانے میں نہ پیدا کیا ہوگا۔ نئی ہائی جرمن کی زبان و ادب کا دور سولہویں صدی کے شروع سے چل کر ہم تک پہنچتا ہے، ہم اسی کو جرمن زبان کہاتے ہیں اسکے بارے میں کچھ کہنے کی ضرورت نہیں *

جرمانی شاخ کا تیسرا زمرہ اسکنڈی نووی ہے۔ اس کی نہایت ہی پرانے زمانے کی یادگاریں ہمیں آئسلینڈ سے ملی ہیں، یہہ وہ دور دست و وحشت خیز جزیرہ ہے جہاں کوہ آتش فشاں آگ برسا رہے ہیں،

چشموں میں جلتا ہوا پانی ابل رہا ہے اور برف کے میدان کے میدان نظر آنے ہیں۔ نویں صدی میں لوگوں نے ناروے سے بھاگ کر یہاں پنا لی، عرصے تک یہہ خود مختار نوآبادی بنا رہا، ادبی تربیت اور افسانوی گیتوں کا گہوارہ تھا۔ یہاں عیسائیت اپنے جوش میں اتلی اندھی نہ تھی جتنی کہ جرمنی کے اور اقطاع میں، پس قدیم مذہب و مراسم کا دفتر صفحہ ہستی سے حرف غلط کی طرح معکھو ہونے سے بچ گیا۔ دونوں Eddas جن کی تدوین بارہویں اور تیرہویں صدی میں ہوئی اور آج تک محفوظ ہیں تمام جرمانی ادب میں لہجہ اور مضامین کے لحاظ سے قدیم ترین ہیں۔ جرمانی قوم کی قدامت کی یہہ انمول دستاویزیں ہیں۔ اگرچہ قدیم اینگلو سیکسن اور ہائی جرمن کے مقابلے میں Eddas کی زبان جدید ہے تاہم صوتی اور قواعدی شکل کے لحاظ سے قدامت میں دونوں کی ہم پلہ ہے۔ Eddas کی تدوین کو چہ سات صدیاں گذریں مگر ان کی زبان اور موجودہ آئسلینڈی میں کوئی بہت بڑا فرق نہیں ہے۔ تمام موجودہ جرمانی زبانوں میں آئسلینڈی وہ زبان ہے جس نے اس اصلی ساخت کو جو سب میں مشترک تھی سب سے زیادہ محفوظ رکھا اور جس میں یہہ اصلی ساخت سب سے زیادہ پائی جاتی ہے۔ آئسلینڈی کے علاوہ اسکندینی نیوی زمرے میں ناروی، ڈچ اور سویڈی یہہ تین زبانیں اور شامل ہیں یہہ بھی ادبی تربیت سے بہرہ اندوز ہوئی ہیں مگر ”قدیم نارس“ زبان سے جسے بالعموم قدیم آئسلینڈی سے موسوم کرتے ہیں نہیں نکلیں۔ ناروی اس سے سب سے زیادہ مماثل ہے، باقی کی اسکندینی نیوی کی بولیوں کی قدیم تر تقسیم ظاہر کرتی ہیں *

ہمارے پاس نہ تو اب کوئی ذریعہ ہے اور نہ آئندہ کبھی ہونیکا امکان ہے جس سے معلوم ہو جائے کہ جرمانی زبان کی کتنی اور شاخیں تھیں جو ان تینوں کی جن کا ہم ذکر کر چکے ہیں ہم رتبہ و ہم عصر تھیں اور بعد میں معدوم ہو گئیں کیونکہ ان کے بولنے والے صفحہ ہستی سے

مت گئے لیکن ان معدوم شاخوں میں سے کم سے کم ایک کی قابل قدر باقیات تباہی سے بچ گئیں اور جو قوم اس زبان کو بولتی تھی اس کی علم برہادی کے ساتھ ساتھ ان پر بلا نازل نہ ہوئی - عظیم الشان اور مشہور گاتھک قوم کا ایک مغربی حصہ دریائے ڈینیوب کے حصہ زپریں کو کسی وقت چوتھی صدی کی ابتداء میں عبور کر کے روما کے ضلع میسیا میں جا آباد ہوا ، رومانی رعایا بن گیا اور عیسائیت اختیار کر لی - ان کی خاطر ان کے رہنما اور اسقف الفلاس (Ulfilas) نے اسی صدی کے اواخر میں قریب قریب تمام انجیل کا ترجمہ انہیں کے روزمرہ میں کیا مگر جس خط میں یہ ترجمہ لکھا تھا وہ خود اسی کی ایجاد اور یونانی حروف تہجی پر مبنی تھا - پانسو برس بعد گاتھک کا کہیں پتا نہ تھا لیکن گاتھک انجیل کا بہت بڑا حصہ یعنی پولوس کے خطوط اور عہد عتیق کے اجزاء آج تک محفوظ ہیں ، یہ پانچویں صدی کا ایک مسودہ سویڈن کے مقام اپسالا (Upsala) میں موجود ہے - اگرچہ عہد قدیم کی یہ یادگاریں ناکافی ہیں مگر انڈیورپین خاندان کی تمام جرمانی شاخ کی توضیح کرنے اور اس بعد و فصل کے متانے کے لئے جو اس کے اور دیگر شاخوں کے درمیان حایل ہے ان کی قدر و قیمت کا اندازہ نہیں لگایا جاسکتا کیونکہ بلحاظ زمانہ اور زمانے سے بھی زیادہ بلحاظ مصالح و ساخت ان کا روزمرہ بمقابلہ جرمانی زبان کی ہیئت مختلفہ کے روزمرہ کے سب سے قدیم ہے - یہ باقی کی سب یا ان میں سے کسی کی جنم داتا نہیں ہے بلکہ ان کی سب سے بڑی بہن ہے اور ہر طرح سے اس کی مستحق کہ خاندان کی سرداری کا دعویٰ کرے *

سلیوآنی شاخ

جرمانی کے بعد ہم سلیوآنی کی طرف متوجہ ہوتے ہیں کیونکہ دونوں میں فاصلہ کم ہے اور غالباً اوروں کے مقابلے میں رشتہ بھی قریب کا ، اس کے بارے میں زیادہ بحث کی ضرورت نہیں ، اس سے ہمیں پتہ ہی کم دل چسپی ہے اس لئے کہ ہماری قوم و علم سے اسے بہت

ہی دور کی نسبت ہے۔ اس کی تاریخی اہمیت اور ادبی منزلت ادنیٰ درجے کی ہے اور اُسے ظہور پذیر ہونے تھوڑا ہی زمانہ گذرا — قریب قریب ہر پہلو سے اگر قدامت شکل اور زمانے کا لحاظ کیا جائے تو قدیم بلغاریوں کی زبان اس کی بولیوں میں سب سے پرانی ہے ، اب سے قریب قریب ایک ہزار برس پہلے ان کے رسول سرل (Cyril) نے اس زبان میں انجیل کا ترجمہ کیا تھا — یہہ ایک عجب حسن اتفاق ہے کہ جرمانی اور سلیوانی دونوں زبانوں کا علم ہمیں پہلے پہل ترجمہ انجیل کے ذریعہ اور قریب قریب ایک ہی جغرافیوی مقام سے ہوتا ہے کیوں کہ جب گاتھ (Goths) زبرین حصہ قنوب کے جنوبی ساحل پر مت گئے تو بلغاری ان کی سلطنت کے مالک ہوئے — لیکن اس قدیم زبان اور موجودہ بلغاری میں بہت فرق پڑ گیا جس کا باعث یہہ ہے کہ اس عرصے میں یہہ بے حد تیزی سے بدلتی رہی — سلیوانی اقوام کے پرانی زبان کو اپنی مقدس زبان بنالینے اور کلیسائے یونان کے مذہبی حلقوں میں اس حیثیت سے اس کا آج تک رواج ہونے کی وجہ سے اسے عام طور سے قدیم سلیوانی یا کلیسائی سلیوانی کہتے ہیں — یہہ سلیوانی شاخ کے اس حصے سے تعلق رکھتی ہے جسے جنوبی شرقی حصہ کہتے ہیں۔ اسی حصے میں روسی، اوروں سے کہیں زیادہ اہمیت رکھتی ہے ، روسی کے دو حصے ہیں ، اصل روسی اور اسکی چھوٹی بہن (Little Russian) جسے روتھانی کہتے ہیں۔ آج کل روسی ایک ادبی زبان ہے اور بہت کچھ اہمیت رکھتی ہے ، جو چند دسٹاویزین ملتی ہیں ان سے اس کی گیارہویں صدی تک کی شکلوں کا پتا لگتا ہے — اس کے تربیت یافتہ ارتقاء پر کلیسائی سلیوانی کے اثر کا گہرا نقش مرتسم ہے ، علاوہ اس کے جنوبی شرقی حصے میں استائیریا (Styria) اور کارنٹھیا (Carinthia) کی سلیوانی اور سربی مع اپنے سے قریبی تعلق رکھنے والی بولی کروتی کے شامل ہیں ان زبانوں کے دسویں بلکہ نویں صدی تک کے پرانے نمونے ملتے ہیں ، سربی کا موجودہ ادب دل چسپ مقبول عام گیتوں کا مخزن ہے *

دوسرے حصے یعنی مغربی میں پولی ، بہیمی داخل ہیں — بہیمی

سے مورابی سلوواکی اور ہالائی اور زیرین سووی اور پولائی تعلق رکھتی ہیں جو دریائے ایلب کے کنارہ بولی جاتی ہیں - ان میں بھی سب سے قدیم ہے جس کی غالباً دسویں صدی تک کی یادگاریں دست یاب ہوتی ہیں - پولی کا علم ادب چودھویں صدی سے شروع ہوتا ہے اس سے پہلے اس کے تعلیم یافتہ اصحاب محض لاطینی میں خامہ فرسائی کرتے تھے - اوروں کے پاس کوئی چیز نہیں جو سولہویں صدی سے پیشتر کی ہو اور کسی لحاظ سے بھی یہہ کسی قابل نہیں *

لتھوانی زمرہ

لتھوانی یا لیتک بولیوں کا زمرہ بھی تو سلووانی کا جزو مانا جاتا ہے اور بھی ایک جداگانہ شاخ - جو اس کو ایک جداگانہ شاخ مانتے ہیں وہ بھی اسے اور شاخوں کا ہم مرتبہ سمجھتے ہیں اور اس کے قائل ہیں کہ سلووانی سے اس کا گہرا تعلق ہے ، ہماری رائے میں بھی مسلک زیادہ معقول ہے - اس میں تاریخی یا ادبی اہمیت برائے نام ہی ہے اس کی دلچسپی کا دار و مدار محض اس امر پر ہے کہ اپنے تاریخی اسباب کے زیر عمل ، جس کی آج تک کوئی تاویل نہ کی جاسکی اور نہ غالباً آئندہ کی جاسکے ، اس نے آندویورین زبان کی بہت سی شکلوں کو اصلی حالت میں محفوظ رکھا یہہ کام اس تمام خاندان کی کوئی بولی بھی جیسے ہم جانتے ہیں اور جو اس سے دو ہزار سال عمر میں زیادہ نہیں ہے نہ کرسکی - یہہ زمرہ تین بولیوں سے بنا ہے ، ان میں ایک قدیم پروشی جو باشندگان شمالی شرقی پروشیا کی اصلی زبان ہے دو سو برس ہوئے فنا ہو چکی ، لوجرمن نے اسکی ہستی متناہی اور اس کی یادگار محض ایک چھوٹا سا مذہبی اصول کا رسالہ بصورت سوال و جواب رہ گیا ہے باقی دو یعنی لتھوانی اور لیتش یا لیوانی کو لاکھ دو لاکھ روسی اور ان پروشی اضلاع کے باشندے بولتے ہیں جو بھرہ بالٹک کے ساحل پر واقع ہیں لیکن ایک نہ ایک دن ان کو بھی یہہ روز بد دیکھنا پڑے گا کہ جرمنی اور روسی کے مقابلے میں ہتھیار ڈال دیں اور اپنی

بہن قدیم پروشي کي طرح معدوم ھوجائين — لٽھواني کي جو پرائي سے پرائي دستاویز ملتي ھے وہ سولہويں صدي کي ھے — جنوي يا ھائي لٽھواني کي شکل سب سے قدیم ھے — لو لٽھواني اور بالخصوص شمالي لیتک سے معلوم ھوتا ھے کہ انھوں نے قدیم مصالح کو اتنا محفوظ نہيں رکھا *

سیلٹی شاخ کے افراد

پچھلے لیکچر میں بتایا جا چکا ھے کہ رومانی اور جرمانی زبانوں نے سیلٹی زبانوں کي شمع حیات قریب قریب گل کر دي اور وہ یورپ کے جس وسیع خطے کی کسی زمانے میں مالک تھیں اس کے دور دراز کونوں میں منہ چھپائے پڑي ھیں — بالائی اسکاٹ لینڈ ، ایرستان کے نہایت ھی غیر آباد حصے ، جزیرہ مان ، ویلز کے پہاڑ ، کارنوال کي پرچار وادیاں ، وہ قطعہ زمین جو آبنائے برطانیہ کے پار کارنوال کے بہت ھی قریب واقع ھے اور راس برتانی (Brittany) صرف وہ اقطاع ھیں جہاں کئی صدیوں سے سیلٹی کي صدائیں گونج رھي ھیں — کارنی کا معدوم ھونا تو ابھی کل کي بات ھے ، موجودہ پشت کے دیکھتے ھی دیکھتے مت کُئي ، ایرستانی کا بھی یہی حشر ھونے وا ھے — گیلک ھائی لینڈ کي کامل تربیت و تہذیب کے سامنے نہ جي سکے گی ، اغلب ھے کہ بریتس (Breton) کے کسانوں کي گنواري بولي کو فرانسیسی پیس ڈالے اور اگرچہ باشندگان ویلز اپنی نرالي طرز گفتگو کو بہت ذوق و شوق سے سینے سے لگائے ھوئے ھیں لیکن ھمیں تو شک ھی ھے کہ وہ ھمیشہ ان مفاد سے بہرہ اندوز ھونے سے انکار کرتے رھیں گے جو اس کے چھوڑنے اور اپنے سے بڑي جماعت میں جس کا وہ جزو ھیں مدغم ھونے سے حاصل ھوں گے — آج تک تو کوئی ایسی متجانس الجزاء خود مختار سیلٹی حکومت ھوئي نہيں جو اپنی زبان کو اور زبانوں کی دست برد سے پناہ دے سکي ھو — اور اب ایسی پناہ اول تو ممکن نہيں اور ممکن بھی ھو تو اس کی ھستی فقط قایم رکھہ سکتی ھے *

جن دستاویزوں سے سیلٹی زبان کی توضیح ہو سکتی ہے ان سے قابل اطمینان طریقے سے بحث کرنا بہت دشوار ہے کیوں کہ ایک آنوکھا اور نمایاں لسانی مرض پھیلا ہوا ہے - اسے ماہران لسانیات " سیلتیا روگ " (Celto-mania) کہتے ہیں اور اس میں لسانیات کا مطالعہ کرنے والوں میں سے سیلٹی اصل والے تو خاص کر اور کسی حد تک اجنبی بھی گرفتار ہو گئے ، نتیجہ یہہ ہوا کہ سیلٹی تہذیب ، زبان اور ادب کی تعریف کے پل باندہ دئے گئے ، کوئی کہتا ہے کہ سیلٹی ہی سب سے پرانی اور کم بگڑی ہوئی زبان ہے ، اسی کو وہ قومیں بولتی تھیں جو ان لوگوں سے بھی پہلے گذری ہیں جن کا ذکر زمانے کی مقدس اور غیر مقدس تاریخ میں آیا ہے اور صرف یہی دنیا بھر کی اشتقاقیات کی اصل ہے - کسی نے قدیم کتبہ اور مشکل عبارتیں جن کا ماخذ بالکل الگ ہے اور جو دور دراز ملکوں میں ملے ہیں یہہ کہہ کر سیلٹی کے ذریعہ پڑتے ہیں کہ ان میں اصلی اوسیانہ کی کھٹک پائی جاتی ہے - کسی نے مختلف زبانوں کے مہمل لفظوں کی اصلیت تلاش کرتے کرتے انہیں سیلٹی مادوں سے جا ملایا اور کہہ دیا کہ ایری اور ویلزی کے قوسل سے ان کا سلسلہ نسب وہاں تک پہنچتا ہے ، مختصر یہہ کہ اسی قسم کی بہت سی باتیں ہیں - معقول و بے لوث تحقیقات ان بلند آہنگ دعووں کی قطع و برید کر کے انہیں اس سطح پر لے آتی ہے جس کے یہہ مستحق ہیں *

لاطینی نے ہسپانیہ ، فرانس اور شمالی ايطاليا کی گالی بولیوں کو ایسا کامل طور سے مقایا کہ لاطینی کے آخری زمانے کے روزمرہ یا بچی بچائی تحریروں ، کتبوں اور سکوں میں ان کے اس قدر قلیل آثار باقی ہیں کہ ماہران سیلٹی کا یہہ مقنازعہ فیہ مسئلہ ہے کہ گڈھیلک اور کمریائی میں سے جو سیلٹی کے معروف و معلوم حصے ہیں کسی سے تعلق رکھتی ہیں یا بذات خود ایک تیسری شاخ ہیں جو گڈھیلک اور کمریائی کی ہم پلہ ہے - اس سے قطع نظر کہ گالی کے کتبہ بہت ہی کم اور مبہم ہیں اور مستند استفادہ کے کلام میں جو مفرد لفظ ملتے ہیں ان کی تعداد

بھی تھوڑی ہے ایرسٹانی اور ویلزی دونوں کی قدیم زمانے کی تحریریں محض فرہنگیں ہیں یا بین السطور ترجمے ، حاشیے اور تفسیریں جنہیں ماہران سیلٹی نے ان مسودات پر جن کا مطالعہ کر رہے تھے اِس زمانہ قدیم میں لکھ دیا جب ویلز اور ایرسٹان اور بالخصوص نانی الذکر عیسائیت اور ادب کے پرجوش مرکز بنے ہوئے تھے ۔ ان میں ایرسٹانی فرہنگوں کی کثرت ہے اور ان سے بخوبی اندازہ ہوتا ہے کہ آٹھویں صدی کے آخر میں زبان کا کیا حال تھا — ایک تصنیف یعنی سینٹ پیٹرک (Saint Patrick) کی سوانح عمری بھی ملتی ہے — اِس کی نسبت خیال ہے کہ نویں صدی کے شروع کی ہے — دوسری خاص گڈہیلک بولی یعنی اسکاٹ لینڈ کی گیلک کے تھوڑے سے گیت ملتے ہیں جو سولہویں صدی کے ہیں — اِسیانی نظموں نے سو پرسی پہلے لوگوں کو زور و شور سے اپنی طرف متوجہ کیا تھا اور ان کی اصلیت اور قدر و قیمت پر خوب مزے مزے کی بھٹیں ہوتی تھیں مگر معلوم ہوتا ہے کہ اُن کی عمارت اصلی گیلک روایت کی کمزور بنیاد پر رکھی گئی تھی *

کمریائی حصے میں ویلزی فرہنگیں جن کا ابھی ذکر ہو چکا ہے سب سے قدیم یادگاریں ہیں جن کی صحیح صحیح تاریخیں معلوم ہیں — قدامت میں تو یہ ایرسٹانی فرہنگوں سے کم نہیں اور اگر ہوں گی بھی تو برائے نام کیونکہ آٹھویں اور دسویں صدی کے درمیان کسی زمانے کی تحریریں ہیں مگر ان کی تعداد ایرسٹانی فرہنگوں سے بہت کم ہے ، بس وہ اتنی ہی ہے جس سے یہ ثابت کیا جاسکے کہ اِس زبان کی بہت ہی قدیم زمانے کی جو یادگاریں واقعی ادبی اوصاف سے متصف ہیں ان کی قدامت محض فرضی ہے — گذشتہ زمانے میں صدیوں تک ویلزی بہت اپنی قوم کی عظمت و زوال کے افسانے جوش دلائے والی لے میں سناتے رہے اور لوگوں کا دعویٰ ہے کہ ہزار سال سے بھی کہیں زیادہ عرصہ یا چھٹی صدی یعنی سیکسنز کے حملے اور فتح کے زمانے سے ان کے

گیت باحیاط اور مسلسل روایت کے ذریعہ پشت در پشت منتقل ہوتے رہے — یہہ دعویٰ غالباً معقول ہے لیکن اس کے ساتھ ہی یہہ بھی یقینی ہے کہ جیسے جیسے وہ منتقل ہوتے رہے اُن کی عبارت بھی بدلتی رہی اس لئے آج وہ جس شکل اور ہیئت میں ملتے ہیں وہ قدیم سے قدیم تحریر یا بارہویں سے چودھویں صدی تک کے زمانے سے بہت پہلے کی نہیں ہے — بعد کے ویلزی ادب اور ایرسٹانی ادب کی بھی کوئی کمی نہیں — کارنی کے ادب کی بھی اچھی خاصی تعداد ہے اور اس کی عمر بھی قریب قریب اتنی ہی ہے جتنی ویلزی وغیرہ کی — اس کی قدیم یادگار ایک لاطینی کارنی لغت ہے ! یہہ شاید بارہویں صدی کی تصنیف ہے — برٹانی کی زبان یعنی لرموریک، ویلزی اور کارنی سے اس قدر ملتی جلتی ہے کہ اس کو گالوں (Gauls) کی سیلٹی برلیوں کی قائم مقام اور بلاقیات نہیں کہا جاسکتا بلکہ اس کا تعلق اُن نوآبادوں اور پناہ گزینوں سے سمجھنا چاہئے جو برطانیہ سے بھاگ کر آئے تھے — یہہ ایک یا دو مختصر سی تصنیفات میں ملتی ہے *

اطالوی یا رومانی شاخ کے افراد

اس کے بعد ہم رومانی شاخ کو لیتے ہیں — بھٹ کی کسی ابتدائی منزل میں، جب کہ اس کی مختصر تاریخ پر نظر ڈالی جا رہی تھی، ہم نے اس کے لئے یہہ نام تجویز کیا تھا — جن زبانوں سے یہہ بنی ہے اور جن کی الگ روایات اسانی کی موجوں کا ہم یہاں تک پتا لگالیتے ہیں کہ وہ اگر ایک ہی مرکز پر جمع اور لطیفی میں مدغم ہو جاتی ہیں ان میں سے دو یعنی ایک تو ریگور رومانی جو جنوبی سوئٹزرلینڈ اور اڈریاتک کے سرے پر رائج تھی اور دوسری ویلیکن جس کا گھر شمالی ترکی کے اضلاع تھے، کوئی ایسا ادب نہیں رکھتیں جس کی کچھ قدر و قیمت ہو یا جس کو ان کا ذاتی ادب کہہ سکیں — باقی پانچ یعنی فرانسیسی، پروونسال، ہسپانی، پرتگالی اور اطالوی سب کی سب دھقانی بولیوں سے ترقی کر کے اس مرتبے پر پہنچیں اور اسی وقت کے قریب یا

گیارہویں یا رھویں اور تیرھویں صدی سے پر پڑنے نکال کر قومی تربیت یافتہ زبانوں کا رنگ اختیار کرنے لگیں۔ فرانسیسی کی بعض بعض تحریریں دسویں صدی کی بھی دستیاب ہوتی ہیں لیکن ابتدائی زمانے کا فرانسیسی ادب بارھویں اور تیرھویں صدی کا ہے، یہ کثیر اور مختلف مباحث پر مشتمل ہے اور اس کا وہ حصہ جسے رومان (Romance) سے تعبیر کرتے ہیں عجیب و غریب سرعت سے تربیت یافتہ یورپ میں بالعموم مرغوب و مطبوع ہو گیا۔ پروونسال کی شاعری صنف غزل سے تعلق رکھتی ہے۔ یہ رسیا شاعروں (troubadours) کے ترانے ہیں۔ دربار طولوس میں ان کا بہت دور دورہ تھا۔ اس کے مضامین یا تو عشقیہ ہیں یا ہجویہ۔ اس کی مختصر مگر با شان و شوکت زندگی کا تین سو سال بعد چودھویں صدی میں خاتمہ ہو گیا۔ ایتالی کی تہذیب و تربیت کا دور بارھویں صدی کے قریب فریدرک دوم کے دربار سے شروع ہوتا ہے مگر کل دیر سو برس میں اس نے تین جدید شاعر پیدا کئے جن کا کلام لوگوں کو وجد میں لاتا اور بیان تپا دیتا ہے، ان کے نام ڈانٹے (Dante) (وفات سنہ ۱۳۲۱ ع) پیٹرارک (Petrarch) (وفات سنہ ۱۳۷۴ ع) اور بوکاچو (Boccaccio) (وفات سنہ ۱۳۷۵ ع) ہیں۔ ہسپانی کی رزمیہ شاعری بارھویں صدی سے شروع ہوتی ہے اور پرتگالی کی بھی اسی وقت کی یادگاریں ملتی ہیں۔ ان زبانوں میں فرانسیسی وہ زبان ہے جو تاریخی زمانے میں بہت بدلی۔ قدیم فرانسیسی اور پروونسال گویا موجودہ زبان اور قدیم لاطینی کی درمیانی مغزلیں ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ لاطینی بدل کر موجودہ فرانسیسی کیسے بن گئی *

اگر ہم نے اس شاخ کو رومانی سے تعبیر کیا جس سے ان زبانوں کا تعلق ہے تو اس کی وجہ یہ ہے کہ ہم نے اس کے آخری زمانے کی تاریخ اور موجودہ ساخت کو مد نظر رکھا، لیکن ہمارا یہ فعل اعراض سے لرفع نہیں ہے۔ اندوورین کے طالب علم لسانیات کے نزدیک یہ

ایک واحد و معروف اصل یعنی لاطینی کی زمانہ حال کی فروغ ہیں۔ ان کی قدرتی ترقی کا منزل بھول پٹا لگانا نہایت دل چسپ کام ہے بلکہ یور کہئے کہ یہ کلم ایک مذہب و مسلک کا رتبہ رکھتا ہے ، ان سے ہر قسم کے اعتناں نمونے لسانی کی بکثرت مثالیں ملتی ہیں ، لیکن اندو یورپین زبان سے یہ کوئی براہ راست تعلق نہیں رکھتیں اس لحاظ سے اگر کوئی قدر و قیمت ہے تو وہ لاطینی کے توسل سے ہے جو ان سب کی مشترک مورث ہے۔ خود لاطینی کے بعد کی تعلق کا حال اور ذرائع سے معلوم ہوتا ہے۔ لاطینی کی کلاسیک ہیئت تو حضرت عیسیٰ سے سو دو سو سال پہلے کے عالم اور خواندہ رومانیوں کی زبان ہے۔ ادبی تربیت کے اثر سے بمقابلہ قدیم ترین مصنفوں (Plautus, Terence, Andronicus) کی عبارت کے جن کا پورا یا ادھورا کلام ہم تک پہنچا ہے اس میں کلیلہ زیادہ شستگی پائی جاتی ہے اور ابتدائی رومانی زبان سے بہت بدلی ہوئی ہے۔ یہ بات ان یادگاروں سے بخوبی ثابت ہوتی ہے جو ابھی تک ملے ہیں مثلاً دیولس (Duillius) کے ستون پر کی تحریر جو حضرت عیسیٰ سے قریب دو سو ساٹھ سال پہلے کی ہے ، سکیو (Scipio) کے ایک بانی کے تابوت پر کی تحریر جو اس سے کچھ ہی مدت پہلے کی ہے اور بالخصوص سلائی (Salian) مناجات اور اروالس یہانوں (fratres arvales) کے گیت جو اس سے بھی پرانے ہیں مگر جن کی صحیح صحیح تاریخیں نہیں معلوم اور جن کا مفہوم اچھ سے اچھا لاطینی کا عالم بھی نہیں سمجھ سکتا جب تک وہ معانی و مطالب نہ معلوم ہیں ، جو ان کے ساتھ پشت در پشت بذریعہ روایت چلے آ رہے ہیں۔ ان یادگاروں میں بہت سی قدیم شکلیں محفوظ ہیں جن سے زبان کی صوتی و قواعدی ارتقاء کے بیش بہا اشارات و کفایات ملے ہیں۔ ان تحریروں کی شہادت کو اور ایتالی بولیوں کی شہادت بہت ہی اہم طریقے سے تقویت دیتی ہے۔ سامنی (Samnites) اور ان کے حلیف جلیوٹی ایتالیہ کی آسکن یا آپیکن بولتے تھے۔ رومانیوں نے انہیں سے اس جزیرہ نما کی حکومت بہت سخت اور مشتبہ جد و جہد کے بعد چھینی ،

حضرت مسیح سے سو سال پہلے تک جنوبی اضلاع کی علاقوں میں بھی زبان رائج تھی اور حضرت عیسیٰ سے دو یا تین صدی پہلے کے سکے اور کتبہ ہمیں اس زبان کی نوعیت اور ساخت کا تھوڑا بہت حال بتاتے ہیں — شمالی ایتالیا کی امپری کا حال گیلیا کی لوحوں سے معلوم ہوتا ہے، ان پر پادریوں کے ایک فرقے کی دعائیں اور ارکان شریعت کثرت ہیں، خیال ہے کہ یہ سن عیسوی سے تین یا چار صدی پہلے کی ہیں۔ والسائی اور سبائی کی بہت ہی کم یادگاریں ملی ہیں، ان میں سے پہلی امپری سے زیادہ ملتی جلتی ہے اور پچھلی لاطینی سے — چونکہ ان سب کے پڑھنے اور معنی تک پہنچنے کا دارومدار محض لاطینی اور دیگر زیادہ صریح طور سے تعلق رکھنے والی زبانوں پر ہے اس لئے نہ تو اب یہ اچھی طرح سمجھ میں آتی ہیں اور نہ شاید آئندہ کبھی آئیں گی — ہاں اس لحاظ سے یہ بہت ہی اہمیت رکھتی ہیں کہ ایک تو ان سے لاطینی کی خصوصیات معلوم ہو جاتی ہیں دوسرے آپس میں ملتی ہوئی بولیوں کے زمرے میں، جو جزیرہ نمائے ایتالیا کے بڑے حصے کو گھیرے ہوئے ہیں، اس کا جو رتبہ ہے وہ معین کیا جا سکتا ہے، اسی لئے اس زمرے کا بہت ہی موزوں نام ایتالی رکھا جا سکتا ہے — یہ نظریہ کہ لاطینی کسی قدر مختلف اجزاء یعنی رومانی، سبائی اور آسکن کی یا ان تینوں اور اثروری کی آمیزش سے بنی ہے جو تاریخی اسباب کی بناء پر ایک جگہ جمع ہو گئیں اور آخر میں ایک دوسرے میں مدغم ہو کر ایک شے واحد بن گئیں، اس زمانے کی بات ہے جب لسانیات نے اس قدر ترقی نہ کی تھی، اب لوگ اسے مہمل اور بے بنیاد تصور کرتے ہیں — اس سے بھی زیادہ غیر معقول اور بے حقیقت یہ بات ہے کہ لاطینی یونانی سے نکلی ہے، چند ہی روز کی بات ہے کہ یہ عقیدہ زوروں پر تھا لیکن آج ہر وہ ماهر تقابل لسانیات جسکی رائے ذرا بھی وقعت کی نظر سے دیکھی جاتی ہے اس کو نہیں ماننا *۔

یونانی شاخ

یونانی کی بدولت ہم اندو-ورپین زبان کی تحریر کے تاریخ کے

اس قدیم زمانے میں پہنچ جاتے ہیں کہ آج تک کسی زبان کی بدولت نہ پہنچے تھے۔ یہہ سچ ہے کہ اس کی سب سے ابتدائی یادگاروں یعنی ہومر (Homer) کی زبردست تصنیفات ”ایڈ“ اور ”اودسی“ کی جن کا مثل نہیں صحیح تاریخ معین نہیں کی جا سکتی لیکن اسمیں شک نہیں کہ وہ حضرت عیسیٰ سے ہزار برس پہلے کی ہیں۔ ایطالیہ کی طرح یونان کے بھی مختلف حصوں سے ان بولیوں کی تحریریں ملتی ہیں جو اس ملک کی تاریخ کے ازمندہ اولیٰ میں ساتھ ساتھ موجود تھیں حتیٰ کہ (قریب تین سو برس قبل مسیح) ایٹھنز کی سیاسی اہمیت اور اعلیٰ ادب نے اپنے روزمرہ یعنی آخری زمانے کی ایٹک کو ہر جگہ کے تربیت یافتہ یونانیوں کی عام زبان بنا دیا۔ ابتدائی زمانے کی ایٹک پہلے پہل ان بڑے ناٹک نویسوں کی تحریر میں ملتی ہے جن کا دور حضرت عیسیٰ سے پانسو برس پہلے شروع ہوتا ہے، یہہ الکمن (Alcman) پنڈار (Pindar) اور تھیوکریٹس (Theocritus) (سنہ ۲۵۰-۶۰۰ ق - م) کی دورک یا السی اس (Alcaeus) اور سافو (Sappho) کی ایولک کے مقابلے میں ہومر اور ہیسید (Hesiod) (سنہ ۷۰۰ ق - م) کی آیونک اور ہردو طوس (Herodotus) (قریب سنہ ۴۰۰ ق - م) کی بعد کی آیونک سے بہت کچھ ملتی جلتی ہے۔ یونانی بولیوں میں جو فرق پایا جاتا ہے وہ اس فرق کے مقابلے میں ہیچ ہے جو ایطالی بولیوں میں ہے، باوجود اس کے وہ اس طالب علم کے لئے کچھ کم اہم نہیں جو یونانی کا تاریخی مطالعہ کرنا چاہتا ہے کیونکہ ہر ایک کے مطالعہ سے اس کے علم میں کچھ عناصر آتے ہیں جو اتنے نہیں بگڑے یا دور جدید کے سانچے میں نہیں ڈھلے جتنے کہ اوروں کے یا بعد کی عام زبان کے عناصر بگڑے اور دور جدید کے سانچے میں ڈھلے •

جدید یونانی کی بھی بولیاں ہیں مگر ان کا حال بہت کم معلوم ہے، علاوہ اس کے اس کی ایک مشترک زبان رومانی بھی ہے جسے زمانہ حال کے تمام تعلیم یافتہ یونانی بولتے اور لکھتے ہیں افلاطون اور دیاس تھینس (Demosthenes) جو زبان بولتے تھے اُس سے یہہ رومانی کچھ زیادہ

بدلی ہوئی نہیں ہے بمقابلہ اس کے موجودہ زمانے کی رومانی زبانوں اور
 ورجل اور سسرو کی زبان میں بہت فرق ہے۔ جدید و قدیم رومانی میں
 اتنا کم فرق ہے کہ آجکل ایک گروہ اس عالمانہ اور شیخ چلی کی سی
 کوشش میں مصروف ہے کہ جدید رومانی بالکل مت جائے اور اس زمانے
 کی ذرا سی اور ہیچ سلطنت کی سرکش آبادی وہ زبان بولے اور لکھے
 جو اس کے بہادر آباء اجداد اس وقت بولتے تھے جب کہ گو لن کی
 تعداد کم تھی مگر وہ دنیا میں سب سے آگے بڑھے ہوئے تھے۔ اس تجربہ سے
 کسی معتدبہ فائدے کی امید نہیں ، اگر یہہ کوشش کامیاب ہوگئی تو یہہ
 سمجھنا کہ تاریخ لسانیات میں یہہ پہلا موقع ہوگا کہ ایسی بات وقوع
 پذیر ہوئی ۔

ایرانی شاخ کے افراد

ہمارے خاندان کی ایشیائی شاخوں میں جو سب سے قریب ہے وہ
 ایرانی یا فارسی ہے اور یہی اپنی جانب ہمیں سب سے پہلے متوجہ کرتی
 ہے۔ اس کی سب سے قدیم یادگاریں جن کی تاریخیں بہت اچھی
 طرح معین کی جا چکی ہیں وہ کتبے ہیں جن کے ذریعہ شاہنشاہان
 ہخامنشی ، دارا (Darius) کیخسرو (Xerxes) اور ان کے جانشینوں نے
 اپنے نام اور کام کی وہ تحریریں چھوڑیں جو قایم و دائم ہیں ، یہہ کتبے
 سالم چٹانوں کی بڑی بڑی دیواروں پر میخی (cunieform)
 میں کندہ ہیں۔ پچاس برس کی بات ہے کہ جب تک انہیں کوئی
 حل نہ کر سکا تھا اور یہہ بظاہر ایک معمائے لاینحل بنے ہوئے تھے مگر اب
 انسانی جودت و استقلال کے معجزے کی بدولت جس کی دستگیری
 مساعدت زمانہ نے بھی کی اس کا قریب قریب ہر لفظ اور ہر حرف
 ہمارے ادراک و فہم کے دائرے میں ہے اور ان سے بڑے بڑے نتیجے
 نکالے گئے ہیں جو لسانیات اور قومیات دونوں کی تاریخ کے لئے بہت
 ہی کارآمد ہیں۔ ان میں جو بہت ہی پرانے ہیں وہ حضرت عیسیٰ سے
 پانسو برس پہلے کے ہیں اور ان کی اتنی تعداد ہے جس سے بخوبی
 سمجھ سکتے ہیں کہ ان فارسیوں کی کیا زبان تھی جن سے یونانی آزادی
 حاصل کرنے اور بعد میں سلطنت چھیننے کے لئے برسوں لڑتے رہے

قریب قریب اسی زمانے کے ، بلکہ اس کے بعض حصے تو اس سے بھی بہت ہی قدیم زمانے کے ہیں ، اُس مذہب کے مقدس صحائف ہیں جس کی بناء زردشت نے رکھی تھی ۔ یہہ صحائف زردشت کی زبان زردشتی میں ہیں ، انہیں اوستا یا ژند اوستا کہتے ہیں ۔ جس بولی میں یہہ صحائف لکھے ہوئے ہیں وہ بالعموم ژند کہلاتی ہے ، اسے اوستا بھی کہتے ہیں اور کبھی کبھی ملک باختر (Bacteria) سے مناسبت عی بقاء پر قدیم باختری ۔ باختر عظیم الشان سلطنت ایران کے شمال شرق میں انتہائی گوشے پر واقع تھا ، باختری کا گہوارہ اسی کو مانا گیا ہے ۔ مغربی ہندوستان کے پارسیوں نے ان صحائف کو محفوظ رکھا ۔ ساتویں صدی عیسوی میں مسلمانوں نے جب ایران کو فتح کر کے ایک صوبہ بنا لیا تو یہہ لوگ وہاں سے نکل بھاگے اور اسوقت سے ہندوں اور انگریزوں کی پناہ میں انہوں نے مذہب مغانی (Magian) کی رسموں یعنی آگ کو محض ایک علامت مان کر (اہرمز = زبردست روح) کی خالص پرستش کو نہایت دیانت داری سے قائم رکھا ۔ اوستا سے دو زبانیں معلوم ہوتی ہیں ایک قدیم اور ایک جدید ۔ بعض مناجاتیں تو غالباً اتنی پرانی ہیں کہ خود زردشت کے زمانے کی معلوم ہوتی ہیں لہذا یہہ تحقیق نہیں کہ وہ زمانہ کب تھا مگر اس میں شک نہیں کہ جب حضرت عیسیٰ کا ظہور ہوا تو اسے ہزار سال سے زیادہ ہو چکے تھے ، باقی حصہ اُس کے بہت عرصہ بعد کا ہے ۔ اوستا کے ساتھ ساتھ ایک ترجمہ بھی دستوروں کے استعمال کے لئے لکھا ہوا ہے ۔ اس کی زبان ایک اور ایرانی بولی ہے ۔ اسے پہلوی یا ہزریش کہتے ہیں اور یہہ مقابلہ بہت ہی جدید زمانے کی ہے ۔ خیال ہے کہ ظہور حضرت عیسیٰ کے چند صدیوں بعد ایران کے انتہائی مغربی اضلاع میں یہی رائج تھی ، اس میں سامی زبانوں کا بہت کچھ مصالح ملا ہوا ہے جو مغرب میں سرحد کے پار اس سے ملی ہوئی تھیں ۔ ان کے علاوہ ابتدائی زمانے کے ساسانی بادشاہوں (سنہ ۲۲۶ ع) کے چند کتبے اور سکوں کے حاشیے

(legends) اسی قسم کے یا اس سے قریب قریب ملتی ہوئی بولی کے مزید نمونے ہیں *

ہندوستانی پارسیوں کے عام سرمایۂ ادب مذہبی میں اچھی خاصی تعداد ایسی تحریروں کی ملتی ہے جو کسی قدر بعد کی اور بہت ہی زیادہ صاف بولی میں ہیں ، ان کی زبان تو بالعموم پارسی کہتے ہیں (اور اکثر پاؤند بھی) - اس میں شک نہیں کہ بمقابلہ پہلوی کے پارسی کا مسکن زیادہ شرق میں واقع تھا اور فتح اسلام کے زمانے سے کچھ ہی روز پہلے رائج تھی - سب سے آخر میں مسلمانوں کی فتح اور ایران کے کامل طور سے سلطنت اسلامیہ ہو جانے کے بعد جدید فارسی پیدا ہوئی اور کئی صدیوں کی مدت اور ہمارے زمانے میں بھی ایک کثیر اور قابل تعریف ادب کا ذریعہ اظہار خیال بن گئی - اس کا ہر شعبہ علم یعنی نظم، فسانہ ، تاریخ ، فلسفہ اور سائنس خوب بھرپور ہے - اس کی پہلی بڑی تصنیف یا سب سے بڑی تصنیف جو یہہ ہمارے سامنے پیش کر سکتی ہے فردوسی (وفات سنہ ۱۰۲۰ ع) کا شاہنامہ ہے - یہہ اصلی قومی رزم ہے ، اسکی ضخامت بڑی ، اسلوب بیان بہت ہی اچھا اور مضامین مختلف ہیں - اس میں اس ملک کی مفصل تاریخ جمع اور بیان کی گئی ہے ، روایات، حکایات، خرافیات (mythology) ویسے کے ویسے ہی اسمیں جمع ہیں جیسے ان لوگوں کے دماغ میں بھرے تھے جنہوں نے فارسی قوم کی قدیم عظمت و آزادی مین دوبارہ جان ڈالی - قدیم شکلوں کے معدوم ہوجانے سے اس کی قواعد بہت ہی بے مایہ ہو گئی اور اس خصوص میں انگریزی سے اس کا مقابلہ کیا جا سکتا ہے - اوستا کی زبان کی یہ نسبت یہہ ہخامنشی کتبوں کی زبان سے زیادہ ملتی جلتی ہے ، اگرچہ اس کا ماخذ نہ تو اوستا کی زبان ہے اور نہ ہخامنشی - زمانہ ما بعد کی تصانیف میں عربی لغات کی بے انتہا بھرمار نے اس کا حسن خاک میں ملادیا *

اور بھی کئی بولیاں ہیں جو ان اقطاع میں رائج ہیں جو ایرانی قلمرو کی سرحد پر واقع یا اس میں شامل ہیں - جن بولیوں کا ہم ذکر

مگر آگئے ہیں ان سے ان کا ایسا گہرا تعلق ہے کہ وہ اسی قسم میں شمار کی جاتی ہیں اگرچہ اپنی اصل سے جدا ہونے کے بعد ان میں اتنے انقلاب آئے کہ ان کی ایرانی اوصاف پر گہرا پردہ پڑ گیا - ان میں ارمینی سب سے زیادہ ممتاز ہے - اس کا ادب کثیر ہے اور پانچویں صدی تک پہنچتا ہے - اسی صدی میں ارمینی قوم عیسائی ہوئی تھی - اس کے علاوہ کوه قاف کی اوسیتک ، ایران ترکی اور روس کی سرحدوں کے درمیان رہنے والے پہاڑیوں کی گردی ، اور افغانی یا پشتو ہیں - پشتو کو ادبی تربیت سے تھوڑا بہت بہرہ ور ہوئے بہت زمانہ نہیں گذرا *

ہندوستانی شاخ کے افراد

سب سے آخر میں ہم اپنے خاندان کی اس شاخ پر پہنچتے ہیں جس نے اپنی ساری عمر ہندوستان کی چار دیواری میں تیر کی - وہ بے شمار بولیاں جو اس بے حد بڑے جزیرہ نما کو گھیرے ہوئے ہیں ناگڈار کوه ہمالیہ اور بھر ہند کے درمیان واقع ہیں - سب کی سب تو آندو یورپین سے رشتہ داری کا دعویٰ نہیں کر سکتیں مگر وہ بولیاں اس کی مدعی ضرور ہیں جو اسکے شمالی حصے یعنی ہندوستان خاص میں سندھ سے گنگا کے دھانوں تک پھیلتی چلی گئی ہیں اور جنہوں نے ساحل بھر کا بھی کچھ حصہ دبا لیا اور اس کے پڑوس میں جانب جنوب دونوں طرف قبضہ کر رکھا ہے - وسطی پہاڑی اضلاع اور حذب دکن ابھی تک اصلی باشندوں کی ملک ہیں جنہیں آندو یورپین قوموں نے شمال سے نکالا یا اپنا مطیع و منقاد بنایا تھا - یہہ اسوقت کی بات ہے جب وہ ہندوستان میں شمال و مغرب کے دروں سے آگئے : ہر زمانے کے فاتح اس ملک میں انہیں دروں سے داخل ہوئے ہیں - تاریخ مرقومہ نہیں بتا سکتی کہ وہ لوگ وہاں کب گئے - اس کے خاص حصے ہندی بنگالی اور مرہٹی ہیں - ان میں سے ہر ایک کا ادب ہے جس کی عمر چند صدیوں سے زیادہ نہیں ہے - ہندوستانی یا اردو ہندی ہی کی ایک شکل ہے جو گیارہویں صدی میں مسلمان فاتحین ہند کے لشکروں میں

پیدا ہوئی اور وسطی ہندوستان کی رعایا اور اُن کے درمیان ذریعہ مکالمت تھی۔ شکل و ہیئت میں زیادہ بگڑی ہوئی ہے اور عربی و فارسی کے لفظ بھرے ہوئے ہیں، گویا یہہ ہندوستان کی انگریزی ہے۔ حال کی بولیوں میں یہہ سب سے زیادہ ادبی تربیت سے بہرہ ور ہوئی ہے اور قریب قریب تمام جزیرہ نما کی سرکاری زبان اور عام گفتگو کا ذریعہ یعنی *lingua franca* ہے۔ وہ خانہ بدوش جو یورپ بھر میں مارے مارے پھر رہے ہیں انکی زبان اپنی خاص ساخت اور مصالح کے لحاظ سے ہندوں کی گنواڑی بولی ہے اگرچہ اس پر ان مقامات کا گہرا رنگ چڑھا ہوا ہے جہاں جہاں وہ چکر لگاتے رہے ہیں۔ یہہ خانہ بدوش ہندوستان کے نکالے ہوئے ہیں *

جن زبانوں کا ابھی ذکر کیا گیا ان سے قدیم تر پراکرت اور پالی ہیں۔ ان کا ادب اور کتبوں کا ایک حصہ حضرت عیسیٰ سے بھی پہلے کا ہے۔ پالی بودھوں کے مذہب کی ان ملکوں میں مقدس زبان ہے جو ہندوستان کے مشرق اور جنوب مشرق میں واقع ہیں۔ پراکرت بولیاں تو اب خاص طور سے سنسکرت کے ناکوں ہی میں باقی ہیں۔ ان ناکوں کے ناخواندہ ایکٹر مرد، عورت اور خدمتگار وغیرہ پراکرت بولتے ہیں، بالکل وہی حال ہے جو آج کل جرمنی کے تھیٹروں میں نظر آتا ہے، ادنیٰ درجے کی پتلیاں تو اپنے اپنے ضلع کی بولی میں باتیں کرتی ہیں مگر اعلیٰ درجے کے لوگ ادبی جرمن میں جو سارے ملک کے تعلیم یافتہ لوگوں کی زبان ہے *

سنسکرت

ان سب بولیوں کی صفاتی مان سنسکرت ہے۔ کم سے کم پچیس صدیاں گذریں جب سے اسے کوئی نہیں بولا لیکن برہمنوں کے مذہب کی مقدس بولی اور ادب و علوم کی زبان ہونے کے خیال سے اس میں ایک مصنوعی روح پھونک کر اسے حیات مستعار بخش رکھی ہے۔ اسکی وہی حالت ہے جو یورپ میں مغربی سلطنت کے زوال کے بعد سے لاطینی

کی ہوئی جو صرف مذہب رومن کیتھولک کی زبان ہے اور یورپ کے تمام علماء اسی کے ذریعہ مبادلہ خیال کرتے ہیں - بوہمن پجاریوں کے پاتھ شالوں میں اب بھی پڑھائی جاتی ہے ، مذہبی رسوم کے ادا کرنے میں کام آتی ہے اور ان کے بڑے بڑے عالم لکھتے اور بولتے ہیں - کچھ دنوں پہلے لاطینی پر جو گذری تھی وہی اس پر گذری ؛ موجودہ زمانے کی تربیت یافتہ زبانیں اٹھ کھڑی ہوئیں اور اس کا غاشیہ حکومت کندھوں پر سے پھینک دیا ، مذہبی جوش کا اور اس کا چولی دامن کا ساتھ تھا مگر وہ بھی تھنڈا پڑ گیا اور اس نے ان زبانوں کا ہاتھ بتایا - اس کی ہمیں دو صورتیں ملتی ہیں : کلاسل سنسکرت اور ویدوں کا ، جنہیں ہندو مذہب کی انجیل کہنا چاہئے ، قدیم روزمرہ - قواعد و ادب عرصے تک کلاسل سنسکرت کی مشاطگی کرتے رہے نتیجہ یہ ہوا کہ یہ بہت بدل گئی اور مروج زبان نہ رہی - اس خصوص میں دنیا کی معلوم و معروف ادبی زبانوں میں کوئی اسکی ہمسری نہیں کر سکتی - کچھ تو اس سبب سے اور کچھ اس وجہ سے کہ جب یہ تمام آریہ ورت کی علمی زبان بنی اور مقرر کی گئی تو اسوقت جو آریائی زبان کے بہت سے ایسے اختلاف تھے جو مقامی رنگ میں دوڑے ہوئے تھے اور جن سے بعد میں بہت سی بولیاں نکلیں ان میں سے ایک یہ بھی تھی ، مہن نے اسے سطور بالا میں بجائے ان کی اصلی مان کہنے کے صفاتی مان کہا - یہ بہت بڑی حد تک اس قدیم اصل کو بقاتی ہے جس سے یہ سب بولیاں مختلف درجے کی داخلی نمو اور مختلف درجے کی غیر زبانوں کی آمیزش و اثر کے باعث پیدا ہوئیں - اس کا تعین و تشخیص ہمارے امکان سے باہر ہے کہ یہ کب اور کہاں پہلے پہل ایک بولی کی حیثیت سے رائج تھی لیکن اس کو بہت ہی ابتدائی زمانے کی یونانی سے کم عمر سمجھنا نامناسب ہوگا ؛ اغلب ہے کہ یونانی سے کئی سو برس بڑی ہو - تاریخ کے سوا ادب کے ہر شعبے میں بکثرت تصانیف موجود ہیں - اس کی مذہبی اور صوفیانہ شاعری ، اس کے رزمیہ ، اس کی غزل کی پرواز ، اس کے نائک اور فلسفیوں ، اور

صرفیوں اور نکھویوں کے مسلکوں کی بہت تعریف کی جاتی ہے اور مغربی علماء انہیں قابل مطالعہ تصور کرتے ہیں۔ اگرچہ یہ خیال بے جا ہے لیکن بعض کے نزدیک تو یہ یونانی اور لاطینی ادب کے شہ پاروں سے بھی بڑھے چڑھے ہوئے ہیں۔ اسکی مختلف تصنیفوں کی تاریخیں معین کرنا بہت ہی مشکل کام ہے لیکن ان میں سے بعض کی موجودہ ہیئت اور اکثر کے مباحث سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت عیسیٰ سے بہت پہلے کی ہیں *

ویدوں کی بولی اُس سے بھی پرانی ہے۔ سب سے قدیم مجموعہ یعنی رگوید کے بہت ہی ابتدائی زمانے کے حصے تو خیال کیا جاتا ہے کہ حضرت عیسیٰ سے پورے دو ہزار نہیں تو قریب دو ہزار سال پہلے کے ہیں۔ جن وجوہ کی بناء پر ان کی عمر اتنی مانی جاتی ہے وہ معمولی اور ناقص ہیں باوجود اُس کے ان سے جو نتیجہ نکلنا چاہئے اُسے وہ اچھی خاص طرح بتاتی ہیں۔ مثلاً ویدوں کی مناجاتیں بالخصوص اُس وقت دریائے سندھ اور اُس کی معاون ندیوں کے کنارہ بنائی گئی تھیں جبکہ آریائی مہاجرین دریائے گنگا کی لقی و دلی وادیوں سے بے خبر تھے ، ہاتھی کا نام کم سنا تھا اور یہ اُن کے لئے باعث حیرت و استعجاب تھا حالانکہ غیروں نے ہمیں بہت ہی ابتدائی زمانے میں جو ہندوستان کے فسانے سنائے ہیں اُن سے معلوم ہوتا ہے کہ گنگا کے کنارہ عظیم الشان سلطنتیں قائم تھیں اور انسان نے جنگ و آشتی کے زمانے میں ہاتھی سے خدمت لینی شروع کر دی تھی۔ بودھوں کا مذہب بھی جسے سب جانتے ہیں کہ حضرت عیسیٰ سے کئی سو برس پہلے دنیا میں آیا برہمنی مذہب شاہی کے چورو جفا سے بغاوت و سرکشی کا مقارنہ ہے۔ ویدوں میں برہمنیت کے محض جراثیم نظر آتے ہیں ، جنہوں نے اُن کی تدوین کے زمانے تک ترقی نہ کی تھی ، نہ مذہب شاہی کا پکا چلکا ہے نہ درثوں کی تقسیم کا ، عقیدۂ تناسخ کے آثار بھی نہیں پائے جاتے۔ جو نتائج کہ تاریخ داخلی اور مختلف اقسام کی تصانیف کے جن سے ہندوستان کا مقدس ادب بنا ہے ، تعلق کے مطالعہ سے نکلتے ہیں اُن سے یہی اُن کی یہی عمر معلوم ہوتی ہے۔ یہ

تصانیف بہت جلد یکے بعد دیئے گئے لکھی گئی ہیں۔ ان کے مضامین تشریح، قاعدوں اور تفسیروں پر مشتمل ہیں۔ ان کا زمانہ آخری زمانے کی مناجاتوں سے شروع ہو کر اُس وقت تک چلا آتا ہے جب تاریخ کا لکھنا شروع ہوا ہے — پس اندو یورپین زبان کی تاریخ کے واسطے جو مواد و مصالح ملتا ہے اُس سے وید کسی طرح بھی ایک ہزار برس کم پہلے کے نہیں ہیں — علاوہ اس کے اندو یورپین قوم کے حالات و انظمہ کی تاریخ کے واسطے بھی کار آمد ہیں — معاشری و مدنی نظام، مذہبی مراسم، خرافاتی خیال آرائیوں، اور آداب و رواج میں، جن کا ان میں نقشہ کھینچا گیا ہے، ایک خاص طرح کا اصلی و قدیم رنگ جھلکتا ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ جتنی یہ باتیں سارے اندو یورپین خاندان کی اسی قسم کی زمانہ قدیم کی باتوں سے ملتی ہیں کسی اور شمع کی اسی قسم کی باتیں اتنی نہیں ملتی — وید ہندوستانی سے زیادہ اندو یورپین حالات و کوائف کے دفتر معلوم ہوتے ہیں، اور کسی واحد شاخ کی ملک سے زیادہ سارے خاندان کی ملک ہیں *

اسی قسم کا بہت کچھ وصف کلاسل سنسکرت میں بھی پایا جاتا ہے — تمام خاندان کی ہر شاخ سے پہلے اس کی مسلسل تاریخوں کا دور شروع ہوتا ہے اور اوصاف باطنی اوروں سے قدیم تر ہیں — اس کی خاص قدر و قیمت کا راز اس میں مضمر ہے کہ اس نے اپنی قدیم شکلیں اور مواد و مصالح کو خاص طور سے محفوظ رکھا — اس کی ساخت آئینہ وار صاف صاف نظر آتی ہے — اس نے تغیر صوتی کے خراب کرنے اور چھپانے والے اثروں سے اپنا دامن بہت بچائے رکھا اور اصلی معنی و استعمال کو محو نہ ہونے دیا — ہم کو ہوشیار رہنا اور یہ نہ فرض کر لینا چاہئے کہ ہر معاملے اور ساخت کے ہر شعبہ میں یہ اندو یورپین زبانوں سے افضل ہے یا یہ وہ سچا معیار ہے جس کے ذریعہ ان کے مواد و مصالح کا اندازہ لگایا جا سکتا ہے — اس کے برعکس ہر زبان کوئی کسی اور کوئی بات میں اس سے افضل ہے اور اس میں ابتدائی زمانے کی اندو یورپین زبان کی وہ بات ملتی ہے جو کلاسل

سنسکرت میں نہیں پائی جاتی - ہاں اس کا فخر اسے ضرور حاصل ہے کہ اس نے مشترک خزانہ میں سے اتنا محفوظ رکھا کہ ان میں سے کسی نے نہیں رکھا بلکہ قریب قریب اُس سے بھی زیادہ جتنا ان سبھوں کا سرمایہ ملا کر ہوتا ہے - جو اس کی اصلی قدر و قیمت کو نہیں سمجھتے وہ بعض اوقات اس کے بارے میں مبالغہ آمیز اور بے بنیاد دعوے پیش کر دیتے ہیں - اگرچہ اس کے حروف تہجی کی تعداد اچھی خاصی ہے اور ان کی ترقی و نمو میں بڑھم توافق و تناسب پایا جاتا ہے لیکن انگریزی میں جتنی آوازیں ہیں اُن کے دو تہائی حصے ہی اس سے ظاہر کئے جاسکتے ہیں - اَللّٰہ اظہا خیال ہونے کی حیثیت سے کلاسکل سنسکرت میں بہت ہی سخت اور نمایاں عیوب ہیں خاص کر افعال کے استعمال (جو فقرے کی جان ہیں) ، ترتیب الفاظ کی سستی اور مرکب الفاظ کے بارے میں ؛ اور یہہ یونانی ہی سے کیا کسی تروییب یافتہ انڈوپورین زبان سے آنکھ نہیں ملا سکتی اور (جیسا کہ اس سے پہلے بیان کیا جا چکا ہے) کسی کلاسکل زبان کے مقابلے میں ایک لمحہ بھی نہیں ٹھہر سکتی - اس کی قدر و منزلت خاص کر اس خیال سے کرنی چاہئے کہ یہہ ایک تاریخی تحریر ہے اور انڈوپورین خاندان کی سب سے پرانے زمانے کی مشترک زبان اور اس کے افراد کے تعلق کا حال بتاتی ہے - اگر اس کا تمام ادب تباہ ہو جاتا اور صرف ایک قواعد اور الفاظ کی لغات باقی رہ جاتیں تو بھی اس میں یہہ صفت بہت کچھ باقی رہتی - اگر میسوگٹھک کی طرح اس کی تحریر کا ایک آدہ ٹکڑا کہیں بچا بچایا رہ جاتا تو بھی وہ اس کے اس دعوے کو ثابت کرتا کہ اس خاندان میں اس کا رتبہ سب سے اعلیٰ ہے - اس بیلوں سے یہہ بات بخوبی سمجھی جا سکتی ہے کہ مطالعہٴ لسان کو جو اسوقت یورپ کی زبانوں کا آپس میں تقابل کرنے کے بل پر عرصہٴ وجود میں آنے کی سعی کر رہا تھا اس نئی بولی کے انکشاف و تحقیقات نے کسی قدر چمکایا جس کی ساخت کہہ رہی تھی کہ آؤ میرا تاریخی تجزیہ کرو، میں سہولتیں بہم پہنچاتے ہوں اور اپنے مادے ، سالمے اور اضافے پیش کرتی ہوں ،

ملکی فن قواعد نے نہایت احتیاط سے ان کا تار تار کھول کر دکھایا ہے ، انہیں مدوں میں الگ الگ تقسیم کیا اور ان کے معنی و محفل استعمال کی تصریح و تشریح کی ہے ۔ اندویرپین زبان کے آغاز کی تمام تحقیقاتوں میں جس سے مادوں اور شکلوں کی پیدائش کی تحقیقات مراد ہے اسکی مدد کے بغیر چارہ نہیں اور اسکی سند سب سے زیادہ معتبر ہے ۔ ایسے محققین نے جو حزم و احتیاط سے کام نہ لیتے تھے یا جن کی تربیت ناقص تھی اس سے کام لینے میں غلطی کی ہے ۔ کبھی کبھی ایسا ہو تا ہے کہ اسے اندویرپین بولیوں کی امالاسنہ اسی طرح تسلیم کر لیا جاتا ہے جس طرح لاطینی موجودہ رومانی زبانوں کی مان مانی جاتی ہے حالانکہ اس کو صرف ان کی بڑی بہن تصور کرنا چاہئے جیسے کہ میسوگاتھک جرمانی بولیوں کی بڑی بہن سمجھی جاتی ہے ۔ لوگ خواہ مخواہ جو بولیاں ایک واحد شاخ میں داخل ہیں اس کی مدد سے ان کا تقابل کرتے ہیں ، اس کے نغے اور ساخت کا زبردستی ان پر انطباق کیا جاتا ہے ، جو واقعات کہ یہہ پیش کرتی ہے غلطی سے ان کی نسبت خیال کیا جاتا ہے کہ ان پر تحقیقات کی انتہا ہوتی ہے ان سے آگے کچھ نہیں ملنے کا اور یہیں تحقیقات ختم کر دینی چاہئے ۔ اس کے موجودہ مواد و مصالح کے حصے ، جو دور جدید میں پیدا ہوئے یا ہندوؤں کے علم و تبصر کے مصنوعی نتائج ہیں ، اندویرپین اشتقاقیات کے لئے زبردستی کام میں لائے جاتے ہیں ۔ اس قسم کے استعمال بے جا کا طبعاً یہہ نتیجہ ہوا کہ بعض عالم اس کے حقیقی دعووں کو شک و شبہ کی نظر سے دیکھنے لگے ، لیکن ہر قسم کے مبالغے سے قطع نظر اور جن باتوں کا خیال رکھنا چاہئے ان کی رعایت کرنے کے بعد بھی اندویرپین لسانیات کا دارومدار بالخصوص اسی پر ہے ۔ اس کے طفیل میں اس فن نے جو ترقی کی ہے وہ اور کسی چیز کی بدولت نہ کرسکتا تھا ۔ اس کی وجہ سے نتائج جس تکمیل و تحقیق کو پہنچ گئے بغیر اس کے ہرگز نہ پہنچ سکتے تھے

یہہ ہے ساخت نطق انسان کے اُس عظیم الشان حصے کی جس سے ہماری زبان کا تعلق ہے۔ اس کا دعویٰ نہیں کیا جاتا کہ اُس کی حدود کا ہر جگہ بالکل صحیح و یقیناً لایا گیا ہے، ممکن ہے کہ آئندہ اور بولیاں اس میں شریک ہونے کا حق ثابت کر دیں؛ اور اس میں تو شک و شبہ کی گنجائش ہی نہیں کہ جس طرح اس کی بہت سی زیر شاخیں معدوم ہو گئیں اور آج اُن کا کوئی نشان باقی نہیں اسی طرح اُس کی اور بہت سی شاخیں بھی چلباب خفا میں روپوش ہو گئی ہوں جو اُن شاخوں کی ہم پلہ تھیں جن کا ہم ابھی تبصرہ کر چکے ہیں۔ آؤ اب ایک سرسری نظر اُن وجوہ پر ڈال لیں جن کے باعث اسے سب سے بڑھ کر اہمیت حاصل ہے *

انڈوپورین زبان کی اہمیت اور اُس کی قوموں کی تاریخ

انڈوپورین زبان کے مطالعہ سے ہمیں جو خاص طور سے دلچسپی ہے اُس کی ایک وجہ تو یہہ ہے کہ خود ہماری زبان اس کی ایک شاخ ہے۔ اخلاقی اور خیالی دنیا اور نیز مادی دنیا میں جو چیز جتنی زیادہ ہمارے قریب ہے وہ اتنی ہی زیادہ بڑی نظر آتی ہے۔ ہر قوم اس وجہ کو موجہ مانے لگی کیونکہ ہر ایک کے نزدیک خود اُس کا ذریعہ مبادلۂ خیالات اور آلۂ اظہار خیال ہی اُس کی گذشتہ تاریخ کا دفتر ہے اور اسی کی مدد سے وہ آئندہ منازل ارتقاء طے کرے گی پس ضروری ہے کہ یہ نسبت اور زبانوں کے خواہ وہ کیسی ہی اعلیٰ درجے کی قدر و قیمت کیوں نہ رکھتی ہوں وہ اسی کا زیادہ مطالعہ کرے تا کہ اس کو زیادہ اچھی طرح سمجھے، اُس کے ارتقاء و ارتفاع کو بخوبی جانے لیکن علاوہ اُس کے ہماری یہہ دلچسپی ایک اور وجہ سے بھی موزوں ہے، وہ وجہہ اُس کا اور جو قومیں اسے بولتی ہیں ان کا وہ مقام و رتبہ ہے جو اسے دیگر زبانوں اور قوموں کے مقابلے میں حاصل ہے۔ ہم نے ان لیکچروں کے شروع میں دعویٰ کیا تھا اور بجا دعویٰ کیا تھا کہ لسانیات بھیئت تاریخ انسان کی ایک شاخ ہونے کے عمومیت کا جواب ہے اور جیسے وہ بہت ہی

تربیت یافتہ و ذکی قوم کی زبان کو اپنے مکمل ہونے کے لئے ضروری سمجھتا ہے ویسے ہی بہت ہی ناتربیت یافتہ قبیلوں کی زبان کو بھی ، لیکن یہہ بھی سچ ہے کہ تناسب کو مد نظر رکھکر قبیلوں کی زبان سے سوسری بحث کر کے تربیت یافتہ و ذکی قوموں کی زبان سے زیادہ عرصے تک اور زیادہ توجہ کے ساتھ بحث کرتا ہے ۔ اگرچہ ہر اس شخص کے جو کبھی عدم سے وجود میں آیا ہے رنج و راحت ان باتوں کا ایک جزو ہیں جن سے انسان کو ایک دل چسپی ہے اور طبع انسان کا اس رنج و راحت سے ہمدردی رکھنا بجا اور حسب تقاضائے فطرت ہے لیکن اسے ان لوگوں کے واقعات سے سب سے زیادہ دل بستگی ہونا اور اس کا ان سے بہت ہی حظ اٹھانا بھی ناگزیر سی بات ہے جنہوں نے اپنے ہم جنسوں میں بڑے بڑے کار نمایاں کئے ہیں اور جن کے افعال و اقوال کا وسیع و دیرپا اثر ہوا ہے ۔ اندو یورپین قوم کی تو یہہ بہت ہی نمایاں خصوصیت ہے ۔ جسے ہم تاریخ عالم یا فعل و اثر کا وہ ڈراما کہا کرتے ہیں جس کا نتیجہ موجودہ یورپین قوموں کی ترقی و تہذیب ہے اس میں جہاں یہہ پہلے پہل ایکٹر بنکر آئی وہ مقام دور دراز مشرق میں ہے یعنی سائرس (Cyrus) اور اس کے جانشینوں کی ایرانی سلطنت میں ۔ اس نے خود کو اور قوموں کی خود سے زیادہ پرانی سلطنتوں اور تہذیبوں کی باقیات اور یادگاروں پر قائم کیا ، ان میں سے کچھ قومیں تو سامی تھیں اور کچھ کا حال تو نہیں معلوم مگر سامی سے تعلق ضرور رکھتی تھیں ، کیونکہ دنیا کی بڑی حکمران اور مہذب بنانے والی قوموں میں اندو یورپین کا دور سب کے آخر میں شروع ہوا ۔ شمع علم صرف عراق ہی میں نہیں بلکہ مصر و چین میں بھی ضیاء پاش تھی ، لوگ ایسے بڑے بڑے کام کر رہے تھے جن کا نقش دوام جریۃ عالم پر ثبت ہے مگر ہمارے اعزاء و اقربا کے قبائل محض خانہ بدوش ، وحشی یا کمزور اور بے حقیقت جماعتیں تھیں جو بقائے حیات کی جد و جہد میں مصروف تھیں ، ایران فتح و ظفر کا پرچم اُراتا مغرب کی طرف بڑھتا چلا جا رہا تھا کہ پہلے پہل ان ہیچ و حقیر جماعتوں میں سے ایک اٹھی اور اسنے

اس کے بڑھتے ہوئے سیلاب کو روکا - یہہ جماعت یونان کی چھوٹی چھوٹی حکومتوں اور شہروں پر مشتمل تھی جو خود آپس میں مصروف پیکار رہا کرتی تھیں ، ان کی تعداد بہت تھوڑی تھی مگر کاتب تقدیر نے ان کی قسمت میں لکھ دیا تھا کہ اندویورپین عظمت کی اصلی بانی ہونگی - یونان سے قدیم تر اقوام قریب قریب میں گر رہی تھیں ، اس نے انکی انجمنوں سے خوشہ چینی کر کے ان کے آئین و آداب کو اپنے رنگ میں رنگ لیا ، ان میں جان دالیدی اور اوروں میں روح پھونکنے کی قوت ایسی ذکاوت و فراست کے ساتھ پیدا کر دی کہ تاریخ عالم میں اس کی مثال کہیں نہیں ملتی - ہم تاریخ کا جتنا زیادہ مطالعہ کرتے ہیں اتنا ہی یونان کی فہم و ادراک سے بالاتر قابلیت کے قائل ہوتے جاتے ہیں ، فن و ادب و سائنس میں اس کا وہی رتبہ ہے جو عبرانی کا مذہب میں ہے اور زمان و مکان کے لحاظ سے بھی اس کا اثر عبرانی سے شاید ہی کچھ کم ہو *

ایک وقت تھا کہ نظر آتا تھا کہ یونان ایران کے سریر سلطنت پر متمکن ہوگا اور مہذب دنیا اس کے سامنے سر اطاعت خم کئے ہوگی ، لیکن یہہ چار ہی دن کی چاندنی تھی عصائے جہاں بانٹے عالم جانشینان سکندر کے ہاتھ میں آکر نکل گیا اور بہت جلد ایک اور شاخ کے قبضے میں پہنچا جو یونان سے چھوٹی تھی - روما یونانی تہذیب کے ثمرات سے حسب ضرورت و تقاضائے حالات مستفیض ہوکر اور ان میں ایک انتظامی اور ہم رنگ بنانے والی قوت کا اضافہ کر کے دیگر اقوام کو درس ہدایت دینے اور ان کی تہذیب اور سیاسی و عمرانی انجمنوں پر وحدت و یکسانی کا رنگ چڑھانے نکلا ؛ اور گو عیسائیت نے سامیوں میں جنم لیا لیکن یونانیوں اور رومانوں نے اسے عالم گیر مذہب بنا دیا - ان لوگوں کی بارگاہ سے نکالے جانے پر جنہیں اس بچے کی بالخصوص پرورش کرنی چاہئے تھی ، اندویورپین اقوام نے اسے سینے سے لگا لیا اور پروان چڑھایا اور اس طرح ایک نئی وحدت یعنی وحدت مذہبی کو بھی ان قوتوں کا مدد و معاون بنادیا جن کی مدد سے روما بنی نوع کے مفاد و مضار کو ایک ہی سلک میں منسلک رکھتا تھا

اس کے بعد ایک تیسری قوم جرمانی کی باری آئی۔ اسے درحقیقت صرف یہہ ادنیٰ درجے کا کام کرنا پڑا کہ اس نے قدیم گرتی ہوئی عمارت کو ایک اور دھکا دیکر گرا دیا اور نئی اور زیادہ طاقتور نمو کے لئے راستہ صاف کر دیا۔ اس کی قوموں نے یورپ کو مشرق سے مغرب تک پامال کر دیا اور جنوب کے انتہائی گوشے بھی اس کی دست برد سے مامون و معصون نہ رہے۔ اس براعظم کا کوئی شان و نادر ہی ملک ہوگا جس کے حکمران طبقے اور شہنشاہ کو اس سے نسبت کا فخر نہو لیکن اس انقلاب کا یہہ نتیجہ ہوا کہ کئی صدیاں اختلال و انتشار میں گذر گئیں اور کچھ عرصے تک تو یہہ نظر آتا تھا کہ شاید مشیت ایزدی عنان حکومت عالم ایک چوتھی قوم کے حوالے کرنے والی ہے۔ سامی ایک نئے مذہب اسلام کے جوش مدن بھرے ہوئے اپنے صحرا سے نکلے اور ایشیا و افریقہ کے عمدہ عمدہ مقامات پر اپنا تسلط جمالیا۔ ان کے لشکر ظفر پیکر یورپ کے دونوں سرور پر جا اترے اور قدم جمانے کے بعد باقی حصے پر قبضہ کرنے کے لئے پڑے۔ آخر کار انہیں اُس اعلیٰ تر قوم کی قوت کے مقابلے میں پس پا ہونا پڑا جس میں پھر جان پڑنے لگی تھی اور اندویرین قوم کا وہ آخری اور بہت ہی باشان و شوکت دور شروع ہو گیا جس میں اب ہم رہتے ہیں۔ گذشتہ چند صدیوں میں یورپین قومیں تاریخ عالم میں سب سے سبقت لے گئیں اور ان کا کوئی حریف نہیں، خود زبور شائستگی و تہذیب سے آراستہ ہیں اور بنی نوع کو آراستہ کر رہی ہیں۔ صرف یہی علوم انسان کی حدود میں وسعت پیدا کر رہی ہیں، خیالی اور مادی عالم کی ماہیت کی تحقیقات میں لگی ہوئی ہیں اور زمین اور زمین کے رہنے والوں کی گذشتہ تاریخ اور موجودہ حالت میں دماغ اور مادہ نے جو گل کاریاں کی ہیں اُن کا پتا لگا رہی ہیں۔ قدرت نے صرف انہیں کو ضرورت سے زیادہ فہم و فراست سے بہرہ ور کیا ہے۔ اُن کی ذہانت و ذکاوت نے سلاسل حدود قدیم کو توڑ ڈالا اور میدان عمل کی تعیین و تحدید کو اپنے لئے باعث ننگ سمجھا۔ کرۂ ارض ان کے دام شغف میں ایک صید زبون ہے؛ اُن کے

جہاز قاضیوں کے درمیان کے ہر سمندر میں موجوں میں ، کہیں بھرنے کا
سے خزانہ اُٹلوا رہے ہیں ، کہیں ایک ملک کی صناعیان دوسرے
ملک میں پہنچا رہے ہیں اور کہیں فتح و نصرت کا دروازہ کھول رہے
ہیں — کمزور قومیں حلقہ بگوش ہو کر ان کے سامنے زانوئے ادب تہ کئے
تہذیب و شائستگی کا سبق پڑھ رہی ہیں یا تاب مقاومت نہ لاکر صفحہ
ہستی سے مت رہی ہیں — جنوبی شرقی سمندروں کا بر اعظم جو
جزیرہ کی طرح ہر طرف سے پانی سے گھرا ہوا ہے اُسے اور مغربی دنیا
کی جزیرہ بہن کو اُنہوں نے اپنا بنا لیا اور اپنی قوم کے دور و دراز مراکز
میں بدل دیا — کرۂ ارض کے قابل آبادی حصے میں ان کی چھوٹی
چھوٹی نوآبادیاں جگہ جگہ اس طرح نظر آتی ہیں جیسے مصحف
عارض پر خال — جن کے پاس اگلے وقتوں سے عصائے سلطنت عالم چلا
آتا تھا اُن سے اُنہوں نے اسے ورثے میں پایا مگر اب اس سلطنت
کی وسعت اس وسعت سے کہیں زیادہ ہے جس میں ازمۂ ماضیہ
کا علم و اقتدار محصور و مقصور تھا — یہہ اُس عصائے حکومت
پر قابض رہنے کے مستحق بھی ہیں کیوں کہ ان کا تابع فرمان ہونا
مہکومین کے حق میں بحیثیت مجموعی ایک رحمت ہے وہ ان کے
سبب سے مادی رفاه و فلاح ، علم ، اخلاق اور مذہب کی نعمتوں
سے مالا مال ہو جاتے ہیں

انڈوپورپین زبان کے مطالعہ کی اہمیت

انڈوپورپین قوم ثابت کر چکی ہے کہ وہ سب سے زیادہ ودیعت ربانی
سے بہرہ مند ہوئی ہے — طلوع صبح ازل سے جتنی قومیں روئے زمین پر
گذریں اس کے اوصاف اُن سب سے اعلیٰ تر ہیں اور یہہ افضل ترین
مقصد تخلیق پورا کر رہی ہے — پھر یہاں اس کی اصل ، بہت ہی ابتدائی
زمانے کے حالات ، مہاجرت ، باہمی میل جول اور اثر ، اور غیر ملکوں
کی قوموں سے اختلاط وغیرہ کی تاریخی تحقیقات میں جو مخصوص
دل چسپی ہے وہ برہنہ حق اور لایسہ طور سے انڈوپورپین لسانیات کا
حصہ کیوں نہ ہو *

بے شک یہہ کہا جاسکتا ہے کہ یہہ اس قسم کی دلچسپی ہے جو کسی قدر لسانیات سے تعلق نہیں رکھتی ، لسانیات کا مقدم تعلق نفس زبان سے ہے نہ کہ زبان کے بولنے والوں کے عادات و افعال سے ؛ لیکن یہہ پہلے ہی لیکچر میں کہا جا چکا ہے کہ مطالعہ لسانیات کے معنی محض نفس زبان ہی پر نظر ڈالنے کے نہیں ہیں ، جو لوگ یہہ کہتے ہیں کہ محض انہیں واقعات و حقائق سے بحث کرنی چاہئے جو لسانیات سے متعلق ہیں وہ بے وجہ اس مطالعہ کی وسعت میدان تنگ اور حدود عمل کو معصور و مقصور کرتے ہیں - لسانیاتی واقعات و حقائق تاریخی واقعات و حقائق میں اس قدر ملے اور گتھے ہوئے ہیں اور ثانی الذکر پر اُن کا اس قدر حصر ہے اور اُن سے وہ اس طرح پیدا ہوئے ہیں کہ بوقت بحث و فکر ایسا دوسرے سے جدا کرنا غیر ممکن ہے - اس علم کے فائدوں میں سے ایک خاص فائدہ تو یہی ہے کہ اس سے تاریخ بنی نوع پر روشنی پڑتی ہے - پس انڈیورپین قوموں کی اہمیت بجا طور سے اس کی مستحق ہے کہ اسے اُن حقوق کی فہرست میں داخل کر لیا جائے جن کی بناء پر انڈیورپین لسانیات دعویٰ کرنا ہے کہ سب سے پہلے طالب علم لسانیات اس کا مطالعہ کرے - علاوہ اس کے کسی قوم کی قابلیت اور اُس زبان کی نوعیت و ماہیت میں جسے اُس نے پیدا اور وسیع کیا بلا واسطہ اور لاپسئی تعلق ہے پس اُس کے تسلیم کرنے کے سوا چارہ نہیں کہ بغیر نوع کے اُس حصے کی زبان سب سے اعلیٰ قسم کی اور اُس کا ارتقاء سب سے زیادہ متوازن ہے جو سب سے زیادہ مورد اکرام و بزرگی ہے اور جس کو ابر کرم نے سیلاب کرتے وقت تناسب و توازن مد نظر رکھا ہے ، اور اس لئے انڈیورپین کی ساخت اور طبیعت و خیال سے اس کا تعلق سب سے بڑھکر قابل مطالعہ ہیں ، یہہ بات انڈیورپین کا مخصوص حصہ ہے دنیا کی زبانوں کے دربار میں یہہ کرسی صدارت پر جلوہ گر ہے اور کسی کی مجال نہیں کہ اس کے حق کی نسبت چون و چرا کرے ۔ *

انڈیورپین زبان کی قدامت و اختلافات

اگرچہ یہہ باتیں اہم ہیں مگر عام لسانیات اور انڈیورپین زبان کے

مطالعہ میں جو گہرا تعلق ہے اسے اچھے طرح نہیں بتائیں اور ظاہر کرتیں۔ صرف یہی نہیں کہ اس خاندان کی وحدت کا ثابت کر دینا اور اس کے افراد کے تعلقات باہم کے مراتب کا تعین اس نئے علم کا سب سے ممتاز کام ہے بلکہ یہی اثبات وحدت و تعین مراتب تعلقات اس کی اساس و بنیاد بھی ہے۔ اس کی وجہ دریافت کرنا کوئی مشکل کام نہیں ہے کہ اس علم کی ابتدا انہیں سے ہوئی اور اس کا ارتقاء و نمو انہیں کے ارتقاء و نمو کے ساتھ ساتھ ہوا — فقط انڈیورپین زبان ہی نے وہ عظیم الشان دفتر واقعات مسلسل پیش کیا جو اس علم کی اسقوار و مستحکم بنیاد کے لئے چاہئے تھا، بلکہ اختلاف اشکال اور طوالت زمان ارتقاء اس کی بولیوں کو جو وسعت نصیب ہے اسے کسی اور زبان میں تلاش کرنا عبث ہے — جس پیمانے پر کہ وہ اعمال نمونے لسانی کی تشریح و توضیح کرتی ہے کسی خاندان کی بولیاں نہیں کرتیں اور یہ تشریح و توضیح ازمنہ ماضیہ میں اس وقت سے شروع ہوتی ہے جس کے اور زبانیں قریب ہی تک پہنچ کر رہ جاتی ہیں — بہہ سچ ہے کہ چینی ادبیات کے بعض بعض حصے قریب قریب یا بالکل اتنے ہی پرانے ہیں جتنے کہ انڈیورپین کے حصے؛ اور، جیسا کہ بعد میں دکھایا جائیگا، اگر بعض باتوں کو مد نظر رکھا جائے تو دنیا کی کوئی زبان قدامت ساخت کے بارہ میں چینی کی حریف نہیں ہوسکتی مگر جو حالت اسکی روز اول تھی وہی آج بھی ہے، یہی صرف ایک ایسی زبان ہے جو کوئی تاریخ نہیں رکھتی — مصر ایسی تھریروں کا مالک ہے جن کی عمر دنیا کی اور زبانوں کی معلومہ یادگاروں سے زیادہ ہے لیکن ان کے مضامین اور عبارتیں ذرا ذرا سی ہیں، نہ پڑھنے میں آتی ہیں نہ مطلب سمجھہ میں آتا ہے، اس پر بیک بینی و دو گوش کی مثل صادق آتی ہے آپ بہ نفس نفیس ہی ہیں، نہ نانا نہ کنبہ نہ رشتہ دار — اسکے بعد ہی سامی زبانیں ایک قابل لحاظ حریف پیش کرتی ہیں لیکن یہ بھی دورنی منزل دیکھہ تھک کر راستہ ہی میں بیٹھہ جاتا ہے — عبرانی کی بہت ہی ابتدائی زمانے کی یادگاریں اوروں سے قدامت میں بہت زیادہ

بڑھی ہوئی نہیں ہیں ، علاوہ اس کے عبرانی مع اپنی ہم رشتہ قدیم و جدید بولیوں کے خود ہی ایک بہت ہی باثروت خاندان ہے ، تاہم سامی مال اندویریوں کے مقابلے میں نکما اور تھوڑا ہے - سامی کی ساخت میں ایک سختی و کرخمگی پائی جاتی ہے کہ جس کے باعث اس کی تاریخ میں سودمند تغیر بہت ہی کم ملتا ہے ، اور اس کا آغاز وہ شاہد مستور ہے جس کے حجلے میں نظر تحقیق نہیں داخل ہوسکتی ، یوں کہنا چاہئے کہ سامی آپس میں بہت ہی ملتی جلتی بولیوں کا ایک زمرہ ، ہے کوئی بہت ہی اختلاف رکھنے والی شاخوں کا خاندان نہیں ہے - لسانیات کو بہ مشکل ان سب سے اتنا فائدہ پہنچتا ہے جتنا کہ اندویریوں زبان کی شاخوں میں سے کسی ایک شاخ مثلاً جرمانی یا رومانی سے پہنچتا ہے - بنی نوع کے اور جو بڑے بڑے حصے ہیں ان میں سے کسی حصے کی زبان نہ تو اتنا رقبہ گھیرے ہوئے ہے اور نہ اسے اتنا زمانہ ہوا ہے کہ قابل اعتناء ہو - انڈر تو یہہ حال ہے کہ جتنا ان کی موجودہ شکلوں سے معلوم ہوتا ہے اس کے سوا اور کچھ پتا ہی نہیں چلتا - اب یہہ بات اس قدر صاف ہے کہ اس کے پتانے کی بھی ضرورت نہیں کہ وہ علم جس کے اکثر طریقے تاریخی ہیں اور جو زبان کی ماہیت ، خدمت اور منبع کو زبان کی تدریجی نشو و نما کا مطالعہ کر کے اور جو تبدیلیاں کہ اس میں ایک پشت سے دوسری پشت اور ایک قوم سے دوسری قوم میں منتقل ہونے سے پیدا ہوئیں ان کا پتا لگا کر سمجھنا چاہتا ہے ، اپنے طریقوں کے صحیح اور نتائج کے یقینی ہونے کے لئے ان تاریخی تغیرات کی کثرت توضیحات کا کس قدر محتاج ہے جنہیں اُس کے معمول تحقیقات بہم پہنچائے ہیں - ہر زبان کی ساخت میں اس کی نشو و نما سے متعلق کچھ نہ کچھ باتیں ضرور ایسی ملتی ہیں کہ جنہیں مطالعہ تعلیلی اچھی خاصی طرح صاف صاف پتہ لیتا ہے اس لئے اس میں تو شک نہیں کہ طالب علم کو اگر قدیم بولیاں نہ ملیں اور وہ ان کی شکلوں کا جدید شکلوں سے مقابلہ نہ کر سکے تو اس کی تاریخی تحقیقاتیں محض بے سود تو نہیں ہوتیں پھر بھی ہم رشتہ اور ہم عصر بولیوں کے

مقابلے سے بہت زیادہ باتوں کا پتا لگ جاتا ہے کیوں کہ یہہ قربین قیاس نہیں کہ اپنے مآخذ مشترک سے جدا ہونے کے بعد سے ہر ایک نے قدیم مواد و مصالح کا کچھ نہ کچھ ایسا حصہ محفوظ نہیں رکھا جو اوروں نے تباہ کر دیا مثلاً (یہاں ہم اپنی پچھلی دو ایک مثالوں کی طرف پھر رجوع کر کے اسکی مختصراً صراحت کرتے ہیں) ہمارے لاحقہ ly کا جو godly اور truly جیسے الفاظ میں پایا جاتا ہے اور اسم صفت like کا ایک ہونا تو فقط انگریزی ہی سے قیاس کر لیا گیا ہوگا اور موجودہ جرمانی (treulich, göttlich) اور نیدرلینڈی (waarlijk, goddelijk) سے مقابلہ کرنے سے یہہ درجۂ یقین تک پہنچ گیا ہے، اس کے ثابت کرنے کے لئے اینگلو سیکسن یا گاتھک جیسی قدیم بولیوں میں سے کسی کی ضرورت نہیں۔ علاوہ اس کے سنسکرت اور دیگر قدیم زبانیں ہی asmi (अस्मि) کی، جس سے ہمارا I am نکلا ہے، پوری ہیئت نہیں ظاہر کرتیں بلکہ یہی شکل بہت ہی خفیف ردوبدل کے ساتھ موجودہ لٹھوانی میں بھی ملتی ہے؛ اسکے یہاں یہہ esmi ہے۔ لیکن اگر لسانیاتی مہارت و جودت طالب علم جرمانی کو اس خیال کی جانب مائل بھی نہ دیتی کہ I loved کی اصل I love did ہے تو یہی یہہ ہمیشہ ایک قیاسی معاملہ اور محض ایک نظرفریب مفروضہ ہی رہتا اگر وہ واقعہ نہ پیش آجاتا جس کی وجہ سے آج تک اسقف Ulfilas کی گاتھک انجیل کے مسودے کا ایک حصہ محفوظ ہے۔ ہم جانتے ہیں کہ اگر ہمارے پاس جرمانی شاخ کی زبانوں کے بہت سے نکات متعلق ساخت کی اُس زمانے کی یادگاریں ہوتیں جب کہ انہوں نے الگ ہو کر نمو کرنا شروع کیا تھا تو یہہ کبھی کے حل ہو گئے ہوتے اور آج تک معما نہ بنے رہتے۔ محض ہم عصر بولیوں کا مقابلہ کر کے مجموعۃ السنہ کی تاریخ کا کس حد تک پتا لگایا جاسکتا ہے اس کے مدارج صورت واقعات کے لحاظ سے مختلف ہوں گے۔ سب سے پہلے تو ان مدارج کا مدار بولیوں کے مدارج تعلقات، اختلاف اور تعداد پر ہوگا، اس کے بعد اس پر کہ ان سبھوں نے ملکر اور ہر ایک نے الگ الگ قدیم شکلوں کو کس حد تک محفوظ رکھا؛ لیکن یہہ ظاہر و باہر ہے کہ موجودہ زبانوں کے بارے میں اس طرح جو

نمائج اخذ کئے جائیں گے وہ بحیثیت مجموعی اُن نمائج کے سامنے مشتبہ ہونگے اور تعداد میں بھی کم جو کہ اُسی اصل کی قدیم بولیوں کا مقابلہ کرنے سے اخذ کئے جائیں گے ، گو کبھی کبھی کسی ایک شاخ یا زمرے کی تنگ چار دیواری میں بھی طالب علم کو اُس ام اللسنہ کی بارگاہ تک رسائی کا فخر بھی حاصل ہو جاتا ہے جس سے کہ موجودہ محاورات نکلے ہیں ۔ مثلاً جب ہم رومانی زبانوں کا تاریخی مطالعہ کرتے اور سوچتے ہیں کہ وہ قانون کیاتھے جن کے ماتحت ان زبانوں نے ترقی کی تو لاطینی کے موجود ہونے کے باعث ہمیں اس مطالعہ اور ان قانونوں کے صحیح اور سچے ہونے کا اُس سے کہیں زیادہ یقین ہوتا ہے جتنا اُس صورت میں ہوتا جب ہمیں یہ خیال ہوتا کہ فلاں فلاں قسم کی ایک ام اللسنہ ضرور ہوگی اور ہم اُس کی شکلوں کو باحیاط بذریعہ تقابل و استقراء دھونڈا نکالتے — اہمیت میں دوسرے درجے پر یہ فائدہ ہے کہ ایک ہی خاندان کی قدیم و جدید بولیوں کا ایک مجموعہ نظر کے سامنے ہوتا ہے جس میں مشترک زبان اپنے منبع سے اپنے قریب و دور کے مناظر پیش کرتی ہے ، جس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ کدھر کدھر نکل گئی اور اُس کے سلسلے کی وہ کڑیاں بہت ہی کم شک و شبہ کے ساتھ پوری کی جاسکتی ہیں جن کا اب کوئی تھریری ثبوت باقی نہیں — یہ دوسرے درجے کا فائدہ ہمیں جرمانی ، ایرانی اور انڈو یورپین زبان کی ہندوستانی شاخوں کے بارے میں حاصل ہے ، اور نطق انسان کے برے حصوں میں انڈو یورپین میں جتنا حاصل ہے کہیں اور نہیں — انڈو یورپین ہی لسان کی ملتی جلتی شکلوں کا وہ وسیع و بولمیں مجموعہ ہے جس کی تاریخ نمو کے خط بہت ہی قدیم زمانے میں ایک نقطہ پر ملنے سے پہلے ہی تین چار ہزار برس کا عرصہ طے کر جاتے ہیں *

انڈو یورپین لسانیات اور لسانیات

انڈو یورپین لسانیات اور عام لسانیات میں جو گہرا تعلق بلکہ قریبی مطابقت پائی جاتی ہے ، جس کا ذکر کیا جا چکا ہے ، اس کا سبب

یہی ہے - نطق انسان کے ہر حصے کو سمجھنے کے لئے طالب علم چاہتا تو یہہ تھا کہ اُس کی تمام و کمال نمو کی ، جس کا تعلق اُس کے تمام حصوں ، شاخوں اور مختلف ہیئتوں سے ہے ، تشریح ایسے مسودات سے کی جائے جن میں شک و شبہ کی گنجائش نہ ہو لیکن یہہ بات ناممکن تھی اس لئے جو کچھہ امکان میں تھا کر گذرا - وہ زبان کے اُس حصے میں جا داخل ہوا جس کی تاریخ کے سب سے زیادہ حصے میں یہہ باتیں موجود تھیں اور اس کا مطالعہ کر کے اُس نے کوشش کی کہ اور حصوں کا مطالعہ کرنا سیکھے جن کا مواد و مصالح کم اور غیر مربوط ہے - یہیں وہ سنگ بنیاد رکھا جاسکتا تھا جس کی تلاش تھی ، یہیں حیات لسانی کے عام قانون ہاتھ آسکتے تھے اور یہیں وہ طریقے اور عمل اخذ کئے جاسکتے تھے جنہیں مختلف تقاضائے کوائف و حالات کے مطابق ترمیم کر کے اور قسم کی زبانوں کی تحقیقات کے لئے کام میں لاسکتے تھے ، یہی نیو اتنی چوڑی تھی کہ اس پر ایک خوبصورت اور کثیرالاضلاع عمارت بھڑی کی جاسکے - باوجود اس کے اندویورپین زبان کے مطالعہ کو مطالعہ لسانیات نہ سمجھنا ، نطق انسان کی وحدت میں وہ اختلاف جلوہ گر ہیں کہ محض ایک ہی اختلاف پر جھک پڑنے سے نطق انسان کی تاریخ و ماہیت کا جزوی اور فریبده نظارہ ہی دکھائی دیتا - ہمارے خاندان کی بولیوں کے اختلاف کی گو کوئی انتہا نظر نہیں آتی مگر اُن میں صاف صاف ایک وصف مشترک موجود ہے جو اُسی وقت سمجھہ میں آتا ہے جب اُن کا مقابلہ اور خاندانوں کی بولیوں سے کیا جائے - پہلا یہہ کب ہو سکتا ہے کہ اُن گوناگوں اسالیب بیان کا انہیں پر خاتمہ ہو جائے جو دماغ انسان اظہار خیال کے لئے ایجاد کرتا ہے - وہ ماهر لسانیات جو صرف انہیں میں دستگاہ کامل پیدا کرتا ہے اغلب ہے کہ تنگ نظر ہو اور جب اور میدانوں میں قدم رکھے تو تھوکرین کھائے - ہمارا دعویٰ تو فقط اتنا ہی ہے کہ اُن کے باطنی اوصاف اور خارجی اسباب و کیفیات متفقہ طور سے طالب علم لسانیات کی جناب میں سفارش کرتے ہیں کہ یہہ بلند ترین مقام کی مستحق ہیں - گذشتہ کی طرح آئندہ بھی اُن کی

تحقیقات اُس کے مطالعہ کا جزو اعظم رہے گی - انکی حقیقت کا کامل انکشاف سب سے زیادہ ممکن اور سب سے زیادہ قابل توجہ ہے ، اور لسانیات جس سے سب سے زیادہ مستفیض ہونا چاہتا ہے وہ یہی ہیں *

تاریخی طریقہ

تحقیقات لسانیاتی کے عام طریقے جیسے جیسے مختلف موقعوں پر آتے گئے بیان ہوتے رہے اور ان کی توضیح کی جاتی رہی ، لیکن اگر ہم ان وجوہ کا حوالہ دیکر جن پر یہہ مبنی ہیں ان اصول کا مختصراً اعادہ کردیں تو شاید بے جا نہوگا - یاد ہوگا کہ سائنٹنک محقق لسان جس بات کو دھونڈھتا ہے وہ فقط یہی نہیں ہے کہ محض مظاہر زبان یا نطق انسان یعنی اس کے الفاظ ، اس کی اشکال ، اس کے قواعد اور اس کے مستعملات کو سمجھ لے اور بتادے ، یہہ کام تو قواعد دانوں اور لغت نویسوں کا ہے ، وہ تو ہر بات کی وجہ دریافت کرتا ہے - کیوں ان لفظوں اور ان اضافوں کے یہی معنی ہیں کچھہ اور کیوں نہیں ، ان کا محل استعمال کیوں یہی ہے کچھہ اور کیوں نہیں ، کیوں فقط اتنے لفظ اور ایسے ہی لفظ اور شکلیں فلاں زبان میں ملتی ہیں ؛ مختصر یہہ کہ اسی طرح کے دور رس سوال کرتے کرتے وہ یہاں تک جا پہنچتا ہے کہ ہم جس طرح بات چیت کرتے ہیں اسی طرح کیوں کرتے ہیں کسی اور طرح کیوں نہیں کرتے - چون کہ یہہ معلوم ہوتا ہے کہ ہر موجودہ بولی یا وہ بولی جو ضبط تحریر میں آچکی ہے اور ہر وہ لفظ جس سے یہہ بولی بنی ہے کسی اور اپنے سے قدیم تر بولی کی مسخ شدہ جانشین ہے جس کی شکل و معنی دونوں بدل گئے ، اور چونکہ تمام لسان معلومہ جو کچھ آج نظر آتی ہے وہ کسی اور اصلی زبان سے ان لوگوں کے دماغ کے اعمال کی بدولت نکلی ہے جو اسے بولتے تھے اس لئے اسکی جانچ پرتال کا طور و طریق ویسا ہی قاریخانہ ہونا چاہئے جیسا کہ اور نظاموں اور انجمنوں کی جانچ پرتال کا ہے جنہیں تاریخی ترقی و نشو و نما نصیب ہوئی ہے - انسانی قابلیت نے انسانی ضروریات اور انسانی حالات کے تقاضے کے مطابق مرور ایام کے ساتھ ساتھ جز و کل لسان انسان میں

مرمیم کی ہے بلکہ یوں کہنا چاہئے کہ ابتدا میں اسے پیدا کیا ہے ، ان
 انڈوں نے اپنے تدریجی فعل سے اسے جو کچھ بنا دیا ہے وہی بہہ بن گئی۔
 ایک طرف تو اسے ان ضروریات و کیفیات کا پیدا کیا ہوا نتیجہ سمجھنا
 چاہئے دوسری طرف جو نتائج کہ ان ضروریات و کیفیات نے پیدا کئے
 انہیں کو ان ضروریات و کیفیات کا آئینہ دار تصور کرنا چاہئے۔ زبان کی
 کایا پلٹ کا پتا لگانا یعنی اسکی گذشتہ منازل کا یکے بعد دیگرے مطالعہ
 کرنا حتیٰ کہ رجعت قہقری کرتے کرتے اس کے آغاز تک پہنچ جانا ،
 بشرطیکہ اس منزل تک رسائی ممکن ہو ؛ جو تبدیلیاں اس میں
 ہوچکی ہیں یا ہو رہی ہیں ان سے ان قوتوں کی جن کی بہہ
 معمول ہے ماہیت اور طریق عمل کا قیاس کرنا ؛ اور مذکورہ باتوں
 سے اور جو کچھ حال اس کے آغاز کی نوعیت کے باب میں دریافت ہوا
 ہے اس سے اس کو سمجھنا ؛ یہی باتیں ہیں جو طالب علم لسانیات کے
 واسطے جاذب توجہ ہیں اور یہی آخرش ان نتائج کے لئے شمع ہدایت
 بنیں گی جن کا تعلق ماہیت زبان سے زبان کی اس حیثیت کو مد نظر
 رکھ کر مانا گیا ہے کہ وہ ذریعہ اختلاط و آلۂ اظہار خیالات ہے اور ترقی انسان
 کا ایک مفید ذریعہ *۔

اشتقاقیات

عمل تحقیقات چھوٹی چھوٹی باتوں میں بھی ویسا ہی تاریخ کا محتاج
 ہے جیسا کہ عام باتوں میں ، ہم اس سے پہلے ہی (دیکھو صفحہ ۶۸)
 کہہ چکے ہیں کہ ہمارے سائنس کی تمام و کمال عمارت کی بنیاد ایک
 ایک لفظ کے جداگانہ مطالعہ پر اٹھائی گئی ہے ؛ پہلے اشتقاقیات ہاں
 محنت کرلے اور سڑک تیار کر دے تو کچھ اور ہوسکتا ہے ۔ لیکن
 ہر اشتقاقی سوال کلیۃً تاریخی سوال ہے ، اس کا تعلق تاریخی عمل
 کی منزلوں سے ہے جیسا کہ انہیں تاریخی شواہد بتائیں ۔ اس علم
 سے شہادت کی قدر و قیمت کے اندازہ لگانے کی قابلیت ظاہر ہوتی ہے
 اور اس صداقت کے قبول کرنے کی اہلیت جو اس شہادت سے

منتہج ہوتی ہے — ہر مخصوص لفظ کی اصل و تغیر کے بارے میں اس شہادت سے کیا ثابت ہوتا ہے جو ملتی ہے ایک سوال ہے جو ماہر اشتقاقیات کے دماغ میں ہر وقت چکر لگاتا رہتا ہے — اس سوال کا تھیک تھیک جواب دینے کے قابل ہونے کے واسطے اُس کا بہت سی صفات کا مجموعہ ہونا لازمی ہے — ایک حامی و معین کی سی ذکاوت و جودت اور استقلال و ہمت اُس میں ضرور ہونی چاہئے — اسے ہر شہادت کا ذرہ ذرہ ، ہر مشابہت ، ہر فیصلہ جس کا نفس معاملہ زیر تحقیقات سے تعلق ہے اکٹھا کرنا پڑے گا — پھر اُسے ایک مخالف مشیر کا روپ بھی بھرنا ہوگا کیوں کہ جو شہادت فراہم کی ہے اس کی بغور چہاں بین اور گواہوں کی نوعیت اور بے غرضی کی جانچ پرتال اور اُن پر جرح کرنی پڑے گی تاکہ اُن کی غلطیوں اور بیان کی بے ربطیوں کا بھانڈا پھوٹ جائے — ان سب سے زیادہ اُس کی ضرورت ہے کہ وہ ایک منصف کا سا عالم اور آزاد خیال ہو تاکہ سب کا خلاصہ کر کے بے لاگ فیصلہ صادر کرسکے — نہ تو جو کچھ حق ثابت ہو گیا ہے اُس سے کسی کو محروم رکھے اور نہ کسی کو کوئی ایسا حق عطا کرے جس کی بنیاد محض غیر محقق دعویٰ اور ناکافی ثبوت پر رکھی گئی ہو — مختصر یہ کہ وہی اوصاف و عادات جو ایک کامیاب مورخ واقعات کا طغرائے امتیاز ہیں ایک کامیاب مورخ الفاظ کا بھی ہیں *

عام لوگ جس بری نظر سے اشتقاقیات اور طلبائے اشتقاقیات کو دیکھتے ہیں اُس سے عیاں ہے کہ اُس کے مطالعہ میں کیا کیا دقتیں ہیں — اس کے مروجہ طریقوں کے من مانے اور غیر معیّن ہونے اور جو نتائج اُن سے اخذ کئے گئے ہیں ان کی غیر معقولیت کی وجہ سے لوگوں نے بہت سی چبھتی ہوئی اور بجائے پھبتیاں اُرائی ہیں — اس کی کافر ماجرا اداؤں نے ہمیشہ حقیقت جو دماغوں کا دامن دل اپنی طرف کھینچا ہے مگر اُس نے ہمیشہ جل ہی دیا — جودت انسانی کا بے قیاس حصہ اُس کے تجسس باطل کی نذر ہو گیا — وہ لوگ جو

دماغی مساعی کے دیگر میدانوں میں اپنی جودت و اصابت رائے کا قنکا بچا چکے ہیں اس میدان میں اُن سے وہ وہ لغزشیں ہوئی ہیں کہ توبہ - یہہ مقولہ اکثر سننے میں آیا ہے کہ جب کبھی یونانی اور رومانی اشتقاقی تحقیقات کی طرف متوجہ ہوئے ہیں تو اُنہوں نے عقل و شعور کو بالائے طاق رکھ دیا - اس میں کلام نہیں کہ ہندوستانی محققین سنسکرت کو بہت ہی زیادہ موقع حاصل تھے کیوں کہ زبان کی ساخت میں القزام و انتظام موجود ہے اور ایسے لفظ تھوڑے ہیں جن کا حال نہ معلوم ہو مگر اُنہوں نے بھی جہاں معمولی اور صاف صاف مشتقات کی سیدھی سادی شاہ راہ سے باہر قدم نکالا فوراً ٹھوکریں کھانی شروع کیں، اور ان کی مذہبی، فلسفیانہ اور قواعدی تصنیفات ویسے ہی خیالی اور بے سر و پا نسب نامہائے الفاظ سے بھری پڑی ہیں جیسی کہ کلاسک مصنفین کی - زمانہ جدید کا لسانی سائنس کسی بات میں بھی زمانہ قدیم کے لسانیات سے اپنی فوقیت اتنی صاف صاف ثابت نہیں کرتا جتنی کہ اشتقاقیات کے طرز و طریق کے باب میں - بے شک محض انہیں پر اس کی فضیلت کا دار و مدار ہے *

طریق تقابل کا مرتبہ لسانیات میں

جدید اشتقاقی تحقیقات کا ایک بہت بڑا ذریعہ یہہ ہے کہ بہت سی ملتی جلتی شکلوں کا آپس میں مقابلہ کیا جائے - اس سے پہلے جو کچھ بولیوں کی نمو اور زبانوں کے پیدائشی تعلقات کے بارے میں بتایا جا چکا ہے اُس سے صاف صاف عیاں ہے کہ مذکورہ تقابل کیوں کر اس کا ذریعہ ہے - جو زبانیں بولی جاتی ہیں اگر اُن میں آپس میں کوئی تعلق نہ ہوتا یعنی ہر ایک دوسرے سے جدا اور تنہا شے واحد ہوتی تو طریق تقابل کی گنجائش ہی نہ ہوتی - قدیم لسانیات ہر زبان کو ایک ایسی ہی جدا اور واحد شے سمجھتا تھا یا اگر بعض بعض صورتوں میں بعض بعض زبانوں میں تعلق مانتا تھا تو اسے غلط سمجھ ہوئے تھا اور اس کا استعمال غلط طریقے سے کرتا تھا، مثلاً لاطینی کو

یونانی سے نکلا ہوا مانا جاتا تھا اور اس کے لفظوں کے اشتقاق کی تلاش میں یونانی لغات کی درق گردانی اس مظنہ کی بناء پر کی جاتی تھی کہ یہہ یونانی کے بگڑے ہوئے لفظا ہیں - جدید سائنس ہر موجودہ بولی کو ایک قدیم زبان سے نکلا ہوا تو مانتا ہے مگر موجودہ بولیوں میں سے اور بہتوں کو بھی اسی قدیم زبان سے نکلا ہوا سمجھتا ہے - ارث مشترک میں سے ہر ایک نے بہت کچھ کھو دیا اور بہت کچھ بچا لیا اور پھر ہر ایک نے اس کے کچھ حصے تو جیسے کے تیسے رکھے اور کچھ ایسے بدل دئے کہ پہچانے نہیں جاتے ، سب کی نسبت یہہ کہنا کہ ان میں تغیر ہوا اور اس اس طریقے سے ہوا درست ہے مگر یہہ کہنا درست نہیں کہ فلاں فلاں تغیر جو ایک میں ہوئے وہ سب میں ہوئے - ہر ایک نے کوئی نہ کوئی بات ایسی بچا لی جو اوروں نے کھو دی یا ایک میں ایک بات بالکل ویسی کی ویسی ہی موجود ہے جیسی کہ زمانہ قدیم میں تھی مگر اوروں نے اسے ایسا بدل دیا کہ اب اصلیت کا پتا نہیں لگتا یا بدلا نہیں تو کچھ پر نقاشی ہی کر دی ورنہ ان کی مختلف درجے کی بدلی ہوئی شکلوں سے وثوق کے ساتھ اس اصل کا پتا لگایا جاسکتا تھا جس سے نکل کر ہر ایک نے ایک نئی سمت کا رخ کیا - اسلئے طالب علم لسانیات جب کسی لفظ کی جانچ پرتال کرنے چلے تو پہلے اسے اسکے ان مطابق اور مشابہوں کے پہلو میں رکھنا چاہئے جو اور زبانوں میں پائے جاتے ہیں تاکہ اس کی تاریخ کا صحیح صحیح مطالعہ کیا جاسکے ، اس طرح وہ کمی جو ہم رشتہ بولیوں کے زمرے کے ہر فرد میں اپنی پیدائش و نمو کے باب میں موجود ہے تھوڑی بہت باقی کے افراد پوری کر دیں گے اور جو تاریخی نتائج اخذ کئے جائیں گے ان میں زیادہ وسعت و تیقن ہوگا - ہم رشتہ زبانوں کے ایسے جید خاندان کے قائم ہونے سے جیسا کہ اندویورپین ہے اور افراد کو دیر سویر اوروں کی حالت بقائے میں مدد کرنی ہی پڑتی ہے *

جدید لسانیات میں طریق تقابل کو بہت ہی اہمیت حاصل ہونے کے باعث ہی اس کا نام ”تقابل لسانیات“ پڑ گیا - یہہ وہ لقب ہے جو

عوام میں اب بھی رائج ہے اگرچہ اب دقیانوسی اور غیر موزوں ہو گیا ۔ ابتدائی زمانے میں جب لسانیات ترقی کر رہا تھا اُس وقت تو یہ نام موزوں تھا کیونکہ مواد و مصالح جمع کیا جا رہا تھا اور اُس کی چھان بین ہو رہی تھی ، طریقوں میں وسعت پیدا کی جا رہی تھی اور قاعدے بنائے اور ابتدائی عام نتیجے نکالے جا رہے تھے ، اور اب بھی یہ اس عمل پر صادق آتا ہے جس سے مطالعہ کو وسعت دی اور اس کی تکمیل کی جاتی ہے ، لیکن کل سائنس کو ” تقابل لسانیات “ کہنا ایسا ہی نامناسب ہے جیسا کہ حیوانیات کو ” تقابل تشریحات “ یا ” نباتیات “ کو ” تقابل اشجار “ * ۔

لیکن ہمیں یہ یاد رکھنا چاہئے کہ طریق تقابل اس کا ضامن نہیں ہو سکتا کہ بوقت جادہ پیمائی اشتقاقیات قدم لغزش نہ کرے گا ۔ جتنی اور اچھی چیزیں بے جا استعمال کی جاسکتی ہیں اتنا ہی یہ بھی کیا جاسکتا ہے ۔ اگر یہہ متصور ہے کہ یہہ ترقی علم کے واسطے مفید نتائج بہم پہنچائے تو پھر خود رائی اور بیہودہ سری کو رخصت کر دینا چاہئے، اس کے اطلاق اور انطباق کے لئے مسلم و معین قاعدے لازمی ہیں ۔ بعض کا خیال ہے کہ ” ماہر تقابل لسانیات “ کا خطاب حاصل کرنے کے لئے بس یہی کافی ہے کہ کسی ایک زبان کو لے لیں اور اسے لئے ہوئے ربع مسکون کا چکر لگا کر اس کے مواد و مصالح اور شکلوں کو جن زبانوں کو چاہیں پسند کر کے ان کے مواد و مصالح اور شکلوں سے مقابلہ کر ڈالیں ۔ مگر یاد رکھنا چاہئے کہ جو چیز اس تقابل کی قدر و قیمت کی اساس و بنیاد ہے یعنی پیدائشی تعلق وہی اس طور و طریق کو معین و مقرر بھی کرتی ہے جس سے کہ تقابل قابل اعتناء ہو سکتا ہے ۔ ہمارے مقابلے کی غرض یہہ ہوتی ہے کہ ان مشابہات کے رخ پر سے پردہ اٹھ جائے جن کی بنیاد اور توجیہ کا دار و مدار مآخذ کی حقیقی اور تاریخی شباهت پر ہے ، پس جس طرح اور شجروں کی تحقیقات کے وقت ہم عمل پیرا ہوتے ہیں اسی طرح یہاں بھی ہونا چاہئے۔ رجعت قہقری شروع کر کے مختلف شاخوں کی ایک پشت سے دوسری

پشت میں ہوتے ہوئے ان مقامات تک پہنچ جانا چاہئے جہاں وہ مجتمع ہوتی ہیں۔ مقابلہ کا کام ان زبانوں سے شروع ہوتا ہے جو بہت ہی قریب کا رشتہ رکھتی ہیں اور رفۃ، رفۃ، انہیں بھی اپنے دامن میں لپیٹ لیتا ہے جن کا بعید سے بعید تعلق ہے۔ مثلاً سب سے پہلے ہم جرمانی کا سا ایک زمرہ قائم کرتے ہیں اور اس کے باطنی تعلقات کے مطالعہ سے اس کی تاریخ اس طرح معلوم کرتے ہیں کہ اس کی بولیوں کی تمام وہ باتوں جو از خود پیدا ہوئے تغیر و نمو کا نتیجہ ہیں پہچان پہچان کر الگ کرتے جاتے ہیں یعنی جو چیزیں اس کی ذاتی ہیں اور بدیں وجہ اس قابل کہ ان کا مقابلہ ان نتائج سے کیا جاسکے جو اسی خاندان کی اور شاخوں پر اسی قسم کے عمل نے پیدا کی ہیں جس نے کہ جرمانی میں پیدا کی تھیں انہیں شناخت کرتے جاتے ہیں۔ اس کی اصلاً ضرورت نہیں کہ آگے قدم بڑھانے سے پہلے قدیم جرمانی زبان کو کامل طور سے دوبارہ زندہ کر لیا جائے۔ انڈیورپین زبان کی تمام هیات مختلفہ میں ایسی نمایاں اور محسوس مطابقت موجود ہیں کہ ایک دفعہ خاندان کی وحدت قائم ہو جانے کے بعد نظر اُٹھاتے ہی دکھائی دیتی ہیں اور جو کچھ اُن کی اصلی قدر و قیمت ہے وہ ماننی پڑتی ہے، لیکن دو بعیدی تعلق رکھنے والی زبانوں کی مشابہات کے تھوڑے ہی سے حصے میں یہہ وصف پایا جاتا ہے، اس لئے پہلے ان میں سے ہر ایک کے قریب تر تعلق رکھنے والے ہم جنس حصوں کا جس قدر زیادہ مطالعہ کیا جائے گا اسی قدر زیادہ بعیدی تعلق رکھنے والی زبانوں کی شناخت مکمل و معتبر ہوگی۔ اگر جرمانی زمرے میں آج صرف انگریزی ہی زندہ ہوتی تو بھی ہم اس کا ایتک یونانی سے مقابلہ کرسکتے اور بہت سی مشابہات بتا سکتے تھے جو ان دونوں کے اشتراک مآخذ کو ثابت کرتی ہیں لیکن بصورت موجودہ جرمانی اور یونانی دونوں زمروں میں سے ہر ایک کی بہت سی آپس میں تعلق رکھنے والی بولیوں سے چشم پوشی کر کے یہہ روش تحقیقات اختیار کرنا نامناسب اور اصول لسانیات کے خلاف ہوگا۔ اس

ہمیں انگریزی کے اُن حصوں پر بھی بہت کچھ فضول محنت کرنی پڑے گی جو مخصوص قسم کے ہیں ، زمانہ مابعد میں پیدا ہوئے اور جن کا یونانی کے کسی حصے سے بلحاظ پیدائش کوئی تعلق نہیں ۔ اس طرز عمل کی وجہ سے ایک طرف تو ہم شناخت حیات میں غلطی کریں گے [جیسے انگریزی کے whole اور یونانی کے holos (پورا) میں] اور دوسری طرف ہمیں اُن حیات میں اختلاف نظر آئے گا جو اگر دونوں کی بولیوں کی قدیم تر شکلوں سے مدد لی جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ آپس میں بہت ملتی ہیں ۔ مثلاً کیا یونانی کے pherousi اور ہمارے bear میں ، جو they bear میں ہے کوئی ، مشابہت نظر آتی ہے مگر اور جرمانی بولیوں کے مقابلے سے ہم یقیناً لکالیقے ہیں کہ bear ایک جرمانی لفظ berand سے بلا واسطہ نکلا ہے اور دورک یونانی میں pheronti ملتا ہے جس سے زبان کے ایک معین اور مقرر اصول الکافیات کے مطابق pherousi بنا ہے — جرمانی زبانوں کا قانون ”مبادلہ“ حروف وقفیہ بتاتا ہے کہ اصلی ہائی ph اور جرمن کی بولیوں میں جا کر ہمیشہ b ہو جاتا ہے — پس بلحاظ مادے اور لاحقے کے جن دو لفظوں کا مقابلہ کیا گیا ان کی تاریخی شباهت میں اب چون و چرا کی گنجائش نہیں رہی *

اس سے بھی زیادہ طریق صحیح کے خلاف یہہ ہوگا کہ انگریزی ، پرتگالی ، فارسی اور ہنگالی کا باہم براہ راست مقابلہ کیا جائے جو اندویدین زبان کی چار بڑی شاخوں سے تعلق رکھتی اور اُن کی نمائندگی کرتی ہیں ۔ انہیں پیدا ہوئے بہت دن نہیں ہوئے اور صورت بہت بدلی ہوئی ہے — سنسکرت سے مقابلہ کرنے پر ہنگالی میں یا قدیم اوستی اور ہخامنشی سے مقابلہ کرنے پر فارسی میں یا لاطینی سے مقابلہ کرنے پر پرتگالی میں جو خصوصیات پائی جاتی ہیں وہ سب یا قریب قریب سب ایسی ہیں کہ جن کا ہم انگریزی یا اور کسی جرمانی زبان کی خصوصیات سے کوئی تعلق بروئے تاریخ ثابت نہیں کرسکتے — ان کا

باہمی تعلق تو ان شاخوں یعنی سنسکرت وغیرہ کے قدیم تر نمائندوں کے توسط سے ہے اور اس کی تلاش وہیں کی جانی چاہئے *

لیکن سب سے بڑی بیہودگی تو یہ ہے کہ ایسی زبانوں کے درمیان فرضی مطابقتیں پیدا کر دی جائیں اور مشترک ماخذ گھڑ لئے جائیں جیسے کہ انگریزی ، اور انگریزی ہی پر کیا موقوف ہے کوئی انڈو یورپین بولی ہو ، اور عبرانی یا فنی یا چینی کے درمیان - عبرانی ، فنی اور چینی میں سے ہر ایک زبانوں کے مسلمہ خاندانوں کے مسلمہ فرد ہیں اور ان میں سے کوئی خاندان انڈو یورپین سے قطعی واسطہ ہی نہیں رکھتا - ان میں سے اگر کوئی انڈو یورپین زبان سے کسی طرح کا پیدائشی واسطہ رکھتا بھی ہوگا تو اس پر دونوں کے تمام و کمال قواعدی ارتقاء کا پردہ پڑا ہوا ہے ، ان کا یہ تعلق جبہی ظاہر ہو سکتا ہے کہ دونوں کا تجزیہ و تحلیل اس طرح کیا جائے کہ ان کی ان بولیوں کا جو ہم رشتہ مانی گئی ہیں بہت ہی غایر اور وسیع مطالعہ کیا جائے حتیٰ کہ ان کی اس قدیم شکل تک پہنچ جائیں جس پر کوئی نشان و اثر اس نمو و تغیر کا باقی نہیں رہتا جو صدیوں کی جدائی سے پیدا ہو گیا ہے - چاہے ان میں سیکڑوں ہزاروں ظاہری مشابہات کیوں نہوں لیکن یہ اسوقت تک بہ حیثیت علامات تعلق بیکار ہیں جب تک اتنی غایر تحقیقات جتنی کہ ہم نے بتائی ہے یہ ثابت نہ کر دے کہ یہ مشابہتیں محض سطحی اور نظر کو دھوکا دینے والی نہیں ہیں *

یہ نہ فرض کر لینا چاہئے کہ ہم جو یہ قید لگاتے ہیں کہ دو زبانوں کی مطابقتوں کو ، جن سے ان کا تعلق باہم ظاہر کیا جائیگا ، حقیقی تسلیم کرنے سے پہلے یہ ثابت کرنا ضروری ہے کہ دونوں زبانوں میں تعلق ہے ، یہ تو مغالطہ دوری ہے - ہم تو صرف یہ دہاتے ہیں کہ تعلق انسانی کی شہادتوں میں ہمیشہ یہ بات پائی جائے گی کہ ایک شہادت دوسری شہادت کی تائید و تائیس کرتی ہے - تقابل کے ابتدائی اعمال تو ، جن کی مدد سے کسی نئی زبان کا مرتبہ و تعلقات قائم کئے جانے کی

دوشش کی جاتی ہے، محض تجربہ اور امتحان کا رتبہ رکھتے ہیں -
 فہمیدہ و سنجیدہ ماهر لسانیات اس کو کبھی نہیں بھولتا کہ اس کے اخذ
 کردہ نتائج کے یقینی اور مستحکم ہونے میں دو باتیں رخنہ انداز ہیں جو
 ایک دوسرے کی نقیض ہیں، یعنی یہہ بھی ممکن ہے کہ دو چیزوں میں
 جو ظاہری مماثلت پائی جاتی ہے وہ محض اتفاقی اور موہوم ہو اور
 یہہ بھی کہ ظاہری اختلاف کی تہ میں کوئی بات پوشیدہ ہو جو ہمتی
 ہو کہ دونوں ایک ہی اصل کی فرع ہیں - ہر نئی مشاہدہ کے ساتھ
 ساتھ جس کا انکشاف اس کی تحقیقاتوں سے ہوتا ہے اس کے اس کے
 اعتماد میں ترقی ہوتی جاتی ہے کہ جن مشاہدوں کا وہ اس سے پہلے پتا
 لگا چکا ہے وہ حقیقی ہیں اور تاریخی قدر و قیمت رکھتی ہیں - اور ہر
 حقیقت نفس الامری کی تمام امکانی ذریعوں سے جانچ پرتال کرنے کے
 بعد جب آخرش اسے یقین کامل ہو جاتا ہے کہ دو زبانوں کے تعلق و
 رشتے کا سنگ بنیاد ایک ہی اساس پر رکھا گیا ہے اور اس کی ظاہری
 مغایرت و مجانبیت کا پردہ اس کی آنکھوں کے سامنے سے اٹھ جاتا ہے
 تو اسے بات بات میں ان کے تعلق کی علامات ملنے کی امید ہوتی ہے
 اور وہ انہیں ان مظاہر میں بھی دھونڈھنے لگتا ہے جن کی طرف شاید
 وہ ایک لمحے کے لئے بھی توجہ نہ کرتا اگر اس کی امید کا یہہ عالم نہ
 ہوتا - برخلاف اس کے جب وہ قریب تر مدارج تعلقات سے چل کر
 بعید تر مدارج تعلقات تک باقاعدہ اور کامل جانچ پرتال کرتا ہوا پہنچتا
 ہے اور یہہ منکشف ہوتا ہے کہ دو زبانوں کے ماخذ دو الگ الگ خاندان
 ہیں تو پھر تاریخی شہادتوں کی بناء پر گمان غالب یہہ ہوتا ہے کہ اب
 دوسرا پلہ کراں ہے اور سطحی مشابہات کے اگر کچھ معنی لئے جا سکتے
 ہیں تو فقط یہی کہ وہ اتفاقی ہیں یا عاریت کا نتیجہ

اشتقاقیات جدید

اشتقاقیات جدید اور اشتقاقیات قدیم میں فرق ہے - اشتقاقیات قدیم
 جس قسم کے نتائج کو جس قسم کی شہادت کی بناء پر مان لیا کرتا تھا

اشتقاقیات جدید اسی قسم کے نتائج کو اسی قسم کی شہادت پر نہیں ماننا۔
 اس کا یہ حال ہے کہ یہہ (lucus) (grove کنج) کا ماخذ (non lucendo
 its not shining there) - اس کا وہاں نہ چمکنا (تسلیم کرنے کو
 تیار ہے بشرطیکہ اس سے اُس کے مشتق ہونے کا تاریخی ثبوت بہم
 پہنچا دیا جائے — اسے اس کے تسلیم کرنے میں کوئی دقت نہیں ہوتی
 کہ ایسے دو لفظ جیسے کہ فرانسیسی کے évêque اور انگریزی کے
 bishop ہیں ایک ہی ہیں اگرچہ دونوں میں سے کسی کا کوئی حرف
 یا آواز آپس میں نہیں ملتی، وجہ یہہ ہے کہ یہہ باسانی پتا لگالیتا ہے کہ
 دونوں یونانی لفظ episkopos سے نکلے ہیں — لیکن اس واقعہ سے
 ہرگز یہہ نتیجہ نہیں نکالتا کہ دونوں زبانوں کے یا یہہ نہ سہی تو دوئی
 سی اور دو زبانوں کے دو ہم معنی الفاظ کو دیکھ کر خواہ ان میں کیسا ہی
 ظاہری اختلاف کیوں نہ ہو یہہ سمجھ لینا چاہئے کہ یہہ ایک ہی اصل
 کی فرع ہیں یا ممکن ہے کہ انہیں ایک ہی اصل کی فرع ثابت کیا
 جاسکے — یہہ ہر صورت میں اس کا منتظر رہتا ہے کہ دیکھو تحقیقات
 سے کیا نتیجہ نکلتا ہے — ہم نے تیسرے لیکچر میں دعویٰ کیا تھا کہ
 تاریخ تغیرات صوتی شاہد ہے کہ ہر آواز کا رفتہ رفتہ چاہے جوسی آواز
 بن جانا اور مفہیم الفاظ کا ترمیم ہوتے ہوتے اس قدر بدل جانا کہ بالکل
 الگ ہو جائیں یا پہلے مفہیم سے بالکل کوئی واسطہ ہی نہ رہے حیثۃ
 امکان میں ہے — اس سے اشتقاقیات کی جر کٹی جاتی اور اعتبار اُٹھا
 جاتا ہے، مگر یہہ خیال غلط ہے کیونکہ وہی تحقیقاتیں جو ہمارے
 اس دعویٰ کو ثابت کرتی ہیں یہہ بھی بتاتی ہیں کہ کون کون سے
 تغیر تو وہ ہیں جن کا باسانی ہر جگہ پتا لگ جائیگا اور کون کون سے
 وہ خاص تغیر ہیں کہ جن کا کسی زبان میں واقعی وقوع پذیر ہونا
 جب ہی مانا جائیگا جب بلا واسطہ اور یقین دلانے والی شہادت ہمیں
 ان کے ماننے کے لئے مجبور کرے — یہہ تحقیقاتیں سکھاتی ہیں کہ
 جب کسی زبان کی خصوصیات کا مطالعہ کرو تو اس کے قوانین تغیر

حالت کو ان کا جزو سمجھو اور مشکل سوالات کو مشتبہ اور زبردستی کی مشابہات کی مدد سے حل کرنے سے پرہیز کرو *

مختصر یہ ہے کہ لسانیات جدید اپنے مطالعہ کرنے والوں پر یہ فرض عائد کرتا ہے کہ جو کچھ کریں اچھی طرح کریں اور احتیاط سے کام لیں ، اس کا تقاضا ہوتا ہے کہ ہر معاملے کے تمام پہلوؤں کی جانچ پڑتال کی جائے ، وہ ایسے نتیجوں کو رد کر دیتا ہے جو اس طرح حاصل ہوئے ہیں کہ جو شہادت ملتی تھی اس کو واحد امکان جانچا پرکھا نہ گیا ، یہہ کوئی ایسا ذریعہ تحقیقات بہم نہیں پہنچاتا جو ناتجربہ کار اور بے پرواہ لوگوں کے ہاتھوں میں پڑ کر بے جا استعمال نہ کیا جاسکے اور اس سے غلط نتیجے نہ نکالے جاسکیں ، یہہ کوئی ایسی چیز نہیں دیتا جو علم صحیح اور طبع نقاد کا نعم البدل ہو ، اور تو اور وہ لوگ بھی جو اس کے طریقوں سے بہت ہی اچھی طرح آگاہ ہیں ان طریقوں کے اطلاق و انطباق میں اکثر اس وقت افسوس ناک غلطیاں کرجایا کرتے ہیں جب انہیں کسی زبان کا سطحی علم ہوتا ہے یا اس کا بلا واسطہ کسی دور کی زبان سے مقابلہ کرتے اور یہہ بھول جاتے ہیں کہ اپنے خاندان سے اس کے کیا تعلقات ہیں اور ان تعلقات کے مقابلے سے اس کی تاریخ کیا ثابت کرتی ہے - وہ غائب بھی جو زبانوں کے خاص زمرے کے مقابلے میں بد طولی رکھتا ہے اور جسے ہم بخوشی اجازت دے سکتے ہیں کہ ہمیں اُن زبانوں کے ارتقاء کا حال بتائے ، جب وہ اور زمروں کے ، جن کا اسے برائے نام یا کچھ بھی حال معلوم نہیں ، اپنے زمرے سے بعیدی تعلقات کا پتہ لگانے چلے تو ممکن ہے کہ ایسی ایسی باتیں کہے جن کا سننا بھی گوارا نہ ہو - اگرچہ گذشتہ چند سالوں میں لسانیات نے بہت ترقی کی ہے ، لیکن دنیا اب بھی ایسے جلد بازوں سے بھری پڑی ہے جو جہت سے عام اصول گہرے لیتے ہیں اور بجائے اس کے کہ آہستہ آہستہ اور عرق ریزی سے تحقیقات کر کے وسیع الاثر اور مشکل نتائج کے موتی رولیں واقعات کی یونہی سی جانچ پڑتال کر کے دامن مقصود بھر لیتے ہیں - ہمارے عام کی راہ میں جو تودہ خس و خاشاک حائل ہے اور اُس

کئی ترقی کی تیز رفتاری کو مانع ، اس کا بہت بڑا حصہ جن سیدھے سادے اصول سے غفلت برتنے سے پیدا ہوا ہے وہ یہہ ہیں :-
(۱) جو شخص دو زبانوں یا زمروں کا جید عالم نہیں اگر وہ ان کا مقابلہ کرے گا تو اس سے کوئی مفید نتیجہ نہ نکلے گا (۲) کسی زبان کا اور زبانوں سے مقابلہ کرنے سے کچھ فائدہ نہیں ہو سکتا اگر یہہ زبانیں اُس زبان سے حقیقی یا خیالی بعیدی تعلق رکھتی ہیں تاوقتیکہ اس کا مقابلہ اُن زبانوں سے نہ کر لیا جائے جو اس سے بہت ہی قریبی تعلق رکھتی ہیں *

اس کے علاوہ یہہ کہنا بھی ضروری ہے کہ وہ ماہر تقابل لسانیات اپنی عمارت بہت ہی تنگ اور ناقص بنیاد پر اٹھاتے ہیں جو محض ایسے الفاظ کو پہلو بہ پہلو رکھنے پر قناعت کرتے ہیں جن سے بحث کرنا آسان ہے ، جن کے معقول تحقیقات سیدھے سادے لفظوں کی بڑی بڑی یا چھوٹی چھوٹی فہرستیں ہیں جن میں عام خیالوں کی ظاہر کرنے والی اصطلاحیں درج ہیں - تاریخ لسانیات کا وہ زمانہ گذر گیا جب یہہ طریق تحقیقات حقیقی اور واقعی تصور کیا جاتا تھا ، اب تو یہہ صرف چند ہی شعبوں میں ساقط الاعتبار نہیں ہے - تجربے اور امتحان کے لئے جب قدم اٹھاتے ہیں تو پہلے اسی سے سابقہ پڑتا ہے ، اس کی مدد سے ہم سب سے قریب اور نہایت ظاہری تعلق رکھنے والے زمروں کا تعین کر سکتے ہیں ، یہہ زیادہ غائر مطالعہ کے لئے شاہراہ تیار کر دیتا ہے - ایسے ممالک میں سیاحت کرنے والے اور انکشافات کی دھن میں پھرنے والے جن کے روزمرہ میں بعد المشرقین ہے اور ادبی تحریریں معدوم ہیں مثلاً امریکہ کے مغربی بیابان یا وسطی افریقہ کے لق و دق میدان اس قسم کا مواد اور مصالح ہی اکٹھا کر کے بہت بڑی خدمت انجام دے رہے ہیں کیونکہ اس سے بہتر چیز تک رسائی کے لئے نہ تو انہیں فرصت ہے نہ موقع نہ مہارت ، لیکن اسے محض تمہید و آغاز اور بدل عارضی سمجھنا چاہئے ، اسے صرف یوں قبول کر لیا جاتا ہے کہ اس سے بہتر چیز نہیں ملتی - کیسی ہی ہوشیاری سے لفظ کیوں نہ چنے جائیں مگر ان کی محدود فہرستیں تو اسی صورت میں پیدائشی مطابقتوں کو نمایاں طور سے ظاہر کر سکتی

ہیں کہ جن زبانوں کی مظہر ہیں ان میں قریبی رشتہ ہو ، اس کے باوجود بھی ممکن ہے کہ ان مطابقتوں پر اختلاف پردہ ڈال دے یا ایسا توازن پیدا کر دے کہ کوئی رائے نہ قائم کی جاسکے ۔ پس ان کے رشتہ کی حقیقت و مدارج کو قابل اطمینان طور سے عیاں کرنے کے لئے گہرے مطالعہ کی ضرورت ہے ۔ لسانی ساخت و نمو کے راہوائے سربستہ تک پہنچنا ، ان مطابقتوں کو دریافت کرنا جن تک پیرا و ناتر بیت یافتہ اشخاص کی نظر نہیں پہنچتی ، اور ان مشابہات کے دام فریب میں نہ پھنسنا جو تاریخ پر مبنی نہیں ہیں ، یہی باتیں طالب علم لسانیات کے کام کا بہت ہی ضروری جزو ہیں ۔ پیدائشی تعلقات کا جہاں تک شہادت کی مدد سے تحلیل و تجزیہ کیا جاسکتا ہے ، بغیر تجزیہ کئے ہوئے محض لفظوں کا پہلو بہ پہلو رکھ کر مقابلہ کر لینا طریقہائے تقابل لسانیات کا مضحکہ اُڑانا ہے *

مطالعہ اشتقاقی کے بارے میں انٹر ایک اور غلطی یہہ کی جاتی ہے کہ لوگ یہہ سمجھتے ہیں کہ اس کا کام تو صرف اتنا ہی ہے کہ لفظوں کی مطابقت دھونڈہ نکالے ۔ بے شک ، جیسا کہ ہم پہلے کہہ چکے ہیں ، یہہ ابتدائی منزل ہے اور اسی کے استحکام و استواری پر تمام عمارت کی مضبوطی و پائداری موقوف و محصور ہے ، مگر یہہ یاد رکھنا چاہئے کہ یہہ محض ابتدائی منزل ہی ہے ؛ اس سے زیادہ اس کی وقعت نہیں ۔ علم الکیمیا کی طرح تقابل اشتقاقیات کی تفصیلات کی بھی کوئی انتہا نہیں جن میں اکثر طالب علم پھنس جاتا اور پڑا ہوا ہاتھ پاؤں مارا کرتا ہے ۔ اس کے اپنے خاص خاص قاعدے اور طریقے ہیں اور جو ان کے اصلی معنی و مطالب سے ناواقف ہے وہ ان سے کسی حد تک اندھوں کی طرح کام لے سکتا ہے ۔ بہت سے آدمی ہیں جنہیں لفظوں کی تلاش میں دست گاہ کامل ہے اور انہوں نے بہت سے نکتوں کا باہمی تعلق دریافت بھی کیا ہے لیکن لسانیات کی نسبت بہت ہی ناقص و بیدودہ خیالات رکھتے ہیں ۔ اس کا نتیجہ یہہ ہے کہ وہ اس اچھے سے اچھے انعام ہی سے محروم نہیں رہتے جو ان کا حق ہے یعنی ان وسیع

تعلقات اور عظیم الشان صداقتوں کا پہچاننا جن کا علم لفظوں کے مطالعہ سے ہوتا ہے بلکہ ان کے تمام کام کی بنیاد کسی مناسب و موزوں چیز پر نہیں رکھی جاتی اور اندیشہ رہتا ہے کہ یہہ کہیں کمزور نہ ہو اور گر نہ جائے ، تاریخ الفاظ اور تاریخ خیال و حیات و افعال انسان ایک دوسرے سے ایسی ملی ہوئی ہیں کہ جدا نہیں کی جاسکتیں اور نہ ایک کا مطالعہ بغیر دوسرے کے مطالعہ کے ہو سکتا ہے — ہم کوئی لفظ اچھی طرح سمجھ سکتے ہیں جب تک یہہ نہ سمجھ لیں کہ کیوں اور کس صورت میں تو وہ بنا اور اُس کی شکل معین کی گئی مثلاً اُس کو لفظ money کی توجیہ و تشریح نہ کہنا چاہئے اگر صرف اُس کے جتنے ”مطابق“ ، یورپی زبانوں میں ملتے ہیں ان کو اکتھا کر لیا اور یہہ پتا لایا جائے کہ یہہ لاطینی کے لفظ moneta سے نکلا ہے — تاکہ اس لفظ کی حقیقت بخوبی سمجھ میں آجائے ضروری ہے کہ طالب علم لسانیات دریافت کرے کہ وہ تاریخی اسباب کیا تھے جن کے باعث ایک ایسی اصطلاح جس کا مدلول محض ایک گمنام شہر تھا ایسی عظیم الشان جماعتوں میں کیونکر رائج ہو گئی ، تہذیب و تجارت کی وہ کیا ضرورتیں اور تدبیریں تھیں کہ جنہوں نے وہ شے پیدا کر دی جو اُس سے موسوم ہے اور اُس سے وہ کلم لیا جو لیا جاتا ہے ، وہ ظاہری حالات و دماغی اختلافات کیا تھے جنہوں نے اسے بدل بدل کر ایک ایسے مادہ سے جس کے معنی ہیں ”سوچنا“ ، ایک نام تراش لیا ، اور وہ ساخت اعضاء اور عادات تلفظ بلحاظ اصل اور بلحاظ تعلق باہم کیا تھیں جنہوں نے moneta کی کاپیا پلاٹ کر کے اسے money کے رنگ میں نمودار کیا — اتنے ہی پر قناعت نہ کرنی ہوگی بلکہ اس سے بھی کچھ زیادہ کرنا ہوگا — اس کی کوئی اتہا بھی نہیں ہے کہ اس طرح ہر لفظ کے عرصہ وجود میں آنے کے اسباب ، اُس زبان کی جس سے اُس کا تعلق ہے یا دیگر زبانوں کی ساخت میں کہاں کہاں پنہاں ہوں گے اور اُن لوگوں کی تاریخ میں کہاں کہاں ملیں گے جو اسے بولتے ہیں — اکثر ایسا ہوتا ہے کہ بہت سے لفظوں کا جتنا حال ہم معلوم کرنا چاہتے ہیں اتنا معلوم نہیں ہو سکتا اُس کے

عشر عشر ہی تک ہماری رسائی ہوتی ہے - مگر اس بناء پر ہمیں اُن کے حال کی تحقیقات سے قطعی دست بردار نہونا چاہئے اور نہ جس حد تک اُن کا حال معلوم ہو سکتا ہے اس حد تک معلوم کرنے سے گریز کرنا

ہم تقابل لسانیات پر اس حیثیت سے غور کرتے رہے ہیں کہ اس کی اصل وحقیقت کیا ہے یعنی اس کے پیدائشی تعلق کی تعیین اور زبانوں کے ارتقائے تاریخی کی تحقیق کا ایک ذریعہ ہونے کی حیثیت زیر بحث رہی ہے - مگر اس سے کہیں اس غلطی میں نہ پڑنا کہ تقابل لسانیات کا محض یہی ایک کام ہے ، اس سے اور کچھ فائدہ ہی نہیں - جب ہم اُن ہمہ گیر اصول کے استنباط کی منزل پر پہنچتے ہیں جہاں نطق ایک قوت تصور کیا جاتا ہے جو انسان میں ودیعت کی گئی ہے اور اس قوت کے مظاہر کے یہہ معنی لئے جاتے ہیں کہ اُن سے ماہیت دماغ ، اعمال خیال اور ترقی تربیت و تہذیب ہویدا ہوتی ہے تو اُن الفاظ کا پہلو بہ پہلو رکھکر مقابلہ کرنا جو تقریری زبان میں بلحاظ استعمال مشابہہ مگر بلحاظ مآخذ جدا ہیں انتہائی سودمند اور اہم ہے جتنا کہ اُن الفاظ کا جن کے استعمال اور مآخذ میں کوئی فرق نہیں ہے - اسالیب بیان انسانی کی کوئی انتہا نہیں اور طالب علم لسانیات کو اس کا کوئی حصہ نہ چھوڑنا چاہئے - اگر طریق تقابل کے شروع کرنے اور اس سے کام لینے میں غلطی نہ کی جائے ، اگر تقابل پیدائش اور تقابل مشابہات کے مقاصد جداگانہ ہر وقت نظر کے سامنے رہیں اور اُن سے حاصل شدہ نتائج کو خلط ملط نہ کر دیا جائے تو پھر کسی نقطے سے چل کر اُس وقت تک کہیں رکنے کی ضرورت نہیں جب تک کہ نطق انسانی کا تمام دائرہ ختم نہوجائے *

براه نوم حسب ذیل غلطیاں درست کر لی جائیں

صفحہ	غلط	صفحہ	غلط	صفحہ	غلط	صفحہ	غلط
معمر	معمر	۵	۶۵	دکر بھی ضروری ہے	دکر بھی ضروری ہے	۲۲	۵
takedinnered	take din- nered	۱۴	۷۰	مد نظر	مد نظر	۱۲	۶
تجزیہ کیا	تجزیہ سے کیا	۲۷	۸۱	بھی نہیں	بھی پر نہیں	۸	۸
کا تقاضا	لفظ کا تقاضا	۲	۸۵	مجملہ	مجملہ	۱۲	۱۱
میکانیک کا ایک	مکانیک میں سے ایک	۶	۸۵	ہیات	ہیئیات	۱۴	۱۱
موضوع	موضوع	۴	۸۹	بھی ان سے منسوب	بھی منسوب	۱۰	۱۶
زمین پر مکزے	زمین پکڑے	۱۷	۹۳	اُردا اُردوں	اُرد اُردوں	۹	۲۳
بس گئی	بس گئی	۱۶	۱۰۶	کر سکتے	کر سکتے	۱۹	۲۸
رکھی	رکھی	۱۵	۱۳۵	اعتبار	اعتباو	۲۵	۳۳
مرکز	مركز	۹	۱۳۷	لفظ	لفظاظ	۳	۳۵
اندازہ	اندازے	۲۳	۱۳۷	معلوم	معالم	۱۹	۳۷
دالت	دالت	۲۷	۱۳۹	پچھلے	اگلے	۱۹	۴۱
اصطلاح	اصطلاح	۱	۱۴۲	” استعمال “	” استعمال “	۵	۴۴
pono) post	pono 'post	۳	۱۴۲	ہونے سے	ہونے کے	۹	۴۴
(I place	I place	۴	۱۴۲	اُگل	اُکل	۱۱	۵۱
نہیں اگرچہ	نہیں معنی اگرچہ	۱	۱۴۴	موجود	موجودہ	۱۴	۵۴
دونوں معنی	دونوں معین	۵	۱۴۹	پر جو چیز	پر جو - چیز	۸	۶۰
substantial	substantial	۱۵	۱۴۹	حصول	اصول	۱۵	۶۱
ان پر قبضہ	قبضہ	۲۸	۱۵۰	کیمیادی الف	کیمیادی، الف	۱۶	۶۱
میں	مہن	۶	۱۵۱	ارادی	ارالی	۳	۶۴
ان کے	ان کی کے						

صحيح	غلط	٢٤	٢٥	صحيح	غلط	٢٤	٢٥
زبانين	زبہ نين	١٢	٢٣٩	...	کا مترادف ہے،	٨	١٥٩
علمائے تقابل	علمائے لسانیات	١٣-١٢	٢٢٠	going کا مترادف ہے، ان استعمال	going ان	٩	١٥٩
لسانیات	تقابل	٢٢	٢٢٠	منسوب	استعمال	١٢	١٩٢
کیونکہ یہہ	کیونکہ کہ یہہ	٢٢	٢٢٠	منسوب	منسوب	٩	١٧٠
پرتبھ	پرتبھ	١٧	٢٢١	لفظ	لفظ	١١	١٧١
اختیار	اختار	٢	٢٢٣	نصائح	نصائح	١٧	١٧٢
پرچکے	پرچکے	١٠	٢٢٤	استعمال	استعمال	٥	١٧٥
لوگ (اور	لوگ اور	٨	٢٤٨	پشتون	پشتون	١٥	١٨٣
چاہتا ہے اسے	چاہتا کہ اسے	١٥	٢٩٥	نیشیا	نیشہ	٩	١٨٢
چاہئے کہ بوب	چاہئے بوب	٢٩	٢٩٩	بدلنا	دلنا	١٨	١٨٥
ہونے والا ہے	ہونے وا ہے	١١	٣٠٢	اور	اور ابھی	١٢	١٩١
اساتذہ	استاذہ	١٧	٣٠٢	غلام	غلام	١٩	٢٠٣
دور	دور	٢١	٣٠٢	زمان	زمان	٢٢	٢٠٢
یونانی	یونانی	٢٢	٣٠٢	ان کو	اس کو	٢٥	٢١٠
عناصر آتے	عناصر آنے	٢٧	٣٠٢	مقتانا	مقتانا	٢٢	٢١٥
یونانی	یونانی	١٢	٣٠٩	کا بھی دھی	کا دھی یہی	١٥	٢١٩
رومانی	رومانی	٢٢	٣٠٩	ایزیون	ایزیون	١٠	٢٢٢
خاصی	خاص	٢٥	٣١١	پہلی	پہلی	٢١	٢٢٩
درزون	درژون	٢٧	٣١١	اچھی	اچی	٩	٢٢٠
کس	کسی	٢	٣٢٧	برقرار	برقرار	١١	٢٣٠
پہنچاتی	پہنچاتہ	١١	٣٣٩	زمان	زبان	١٨	٢٣١
بجا	بجا						
معمول	معقول						

فرہنگ الفاظ

نوٹ: — جن لفظوں کے مقابل نشان * ہے وہ زبانوں کے نام ہیں اور جن کے سامنے † نشان ہے وہ زبان اور اس زبان کے بولنے والی قوم دونوں کو ظاہر کرتے ہیں *

لفظ	معنی	لفظ	معنی
A		Armorican*	آرموریکہ - زمانہ قدیم میں فرانس کے شمالی مشرقی حصے کو آرموریکا کہتے تھے اس حصے کی بولی کانام۔
Accent	توکید — جزو لفظ پر زور دینا	Aspirate	ہائی - وہ حرف جن کے تلفظ میں ہائے ہوز کی آواز صاف صاف ادا کی جائے
Accented	موکد	Assimilation, processes of	اعمال معیاست
Acoustic	سماعتی — سماعت سے تعلق رکھنے والا	Attic*	ایڈک - وہ بولی جو عہد قدیم میں ایٹکا یا ایتھنز میں بولی جاتی تھی
Aeolic†	ایولک — عہد قدیم میں یونان کی قوموں میں سے ایک نام تھا۔ اس کی زبان بھی اسی نام سے مشہور تھی	Austerian†	آسٹری
Affix	اضافہ (جمع اضافات)	B	
Air, column of	صرصر باد	Bactrian*	باختری
Alemannic*	المانی	Basque*	باسک
Americanism	امریکانائٹس	Bavarian*	بوییری
Analogue	مشابہ (جمع مشابہوں) در چیزیں جو ایک دوسرے سے ملتی جلتی ہوں ان میں سے ایک کو دوسرے کا "مشابہ" کہتے ہیں	Bohemian†	بھیمی
Analytic	تفصیلی - تحلیلی - مججزا	Brahmanism	برہمنیت
Analytical		Breath, simple	مفرد سانس
Anglo-Saxon†	اینگلو سیکسن	Breathing, inarticulate	مہمل سانس
Articulate	ملفوظ - موضوع	Bulgarian†	بلغاری
Articulation	تلفظ - (جمع تلفظات) صدائے موضوع		

لفظ	معنی	لفظ	معنی
C		Cunieform	حروف میثقی یا مسند - بابل یا ایران میں سنگی کتبوں پر جو تھوہریں ہیں ان کے حروف کی شکل مینچ یا تیر کے سرور کی سی ہے اس مشابہت کے باعث ان حروف کو میثقی حرف کہتے ہیں
Case	حالت (قواعد)	Cymric*	کمریائی - باشندگان ویلز کی زبان کا ایک نام
Case-ending	لاحقہ حالتی	D	دینی مفعول لہ - متعلق فعلی تصرف بالانقصوص تصرف اسما اشتقاق دو حرفا (جمع دو حرفے) دو حرف صحیح یا علت کا پہلو بہ پہلو آنا مگر دونوں کا لفظ صرف ایک آواز سے کیا جانا انکشاف - انکشاف دو جزا - دو جزوں سے بنا ہوا لفظ دو جزا تھوہرات معاصر تورک - یونان قدیم کی ایک قوم کی زبان تچ
Case, genitive	حالت اضافی		
Case, oblique	حالت غیر فاعلی		
Celtic†	سیلتی		
Celto-mania	سیلتیا روگ		
Choctaw*	چاکتا		
Collocation	توہیب الفاظ		
Column of air	صویر باد		
Combination, law of	قانون اجتماع - اجسام و مقادیر کا کسی مجموعہ یا مرکب میں یک جا ہونا		
Conglomerate	نکلہ - چٹانیں جو کنکر پتھر کے ٹکڑوں کے باعمل ملکر جمنے سے بنتی ہیں		
Congo*	کانگو		
Congruency, historical	تاریخی مناسبت و مراقت		
Connective	حرف عطف - وہ لفظ جو لفظوں یا جملوں کو ملائے		
Convention	اجماع		
Conventional	اجہائی		
Cords, vocal	نار ہائے صوت		
Cornish*	کارنی		
Correspondent	مطابق (جمع مطابقون)	Dutch†	

لفظ	معنی	لفظ	معنی
E		F	
Element	عنصر	Facts	حقائق
Elliptical	معذوف - وہ عبارت جس میں ایک لفظ یا کئی لفظ حذف کردئے گئے ہوں	Family	خاندان
Emission, intonated	الٹائی - ہوا کا خرچ	Fiction	افسانہ
Emphasis	تاکید - ایک لفظ یا کئی لفظوں پر زور دینا	Finnish*	فنی
Emphasised	مؤكد	Flemish*	فلیمی
Edmography	نسلیات - عام کا وہ شعبہ جو بنی نوع فی مختلف نسلوں یا ان کے مخصوص اداب و مراسم و مذاہب سے بھک کرتا ہے	Force, molecular	سالمی قوت
Ethnology or ethnological science	قومیات - علم کا وہ شعبہ جو بنی نوع کے دماغی اور عضوی اختلاف اور ان قوانین و ذمہ سے جن پر ان کا حصر ہے بھک کرتا ہے	Formative	ترکیبی
Etruscan*	اٹروپی	Forms, quasi-modal	ملتیم اجزائے ترکیبی
Etymological	اشتقاقی	Frankish*	افرنجی
Etymologist	عالم اشتقاقیات - اشتقاقیات دان	Frisian*	فریزی
Etymology	اشتقاقیات	G	
Euphony	الٹائیات - خوش فوائی	Gadhelic*	گڈھیلیک
		Gaelic*	گیلیک
		Galvanism	گالوانیت
		Gaulish*	گالی
		Genesis	پیدائش
		Genetic	پیدائشی
		German, Low	لو جرمن
		German, High	ہائی جرمن
		Germanic	جرمانی
		Grammar	قواعد
		Grammatical	قواعدی
		Guttural	حلقیہ
		H	
		Hierarchy	مذہب شاہی - وہ حکومت جس میں مقتدیان دین مختار ہوں

معني	لفظ	معني	لفظ
Hieroglyphic	خطا صور	L	
Homogenous	هم جنس-متجانس الاجزاء	Language-making	زبان سازي
Hungarian†	هنگاري	Larynx	حنجره يا نرخره
Hyphen	علامت وصل يا اتصال	Lettic, Lettish*	ليٽڪ
Hypothesis	مفروضه	Lexicographer	لغات نويس
		Lithuanian*	لتھواني
		Livonian*	لواني
Icelandic*	آيسلينڊي	M	
Idiom	ردز مره		
Ilyrian*	اليڙي - اليڙين	Mannerism	خصوصيت - ڪسي منصف
Inelegance	غير شستگي عبارت		يا نقاش وغيره ڪي
Indo-European†	انڊيورپڊن		تصنيف يا تصوير مڃڻ
Inflected	منصرف - تصريف		ڪسي ايسپيات ڪا نهايا
Inflection	تصريف افعال		طور ۾ پايا جانا جو
Inflective	منصرف - تصريف		معتض اس ڪي ذات
Influences, assimilating	اثرات مجانس		سے مخصوص هر -
Integrity	سالميت	Manuscript	مسوده
Ionic*	ايونڪ - يونان قديم ڪي	Modal	صورت (اسم صفت
	ايڪ يوناني ڪا نام		mood ڪا)
Irregular	سء اع (افعال يا اسماء)	Moesia*	ميسيا
Italo-Celtic*	ايٽالوسيلٽي	Mæso-Gothic*	ميسوگاتھڪ
		Monosyllabism	يڪ جزئيٽ - يڪ جزاڀن
J		Monosyllable	يڪ جزا - ايڪ جز والا لفظ
Japhetic*	ياڙفي	Mood	صورت
		Moral Science	اخلاقيات
K		Morality	ادب و اصول
Kaleidoscope	سيلر ڀڄڻ	Moravian*	موراوي
Kamchatka*	ڪمچاٽڪا	Morphological	صورتياتي
Kroatian	ڪروٽي	Morphology	صورتيات

لفظ	معنی	لفظ	معنی
Mummy	مومی - انسان کی لاش جسے مصالح و خوشبو وغیرہ لگائیں تاکہ گلے سرنے نہ پائے	Optative	دعائیہ — پھلائی اور برائی دونوں میں کسی کے لئے دعا مانگنا
Mute	رقیقہ - وہ حرف جس کی آواز اعضائے صوت کے ملنے اور آن کی حرکت دفعہ اور قطعی رک جانے سے پیدا ہو	Ordinal	اعداد ترتیبی
		Organs, articulating	اعضائے تلفظ
		Oscan*	آسکین
		Ossetic*	اوسیتک
		Ossianic*	اوسیانک
N		P	
Nasal	غنة	Paraphrases	تشریحات
Netherlandish*	نیدرلینڈی	Participle	اسم مفعول
Norm	ھیولائی ارل	Past, imperfect	ماضی نامتام
Norman†	نارمن (جمع نارمنز - نارمنوں)	Permutation,	قانون مبادله
Norset†	نارس	law of	تغاطب
Norwegian†	ناروی	Personification	تقابل لسانیات
Numerals,	اعداد اعضائی	Philology, com-	
multiplicative		parative	
O		Phonetic	صوتی
Object, direct	مفعول شے	Phonologist	عالم صوتیات
Object, indirect	مفعول شخص	Phonology	صوتیات
Open	واضح — جلی-رہ حرف یا جزو لفظ جس کے تلفظ میں منہ بند نہ ہو یا جو کامل طور سے ادا کیا جائے	Polabian*	پولابی
		Polish*	پولی یا پالش
		Predicative	پیدائی
		Prefix	سابقہ
		Primitive	قدیم لفظ
		Process	عمل (اعمال)
		Processes, wear-	احوال ساحق
		ing-out	
Opican*	اوپیکن	Pronominal	ضمیری یا ضایری

لفظ	معنی	لفظ	معنی
Provincial*	پروونسال جنربی فرانس	S	
Prussian†	نئی پولی	Sabian*	سبائی
Purity	پورشی	Samnite*	سامنی
	خالصیت	Scandinavian*	اسکینڈینی نیوی
Q		Servian*	سربی
Quantity	دزن — جزو لفظ کی ناپ یا دہ عرصہ جو کسی جزو لفظ کے تلفظ میں لگے	Sexagesimal	ستونی — حساب کا ایک طریقہ جس میں سائیکہ سائیکہ کی اکائی مانی جاتی ہے
R		Short	مقصورہ
Radical	اصلی — وہ حرف جو مادہ لفظ سے تعلق رکھتا ہو یا اس سے براہ راست مشتق ہو	Sibilant	نغیہ — وہ لفظ جن کے تلفظ میں سرسراہٹ پائی جائے
Rationale	اسباب وقوع	Significance	دلائل
Reasoning, ana- logical	استدلال بالمشابہات	Signification, unity of	وحدت دلائل
Reasoning, in a vicious circle	مغالطہ دوزی	Similarity	مطابقت
Record	شواہد	Slavonian*	سایوانی
Reduplicated	مکرر	Slavonic*	سایوانی
Reduplication	تکرار	Slavoki*	سایوانی
Regular	قیاسی	Slavo-Lithua- nian*	سایوانی
Researches	انکشافات - تحقیقاتیں	Sonant	جلی — وہ حرف جن کے تلفظ میں محض سانس ہی نہیں بلکہ آواز بھی نکلتی ہے
Resonance	گونج	Sorbian*	سوربی
Rheto-Roma- nic*	ریٹو رومانی	Spanish*	ہسپانی
Romaic	رومائی	Speech	تعلق — کلام
Romance	رومان	Speech, human	تعلق انسانی
Romanic*	رومانی	Spirant	صادمیہ
Ruthenian*	روتھانی	Stock	اصلی
		Sub-branches	زیر شاخیں

